

UNIVERSAL  
LIBRARY

**OU-234483**

UNIVERSAL  
LIBRARY









# چراغِ دہلی

اُردو کی پوری تاریخ ہندی اور اُردو کے قدیم نامور شعرا کا  
 تذکرہ دہلی کے قدیم حالات، عہدِ شاہی کے تفصیل و احوال  
 دہلی کا محاصرہ اور فتح بہادر شاہ شاہی کا قتل و سلاطین  
 احسن اللہ خان، حسن عسکری، غلام عباس وغیرہ کے اظہار  
 اُٹار، الصنادید کل شای، تمارتوں کی تصویریں اور حالات  
 دربار دہلی کی لطیف اور مختصر کیفیت وغیرہ

مصنف میرزا چیرت دہلوی

کریم بخش بن مصنف کے تمام چھپی

دہلی شہر

قلم  
 مکتبہ کریم بخش بنی کے خدیو کو مفت دی جان ہے۔ اجاڑی قیمت چار روپے (چھ روپے) ہے۔



# اردو کی تاریخ ۱۲۲۹

جس طرح پیلر کے لرے تھیں ان کا اصلی نام کے علاوہ دوسرا نام رکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح اردو پیار کا نام ہو چکا ہے "ہندوستانی" کے بولا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہو گیا ہے ترکی کر تکرستان کی زبان ہے۔ یا انگریزی زبان کہنے سے ہم یہ مطلب سمجھ جائیں گے کہ یہ کل انگریزوں کی بولی ہے اس لیے "ہندوستانی" کہنے سے یہ یہ ثابت معلوم ہو جائیگی کہ یہ زبان جو اپنے دوسرے نام اردو کے ساتھ مشہور ہے۔ تمام ہندوستان کی زبان ہے۔۔۔ کس زبان کی جاں نہیں کہ اسکو آکھجہ ہر کے بھی لکھ سکے

## اردو کی اصل

ہندی جو براہ راست زبان میں سے ایک زبان ہے ہندوستانی ہند میں اس کی ابتدا نہیں ہوئی جاتی جو باقی کی زبانیں پنجابی۔ سندھی۔ گجراتی۔ مرہٹی۔ بنگالی۔ اور تباہی۔ گری زبانیں متعدد و متواتر ہیں بولی جاتی ہیں اور ان کا رواج زیادہ نہیں ہے۔ ہر جہاں شاہ کس رہا ہے۔ اگر وہ ستھرا۔ اور دہلی کے گرد و نواح میں بولی جاتی تھی اردو کی مادر بہراں ہے۔ تمام سرائی۔ ننھی طریقے اور کلمات وغیرہ براہ جہاں ہی سے لیے گئے ہیں۔ اس کے بعد اردو میں فارسی۔ عربی اور ترکی الفاظ

محررت شامل ہو گئے۔ لیکن یہ بات ضرور ہونی کہ عربی۔ فارسی وغیرہ کے الفاظ ملنے سے اسکی اصل میں کچھ فرق نہیں آیا۔ یعنی براجمبھاشا کے الفاظ کا رنگ نہیں بدلا جیسا اولیٰ اور سودا کے کلام سے پایا جاتا ہے اور وہی رنگ تلمسی واس اور میا بل کے اشعار میں موجود ہے۔ اس کا اعتراف کیا جاتا ہے کہ بعض تحریروں میں اسکی اصلی شان میں فرق آگیا ہے کیونکہ وہاں فارسی اور عربی کی مناسبت زیادہ آگئی ہے مثلاً بجائے ”خوشی سے“ کہنے سے ”خوشی“ بولا جائے ”سرکاری حکم سے“ کہنے کے بجائے ”بحکم سرکار“ استعمال کیا جائے۔ تو بھی جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے یہ کوتاہیاں اردو میں سے دور ہوتی جاتی ہیں اور وہ زمانہ قریب آنے والا ہے کہ اردو میں ان سچیدگیوں کا نام و نشان بھی نہ رہے گا۔

جو لوگ ہندی کو اردو کی اصل نہیں مانتے وہ سخت غلطی پر ہیں۔ ہماری بولی کی زبان میں صد ہا الفاظ خاص زمانہ ویدک کے موجود ہیں مثلاً لفظ ”اچھوتا“ ہے ہم اس لفظ کا استعمال اس چیز پر کر نیچے جو کسی کے استعمال میں نہ آئی ہو۔ سنسکرت میں یہ لفظ اچھوتیا تھا جو اس لفظ یا سٹھائی پر استعمال ہوتا تھا جو کسی دیہ یا دیوتا کو جھوگ یعنی نذر چڑھانی جاتی تھی اور دیوتا کے منہ سے لگا کے الگ کر لی جاتی تھی اور اسے بہت ہی تمیز لگتا جاتا تھا اردو میں وہ لفظ ”اچھوتا“ ہو گیا جس میں اب بھی سنسکرت کے الفاظ کی پوری شان پائی جاتی ہے۔ آٹھویں اور نویں صدی مسیحی میں خاص ہندی زبان میں تھیں۔

### غیر قوموں کے الفاظ مخلوط

ہوئے گئے تھے۔ اور اخیر پہاں تک فریت پنچ تھی کہ بارھویں صدی مسیحی میں

تو ہندی بالکل دم توڑنے لگی تھی۔ اس پر بھی تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ سولہویں  
 صدی سے پہلے اردو کی بنیاد پر قائم نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ قطب الدین ایبک  
 کے بعد کئی شہنشاہی نسلوں میں فارسی ہی دربار اور خاندان کی زبان رہی۔ اور  
 مفتوحہ اقوام میں اپنی انہی ہندی کا رواج تھا۔ جسکی عکاسیت اب منہدم ہوئی چلی  
 رہی۔ جب مسلمانوں کو ہندوستان میں زیادہ دان ہو گئے۔ تو وہ بہت صافندہ  
 ہندی بولنے لگے۔ مگر ہندی میں مسلمانوں کی طرف سے فارسی کا کوئی لفظ مندرجہ  
 نہیں ہوا۔ خود منیدوں نے اپنی زبان میں فارسی کے الفاظ کیے ہندی کو گھی کچھن  
 کر دیا۔ ابتدا اسکی راجہ ٹوڈر مل سے ہوئی جو وزیر مال بنایا گیا تھا۔ اور جب جدید  
 مالگزاری کا سلسلہ بنا ہے تو اس میں راجہ مذکور نے بہت سے الفاظ فارسی کے  
 شامل کر دیے +

اس کے بعد میر آمان دہلوی نے چار درویش یا باغ و بہار تصنیف کی۔ اور  
 گو یا اردو کی بنیاد ہندوستان میں ڈال دی۔ یہ کتاب سلاطین ہندوستان میں شائع  
 ہوئی۔ چونکہ مسلمانوں کو ہندوستان میں ایک زمانہ گزر چکا تھا اور اب ہندوں سے  
 ان کا میل جول بہت بڑھ گیا تھا اس لیے دونوں قوموں کی زبانیں باہم خوب  
 مل جلی گئیں اور اب ان میں کوئی مصلحت نہیں رہی۔

## اکبر

کے زمانے میں محاصل کے قواعد پورے منضبط ہو گئے تھے اور ہندوں کو مذہبی  
 آزادی اس قدر دیدی گئی تھی کہ مسلمانوں میں اور ان میں کوئی فرق نہ رہا تھا تو بھی  
 اردو کی کوئی خاص صورت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ہاں جب

## شاہجہاں

کی سلطنت ہوئی تو اردو بجائے خود ایک مستقل زبان کی صورت میں آگئی اور  
بتدریج اس میں ترقی ہونے لگی۔ یہاں تک کہ یورپی زبانوں کے الفاظ اس  
میں شامل ہونے لگے۔ مثلاً کمرہ جو اصل میں پرتگیزی لفظ کیمرا ہے۔

مارتول، یہ لفظ بھی پرتگیزی ہو جو بڑھئی کے ایک اوزار کا نام ہے۔ نیلام یہ لفظ  
بھی پرتگیزی ہے۔ عام طور پر لوگ نیلام بھی جوتے ہیں۔ فرانس نے بھی ہندوستان  
کے ایک حصہ پر حکومت کی ہے۔ اسی طرح ڈچوں کا بھی مدت تک کوئی نہ کوئی اثر  
رہا لیکن زبان پان کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ لیکن ہاں

## انگریزی الفاظ

اردو میں لکے اردو بن گئے ہیں مثلاً کٹشز، جج، پھیل، ڈگری، انج، اسٹیشن، ریل۔  
اسٹاپ وغیرہ۔ اب رہے وہ انگریزی واں نوجوان جو ہندی یا اردو کے الفاظ  
ہونے پر بھی زبستی انگریزی لفظ اردو میں داخل کر دیتے ہیں اسے زبان کی کوئی  
خوبی سمجھتی نہ چاہیے جس طرح اردو میں انگریزی لفظ آتے ہیں اسی طرح انگریزی میں  
اردو الفاظ چلے گئے ہیں۔ مثلاً لکھی، بھشتی وغیرہ اگرچہ یہ الفاظ ابھی تک اطلاق  
حروف میں لکھے جاتے ہیں لیکن زمانہ گزرنے پر یہ انگریزی زبان کا ایک جزو بن گیا  
اور رفتہ رفتہ وہ معاشرت جاتی رہے گی جواب دیکھنے میں آتی ہے۔ اردو کے

## صرفی و نحوی قواعد

بالکل اُن ہی اصول پر مبنی ہیں جن اصول پر ہندی کے ہیں۔ ہم اوپر کچھ بچے ہیں کہ  
اردو ہندی ہی سے نکلی ہے اس لیے اس کے قواعد صرفی و نحوی میں کوئی بڑا فرق

ہندوستان کی تاریخ صرف اسی قدر معلوم ہے کہ گیارھویں صدی عیسوی میں  
اسکی حالت کسی قدر درست تھی۔ سولہویں صدی میں اس زبان کے اور کوئی زبان ہندوستان  
میں نہ تھی۔ سنسکرت کے بڑے بڑے علماء نے اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت  
مہرچ سے چھ سو سال پہلے ہی سنسکرت کا پورا رخ ہندوستان میں گلی ہو چکا تھا جبکہ  
بودھ مذہب ہندوستان میں پیدا ہو گیا تھا اور برہمنی مذہب پر عام تارکی چھا گئی  
تھی۔ اس وقت سے ہندوستان کے آریہ لوگ "پراکرت" زبان بولنے لگے تھے۔ یہی  
پراکرت سے موجودہ آریاؤں کی زبانیں نکلی ہیں۔ وہ زبانیں یہ ہیں۔ مہاراشٹری۔  
ساراسینی۔ مگادھی۔ پشیاچی۔ اور اپابراہنہ۔ محققوں نے یہ تحقیق کر لیا ہے کہ ہندی  
کی اصل ساراسینی سمجھ لی جائے اور اسی سے ہندی نکلی ہے۔ بودھ مذہب کا علم  
ادب سارا پراکرت زبان میں ہے۔ لیکن جب کہ اس زمانہ کی تاریخ پرتاریکی چھائی ہوئی ہے  
اس لیے اور کوئی مزید تحقیق ہم اس کے متعلق نہیں کر سکتے۔

## ہندی کا آغاز

گیارھویں صدی عیسوی سے سمجھنا چاہیے۔ سب سے پہلا شاعر ہندی کا چند بردائی  
ہوا ہے جن کے اشعار بہت ہی دلپسند ہیں اور جسکی زبان موجودہ ہندی سے  
ملتی جلتی ہے اس کے بعد جو شاعر ہوئے انھوں نے برج بھاشا میں بہت ترقی کی  
جن میں کبیر، مہنداس، ناہاجی، کیشو، داس۔ اور بہاری لال بڑے نامور ہیں۔ آخر  
الذکر کی نظم سب سے برجستہ اور صاف ہندی میں ہے اور بہت ہی اعلیٰ درجے کی ہے۔

## ہندوستانی علم ادب

مگر دو بڑے بڑے حصے ہیں جنہیں ایک نفس ہندی اور ایک نفس اردو کا دونوں

علم ادب ایک حد تک علمی مذاق سے پر ہیں اور ان دونوں نے اُس زمین پر قبضہ کیا ہے جس پر علم و فضیلت کی زبانیں سنسکرت اور فارسی قابض تھیں۔ جو لوگ سنسکرت کے دلدل و بھڑکے ہیں اور اُس کے علم ادب کو اپنا موروثی فن سمجھتے ہیں ان میں سنسکرت کا نام و نشان مست چکا ہو گا۔ اس کے مقابلے میں فارسی ابھی تک زندہ ہوا و کم مسلمان اسے ہونگے جو فارسی نہ جانتے ہوں۔ ساتھ ہی لاکھوں ہندو اب بھی ایسے ٹھیکے جو فارسی ابھی طرح بول اور لکھ سکتے ہیں۔

### ۱۔ ابتدائی ہندی

یہ طبعیت کی جھلک معلوم ہونے لگی تھی اور اس میں زیادہ تر راجپوت بہادروں کے کمانے درج ہیں اور ساتھ ہی جنگوں اور دشمنوں کے حالات کے علم سے متاثر ہو کر یہ طبعیت کے درج میں۔

### ۲۔ وسطی ہندی

یہ وسطی دور ہے کی نظم کا آغاز ہوا اور شاعرانہ اس کا عروج رہا اور اس کے علم ادب نے سولہویں صدی عیسوی سے نشو و نما شروع کی لیکن اس کا عروج اٹھارہویں صدی سے بہت ہوا اور ابھی تک اس میں برابر ترقی ہوتی چلی جاتی جو نظم اور شردوؤں کے کتابیں برابر لکھی جا رہی ہیں اور ایک بڑی تعداد ہر سال اچھی تصانیف کی شامل ہو جاتی ہے۔ ہندی میں بھی بعد ازاں نشو و نما ہوئی۔ وہ بتلانی ہندی علم ادب بہت ہی موثر درجے کا تھا مثلاً ”چندر پریتوی طبع راسٹوڈ“ کی مرتبہ کتاب کو دیکھا جاتا ہے تو ہندی علم ادب کی کوئی خوبی نہیں معلوم ہوتی۔ اصل میں ہندو راجپوت پرتوی طبع کا بھٹ تھا۔ لاپور کا باشندہ تھا اور لاہور کو مسلمانوں کے



قبضے میں آئے ہوئے دو سو سال ہو چکے تھے خیال ہوتا جو کہ اس نے مسلمانوں ہی کی  
سلطنت میں اپنی نظم لکھی۔ ہندی اشعار میں جا بجا فارسی کے الفاظ بھرے ہیں اور  
زبان کا طرز و انداز زیادہ تر موجودہ پنجابی سے بہت ہی مشابہ ہے۔ چند کی تصنیف  
موجود گویا گوہر، ایک مسکرت سے کچھ بھی نسبت نہیں رکھتی دونوں کی علمی و علمی و شان  
ہے۔ ہاں ایک کتاب مودودی گرنٹھ، اسے جو پرائی ہندی کا نمونہ لیکن اس سے یہ  
معلوم ہوتا ہے کہ ہندی نظم میں پہلی تصنیف یہی ہے۔ چند کی کتاب جس میں کچھ رقعات  
تواریخی بھی مروج ہیں ایک عجیب کتاب جو پریتوی راج کی تعریف میں زمین و آسمان کے  
تلاشے مائیے ہیں اور لکھا جو کہ جب پریتوی کی سلطان محمد غوری سے جنگ ہوئی تھی نہ  
بروہ سلطان کو نیچا دیکھنا پڑتا تھا۔ پھر وہ اپنی قوت کے ساتھ قید کر لیا جاتا تھا اور تہہ و بالا  
کے بعد اسکی ربائی ہوتی تھی۔ حالانکہ یہ بالکل کہانی ہے۔ کئی جنگ تواریخی لکھا ہے  
کے قریب جو واقع چوٹی تھی اسے ایک عالم جانتا ہے۔ قدیم ہندی کا دوسرا نمونہ

### تصانیف بھگت

ہے۔ اسکی نظموں میں پرماتمی کا ذکر ہے جو راجہ رتن سین ہوا نے چٹوڑ کی بیوی تھی۔  
جب شہزادہ میں سلطان طارال دین نے چٹوڑ کا قلعہ فتح کیا ہے تو حسین رانی نے  
اپنے کو جلادیا تھا۔ یہی واقعہ بھگت کی نظم میں بھی موجود ہے۔ لیکن اس کتاب میں یہ بھی  
لکھا جو کہ تیرہ ہزار اور رانیاں اور رئیسوں کی ہوبہیتیاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ پھر  
جو شاعر نے جلانیاں دکھائی ہیں اور جھوٹ کے توڑے طوفان ہاند سے ہیں۔ اعظمیہ  
قدیم ہندی کے شعرا کا ایک گروہ۔

بھگتوں کا گروہ

ہے جنکی ہزار باظلیں موجود ہیں اور یہ لوگ اہل امد اور ولی اللہ اہل ہندو میں ماسنے جاتے ہیں۔ ان بھگتوں کا اصول شاعری ”رامانو جا“ کے اصول پر مبنی ہے جسکو ناضل وکن نے بارہویں صدی عیسوی کے وسط کا بتایا ہے۔ یہ جنوبی ہند کا باشندہ تھا۔ اور اسکے کئی شاگرد شمالی ہند کے رہنے والے تھے۔ رامانند ایک شاعر نے اشعار کا نیا رنگ پیدا کر دیا۔ وکن اور فاضل ٹرمپ نے اس شخص کو چودھویں صدی عیسوی کا بتایا ہے۔ رامانند کی مختصر نظم میں گرنختہ میں ملتی ہیں جو اسکی قدرت شمع کا ادنیٰ نمونہ ہے۔ رامانو جو اور رامانند کے بین بین ہم ہے دیو دستاں اور نام دیو دستاں کو پاتے ہیں جنکی نصائیف کا کچھ حصہ گرنختہ میں موجود ہے۔ بے دیو نوم کا برہمن تھا۔ اور سنکرت سے خوب واقف تھا۔ لیکن رامانند اصل میں چھپی قوم کا تھا جو کپڑوں پر پھول بوٹے رنگا کرتے ہیں اور اب بھی انکی قوم کے لوگ کثرت موجود ہیں پہلے ہندو ہی اس کام کو کیا کرتے تھے۔ مگر اب مسلمان بھی چھپی موجود ہیں۔ یہی مذکورہ بالا چھپی پہلا شخص ہے جس نے برہمن کی پرستش کی بندوں میں بنیاد ڈالی۔ اس کے بعد۔

### کبیر

کدوجہ بہ جو قوم کا جلا ہا تھا۔ لیکن وشنو کے اساتذہ میں اس کا سب سے پہلے شمار کیا گیا۔ جو تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ فی الحقیقت مسلمان تھا۔ رامانند کے بارہ شاگردوں میں ایک شاگرد یہ بھی تھا۔ لیکن بے دیو اور رامانند اسکی طرز شاعری بالکل انوکھی جو پہلے ان کا قیام بنارس میں تھا اور پھر وہ گتھ میں جا رہا تھا جو گورکھپور کے ضلع کا ایک منصب تھا۔ سکندر شاہ دہلی کے زمانہ سلطنت ۱۳۸۵ء سے ۱۳۹۸ء تک زندہ رہا مگر

گرونانک

جو سکھوں کا پیشوا ہے اسکی گرتھا اصل میں کبیر کی تصانیف کا ایک دیباچہ ہے۔

۱۶۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۵۲ء میں اسکی وفات ہو گئی۔ ایک نہایت ذہین اور خدا پرست شخص تھا اور گرو نانک کو کبیر کا شاعر یا خیالات آفرینی میں ایک پیر و سمجھنا چائے

## کبیر کی تصانیف

تعداد میں زیادہ ہیں۔ کبیر کے دست والوں کے پاس اسکی پوری تصانیف موجود ہیں عجیب بات یہ ہے کہ حالانکہ وہ پچاس سال تک سکھوں کے مہذب و بہت ہیں اور اُسے مثل دیوتا کے سمجھتے ہیں۔ ہندوستان میں کبیر کا تصانیف کے بہت سے پیغمبر چھپ چکے ہیں۔ اسکی سب سے زیادہ مشہور تصانیف یہ ہیں۔ ساکھیر، سبھاس، اور ریختہ۔

عام طور پر لوگ ان کتابوں کو پسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہیں۔ بہت سی کتابیں اسکے علاوہ کبیر کی بیان کی جاتی ہیں لیکن وہ دراصل اسکی نہیں ہیں۔ ہاں اُسکے شاگردوں نے انھیں تصنیف کر لیا ہے مثلاً ”بیچک کتاب“ بھاگو داس کی لکھی ہے اور ”سکھ پان“ سرست گوپال کی تصنیف ہے جو کبیر کے مذہبی اصول کے وارث سکھ ہیں جو اس کا نام تعظیم سے پیتے ہیں۔ اس کے مذہبی اصولوں کو ورتن نے اپنی کتاب میں پورے طور پر اور بوضاحت بیان کیا ہے۔ کبیر کے بعض شاگرد۔

## مذہبی پیشوا

ہی ہو کر رہے ہیں مثلاً داؤد ایک بڑے دست کا بانی ہے جو اس وقت راجپوتانہ میں پھیلا ہوا ہے اور انکی بہت سی مذہبی کتابیں ہیں ”داؤد“ نے زیادہ تر اپنے گرو کبیر ہی کے اصول کی تعلیم کی ہے اور آج تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ اس کے مریدوں کی تعداد ہزاروں لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ سکھ حالانکہ ایک صورت سے داؤد دست

و ان کے بھائی بولتے ہیں لیکن باہمی منگارت نے کوئی مذہبی یک جہتی ان دونوں میں قائم نہیں کی ہے۔ سلام کی ایک بگڑی ہوئی شاخ سکھ مذہب کی کیونکہ سکھ مذہب کے جسے بنی سب مسلمان تھے مگر ملکی لڑائیوں نے باہم وہ متضاد کر دیا کہ ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہو گئے۔ اور اب سکھ مسلمان کو اور مسلمان سکھ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہیں تفاوت رہا کیاست تاجپا، راماند کے دوسرے شاگردوں میں۔

### سور داس

جست ہی مشہور و معروف پیر اور اُست کبیر سے دوسرے درجے کا کہتے ہیں اسکے واقعات زندگی پر پڑا ہوا ہے اسکے کچھ اشعار گرتھ میں شامل کر دیے گئے ہیں اس کا زمانہ قریب شروع کا تھا۔ اسی نام کا ایک شخص دیوتا کی صورت میں کتابت سمجھتا تھا۔ میں بیان ہوا ہے۔ اگر یہ وہی شخص ہے اور غالباً وہی ہوگا تو قوم کا برہمن تھا۔ اور شہنشاہ اکبر کی سلطنت میں سندیلہ ملک اودھ کے ایک پرگنہ کا امین یعنی مالگزار تھا۔ وصول کرنے کے عہدہ پر مقرر تھا۔ اس نے غضب یہ کیا کہ مالگزاری کا روپیہ جمع کر کے اپنے مندر، من موہن، واقع برہنہ بان میں بھیج دیا۔ اور اکبر کو مالگزاری کے روپیہ کی جگہ جھیلی میں پتھر بھر کے بھیج دیئے۔ یہ بات غصہ آنے کی تو بہت تھی لیکن اکبر نے اپنے ماحضروانہ سے معاف کر دیا۔ اس عرصہ میں سور داس محل کھڑا ہوا اور جنگل کی راہ لی پھر ناہینا بھی ہو گیا لیکن شہر اور آبادی کی طرف بالکل رخ نہیں کیا اور دشمنوں کے جھنڈے کا تاہوا جنگل و جنگل پھرنے لگا۔ ایک لاکھ پچیس ہزار اشعار اس نے نظم کیے ہیں وہ سب جمع کر لیے گئے ہیں اور ان کا نام ”سور ساگر“ رکھا ہے۔

## راما-ہری-گووند

تینوں کی پرستش کی ابتدا رامانند سے ہوئی ہے۔ اس سے پہلے ان تین یوتاؤں کی پرستش معدوم تھی۔ ان کے ماننے والے کرشن جی یا کرشنا کو بھی مانتے ہیں۔ اکثر اشعار میں کرشنا کے بچپن اور جوانی کے کارنامے پائے جاتے ہیں رامانندی فرقہ کے لوگ دنیا کو بے حقیقت جانتے ہیں اور اسکی دولت کو راہ حق سے گمراہ کرنے والی سمجھتے ہیں اور جو راؤ انھوں نے حق سمجھ لی ہر نہایت سمیر اور خوشی سے اسی پر قانع رہتے ہیں۔ کرشنا اور اسکی بیگم بادسا کے ماننے والے انتہا درجہ کے راحت پسند لوگ ہیں اور عام طور پر عورتیں ہی اس ست کو زیادہ مانتی ہیں اسی ست میں ایک اور گرد و دلا چاریوں کا ٹکلا ہے جو گوکلتا گو سیوں کا پیروہ ہے۔ اس ست کا بانی ایک شخص دلا با سوامی قوم کا برہمن ہے جو جنوبی ہند کا رہنے والا تھا۔ یہ شخص قتہ بے گومل قریب تھرا کے آکے رہا اور غالباً اس کا زمانہ سولہویں صدی عیسوی کا سمجھنا چاہیے۔ اس مذہب کی اعلیٰ درجہ کی کتاب برج بلاس نامی ہے اس کتاب میں کرشنا کے ٹھکانے لکھیں تماشوں کا ذکر ہے جو وہ برندا بان کے عورتوں کے ساتھ کیلا کرتے تھے۔ اس کتاب کو برج باسی داس نے مرتب کیا ہے۔ اسی ست کی دوسری کتاب دیتا نامی ہے جو بالکل جگنن مالاکے مشابہ ہے اور اس میں چوہری پیشواؤں کے قصے کہانیاں درج ہیں۔ برج بیلاس ایک مشہور کتاب ہے بازاروں میں عام طور پر فروخت ہوتی ہے اور ہزاروں آدمی اسکو شوق سے پڑھتے ہیں۔ ہندی کا زمانہ متوسط سے شہداء تک سمجھنا چاہیے اسی عرصہ میں اس نشوونما پائی جاتی تھی اور پھر اسکی بنیادیں چرچا لگیں۔ ہندی علم ادب میں

اعلیٰ درجہ کے شاعر یہ لوگ ہیں کیشو داس - بہاری لال - تلسی داس - ان کے اشعار  
ہندوستان بھر میں مشہور ہیں۔ مگر یہ بات دیکھنے کی ہے کہ بحیثیت فصاحت اور  
سلاست و سادگی زبان کی اتنی خوبی نہیں معلوم ہوتی جتنا مضامین آخری نے  
اسکو دیا ہے۔ لاکر دیا ہے۔ جن شاعروں کا ہنسنے تذکرہ کیا ہے ان میں تلسی داس  
کا نام اکثر آدھیوں کی زبان پر ہے۔ مگر تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ طرز شاعری  
اور مضامین آفرینی بھلا اور شاعروں کے برائے سے بہت کچھ چرائی گئی ہے تلسی داس  
کے اعلیٰ خیالات کا بہت شکل سے پتہ لگ سکے گا سب پرانے شاعروں کا پس  
خود رہتا ہے جو پچھلے ان کو مانتے ہیں۔

### کیشو داس

جس کا ذکر ہم نے ابھی کیا ہے قوم کا بہترین تیار اور جہانگیر اور شاہ جہاں کے زمانہ میں  
موجود تھا۔ اس نے سب سے پہلے ایک نظم کتاب رام پر تصنیف کی جس کا نام  
راچنوریکا رکھا اور جو شاعری میں لکھی گئی۔ پھر اسی شاعر نے دوسری کتاب  
دوکاوی پر کیا۔ تحریر کی۔ کہتے ہیں اس سے بہتر اصول شاعری میں دوسری کتاب  
نہیں لکھی گئی اور یہی کتابیں اس فاضل شاعر نے لکھی ہیں اور سب اپنی طرز  
کی اچھوت ہیں۔ پھر۔

### بہاری لال

جو انظم ست سائی کا مصنف جو اس کتاب میں سات سو بند ہیں۔ یہ نظم اپنی لطافت  
اور سادگی میں بہت مشہور ہے۔ اس نظم میں خوشنوی کی پرستش کا کرشنا کا پہلو اختیار  
کیا گیا ہے۔ راوہا اور دوسری گویوں کے عشق و محبت کے حالات بھی مذکور

اور کیفیت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں اسکے شاگرد بہت سے ہیں جن میں بعض مسلمان بھی دیکھے گئے ہیں۔ اسکی کتابوں کا ترجمہ سنسکرت زبان میں ہو گیا ہے۔  
**تلسی واس**

اگرچہ فن شاعری میں بہت ادنیٰ درجہ کا شاعر ہے لیکن اسکے کلام کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اسکی کتاب راماین میں کا اصلی نام "رام چرت نام" ہے اور جسکے سننے میں رام کے کائناتوں کی تخلیق یہ راماین شمالی ہند کے باشندوں میں اس کثرت سے پڑھی جاتی ہے جیسے مسیح آبادی میں انجیل۔ کچھ شمالی ہند ہی پر مقرر نہیں ہے بلکہ کل ہندوستان میں راماین کے پڑھنے کا رواج ہے تلسی واس فقہی زمین تھا اور اسکی زبان سے پایا جاتا ہے کہ باشندہ اوودھتہ زندگی کا بڑا حصہ تو فاضل مصنف نے بنارس میں گزارا ہے۔ راماین میں فوت ہو گیا۔ راماین کے علاوہ چھ منظوم کتابیں اور بھی تلسی واس نے لکھی ہیں جو کہ وہیں تواریخی مضمون پر ہیں اور جن میں رام کی پرستش بیان کی گئی ہے۔ علاوہ چھ کتابوں کے سات منظوم کتابیں ہیں۔ ان کے نام سے منسلک و بجاتی ہیں لیکن سنسکرت امر ہے آیا وہ ان کتابوں کا مصنف بھی ہے یا نہیں۔

### آرو و اوراسکی ابستدائی تواریخ

یہ ابھی تک پتہ نہیں لگا کہ آرو و زبان سننے اپنی اصلی صورت کا کب سے اختیار کی بہ شکل اتنا پتہ نکلا ہے کہ ۱۳۹۵ء زمانہ تھیور شہنشاہ میں اسکی بنیاد پڑ چکی تھی۔ راماین میں یا اس کے کچھ بعد ۱۳۹۵ء میں سعد کا دیوان مرتب ہو چکا تھا۔ گیارھویں صدی کے آخری نصف حصہ میں اور بارھویں صدی کے آغاز میں اس دیوان کی تہرست

جو چکی تھی۔ امیر خسرو دہلوی کے وہ اشعار پائے جاتے ہیں جن میں اردو کی جھلک موجود ہے۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ شیخ سعدی شیرازی سے بھی اردو میں کچھ اشعار موزوں کئے تھے۔ لیکن بعد ازاں یہ بیان کیا گیا کہ اردو کا ایک اور شاعر سعدی تخلص گزرا ہے۔ یہ سعدی شیرازی نہ تھا بلکہ دکن کا ایک باشندہ تھا۔ ہر حال جو نظمیں ان منتقدین شعراء کی پائی جاتی ہیں یہ پہلے ہندی حروف میں لکھی جاتی تھیں کیونکہ موجودہ طرز نویسہ کی ابھی بنیاد نہیں پڑی تھی۔ اسکی شہادت میں کبیر کی نظمیں موجود ہیں جن میں فارسی کے لغت بھرے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ سب ہندی حروف میں لکھی ہوئیں۔ مگر جوں جوں اردو اپنی اصلی صورت پر آتی گئی۔ فارسی کا رنگ اس میں پیدا ہوتا گیا۔ اور ہوتے ہوتے اس نے ہندی سے اپنے کو بالکل آزاد کر لیا۔ اردو کے

### ابتدائی مصنف

سب دکن کے رہنے والے تھے۔ گو لکنئہ اور بیجا پور کے درباروں میں ان مصنفین کا بہت عرق تھا اور جب عالمگیر کے ہاتھ سے ان خاندانوں کی اینٹ سے اینٹ بجی ہے۔ اور عروج پر پہنچ چکی تھی۔ شجاع الدین تخلص نوری فیضی کا بہت بڑا دوست گجرات کا باشندہ تھا۔ امیر خسرو دہلوی کے بعد اس نوری اردو کا بڑا شاعر ہوا ہے جو سقندریں میں شمار ہوتا ہے۔ شجاع الدین سلطان ابو الحسن قطب شاہ وائے گو لکنئہ کے بیٹے کا معلم تھا۔ اسی زمانہ میں اس نے چند غزلیں اردو میں موزوں کی تھیں۔ اس کے علاوہ علی قطب شاہ وائے گو لکنئہ جس نے ۱۵۵۷ء سے ۱۵۶۵ء تک سلطنت کی اور اس کا جانشین عبدالعزیز قطب شاہ جو ۱۵۶۵ء میں



نخت نشین ہوا۔ غرض دونوں شاہوں کے دیوان یا کلیات معجز ہیں جن میں غزلیں بھی ہیں رباعیاں بھی ہیں اور مثنوی و قصائد بھی ہیں۔ آخر الذکر شاہ کے زمانہ میں ابن نشاطی نے دو کتابیں لکھیں ایک مثنوی ہے جن کا نام طوطی نامہ ہے اور دوسری کتاب ”پھول بن“ ہے۔ اول الذکر سنہ ۳۳۳ھ میں لکھی گئی۔ یہ طوطی نامہ اصل میں ایک ایرانی شاعر بخشی کی کتاب کا خلاصہ ہے اور اس کا اصلی نام ایک کتاب سنسکرت کی ہے جس کا نام ”سوکا سپتی“ ہے اس کو کچھ نظم و شروونوں میں بہت خوبی سے ترجمہ کیا گیا ہے نثر کا نام ”طوطی کہانی“ ہے۔ چوہدری دو عالم لوب میں گویا پہلی کتاب سمجھنی چاہئے۔ سنہ ۳۳۳ھ میں محمد حیدر بخش حیدری ہندو لیم کا لچ نے اس کتاب کو ترقیب دیا تھا۔

کتاب ”پھول بن“ ایک فارسی کی کتاب ہوسکتی ہے جو عشق و محبت کی ایک صاف اور ستھری کہانی ہے۔ دوسری مشہور کتاب جو اسی زمانہ اور اسی مقام سے تعلق رکھتی ہے ”کام روپ“ ہے۔ تحسین الدین نے بطور شغری کے اس کتاب کو لکھا اور سنہ ۳۳۳ھ میں ایم گارسن ڈی ٹیسی نے اسے طبع کرایا۔ اس کتاب میں مضامین ہندی شعرا سے اخذ کیے گئے ہیں ”کام روپ“ جو اس کتاب کے ہیرو ہے ایک شاہ اووہ کا بیٹا ہے اور اسکی ہیروان ”کلا“ شاہ لکا کی بیٹی ہے۔ جو واقعات اس میں درج کئے گئے ہیں وہ سندباد جہازی کے واقعات سے زیادہ ملتے ہیں جن کا ترجمہ الف لیلہ میں موجود ہے۔ شہزادہ اور شہزادی ایک دوسرے کو خواب میں دیکھتے ہیں اور شہزادہ اپنی معشوقہ کو تلاش کرنے کے لیے صحرا بھر پھرتا ہے اور عجیب و غریب شہروں میں پھرتا ہے جو دید میں نہ شنید اور پھر صحرا اور دیہی کے بعد

دونوں کی شادی کی گئی ہے۔ عرض بہت دلچسپ کہانی جو اور پڑھنے میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

### بیجا پور کا دربار

بھی کچھ کہ نامور نہیں ہو اعلیٰ لحاظ سے اس کا بہت شہرہ ہے۔ ابراہیم عادل شاہ جس نے ۱۵۵۷ء سے ۱۵۷۲ء تک حکومت کی عظیم ادب میں بہت اثر ابراز کیا ہے۔ اس نے ایک کتاب "نور" تصنیف کی ہے جو افسوس ہے کہ بجائے اردو کے ہندی حرف میں لکھی ہوئی زیادہ مٹی ہے۔ تین دیباچہ اس مظلوم کتاب کے ملاحظہ وری کی تصنیف سے موجود ہیں جن کا نام ہشت پرستہ وری ہے جو نام طہر پر پڑھائی جاتی ہے اور فارسی کے طلبہ اسے ضرور پڑھتے ہیں کیونکہ بغیر اس کتاب کے پڑھے فارسی میں پوری قابلیت نہیں ہوتی۔ اس شہزادہ کا ہاشم علی عادل شاہ ہوتا ہے۔ وہ بارہویں ایک شاعر تھا جس کا خاص مضرتی اور قوم پرست سے لگاؤ تھا۔ اس نے "گلشن عشق" نامی ایک شاعری لکھی۔ اور اس شاعری میں شہزادہ کو ہر اور مردمانی کے عشق کا تذکرہ ہے۔ دوسری تصنیف اس کی اعلیٰ نامہ "شعری" ہے جو اپنے جہان کے تذکرے میں ہر ان مثنویوں کے وسیع سے لکھا ہوا کہ جو ساوگی زبان میں فارسی کے جملے شامل ہوئے۔ پہلے ہی کیا اچھی معلوم ہوتی ہے۔ خیالات اچھے۔ تہ میں اور بعض موقعوں پر آہن آفریقہ میں کمال کیا ہے۔ اس کی طرز انشا پر داننی داود سینہ کے قابل ہے۔ یہ ابتدائی مصنف گو یا رہبر ہیں ان اردو مصنفوں کے جو بعد میں پیدا ہوئے۔ بلاشبہ اردو کی اصلی بنیاد و کن ہی یہ پڑی اور وہیں اردو میں سب سے پہلے کتاب تصنیف ہوئی۔ تونی اور رنگ آبادی سے جو شاعرانہ لہجہ سے لکھا گیا ہے۔ ہمارے کو خاص

ایک مستقل صورت عطا کی اور جو کچھ کسر رہ گئی تھی وہ اس کے مجموعہ اور جوطن "سراج" نے تکمیل کو پہنچایا۔ ولی مورخیت کے باب کے عقب سے مشہور ہے اور اس کو بابائے ریختہ کہا کرتے تھے۔ ان سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ شنائی ہندوستان میں اردو کا آغاز اور تہذیب و ترقی کرنا اور اردو کی خاص صورت قائم ہونا یہ صرف سراج کا طفیل ہے۔ تمام اردو دانوں کو ان کا ممنون ہونا چاہیے۔

### ولی

کے سوانح عمری ہمیں بہت کم معلوم ہیں۔ افسوس ہے کہ اس کے واقعات زندگی ہمیں نہیں مل سکے۔ اتنا پتہ چلا ہے کہ ولی اور نگ زیب کی آخری سلطنت میں دہلی آیا تھا۔ شاہ گلاب کہ بیان ایک ولی اللہ شاہ گلشن نے اردو کی شاعری کے لیے چند ہائیں کی تھیں اور اصلاح دیکھے بھی فرمایا تھا کہ فارسی اشعار کا مضمون اردو میں کیونکر آجاتا ہے۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ شاہ گلشن کو ولی اللہ بھی تھے اور شاعر بھی تھے اور دہلی میں آکے ان کے ہاتھ پر ہمت بھی کی تھی اور ان کے تلامذہ کے زمرہ میں شرمیک ہو گیا۔ ولی کا کلیات ایم گارسن نے ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۸ء کے درمیان پیرس میں طبع کرایا تھا اور اس کے بے نظیر اشعار پر جاشی بھی چڑھائے ہیں۔ اس کا اصل نسخہ یعنی فاضل شاعر کے ہاتھ لکھا ہوا کلیات بھی کھنڈاوی

### ظہور الدین - تخلص حاتم

دہلی میں اردو کا بانی اور تمام شعراء کا مجدد حاتم ہونا بے شک ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۹۰۷ء میں اسکی وفات ہو گئی محمد شاہ کی تخت نشینی کے دوسرے سال یعنی ۱۹۰۷ء میں دہلی کا دیوان دہلی میں پنجا اور اس دیوان کو رکھ کے شعراء کو اردو

میں اشعار موزوں کرتے کا جوش پیدا ہوا اور پھر شمالی ہند کی اردو میں اشعار موزوں کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد حاتم کے دوستوں ناجی، منعمون اور آہو نے اشعار کہے اور دیوان لکھے پھر حاتم نے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ سب سے پہلے اس کا بل شاگرد مریض السودا ہے جو اپنے معصروں میں ممتاز ہوا ہے۔ اس کے بعد خان آرزو ہوا ہے جو ایک ایرانی عالم تھا ۱۸۵۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۸۷ء میں اس کی وفات ہو گئی اس کی عمر کا بڑا حصہ فارسی اشعار کے موزوں کرنے میں صرف ہوا۔ اخیر عمر میں اردو زبان کی طرف توجہ کی اور اعلیٰ درجے کے انہیں اشعار موزوں کیے۔ اس نے "میراج اللغات" نامی کتاب لکھی ہے جس سے اس کی قابلیت کا پتہ چلتا ہے۔

### سیہ سرفشتی

آرزوی کے شاگردوں میں تھے۔ میر صاحب بھی۔ ۱۸۷۱ء میں شہر کے زمانہ میں وفات حاصل کی کہ اس کے متاخرین شاگردوں میں تھے۔ انہیں اپنا درس تلمذ تعلیم کر لیا تھا ۱۸۹۹ء میں حیدر آباد شاہ سے دہلی پر حملہ کے وقت اسے گرفتار کیا گیا تو آرزو لکھنؤ میں چلے گئے تھے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔

### انعام احمد خان تحسین

کہتے ہیں اس فاضل شاعر نے اردو شاعری میں وہ قابلیت پیدا کی تھی کہ اپنے استادوں سے بہت سی باتوں میں ان کا شبہ بڑھا ہوا تھا۔ فاضل "یقین" کا احمد شاہ کے ملاقات سے ۱۸۸۷ء میں انتقال ہو گیا تھا۔ ان کے بعد

### میر ورف

۱۸۸۷ء میں زبان نے ایک عجیب رنگ اختیار کیا اور جن کے اشعار میں وہ ساوگی

اور درو پیا جاتا ہو کہ عام طور پر میر تقی میر کے اشعار لوگوں کے نوک زبان ہیں۔ ان کا  
 نوان ہندوستان میں سب جگہ ملتا ہے۔ بڑھاپے میں آپ فقیر ہو گئے۔ سقو  
 اور خانمان نقشہ بدیہ میں قیامت کر لی تھی۔ دہلی میں ابھی تک ”سیرور کی بانووی  
 مشہور ہے اور اس بزرگ شاعر کے مسکن کا دھندلا سا سایہ اب بھی پایا جاتا ہے  
 میرور کی ۱۷۹۳ء میں وفات ہو گئی۔

### سودا اور میر تقی

کا تو کچھ کہنا ہی نہیں۔ یہ ممتاز شعرا ہیں اور انکی استادی میں کسی کو بھی کلام  
 نہیں ہو۔ سودا اٹھارھویں صدی کے آغاز میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ حاکم سے  
 تعلیم پاتے رہے۔ جب علی برباد ہو گئی تو فاضل شاعر لکھنؤ چلا گیا جہاں نواب  
 آصف الدولہ نے چھ ہزار روپیہ سالانہ کی ایک جاگہ سودا کی سقر کر دی۔ اور خیر  
 دہلی کا یہ نامور شاعر شہداء میں لکھنؤ ہی میں فوت ہو گیا۔ آپ کے اشعار کی  
 تعداد بہت ہو اور انیس لطیف اردو کا رنگ پایا جاتا ہے۔ بچوں میں فاضل شاعر  
 کا پایہ بہت بڑھا ہوا ہے۔ اس فن میں وہ باریکیاں فاضل شاعر نے پیدا کی  
 تھیں کہ ہندوستان میں اس پایہ کا کوئی شاعر نہیں ہوا۔

میر تقی اگرچہ میں پیدا ہوئے لیکن بچپن ہی میں دہلی چلے آئے اور یہیں بودو  
 ہاش اختیار کر لی۔ آرزو سے میر تقی نے تعلیم حاصل کی۔ میر صاحب سودا کی وفات  
 کے وقت بھی دہلی میں موجود تھے۔ لیکن شہداء میں لکھنؤ چلے گئے۔ جہاں انکی نواب  
 لکھنؤ کی طرف سے ایک معقول منشن مقرر ہو گئی۔ پھر میر صاحب کا بہت ہی بڑی  
 عمر میں شہداء میں انتقال ہو گیا۔ آپ کا کلیات بہت ضخیم ہے اور اس میں چھٹہ

دیوان ہیں۔ کہتے ہیں غزل اور تنوئی میں میر صاحب سودا سے بڑے ہوئے ہیں اور شعر لائے متاخرین کچھ میر صاحب ہی کو زیادہ ملتے ہیں جیسا میرزا غالب نے کہا ہے

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ | | آب بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

اس میں کلام نہیں کہ میر تقی سودا کے بعد ہوئے ہیں۔ اور سودا کی زبان کچھ بڑی نہیں ہے۔ لیکن جو سادگی اور بیاضگی میر کو نصیب ہوئی ہے وہ سودا میں نہیں ہے خیالات کی بلند پروازی اس میں شبہ نہیں کہ سودا میں میر صاحب سے بڑھی ہوئی ہے۔ لیکن سادگی اور فطری کرشموں سے سودا کے اشعار اتنے مزین نہیں ہیں جو میر کے ہیں۔

جب دلی کی ترقی کا ستارہ پستی میں آگیا اور اس پر یہ مقولہ صادق آیا کہ "وہ جہتتی کبھی تنہا نہیں آتی" تو اسپر نادر شاہ نے ۱۷۳۹ء میں حملہ کر کے ہسکی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اسکی ترقی اور سببزی کو خاک میں ملا دیا۔ ابھی بزمیصوبہ دہلی نادر کے حملہ اور تاخت و تاراج سے ہنسلی نہ تھی کہ احمد شاہ درانی کی آمد نے دہلی میں خونریز جنگ ہوئی۔ ابھی اس سے جوش نہ آیا تھا کہ ۱۷۵۹ء میں

مرہٹوں نے آوایا۔ اور دہلی کے علم و فضل۔ فنون اور زندہ دلی کو ہمیشہ کے لیے مٹا دیا۔ جب اس طرح سے دہلی برباد ہوئی تو لکھنؤ جو اودہ کا جدید پایہ تخت بنا تھا ان ناخوشگوار آوارگیوں سے آباد ہونے لگا۔ یہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ آرزو سودا اور تیر

کے کریم آباد کے پناہ ملی اور اخیر اسی زمین پر فوت ہو گئے۔ ہائے اگر ان کا

سوا سنے پریشانی اور بربادی کے وطن میں کچھ حاصل ہو تو پھر وطن میں انسان  
کیونکر رہ سکتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

|                                  |                                   |
|----------------------------------|-----------------------------------|
| دلہا نصرت شیراز بکلی گرفت        | وقت آنکھ کی پیر سی خبر زبداؤم     |
| سعدی صاحب وطن گر چہ چھوٹ سی صحیح | تو اس مرد بہ سختی کہ سن انجا زایم |

مخلص سہا آ کر وہ ستودہ اور میر لکھنوی میں آئے تو یہاں اور چند اپنے ہم وطن پناہ  
اگر دیوں کہ و کھیا تو فوٹو صارفین بنا جس کی کیفیت یہ ہے کہ میں دیار لکھنوی میں سہو علی اور  
بہمنی لکھنوی کی ایک مل گئے۔ یہاں میر حسن سے سند و سہو فوٹو لکھنوی میں رہنا  
کو دیکھنا سند و فوٹو ۱۰۰۰ ہے اور قلم و خوش جرات سے ملاقات کی سند و فوٹو  
۱۰۰۰ ہے انکے علاوہ اور بھی کئی شاعر و سیکھے جنھوں نے انکی طرح اووہ کے  
اس جدید پائے تخت میں پناہ لی تھی۔

## میر حسن

جو نوجوان میر درد کے دوستوں میں تھے پہلے فیض آباد میں رہتے تھے۔ لیکن پھر لکھنؤ  
میں چلے آئے تھے۔ غزال۔ رباعی۔ ثنوی۔ اور مرثیہ میں انھیں پوری دستگاہ حاصل  
تھی۔ چونکہ دہلی سے پورا فیض پاچے تھے اس لیے انکے اشعار میں ایک عجیب رنگ  
پیدا ہو گیا تھا۔ مگر ثنوی میں فاضل شاعر نے وہ ناموری حاصل کی کہ سب پر فوق  
لے گئے اس ثنوی کا نام ”سحر البیان“ جو اور فی الواقع یہ عجیب و غریب ثنوی  
ہے جو اس طرز اور رنگ کی اردو میں پہلے کبھی نہیں لکھی گئی۔ اس ثنوی میں شہزاد  
سے نظیر اور شہزادی بدر منیر کے عشق و محبت کا افسانہ بیان ہوا ہے۔ دوسری  
ثنوی انکی گلزار ارم ہے جو فیض آباد کی تعریف میں ہے۔ یہ ثنوی بھی بہت وقت

کی نظر سے دیکھی باقی ہے۔

## میر حسن علی سوز

بھی قابل شعر ہیں گز سے میں انھوں نے ریختی میں سب سے پہلا شاعر اور  
اور ریختی کوئی کی بدوستان میں بنیا آئی۔ پانچویں ختم ہو گئے سنہ ۱۸۰۱ء میں  
کروی تھی اور اسی میں وفات پائی۔ انکی نظم بھی قدر کی بناء سے دیکھی گئی اور اسے انہیں ملی  
طبقت کا شاعر تسلیم کر لیا۔ یہ اکثر ذوق معنی کلام کہا کرتے تھے۔ طاہری معنی نو ایک شعر کے  
فحش ہوتے تھے لیکن غور کر کے بعد اس کے دوسرے مہذب معنی ہو جاتے تھے۔

## جرات

بھی ایسا ہی بلا کا شاعر گزرا ہے لیکن اسے بھی سوز ہی کا رنگ اختیار کر لیا تھا اور وہ  
اشعار اکثر ریختی میں نظم کیا کرتا تھا جن کے طاہری معنی فحش پر دلالت کرتے تھے  
اگرچہ یہ ضرور ہے کہ اسکی ریختی میں مطالب آفرینی اور بہت کوشاں کوٹ کہ بھری ہو  
لیکن فحش مضامین سے دل برداشتہ ہو جاتا ہو اس نے سودا کی طرح جو یہ نظم بھی  
سوزوں کی اور اس میں شک نہیں کہ اپنے بوجہ اشعار میں کامیابی حاصل کی۔ ج طرح  
اور وہیں فاضل شاہ کو بہارت تھی اس طرح ہندی میں بھی کچھ کم نامور نہیں ہو اور  
اور بہت کثرت سے وہیں جو ہندی علم ادب کی جان سمجھے جاتے ہیں۔

## مسکین

لکھنوی ایک اچھا شاعر ہوا ہے جسکی مرثیہ گوئی میں بڑی شہرت تھی۔ تمام مرثیوں میں جو  
مسکین نے سوزوں کیے حضرت مسلم اور آپ کے صاحبزادوں کی مظلومانہ شہادت کا بیان  
کی اور آپ کے مرثیوں میں اسکی کو چوٹی کا مرثیہ سمجھنا چاہیے۔ یہ ایک



برباد ہوئی کہ بعد جب لکھنؤ آباد ہوا تو اردو کے علم ادب میں برابر ترقی کرتا گیا یہاں تک کہ خاندان اودھ کا آخری نواب یا شاہ شہنشاہ میں قید کر کے کلکتہ بھیجا گیا مگر اسی کے ساتھ لکھنؤ میں اردو علم ادب کا چراغ بھی بجھ گیا اور ترقی آنے والی کے برباد ہونے کے بعد دہلی کے شعراء کے صفحہ میں کی تھی وہ وہیں کی وہیں رہ گئی۔ اتنا کہ وہ اتنا ایک چھوٹا دہلی کے شعراء کے صفحہ کو لکھنؤ بنا۔ اٹھا اور اس پور بی سرزمین میں وہ ناشر پیدا کر دی کتنی کہ یہاں سے بھی انسان پیدا ہونے لگے۔ چنانچہ

## آتش و ناسخ

جنہوں نے غزل گوئی میں ایک خاص شہرت حاصل کی اسی پر نصیب سرزمین دہلی کے نہیں پڑتا تھے ان دونوں شعراء کا شمار اردو شاعری میں چھ سات سال کے آگے پیچھے انتقال ہو گیا اور انکی خوش قسمتی بھی کہ انہوں نے اپنے شاہ کو برباد ہوتے ہوئے اور قید میں کلایا جاتے ہوئے نہ دیکھا۔ کیونکہ ان دونوں فاضل شعراء کو شاہ اودھ کے زمانہ میں بہت عزت تھی اور یہاں سے انکی تھاک انکے اور محصوروں کو کم حاصل ہوا ہوگا۔

## میر انیس و دبیر

انکے بعد کا طوطی بولا میر انیس میر حسن کے پوتے تھے اور انکے محصور ویر تھے۔ انیس کا انتقال بہار میں ہوا میر انیس نے اور دبیر ان کے چند ماہ بعد فوت ہوئے۔ دونوں شاعر مرثیہ گوئی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اور تمام شعر نے اس فن میں ان دونوں صاحبوں کو لازمی تسلیم کر لیا ہے پہلے یہ شہر تھا کہ وہ گدا ہوا شاعر مرثیہ گو ہو تا ہے۔ لیکن ان دونوں کے کمال نے اس غلو کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ ابھی تک دو گروہ لکھنؤ میں اردو دبیر۔ جو دبیریت اور انیس کے کہلاتے ہیں۔ انیس والے دبیر کے اشعار پختہ یعنی گستاخوں اور

اور دیرواسے انیس کے مرثیوں پر یہ بھی لکھنویں بیان کیا جاتا ہے کہ دبیر نو مسلم تھے اور انکے نام کے ساتھ لفظ میرزا اور بڑھانا چاہیئے مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ لفظ "میرزا" کیونکر نو مسلم کے ساتھ چسپاں ہو سکتا ہو شاید شاہی خطاب ملا ہو۔ کہتے ہیں یہ پہلے کا بیحد ہندو تھے مگر اسکی تصدیق ہونی باقی جو آبا اسکے والد مسلمان ہوئے تھے یا انھوں نے خود اسلام اختیار کر لیا تھا خبر جو کچھ موسیٰ زادیر انیس کی نگہ میں اور باہم ایک دوسرے کے مخالف موافق گروہ ایک دوسرے کو کچھ ہی کیوں نہ سمجھیں لیکن نام طور پر سطح میر انیس کو مسلمانوں نے قبول کر لیا جو اسی طرح میرزا دیر کو بھی ملتے ہیں اور لکھنویں کے باہر ہی عقیدہ ہو کہ دونوں ہم نوا ہیں۔

### رجب علی بیگ روم

جو ۱۸۶۹ء میں فوت ہوئے ایک پایہ کے شاعر گزرتے ہیں اور اس صدی کے علم ادب میں انھیں وہ فضیلت جو ہر کا اعتراف بڑے بڑے قابل لوگ کرتے ہیں انھوں نے نشانہ عجائب کتاب لکھ کے اس بات کو ثابت کر دیا کہ زمانہ سابق کے علم ادب میں ہر کا کتابت یا یہ جو زمانہ عجیب پر کیا مقرر ہے اشعار بھی سرور کے موجود ہیں جن سے کمال ندری پایا جاتا ہے۔ خود

### واجد علی شاہ تخلص خستہ

جی۔ ت۔ کے تین دیوان چھپے ہیں۔ اشعار رنگینی اور حکومت کی بول آتی ہے اور بھی نئی چیزیں۔ نے مصنف میں جتنے معرعنہ اشعار بھی موزون کیے ہیں لیکن نسا گیا ہے کہ ان میں انھیں بھی اگر جوتی تھیں تو درباری علماء رحمہ بطور سے ان اشعار کو صحت کا جامہ پہنا دیتے تھے۔ غرض شاہ اودھ کی کل کتابیں دل چسپی سے خالی نہیں ہیں۔

## بد نصیب دہلی

اگرچہ دیوان ہو گئی تھی لیکن اسکی آب و ہوا میں ابھی وہ ناشیرواتی ہتی جبہ وزا زل سے  
اس میں رکھی گئی ہے۔ جب اس نے ناوردانی اور مرہٹوں کی دستبرد سے نجات  
پائی تو پھر اس میں علمی، ادبی کاچہ شروع ہو گیا اور اس کی حالت میں دیاں کے باشندے  
سینے صلی مذاق پر اثر سے، مغلیہ خاندان کے آخری شاہوں میں شاعری کا، ادبی مہ جو تھا  
سب پہلے

## شاہ عالم ثانی

کا ذکر کرتے ہیں جس نے سلطنت سے مستعفی ہو کر، ٹوٹی چھوٹی حکومت کی یہ بھی ہمت بڑا  
شاعر تھا اس نے سب سے پہلے آفتاب نامی ایک کتاب تصنیف کی اور پھر ایک فسانہ  
منشاخہ اقدس نامی تحریر کیا۔ شاہ عالم کا ایک دیوان بھی دیکھا گیا جو جس سے شاہ کی موقوفی  
طبع کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ شاہ عالم کے بیٹے۔

## سلیمان شکوہ

نے بھی کچھ کم قابلیت کا فن شاعری میں اظہار نہیں کیا۔ سلیمان شکوہ اکبر شاہ ثانی کے  
بھائی تھے اور جب دہلی حملہ آوروں کی دستبرد سے برباد ہوئی تو انہوں نے بھی کھنوا  
میں جا کے پناہ لے لی تھی۔ لیکن کھنوا سے جب دہلی آوا دہوئی تو مستعفی ہو کر اپنی پس پلے  
آئے تھے اور عین انکی وفات سلطنت میں ہو گئی۔ ان کا بھی ایک دیوان موجود ہے  
انکے اشعار بلا کے مذاق اور جہتہ ہوتے تھے ورنہ شعر سے سلیمانی کے ساتھ اید عجب  
تکنت پائی جاتی ہے۔ خاندان مغلیہ کا سب سے آخری بادشاہ جو انگریزوں کا پیش خوار تھا۔

## بہادر شاہ ثانی تخلص ظفر

بہادر جنگی وفات مقام رنگون سلطنت میں ہوئی تھی اس میں کلام نہیں کرنا سزا علی وجہ

کا تھا۔ اگرچہ بہادر شاہ شیخ ابراہیم ذوق کے شاگرد تھے لیکن انصاف سے کہا جاسکتا  
 ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ استاد ذوق اشعار کہہ پا کرتے تھے اور بہادر شاہ اپنے نام سے  
 محفل میں مثنویاں کرتے تھے۔ محض غلط اور بالکل لغو ہے۔ جبکہ کچھ بھی شعر گوئی یا شعر  
 فہمی کا مذاق نہ گاہہ سمجھ سکتا ہے کہ ذوق اور ظفر کے رنگ میں زمین آسمان کا فرق ہے  
 کل اشعار میں ایک شعر کا رنگ بھی نہیں ملتا۔ تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ حب مولیٰ مولیٰ  
 چھو کرے اور کچھ لے۔ چھٹیاریے۔ فضائی۔ اشتیاقی۔ موزوں کہہ سکتے ہیں اور بہادر شاہ کہہ  
 شعر بھی موزوں نہ کر سکتے ہوں شاعری کے حاملہ میں بہادر شاہ کی نسبت یہ خیال کرنا بہت  
 ہی رکیک ہے

### ذوق

صرف شاعر تھا بلکہ بہت بڑا فاضل بھی تھا اکثر ان کے ہاں عربی کتبہ کاغذ سے لکھا  
 تھا۔ انکی شاعری مسلم ہے۔ محاورہ میں سب سے اول نمبر ہے اور بعض مقامات پر مسلمانانہ  
 مضامین اشعار میں ایسے باندھ جاتے ہیں کہ پڑھکر تعجب ہوتا ہے کہ یہ کس دل و دماغ کا  
 شخص تھا۔ ہر شعر سے فاضل شاعر کی قابلیت پائی جاتی ہے لیکن وہ انہیں ہر شاعر کی  
 جان ہیں وہ بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں ایک تو وہ دور بہت کم محسوس ہوتا ہے اور اسکی  
 وجہ یہ ہے کہ آپکا سارا زمانہ نہایت فارغابی میں بسر ہوا کبھی تمام عمر کوئی مصیبت آسکے  
 نہیں پڑی اور بہت عیش سے زندگی بسر کی یہی وجہ تھی کہ فاضل شاعر اپنے اشعار  
 میں درد و پیدائش کا۔ دوسری بات یہ کہنگی ہے وہ نگینہ ہے یہ تو نہیں کہا جاتا کہ کسی شعر  
 میں نگینی اور تازگی نہیں ہے لیکن ہاں یہ ضرور کہا جائیگا کہ کم شعر ایسے ہیں جن میں شادابی  
 پائی جاتی ہے۔ اس میں بھی فاضل شاعر فطرتاً معذور تھا۔ اول دن سے نہایت متقی اور  
 پرہیزگار زندگیوں اور آزادوں کی صحبت سے متغیر ہو اور مولوی علی محمد حدیث اور تفسیر ہیں

بہرِ حجب زندگی کا آنا اور رختِ نام اس باتوں میں ہوتے ہیں کہ چونکہ سمجھ میں آسکتا ہے  
 کہ شامل شعرا اپنے اشعار میں رنگینی ہی پیدا کر دیتا۔ اگرچہ اکثر اشعار میں شراب نوشی  
 ہجرا و مصیبت کا ذکر آیا ہے لیکن اس ذکر سے نہ تو شراب نوشی کی رنگینی پائی جاتی ہے  
 اور نہ فراق یار کے بیان میں کچھ دلچسپا ہے مثلاً استاد سنے یہ فرمایا ہے۔

لے ذوق بس نہ اچکھو صوفی جتاسیے معلوم ہے حقیقت ہو حق جناب کی

نکلے ہو میکدہ سے ابھی منہ چھپا سکتی تلبے ہوئے بغل میں صراحی شراب کی

اشعار اعلیٰ اور جہ کے قابل زمانہ کے متعارفوں کا جو ظاہر اہو حق میں گزریں اور  
 پوشیدہ شراب نوشی اور ایسے ہی افعالِ شنیعہ کریں نقشہ اتارا گیا ہے اور تنبیہ کی گئی  
 ہے کہ جب ہمتھاری یہ خراب حالت ہو تو اپنے کو صوفی نہ جتاؤ۔ مگر ایک شادابی اور رنگینی جو  
 شراب کے بیان میں ہونی چاہیے وہ ان اشعار میں نہیں۔ شراب نوشی کا بھی بیان ہو  
 میکدہ کا بھی ذکر ہے صراحی بھی ہے لیکن یہ الفاظ یہاں ایسے خشک ہیں جیسے آزاد طبع  
 نوجوانوں کو کسی مولوی کی زبان سے مجلسِ عظیم میں سنائی دیں۔ جہاں استاد ذوق  
 نے حسرت و یاس کا فوطہ اتار دیا اور انتہا کر دی ہے وہاں بھی کچھ اوپری اوپری مفہوم  
 پایا جاتا ہے مثلاً استاد فرماتے ہیں۔

ہائے حسرت دیدار میری ہائے کو بھی لکھتے ہیں ہائے دوشنبی سے کتابت الے

اس شعر کی قابلیت اور عمدگی میں شک نہیں شعر کو دیکھ کے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کہنے والا  
 کس قابلیت اور دل و دماغ کا آدمی ہے مگر حسرت اور مایوسی جو اس شعر کے پڑھنے سے  
 پیدا ہونی چاہیے مطلق نہیں پائی جاتی۔ یاد رکھیے کہ ہر ہر لفظ میں مصنف کی روح ہوتی ہے  
 اور جس روح میں خود ہے جہاں بھی سکے پڑھنے والوں کو خاک و فراہ نہیں آئیگا جن مصنفوں کی

روحانی قوت کمزور ہو وہ اپنے تعذیب شدہ الفاظ میں روح نہیں بڑال سکتے ہیں وہ سب  
 کہ لوگ دل دیکھ نہیں پڑھتے اور اگر پڑھتے بھی ہیں تو ان پر اثر نہیں ہوتا ایسی شریا  
 انظمہ کوئی کی جسکے پڑھنے سے آدمی جو رستہ نہ لگے اور سیاحتہ اشکی زبان سے  
 واد واد نہ نکل جاسے اور ایک گونہ بیجودی اس پر طاری ہو جائے جس بیجودی کو وہ  
 اچھی طرح محسوس کرتا ہو اور اشکی لذت چکھتا ہو۔ اس طرح استاد ذوق کے اشعار میں بھی  
 روح بگی ہوئی ہو لیکن وہ روح انقلابیہ کاسی اور مولویانہ انداز کے ساتھ جو اس میں  
 فراخی و ولتمندی۔ فانی البالی پائی جاتی ہے پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ کوئی دوسرے  
 سے اس سے پیدا کر سکے جو لوگ خود سبے روح ہیں مگر زندہ ہیں وہ ان باتوں کو  
 نہیں سمجھ سکتے طفرے سے کبھی کہ جس طرٹ نظر اٹھاؤ آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں لیکن  
 یہ خدا کو معلوم ہے کہ حیوان ان میں کتنے ہیں اور انسان ان میں کتنے ہیں۔

### مصحفی

غلام ہمدانی تخلص مصحفی بھی بڑے پایہ کا شاعر گزرا ہے ایک فن کا اسی موجب سمجھنا  
 چاہیے شکل سے شکل زمین میں جیسے اسکے اشعار کثرت پائے جاتے ہیں ایسے  
 اور شعرا کے دیوانوں میں کم دیکھنے میں آئے ہیں مثلاً۔ میں مصحفی دہلی چلے آئے  
 تھے اور میں انھوں نے قیام کر لیا تھا۔ خود مصحفی اپنے گھر پر اکثر مشاعرہ کیا کرتے تھے  
 اس زمانے کے بڑے بڑے شعراء فاضل شاعر کے زور طبع کی داد دی ہو۔ اس  
 عالی دماغ شاعر کے پنج دیوان ہیں اور ایک تذکرہ اور ایک شاہنامہ ہو۔ تذکرہ میں تمام  
 شعرا کا حال قلمبند کیا ہو اور شاہنامہ میں شاہان مغلیہ کا حال جو شاہ عالم تک شایانہ  
 ختم ہوتا ہو نہایت عمدہ تاریخ کی کتاب جو یہی قابلیت ان شعرا میں جس سے وہ تمام

ہندوستان میں تسلیم کیے گئے ورنہ معمولی قابلیت والا کبھی عالمگیر شہرت نہیں حاصل کر سکتا۔ فرانس - جرمنی - لندن میں فاضل شاعر بڑی وقعت کی نظر سے دیکھا گیا جو اور اسکے شعر یورپی پروفیسر بڑے خط اور تعجب سے پڑھتے ہیں۔ اکثر یورپی مصنفوں کی کتابوں میں ہمارے قدیم شعرا کا مع فاضل شاعر مصحفی کے اچھے پیرایہ میں تذکرہ ملتا ہوا اور یہ دیکھ کے دل خوش ہوتا ہے کہ اسکے زور طبع نے سات سمندر پار کس بڑی قوت سے اثر ڈالا کہ یورپی بھی اسکے شیدا ہو گئے۔

### قیام الدین علی تخلص قائم

یہ بھی بڑے پایہ کا شاعر گزرا ہے۔ اسکے بھی کئی دیوان ہیں جن سے اسکی ذہانت - طباعی اور قابلیت پائی جاتی ہے یہ بھی اُس باغ کا پھول ہے جہاں مصحفی جیسے پھول گئے ہیں تھے۔ پھر ہمارے ختم الشعرا

### میرزا نوشہ ہیں

جبکی وفات دہلی میں ۱۱۶۹ء میں ہو گئی۔ عجیب پایہ کا شاعر گزرا ہے اور جس نے سچ تو یوں ہے کہ شاعری کو دہلی میں ختم کر دیا۔ میرزا صاحب کے بعد اور بھی شاعر گزرے اور اسوقت ہندوستان میں موجود ہیں لیکن کسی خاص رنگ کے موجد نہیں ہوئے اور اگر ہماری واقعیت ناقص نہیں ہے تو اس زمانہ میں بھی کوئی ایسا نظر نہ آئیگا جو موجد ہو کسی خاص رنگ کا۔ میرزا نوشہ یا غالب ایک عجیب و غریب دل و دماغ کے شاعر تھے۔ فارسی میں کل ایرانی شعرا سے انھوں نے نیا رنگ پیدا کیا تھا۔ شعر گوئی میں فردوسی کا قیج ہمیشہ ان کی نظر پر جس طرح فردوسی فارسی نظم میں عربی الفاظ استعمال نہیں کرتا تھا اسطرح میرزا نوشہ بھی عربی الفاظ کا بہت کم استعمال کرتے تھے۔ اردو میں ہمارے ختم الشعرا

خود غدر کیا جو کہ اردو میں میرا رنگ پھیکا ہے لیکن فارسی میں مجھے پوری دستگاہ بہت چنانچہ وہ خود کہتے ہیں۔

|                                    |                                   |
|------------------------------------|-----------------------------------|
| فارسی میں نابہ بینی نقشہاے رنگ ننگ | بگڑا از مجموعہ اردو کہ بیرنگ نیست |
|------------------------------------|-----------------------------------|

لیکن نہیں ہم میرزا نوشہ کے اس عذر اور کسفری کو قبول نہیں کرتے اُنکے اردو کے دیوان میں سے اُن اشعار کو نکال کے جو اوق میں اور جنکے شعرے سمجھتے ہیں دقت پڑتی ہو اگر صاف اور مستحضرے اردو کے اشعار چُن لیے جائیں تو معلوم ہو گا کہ نافع شاعر کس دل و دماغ کا شخص ہے اور جو رنگ اُسے اردو میں پیدا کیا وہ بالکل نیا رنگ ہو ہر شعر میں فلسفہ جذبات فطری انسانی پاس اور واقعات سے بحث ہو اور تعجب سے دیکھا جاتا ہو کہ میرزا نوشہ کی ذات میں یہ کل صفیق خداوند تعالیٰ نے کس طرح ودیعت فرمائی تھیں۔ درجہ شاعری کا ہر دو اعظم ہے اور انسانی فطرت اور نفس واقعات کی بحث یہ ایک ایسی عجیب و غریب بحث ہو جس سے شعر میں جان پڑ جاتی ہو اور یہ ممکن نہیں کہ انسان ایک شعر کو پڑھے اور اُسکے حواس خمسہ میں ایک سنسناٹ نہ پیدا ہو جائے۔ شاعر میرزا نوشہ فرماتے ہیں۔

|  |  |
|--|--|
| وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پہ چڑنا بھیڑا | تو پھر ایسے سنگدل تیرا سی سنگل سناں کیوں |
|--|--|

ایسے فطری واقعات ہر انسان کو اُسکی زندگی میں واقع ہوتے رہتے ہیں یہ وہ جہہ سانی کرتے کرتے ٹھک جاتا ہو تو خود اسکا دل یہ گویا بوتا ہے کہ جب اتنی مدت تک اس مقام سے کچھ حاصل نہ ہوا تو ایسی جہہ سانی کر سنے کیلئے اور بھی درموجود ہیں جہہ سانی کا جب کوئی فائدہ نہ نکلا اور یہ مفت کی بیگیا رہو گئی تو ایسی بیگیا ہر جگہ ہو سکتی ہے اس سے زیادہ انتہائے مایوسی اور انتہائی درد کا جو لگتا تاکہ بخشش کی ناکامی پر حاصل ہوتا ہو عمدہ پیرا



میں بیان نہیں ہو سکتا کوئی مبالغہ نہیں کوئی استعارہ نہیں کوئی خیالی بات نہیں  
انسانی فطرت۔ جذبات۔ محسوسات اور ناکامی کی ایک سچی تصویر اتاری گئی جو اور ایسی  
تصویر ہے جس کا جواب انسانی حادثات طبعیہ میں نہیں ہو سکتا پھر میرزا فوشہ فرماتے ہیں۔

مہربان ہو کے بلا لو مجھے چاہو جب تم | میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر ابھی لنکوں

اس دماغ کی تعریف نہیں ہو سکتی جس سے یہ شعر نکلا ہے شاعر اپنے دوست کو لشکرین  
دیکھتا ہے کہ یہ نہ سمجھتا کہ میں نے ناراض ہو کے تم سے ملنا چھوڑ دیا یہ میں تو اب بھی ایک  
تکافؤ ناطق کا منظر ہوں اگر مہربان ہو کے بلا لو گے بخوشی حاضر ہو نیکو موجود ہوں۔

مجھ میں وقت کی سی بیو خالی نہیں ہے کہ جانے کے بعد پھر آئینکا نام نہیں لیتا۔ دوسرے  
شاعر نے اپنے دوست کو خاص ایک تعلیم بھی کرتا ہے کہ وقت پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے  
ہاں وہ کہتا ہے کہ بعد چھو وقت کبھی واپس نہیں آ سکتا۔ ہو کچھ کرنا ہے آج کر لو آج کا  
کام کر پڑا تھا اس کے لئے پھر عاشقانہ خیالی مضمون جو درو و پاس کا شاعر بلند صا کرتے  
ہیں اسے اس پر بھی بھرتی ہے۔ وہ ادا کیا ہے کہ جی پھر تک پھر تک جاتا ہے اور تعجب ہو رہا ہے  
کہ میرزا کا دماغ کس بلا کا تھا جس سے یہ اشعار نکلے تھے۔ چنانچہ عاشقانہ خیالی مضمون  
فرماتے ہیں۔

رفوے زخم سے خطاب نہ زخم سوزن کی | سمجھو موت کہ پاس درو سے دیوانہ غافل سے

یعنی یہ رفوے زخم اس لئے نہیں کر رہا ہوں کہ زخم اچھا ہو جائے اور خیالی یہ کر لیا  
جائے کہ پاس درو سے دیوانہ غافل ہے۔ بلکہ یہ رفو اس لئے کیا جاتا ہے کہ زخم میں جو سوئی  
آئے ہائے گی اس کے چھیننے سے ایک خاص لذت آتی ہے۔ یہ باتیں ہیں تو خیالی  
جن کے پڑھنے سے قائل کی طباعی معلوم ہوتی ہو لیکن پھر بھی اُترتا ہے محبت ہے





کر لیا جاتا شاعرہ میں جعفر اُستاد ذوق کے شعروں پر داد و لہ ہوتی اور سیکویہ بات  
 نصیب نہ تھی دوسرے میرزا بھی خود تسلیم کرتے تھے کہ میں اُردو میں میرزا کی عہد سہری نہیں  
 کر سکتا اُن کا نیا رنگ جس طرح اُردو کو پھیکا معلوم ہوتا تھا اسی طرح اُنھیں خود بھی بمقتضا  
 آپ ہوا اور زمانہ پھیکا معلوم ہوتا تھا چنانچہ اُنھوں نے اپنے فارسی کے کلیات میں ذوق  
 کی طرف خطاب کر کے خود کہا جو ”اچھ درگفتار فخرت آں ننگ مسنت“ یعنی اُردو شعر گوئی  
 تیرا مایہ ناز ہے اور مجھے اس سے ننگ ہے۔ ایک دفعہ سہرہ پر باہم دونوں شاعروں کی  
 کھٹک گئی تھی اور اس میں میرزا نوشتہ کو عاجز ہونا پڑا تھا۔ جو ان بخت کی شادی پر یہ سہرہ  
 کہا گیا تھا اُردو دونوں شاعروں نے یہ سہرہ کہا تھا لیکن ذوق کا سہرا ایسا مقبول ہوا  
 کہ تمام دہلی میں لوگ اسے پڑھ پڑھ کے جھونے لگے یہاں تک کہ گلی درگلی بچے پڑھتے  
 پھرے جب میرزا نوشتہ نے دیکھا کہ ذوق بازی لیگیا اب زیادہ بگاڑ سے کیا فائدہ ہے  
 تو ایک منظوم معذرت نامہ انکی خدمت میں بھیج دیا جو اُنکے اُردو کے دیوان میں موجود ہے  
 اور اُنکے اشعار عام طور پر اہل مذاق کو یہودیوں جن میں سے دو ایک شعر ہم ذیل میں درج  
 کرتے ہیں۔

|                                    |                                       |
|------------------------------------|---------------------------------------|
| سو پشت سے جو پیشہ آبا سپھلری       | کچھ شاعری فریعت نہیں مجھے             |
| اُستاد مسنت ہو مجھے پختاں کمال     | یتاب یہ مجال یہ طاق نہیں مجھے         |
| سداق میں اپنے قول کا غالب خدا گروہ | کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے |

پھر اسی معذرت نامہ میں اپنی اُردو کی بابت بھی فرمایا ہے کہ مجھے اُردو اشعار سے کیا تعلق ہے  
 میں تو فارسی کہتا ہوں اور یہی میرا مایہ فخر ہے۔

فارسی زبان میں اس میں شک نہیں کہ میرزا سنے وہ مہارت اور مقبولیت پیدا کی تھی

کہ ایرانی بھی عشق کرتے تھے اور جہاں تک ہمیں اقصیت تک ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان  
بھر میں اس سے بہتر فارسی کا شاعر کوئی نہیں ہوا۔ اگرچہ میرزا نثر کافی یا ایرانی غرض تھے ہاں  
ہی کے لیکن ہندوستان میں چونکہ زمانہ دراز ہو گیا تھا اس لیے وہ یہیں کے ہو گئے تھے۔  
کچھ عرصہ وہ آگرہ میں رہے اور پھر دہلی میں آ رہے اور اخیر دہلی کے لقب سے مشہور ہو گئے۔  
فارسی میں بھی میرزا کو عین نہ تھا ایک نہ ایک کا شاعر و لکھا ہوا تھا قاتیل کے شاگردوں نے  
اعتراض کر کے میرزا کو تہنگ کر دیا تھا ایک دفعہ میرزا نے دو سونے زدہ غم زدہ شراب زدہ مصراع  
کہا جس پر وہ غل چا اوقیتیل کے شاگردوں نے وہ اعتراضات کیے کہ اخیر بوڑھے مغل کو  
کلکتہ جانا پڑا۔ اس زمانہ میں اگرچہ ریل تو بنی نہ تھی راستہ بہت دشوار گزار تھا پھر بھی یہ لادہ  
کا پورا کھانکے پہنچا اور اسنے وہاں جا کے ایک مجلس منعقد کی اور قاتیل کے بڑے بڑے شاگردوں  
سے مقابلہ کی ٹھیری۔ ہزاروں آدمی ہندو مسلمان جمع ہوئے کہ دیکھیں میرزا نوشہ کیا کہتے  
ہیں صد ہا انگریز بھی موجود تھے جنکی فارسی قابلیت بہت اعلیٰ درجہ کی تھی جب جلسہ بھر گیا تو  
میرزا نے دشمنی با و مخالف پڑھی جسکے دو ایک شعر یہ ہیں۔

|  |                          |
|--|--------------------------|
| لے تماشا کیاں بزم سخن  | سے میسجہ دارن نار و فن   |
| اسے گراں مایگان کلکتہ  | وسے زبان آوران کھکتہ     |
| ہچون آرمیدہ این شہر  | بہر کار سے رسیدہ این شہر |
| اسد اللہ نجت برگشتہ  | در خیمہ و تاب گشتہ       |
| یہ نوشنوی کا آغاز ہے لیکن جہاں قاتیل کو مخاطب بنایا ہے وہ اشعار حسب ذیل ہیں۔ |                          |
| حاشائندہ بنے گویم  | وان ہزارمیش خود نمی گویم |
| مگر آنا کھ پارسى دانشد   | ہم بدیں عہد ورے چاند     |

|                           |                           |
|---------------------------|---------------------------|
| ہرگز از صفہاں نہ ہو قتل   | کر زابل زبان نبود تیس     |
| مشکل باد سہل ایران است    | کس زبان خاصہ بل ایران است |
| ہاں بگوئید سستہ شد        | سے تماشائیاں شرف نگاہ     |
| او بجا دود می بد و ہر شہر | کو چسپاں از تریں بچیم سہر |
| طالب و غری و غلبہ سی      | دامن از کف کرم چگونہ رہا  |

اسی طرح ساری قنوی بہت ہی دلچسپ ہوئے بغیر بٹے مغل نے کلکتہ پہنچے پھر مغلستانی  
خواتین کو دیکھا حیران ہو گئے کہ ایسی بہن ماہ پکی اس آزادی سے پہنتی ہیں اور کبھی نکال  
نہیں کہ آٹھ بھر کے دیکھ لے چنانچہ چارے خاندان مغلیہ کے آخری بادشاہ مرزا فرخشاہ سے  
یہ رشتہ شناسا موزوں گئے۔

|                        |                             |
|------------------------|-----------------------------|
| گفتہ خوبان کشورستان    | گفتہ این ماہ پکیاں چہ کسانہ |
| گفتہ وار نہ لکین از اس | گفتہ بینا کمرہ سے وار نہ    |

ناصر عالم مرزا فرخ کو کلکتہ میں فتح ہوئی اور وہ کامیاب رہ سکے دہلی واپس چلے آئے ایک  
غرض سے نہ تو ان کے دل میں اور یہاں سے دور نہیں کے گاہ کے ایک ہندو شاگرد نے  
پتھر چار دیواری پر لکھوا دی۔

آدھ کی پوری تاریخ کھنڈاٹر شکل کا مگر عجیب جہاننگ ہو سکامیں نے نہایت مختصر طور پر یہی  
تاریخ لکھی ہے اگر میں ہر صدی کی آراء و تصانیف پر رٹے دیتا اور جوترقی اس عزیز زبان  
سے دنیا فوٹا کی جو اسکے پورے حالات بیان کرتا تو ایک ضخیم کتاب بن جاتی اور پھر اسی  
مطلب فوت ہو جاتا اس لئے میں نے اتنے ہی لکھنے پر قناعت کی۔ اب میں دہلی کا جہاں  
در باد قیصری ہو چکا ہے کچھ تذکرہ کرنا چاہتا ہوں اس تذکرہ میں دہلی کے عہد و ارباب کی تعظیم

تاریخ اور اس کے مشہور مقامات کا ذکر و گاہر غالباً دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ لیکن کوشش کروں گا کہ وہ ملی کی ایک کامل تاریخ اور جہاں آباد یا شاہجہاں آباد کی ایک زبردست یادگار قائم ہو سکے اور نہ اس کے میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوں۔

## جغرافیائی حالت

اسکی حدود ریاست ہند کے مغربی اور شمالی کنارے پر واقع ہیں ان حدود کا طول ۵۰ میل اور عرض ۵۰ میل سے ۳۰ میل تک جو ملی کے شمال میں ضلع کرناٹک کے مشرق میں دیس کے جمناس کے نیچے ہلا اور اضلاع بلنہ شہر کو اس سے لگا کر دیا جو جنوب میں رتننگ اور مغرب میں گورگاڈاڑا تمام ملکات پتھر پلا اور تیلہ جو زیادہ تر سکی زمین کی کاشت مصنوعی نہروں سے کیجاتی ہے مغربی جمناس کے جواو میل تک اضلاع میں چلی گئی جو اور جو علی مروان کیسل سے مل گئی ہے ایک کل کائنات دکھائی دیتی ہے اور جہاں کیسل اور اگر کیسل سے جی اس کا الحاق ہو سوتا کی پٹاریاں شمال مشرقی سید میں ضلع کو برہم کی ہوئی ہیں چلی گئی ہیں اس پہاڑی سلسلے سے ایک چٹانی قطعہ دو سے تین میل چوڑا ہے اور دیس ہے اور اگر گرد کے ملک سے اسکی اونچائی بانٹو فٹ ہے۔

## مردم شماری

شہر کی مردم شماری کی تعداد سنہ ۱۹۰۱ء میں کل ضلع دہلی کی آبادی چھ لاکھ تھہ ہزار آٹھ سو پچاس تھی اور یہ آبادی ۱۲۰۰۰۰ مربع میل میں پھیلی ہوئی جو اور حساب لگایا گیا جو کہ ایک بیج میل میں ۴۵ آدمی رہتے ہیں ضلع دہلی میں فراہب کے لحاظ سے یہ تعداد جو بندہ چار لاکھ آٹھ ہزار آٹھ سو چھیاسی مسلمان ایک لاکھ تیس ہزار چھ سو پچاس ہیں سکھ ۵۵۰ دوسری قومیں ۱۰۰۰





بین نائب تحصیلدار ایک سپرنٹنڈنٹ اور ایک نائب سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ایک سول سرجن

## ضلع دہلی کی تاریخ

آخری صدی عیسوی میں مغل شاہوں کی حکومت پارہ پارہ ہو کے مرہٹوں کے ہاتھ میں گئی اور مرہٹہ سیندھیائے شاہ عالم کو اپنا قیدی بنالیا۔ ۱۷۵۷ء میں لاٹو ایک نے مرہٹوں کی قوت کو توڑ کے دہلی پر قبضہ کر لیا اور اب شہنشاہ کمپنی کی نگرانی میں آگے کمپنی نے دہلی حصہ دار اور ایک بڑا قطعہ زمین شاہی خاندان کے اخراجات کے لیے شہنشاہ کو حوالہ کر دیا اور یہ قطعہ زمین ایک انگریزی افسر کے تحت کیا گیا جسکو ریزیڈنٹ کہتے تھے اس کے محاصل اور انتظامات وغیرہ شہنشاہ ہی کے نام سے ہوتے تھے ان اضلاع سے جو شاہی خاندان کو سالانہ تنخواہیں بجاتی تھیں ان سب کی مقدار ایک لاکھ پونڈ تھی اور بعد ازاں بڑھ کے ایک لاکھ بیس ہزار پونڈ ہو گئی اور پھر ایک لاکھ پچاس ہزار پونڈ۔ اس کے علاوہ اور بھی ایک قطعہ زمین تھا جو تاج کے لیے دیا گیا تھا اسکی آمدنی پندرہ ہزار پونڈ سالانہ تھی۔ شہنشاہ کے حقوق بہت کچھ بحال رکھے گئے ان اضلاع میں تمام مقدمات ان ہی کے نام سے ہوتے تھے اور منزل موت بھی ان ہی کے نام سے دی جاتی تھی مگر اندرونی انتظامات کل ریزیڈنٹ کے سپرد تھے یہ صورت انتظام ۱۷۵۷ء تک قائم رہی اس کے بعد ریزیڈنٹ کا محکمہ ٹوٹ گیا اور دہلی محالک مغربی اور شمالی میں ملا دی گئی اور انتظام کے لیے ایک کمشنر مقرر ہو گیا۔ ۱۷۵۷ء کے بعد میں یکل ضلع کچھ وقت کے لیے انگریزوں کے قبضہ سے نکل گیا تھا جس دوران میں ضلع دہلی کو مالک مغربی و شمالی سے علیحدہ کر لیا گیا۔ اور پنجاب کی لٹنٹ گورنری کے ساتھ اس کا الحاق کر دیا گیا

## خاص شہر

دہلی شاہجہاں کا آباد کیا ہوا ہے جس کے غریبی کنارہ پر بسایا گیا جس کے تین طرف مضبوط فصیلیں

ہی ہوئی ہیں جہاں نے ہوائی تھکین بعد ازاں انگلیزوں نے اسے لڑکھائیاں کھڑی  
 لیں اور اسے اور بھی مضبوط کر دیا ایک فیصلہ موجود کہیں کہیں اسکی زود حالت ہوگئی  
 ہے لیکن اسکی مرمت نہیں ہوئی شہر کی مشرقی جانب جو دریا کے جہاں پر ختم ہوئی جو فیصل  
 نہیں جو فیصل کا دور ساڑھے پانچ میل جو سکے دس دروازے ہیں جن میں خاص دروازہ  
 کشمیری دروازہ یا مہری دروازہ، جانب شمال کا بلای اور لاہوری دروازہ، جانب مغرب اور  
 بلای اور اجیری دروازہ، جانب جنوب

### لال قلعہ

جہاں شامان متعلقہ رہتے تھے شہر کے جانب شرقی بنا ہوا جو اور سیدھا دریا میں چلا گیا ہے  
 اس کے تین طرف سے پتھر کی ایک فیصل کھینچی ہوئی جو اور اس کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے  
 برج بنے ہوئے ہیں مغرب اور جنوب کی طرف اس میں داخل ہوئی دروازے ہیں مشرق کے  
 غار کے بعد قلعہ کی اندرونی عمارت کا بہت بڑا حصہ منہدم کر دیا گیا اور گورن کے رہنے کے  
 لیے قلعہ ہی میں باکیں بنائی گئی ہیں قلعہ میں جیسی شاندار عمارتیں نو تھانہ دیوان عام - دیوان  
 خاص اور رنگ محل میں جنکو بالحد نہیں لگایا گیا اور وہ جیل کی توں موجود ہیں اور واقعی قابل  
 دید ہیں۔ لیکن سٹے فرگسن نے اپنی کتاب تاریخ فن عمارت میں اس بات کا اظہار کیا ہے کہ قلعہ  
 کی عمارتوں کے توڑنے سے ان خاص عمارت کی آوہی خوبصورتی رہ گئی اگر قلعہ کو اس صورت  
 سے رکھا جاتا تو چارابی خوبصورت معلوم ہوتا قلعہ کے جنوب میں

### دریا گنج

ہے یہاں انگلیزی فوج کی چھ کوئی جو صرف ایک ایسی محبت پیادہ فوج کی رہتی جو اور اس کا  
 ایک بلوہہ رہتی فوج کا قلعہ میں رہتا ہے یہ گویا فوج قلعہ جو جو ہمیشہ وہلی میں رہتی ہے وہاں کی دوری

طرف سلیم گڑھ کا قلعہ جو چھ سلیم شاہ نے ۱۶ویں صدی عیسوی میں بنایا تھا مغرب بالکل ورنہ  
 پڑا تو یہیں سے ایٹ انڈین ریلوے شہر میں داخل ہوتی جو سیاح گدھ سے گزر کے قلعہ کے  
 ایک کونہ میں ہوتی جوئی ریلوے اسٹیشن تک پہنچ جاتی جو پھر یہاں سے راجپوتانہ اسٹیشن تک  
 کوٹنیس چلی گئی ہیں شہر کے شمال مشرقی کونہ میں فصیل کے اندر اور کشمیری دروازے کے  
 قریب عدالتیں ہیں اور خزانہ جو دریا گنج عدالتیں اور عین مشرقی اور شمالی سمت میں ایک سلسلہ  
 پیدا کرتی چلی گئی ہیں اور اس سلسلہ سے جو گڑھ پیدا ہوتا ہے اس میں ملکہ کا باغ جو بالکل شہر کے  
 اندر ہے اس عظیم سلسلہ کا رقبہ تمام شہر دہلی سے نصف سے زیادہ شہر پر آج کل قلعہ ریٹوں اور  
 عدالتوں وغیرہ نے لیلیا ہوا اور آدھے شہر میں آبادی جو شہر کے جنوب مغربی حصہ میں کانیں  
 ہیں اور اسی حصہ میں مکانات وغیرہ بنے ہوئے ہیں۔

### شہر کی عمارتیں

عموماً اینٹوں اور چوٹے سے بنتی ہیں نہایت شاندار اور جڑی لڑی لاگت کی ہوائی جاری ہیں  
 جو شخص عمارت بنواتا ہے وہی کھول کے روپیہ لگاتا ہے جسے دس میں برس پہلے دہلی کو دیکھا  
 ہے اور وہ اس وقت دیکھے تو اسے شہر میں داخل ہوتے ہی تعجب ہو گا کہ یہ وہی شہر ہے یا اللہ  
 کے جن سے ایک نیا شہر پڑا ہوا ہے وہی کی جگہ تھا کہ وہاں جو جھڑپ نظر آٹھا کے دیکھو سو اسے چند  
 قدیمی عمارتوں کے جدید عمارتیں بنی ہوئی نظر آئے ہیں اور اس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے شہر کی  
 گلیاں تو اس میں تنگ نہیں کہ بہت تنگ ہیں لیکن ناپاک اور غلیظ جنس ہیں ہاں اہل ہنر  
 کے بعض محلوں میں بلند بلند عمارتوں کی وجہ سے چونکہ آفتاب ہمیشہ کے لئے رہتی ہے پھر نیچے  
 منع کر دیا گیا ہے اس لئے بعض اوقات وہاں سے ہوا پیدا ہو جاتی ہے جو نہ کھلی ہوئی گلیوں میں  
 یہ بات نہیں ہے ہاں دس شاہراہیں بہت خوبصورت اور وسیع ہیں اور ان کے نام علیحدہ علیحدہ

ہیں سب سے اول درجہ کا بازار چاندنی چوک ہوا گزیچ کی پٹری کو بھی دونوں طرف کی سڑکوں کے ساتھ ملا دیا جائے تو ہندوستان میں واقعی کم شہر اتنی چوڑی سڑک کے تکلیفیں گے۔ چاندنی چوک قلعہ کی مشرقی سمت سے شروع ہو کے لاہوری دروازے پر ختم ہو جاتا ہے لیکن فتحپوری سے لاہوری دروازہ تک ایک اور بازار یا غلہ اور گرم سالحہ الاچھی چکنی۔ ادویات اچار مرہ وغیرہ کی منڈی جو اورٹ سے کھارمی باولی کہتے ہیں چاندنی چوک ۴۴ فٹ چوڑا اور ۳۳ میل لمبا ہے چاندنی چوک کیلچ میں پٹری ہوا کے نیچے جمنا بہتی ہے دو طرفہ پیل بڑا وزیم کے طے بڑے دختوں کا سایہ دونوں سڑکوں پر چھایا ہے۔ رتنہ کانیں اور پٹری چرمی حویلیاں بنی ہوئی پٹری پر میوہ فروش وغیرہ تہذیب سے بیٹھے ہوئے ایک عجیب گھاگھی پیدا کرتے ہیں چاندنی چوک کے کچھ دو جانب جنوب

### جامع مسجد ہے

ایک بلند چٹانی قطعہ زمین پر بنی ہوئی ہے غور سے دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک جگہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ”میر انظیر نظام دنیا میں نہیں“ جس سمت کو دیکھو یہی الفاظ پڑھ جائیں گے جس حصہ کو دیکھو یہی عبارت معلوم ہوگی اس کا صحن ۱۰۰ فٹ مربع ہے خود جامع مسجد کا طول ۲۶۱ فٹ ہے تین سنگ مرمر کے برج ہیں دو منارے ہیں اور وہ ایسے عالیشان منارے ہیں کہ آدمی دیکھا ہی کرے اس کے علاوہ دو اور بھی مسجدیں ہیں جو دیکھنے کے قابل ہیں ایک کالی مسجد ہے جس میں سیاہ رنگ دیا گیا تھا کسی افغانی شاہ نے بہت ہی ابتدائی زمانے میں اسے تعمیر کیا تھا اور دوسری مسجد روشن الدولہ کی ہے۔ مسجد فتحپوری بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ لیکن مسلمان ممبر زیادہ توجہ نہیں کرتے اس لئے اسکی حالت قابل تحسین نہیں ہے لیکن ہے بہت خوبصورت اور صدمہ مساجد میں جن میں نہ پانی کا انتظام اور نہ پورا پورا کھل ویران

پڑی ہوئی ہیں بہت سی ساحد ہیں جہاں انسان کبھی جا کے بھی نہیں پھرتا کیا تماشہ کی بات  
ہے کہ ہم مسلمان روزِ مرقہ نہی نئی ساحد بنو تے چلے جاتے ہیں اور پڑائی مسجدیں برباد کر رہے ہیں

### جدید عمارتوں میں

گورنمنٹ کالج جی جی کالج میں بناتھا۔ رزیدنسی پرنسٹنٹ کا گرجہ جس کو دس ہزار پونڈ کی لاگت سے  
کرنیل سکینر نے بنوایا تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی تاریخ میں ایک بڑے نامور افسر گزرے ہیں۔  
چاندنی چوک کے وسط میں گھنٹہ گھر ہے جو اس تالاب پر بنایا گیا ہے جو قدر سے پہلے یہاں بنا  
ہوا تھا۔ چاندنی چوک کے چھپچھپ جانے والے شمال ملک کا بلوغت مغرب اور شمال کبھلہ شاہی  
خاندان کے خوبصورت مقبرے ہیں۔ یہاں خاندان مغلیہ کا دوسرا شاہنشاہ بھی ہیں  
آرام کر رہا ہے یہ مقبرہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور بہت ہی خوبصورت ہے شہر سے اس کا  
فاصلہ قریب دو میل کے ہے اسکے گرد ایک دیوار ہے اسکے چار دروازے ہیں۔ یہاں  
بڑے باغات لگے ہوئے تھے حوض اور فواروں کے نشان اب بھی موجود ہیں وسط میں  
ایک پلیٹ فارم قریب بیس فٹ کے اونچی اور دو سو فٹ مربع بنی ہوئی ہے چاروں طرف ٹھیک  
میں اسکے اوپر مزار بنا ہوا ہے اور مزار پر بہت بڑا سنگ مرمر کا برج ہے جانب غرب ایک میل کے  
فاصلہ پر بہت سے مزار اور مقبرے ہیں سب زیادہ خوبصورت اور مشہور

### حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ

کا مزار ہے میرا جقدر خوبصورت ہے اسے قد مرجعِ نایاب بھی ہے یہاں چھوٹی سی آبادی بھی ہے  
اور اکثر شہزادے رہتے ہیں حضرت نظام الدین اولیا کی سال بھر میں ایک مرتبہ شہر میں  
ہوتی ہے اور دوسری شہر میں اسکے فاضل شاگرد امیر خسرو دہلوی کی سنائی جاتی  
ہے۔ ایک مٹم کی فاختہ خوانی ہے جس کا دستور ہمیشہ سے چلا آتا ہے لیکن زمانہ گزرنے پر اس تقریب

میں تہذیب پیدا ہو گئی پہلے حضرت نظام الدین اولیا کی قبر پر قوائی نہیں ہوتی تھی اور نہ وہ لوگ  
 مجتبیٰ تھے کیونکہ ان کے ملفوظات میں جو کہ حضرت شاہ داس کو موسیقی سے سخت نفرت تھی  
 مگر ٹنگیلی طبائع نے بعد ازاں اس بزرگ اسلام کی طبیعت کا پاس مطلق نہیں کیا اور وہ عطار کے  
 سے قوائی ہونی شروع ہوئی یہاں تک بھی مضائقہ نہ تھا لیکن رفتہ رفتہ کبیروں کو بھی دخل  
 ملنے لگا اور بالافسوس سے دیکھنا جاتا ہے کہ قوائوں سے ذرا فائدہ پر کبیریاں بھی حقائق گیت  
 لکھاتی ہوئی نظر آتی ہیں ہر ششماہی سید بہت زور کا ہوتا ہے لیکن ہر شخص خاص فائز خوانی کی  
 نیت سے جاتے ہیں انکی تعداد انکھیلوں پر چھنی چاہیے حضرت نظام الدین اولیا کے  
 در کے سامنے محمد شاہ ورنیکھے

مع اپنے اور خاندان کے ایک گوشہ میں آکر رہے ہیں انکی چھوٹی سی قبر بنی ہوئی  
 ہے اور اس پر کوئی بُرج وغیرہ نہیں جو صحن مزار سے ایک بلند قطعہ زمین پر جس کے گرد  
 جنگلات گھرا ہوا ہے محمد شاہ اور دوسرے شالان وہی آرام کہتے ہیں اور اب انکی ایسی بلبلنا  
 حالت ہے کہ انکی پہلے خالی دونوں کو تو جھلنے کو جب ہر ششماہی پر ہزاروں آدمی جمع ہوتے  
 ہیں کوئی انکی قبروں پر آنکھ نہیں ڈالتا بلکہ عروج تھا اور یہ زوال ہے سنا گیا ہے کہ شاہ نظام الدین  
 کے مزار پر جو مقبرہ تعمیر ہے یہ محمد شاہ ورنیکھے نے تعمیر کیا تھا انھیں حضرت سلطان جی سے  
 عقیدہ بہت تھا چونکہ اتفاقاً وہی کی سلطنت انھیں مل گئی تھی تو یہ سمجھ گئے تھے کہ محض  
 شاہ نظام الدین املیا رحمہ اللہ کی نظر تو جس سے بدشاہی حاصل ہوئی ہے محمد شاہ خاندان  
 مغلیہ میں سے نہ تھے نہ ان کا کوئی حق تھا یہ اصل میں ترک تھے چونکہ انکی ماں کاہر سوخ  
 بہت تھا اور اس وقت شاہی نسل کا کوئی شخص نظر بھی نہ آتا تھا اس لیے انھیں بادشاہ  
 بنا دیا گیا افسوس نہ وہ سلطنت بھی نہ وہ خاندان سب برباد ہو گئے اور ان کا وندلا

ساہیہ گورستان میں کچھ کچھ نظر آتا ہے۔

قطب صاحب کی لاٹ شہر سے جنوبی سمت قریب نویسل کے واقع ہوئے عمارت سنگ مرمر کی عجیب و غریب ہوا کے کئی دیچہ بنی اندر بیڑھیاں ہیں ہر شخص آسانی سے اوپر چڑھ سکتا ہے اسکے ایک ہی حصہ پر چاروں کے دیکھو تو عجب حسرت نیز نظارہ معلوم ہو گا۔ ہزاروں محلات اور ہزاروں گھر آئینہ کی طرح ہیں لیکن سولے کھنڈروں کے اور کوئی چیز نہیں دکھائی دیتی جس زمانہ میں بنے ہونگے اور جن لوگوں نے بنائے ہونگے اسوقت انکی کیا حالت تھی مگر اب کیا نواؤں کو آ کے بہیرا دیتے ہیں اور باہر وقت دیرانی کا دور دورہ رہتا ہے۔

تاجپاں از گردش گردون گردش خراب  
ہوم نوبت میزند برگنبد افرا سیاب

چشم عبرت ہیں کشا و حال شایاں را نگر  
پرورداری میکنی بر طاق فقیر عنکبوت

جو سیاح باہر سے آئے اُس کا سب سے پہلا فحش و کر وہ ان کھنڈرات کی ضرورت پر کمر بستہ کیونکہ ان ہی کھنڈروں میں مسلمانوں کی گزشتہ شان و شوکت کا پتہ لگتا ہے یہی کھنڈر اور خاک کے قودے میں جہاں شاہیں شاہزادوں شاہزادیوں کی پڑیوں کا چھایا ہوا ہے اور مسلمانوں کی صد ہا سال کی پروردہ پروردہ پر جلال سلطنت ان ہی چند مٹی کے ڈھیروں میں مل گئی ہے یہ کھنڈر زبان حال سے ناظر کے سامنے گویا ہوتے ہیں ہمیں حقارت سے نہ دیکھو ہمیں بھی ایک دن پورا عروج ہو چکا ہے اگرچہ اب ہم پامال ہو رہے ہیں پھر لاٹ سے آگے بڑھتے خواجہ صاحب کا مزار ہے ایک خوبصورت مسجد ہی ہوئی ہے اور اسکی بغل میں خمر پرانہ رہا ہے جہاں بکثرت لوگ دیارت کو جاتے ہیں کسی حیدر آبادی رئیس نے اُسکے گرد و سنگ مہر کا کتبہ بنوا دیا ہے۔ اور بھی صد ہا مزار اور تاریخی مقامات ہیں جو دیکھنے سے قلعہ رکھتے ہیں۔

## دہلی کی تواریخ

ہندوستانی تواریخ کے ابتدائی زمانہ سے دہلی اور اس کے مصنافات میں اس بات کا کھوج ملتا ہے کہ یہاں ایک بہت بڑا دار الخلافہ آباد تھا۔ موجودہ دہلی سے اگر ہم چند میل بائیں کیل کے دیکھیں گے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ کئی بار شہر پر شہر آباد ہوئے اور برباد ہو گئے۔ کئی وجہ شہر کا کھوج لگتا ہے کہ کس شان سے آباد ہوئے اور کس افسوسناک طریقہ سے برباد ہو گئے یہ باتیں ہندوستان میں اور کہیں بھی نہیں پائی جاتیں سب سے پہلے پائے تخت جو آباد ہو کے برباد ہو گیا اندرست تھا جو حضرت مسیح علیہ السلام سے پندرہ سو برس پہلے آباد تھا جہاں بات سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ یوڈا شہر لائے کیونکہ اس شہر کی بنیاد ڈالی اور اس کے پانچ بھائیوں پانڈوں نے کیونکہ مد کی یہ شہر جنبا کے ساحل پر آباد تھا اسی کے قریب یہاں کا مقبرہ ہے موجودہ شہر کے جانب جنوب قریب دہلی کے فاصلہ پر ہے۔ نگود گھاٹ جو دہلی کے پڑنے والی کھلتی دروازے کے قریب ہے اسی زمانہ کی یادگار ہے۔ اندر پرست چودہ سو سال تک خوب عروج پر رہا۔ لیکن بعد ازاں ایک اولوالعزم راجہ دہلو نامی نے حضرت مسیح سے سو سال پہلے ایک نئے تخت کی بنیاد ڈالی اور اس کا نام دہلی رکھا یہ شہر جنوب تک آباد ہوتا چلا گیا۔ قطب صاحب کی لاٹ کو شہر کا مرکز سمجھنا چاہیے پھر تیسری اور چوتھی صدی عیسوی میں جدید شہر آباد ہوا اور برباد ہوتے رہے لیکن انکی شان اور عظمت کے نشان اب بھی کہیں کہیں نظر آتے ہیں مثلاً لوہے کی لاٹ اس زمانہ کی ایک بہت بڑی یادگار ہے اس لاٹ کا محیط دائرہ کچھ دو سو لائیچ ہے اور اس کا طول پچاس فٹ سے زیادہ ہے جس میں سے ۲۲ فٹ زمین کے اوپر ہے ٹھوس لوہے کی بنی ہوئی ہے سنگ کی زبان میں ایک کتبہ اس پر چند سطروں میں لکھا ہے اور یہ لاٹ راجہ دہلو کی بنائی ہوئی ہے پھر ۱۳۷۷ میں انگ پال سے ایک نئی دہلی کی



بنیا و ڈالی۔ اس راجہ کا خاندان دہلی میں مدت تک حکومت کرتا رہا اور قنوج میں بھی اسی راجہ کی حکومت تھی لہذا میں اجیر کے چوہان راجپوتوں نے اس خاندان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اسکو بالکل برباد کر دیا لیکن فاتح خاندان کے ایک لڑکے کی اس متفق خاندان کی شہزادی سے شادی ہوئے پر یہ دونوں خاندان پھر باہم شیر و شکر ہو گئے۔ اس رانی سے مشہور و معروف پرتھوی راج پیدا ہوا جو دہلی کے ہندو راجاؤں کا آخری راجہ تھا ۱۱۹۱ء میں محمد غوری نے پرتھوی راج پر حملہ کیا۔ اس حملہ میں شکست کھا کے محمد غوری چلا گیا اور پھر دو سال کے بعد واپس آ کے پرتھوی راج کا قلعہ فتح کر دیا اور یہ راجپوت بہادر میدان جنگ میں کام آیا۔ قطب صاحب میں ایک ایسے مقام کا پتہ ملتا ہے جہاں سلطان محمد غوری اور پرتھوی راج کی بڑی خون ریز جنگ ہوئی تھی لیکن تواریخ میں اس مقام کی توضیح کچھ بھی درج نہیں ہے اس نایخ سے دہلی بجائے ہندوانی شہر کے اسلامی شہر ہو گیا۔ سلطان محمد اپنے سپاہی قطب الدین کو دہلی چھوڑ کے آپ اپنے وطن چلا گیا قطب الدین کا خاندان خاندان غلامان مشہور ہے اس خاندان کی سلطنت میں دہلی کو بہت سی عروج ہوا اور اس کا ستارہ بہت ہی بلند ہی پہنچ گیا۔ اس زمانہ کی شان و عظمت کی نشانیاں ابھی تک موجود ہیں مثلاً قطب صاحب کا منار اور مسجد جو موجودہ دہلی کے جانب جنوب واقع ہے قطب الدین اصل میں ایک مسیح بنانا چاہتا تھا جس کا یہ عظیم الشان منار موجود ہے لیکن بعض سیاسی معاملات کی وجہ سے اسکی یہ مراد پوری نہ ہو سکی اگر اس منار سے کی طرح ایک مسجد بھی بنجاتی تو اس کا نظیر آج کہیں نہ پرنظر آتا خاندان غلامان کی حکومت مسندۂ تخت تک رہی پھر جلال الدین خلجی نے اس خاندان کا چرغ بجھا دیا۔ اس خاندان کے خاندان کا ایک بڑا نامور بادشاہ علاؤ الدین ہوا ہے جسکے عہد میں بار مغلوں نے دہلی پر حملہ کیا تھا پہلے حملہ میں علاؤ الدین نے شہر کی فصیلوں کے نیچے مغلوں کو

بڑی بھاری شکست دی دوسرے حملہ میں مغلوں نے دو چھینے محاصرہ کر نیچے بعد بغیر جنگ  
 کے شہر چھوڑ دیا اس لئے لوہیں غلزنئی خاندان کا بھی غارتہ ہو گیا اور اسکی جگہ خاندان تغلق نے  
 فی چٹان شاہوں نے کسی دوسرے دارالخلافہ کے آباد کرنے کی ضرورت نہیں دیکھی۔  
 مہندوں کے پرانے شہر پر قناعت کی اور اپنے مذاق کے موافق اس میں کچھ تغیر و تبدل  
 کر لیا لیکن اسی خاندان کے شاہوں میں غیاث الدین تغلق نے ایک نئے دارالخلافہ  
 کی بنیاد ڈالی جو جانب شرق چامیل کی دوری پر ابھی تک موجود ہے بریلج کا فوسل جو کہ قبیلہ  
 قطب صاحب کی سیر کرنے جاسے تو جانب شرق تغلق آباد کا محل یا قلعہ دیکھ کر وہاں دست بردار  
 ہوئے اور یہاں چامیل کی کسی عالیشان اور مستحکم عمارت جو اور یہ تعجب سے دیکھا جاتا ہے جو کہ ابھی تک  
 خاندان تغلق کے کچھ لوگ یہاں رہتے ہیں اور یہاں سے کھیتی باڑی کرتے ہیں سیاح یہاں  
 آئے اس بات کو ابھی تک دیکھ لیا کہ تغلق آباد کو کتنا بڑا شہر تھا اور نگینوں اور شادابوں کا نشان  
 ابھی تک اسی نظر پر چمکتی چری بڑی شاہراہیں ہیں اور اپنے عروج اور آبادی کے زمانہ میں  
 اسکی شان و شوکت کی کیا کیفیت ہوگی غیاث الدین کے بعد کچھ تغلق یہاں سے دست بردار  
 ہوئے اور یہاں کے حکومتمند کی اس کے وقت میں تغلق آباد کو بہت تخریب ہو اور ایسا تخریب ہو گیا کہ اس کے  
 بعد سو اسی سال کے اور بڑی وجہ قدرت نے نہیں رکھا تھا کچھ تغلق کی آنکھیں بند ہونے  
 ہی تغلق آباد کا بھی نوالہ شرق ہو گیا کہ اس کے جانشین فیروز شاد تغلق نے اس کا ایک حصہ پر شہر  
 کی بنیاد ڈالی جو قطب صاحب کی لاش سے جانب شمال چمیل کے قلعہ پہ جو وسیع اور  
 اپنے نام پر اس کا نام فیروز آباد رکھا شہر مذکور میں محمود تغلق کے زمانہ میں تعمیر کرنے والی چمیل  
 کی محمود گجرات بھاگ گیا اس کے لشکر کو پارتھت کی نصیلوں کے نیچے شکست ملی اور اخیر قیوم کے  
 میں اس کے پڑاواں شہر نے طاعت قبول کر لی اور شہر کے دروازے کھول دیئے تو انھیں

پناہ دیجائیگی۔ شہر والوں نے اطاعت قبول کر لی۔ تیمور نے اپنے وعدہ کے خلاف شہر کو لوٹ بھی لیا اور علیاکو قتل بھی کر دیا۔ فتح اور برباد کرنے کے بعد تیمور واپس چلا گیا تو تیمور کے بعد شہر کی عجیب حالت تھی نہ کوئی گورنمنٹ تھی اور نہ علیاکو شہر کیا تھا بالکل ویرانہ معام ہو رہا تھا۔ جب محمود نے سنا کہ تیمور ہندوستان سے چلا گیا تو اپنے پایہ تخت میں واپس آیا شہر کی درستی کی اور اسے دوبارہ آباد کیا <sup>۱۵۰۵</sup> ع میں محمود کی آنکھیں بنا ہو گئیں ہی اسکے خاندان کی آنکھیں بھی ساتھ ہی بند ہو گئیں۔ تغلق کی جگہ سیدوں کا خاندان قائم ہوا لیکن <sup>۱۵۱۹</sup> ع میں سید بھی مٹا دیئے گئے اور انکی جگہ خاندان لودھی سے لیلیٰ گزرا۔ خاندان نے بجائے دہلی کے آگرہ کو اپنا پایہ تخت بنایا <sup>۱۵۲۵</sup> ع میں۔

### باب ۲

نے دہلی پر حملہ کیا۔ بابر تیمور کی چھٹی پشت میں تھا۔ پانی پت کے ایک خونریز میدان میں ابراہیم لودھی کو شکست دی اور نہایت طعناق سے دہلی میں داخل ہوا۔ اور افغانی خاندان کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ سولہ کی فتح کے بعد بابر نے اپنا پایہ تخت آگرہ کو بنایا لیکن اسکے بیٹے ہمایوں نے دہلی ہی کو دارالخلافہ کے لئے پسند کیا اور وہ یہاں چلا آیا <sup>۱۵۵۵</sup> ع میں شیر شاہ نے ہمایوں کو شکست دیکے مار کے کالہ دیا اور ایک جدید پایہ تخت دہلی میں اپنے مذاق کا تعمیر کرایا۔ اسکے گرد فصیلیں بنائیں اور ہر مقام پر در دست گرج تعمیر کیئے شیر شاہ کے زمانہ میں دہلی ہمایوں کے مقبرہ سے موجودہ شہر دہلی کے جنوبی دروازہ تک آباد تھی <sup>۱۵۵۵</sup> ع میں ہمایوں نے دوبارہ دہلی کو فتح کر لیا لیکن اس فتح کے چھ مہینے کے بعد اسکی وفات ہو گئی اور پھر اس کا بیٹا

### اکبر اور جہانگیر

اکبر تخت نشین ہوا

کے زمانہ میں آگرہ یا لاہور سلطنت کا پایہ تخت رہا اس سبب سے دہلی ایک بار اور بھی تزلزل

میں پھنس گئی۔ لیکن شاہجہاں نے ۱۶۳۳ء اور ۱۶۳۵ء کی مدت میں دہلی کو موجودہ شکل پر تعمیر کیا۔ لال قلعہ جامع مسجد اور مغربی جینا کنیال کی تعمیر شاہجہاں ہی سنہ کی سلطنت مغلیہ کے اکبر کے زمانے میں عروج شروع ہوا تھا اور عالمگیری کے آخری زمانہ تک یہی عروج ہوتا رہا۔ یہ عرصہ ابراہیم خان زندہ کی آنکھیں بند ہوئیں اور اس سلطنت مغلیہ کو تنزل شروع ہوا اور شاہجہاں اور ملکی اطامیاں سکھوں اور مرہٹوں کی بہادر جنگوں اور لگاتار جنگوں کے جانشین بچا کے خود قابل نہ تھے بلکہ اُن کے ہاتھ میں مثل کت پتلیوں کے تھے۔ اور لگاتار بڑھتے چلے جانا شاہ کو ایک ہی سال بیٹھے ہوئے تخت پر گزارا تھا کہ کسی نے اُسے قتل کر ڈالا۔ پھر

### محمد شاہ و رنگیلے

ہوئے جبکہ زمانہ سلطنت میں سب سے اول مرہٹوں کی فوجیں دہلی کی فوجیوں کے نیچے تھیں۔ یہ واقعہ ۱۷۳۷ء میں ہوا اس کے تین سال بعد نادر شاہ آدھکے اور مغل فوج کو کراٹاں شکست دیکے بڑے جاوہر جلال سے شہر میں داخل ہوئے۔ ابھی عہد و پیمان ہی ہو رہا تھا کہ اہل شہر نے نادر کی فوجوں پر حملہ کر دیا اور کئی پلٹیں کاٹ ڈالیں نادر نے اس ہنگامہ کو بہتیرا فرو کرنا چاہا لیکن غورنگا خیر اس نے غصہ میں آ کے اپنی فوج کو قتل عام کا حکم دیدیا اور آپ منہ ہی مسجد میں مع اپنے وزراء کے آ بیٹھا منہ ہی مسجد ابھی تک موجود ہے اور شہر کی کوتوالی کے پہلو میں بنی ہوئی ہے۔ کچھ کہہ دو پچھلے تک نادر دہلی میں رہا۔ نادر سے جتنا لیا گیا یہاں سے لیکھا علاؤ اور قیمتی اشیاء تخت طاؤس وغیرہ کے نقد روپیہ اندازاً آٹھ نو لاکھ اسٹرائلنگ پونڈ اور دوسری روایت کے بموجب بارہ کروڑ روپیہ لیکھا اور دہلی میں اسکی فوج بالکل چھاڑ دو گئی۔ غرض شہداء سے سلطنت کو تنزل شروع ہوا اور ایسا تنزل ہوا اور اس تیزی سے ہوا جس کی فطرت دنیا میں نہیں ملتی یہاں تک کہ ۱۷۵۷ء میں شاہ عالم عالمگیری ثانی کا بیٹا مرہٹوں کا شہنشاہ

بچے لال قلعہ میں زندگی بسر کر رہے تھے اور قریب قریب تمام ہندوستان کی حکومت و مہنوں کے  
 قبضہ میں آگئی تھی۔ بلکہ عوام میں شادمانہ لہر تھی اس بات کی کوشش کی تھی کہ مرہٹوں کے پنجے سے  
 آزاد ہو جائیں مگر جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرہٹوں کی ایک  
 مستقل فوج دہلی میں رہنے لگی۔

اس تاریخ سے شاہ دہلی مرہٹوں کے ہاتھ میں مثل کٹ پٹلی کے رہنے لگا۔ بالکل کہ  
 دشمن پرستہ اور میں لارڈ لیک نے دہلی کی فصیلوں کے نیچے مرہٹوں کو شکست کے وسیع  
 شاہ عالم کو اپنی پناہ میں لیلیا۔ شاہ عالم میں ہوا راہ ہو لکرتے دہلی پر سخت حملہ کیا لیکن کرنیل  
 اوکٹرانی نے اسے جھکوا بل دہلی انٹر آئی کے لئے میں بڑی بھاری شکست ہو لکرتے دہلی اور وہ  
 دہلی سے ہٹا دیا گیا اس تاریخ سے دہلی کی تواریخ میں ایک بدیہ سال کا آغاز ہو گئے۔  
 سال ایک امن و آمان رہا۔

سلطنت مغلیہ کا ایک دھندلا سا سایہ صرف دہلی کی چار دیواری میں رہ گیا تھا۔ سلطنت  
 بالکل جاچکی تھی مگر انگریز حکام نے باوجود شاہ کی عزت و حرمت کو ایک حد تک برقرار رکھا  
 تھا انہیں ایک معقول وظیفہ دیا جاتا تھا۔ اور ان کے ذاتی معاملات میں کسی قسم کی دست  
 اندازی نہیں کی جاتی تھی۔ شہر بنا ہوا تھا اور صاحبزادے تھیور کی اولاد انگریزوں کی سرپرستی  
 میں آئے۔ شاہ ناراض نہیں تھی۔ بہادر شاہ یا ان کے والد نے کچھ کھول کے سوائے  
 انگریزوں کے اور کسی کو نہیں دیکھا مگر وہ شہر اپنا نہ برتاؤ جو انگریز بہادر شاہ یا ان کے والد  
 سے کہتے تھے شاہ عالم نے خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا مثل سابق کے بہادر شاہ  
 کے دربار میں بھی شاہانہ ادب و آداب برتا جاتا تھا اور انگریزی حکام خوشی یا ناخوشی  
 سے اسکی پابندی کرتے تھے۔ ایسے دھندلے سایہ کا قیام واقعی بہت مشکل تھا۔

مسلمان مرہٹوں کے ظلم بہتہ بہتہ ایسے بٹنگ آگئے تھے کہ انہیں انگریزوں کی سلطنت  
بسا خفیت معلوم ہوتی تھی اگر باغی اور بے رحم فوج دہلی کا رخ نہ کرتی اور یہاں انگریزوں  
ہی کا تسلط رہتا تو ہرگز کسی قسم کی بربادی نہ ہوتی۔ خدا کو جو کچھ منظور تھا وہ ہوا۔ اور اب  
شکر کا مقام ہے کہ انگریزوں کی سلطنت ہندوستان کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ  
مانی گئی ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ غدر ۱۸۵۷ء کے مختصر حالات درج کریں تاکہ معلوم ہو کہ باغی حکمرانوں  
کو کیسی زک اٹھانی پڑی اور انگریزوں کو جن کے معصوم بچوں اور عورتوں کو قتل کیا گیا۔  
خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل سے کیسی فتح عنایت کی۔ غدر کے ان حالات سے یہ پتہ  
چل جائیگا کہ اسکی ابتدا کیونکر ہوئی امید یہ آگ ہندوستان کے اکثر حصوں میں کیونکر  
بھڑک گئی۔ بہادر شاہ کا مقدمہ کیونکر ہوا اور بعض بڑے بڑے مسلمان یا ہندو عہداروں  
نے کیا کیا اظہار ویسے۔ فقط



# پہلا باب

## شروع کی بغاوت

شروع سال ششہ اعر میں مفسدہ پردازوں نے یہ غلط خبر مشہور کی کہ نئی ہندوؤں کی واسطے  
 ولایت سے جو کارتوس آئے ہیں ان میں سورا اور گائے کی چربی لگی ہوئی جو اولیہ کارتوسوں  
 کے قسیم کرنے سے سرکار کاراؤدہ نے کہ مذہب ہندو اور اسلام کو بگاڑ جائے اور سب لوگ  
 عیسائی ہو جائیں ۲۲ تا ۲۸ جنوری ششہ اعر مقام دومہ میں جو کلکتہ کے قریب جو کسی ادنی قوم  
 کے ہندو نے دوم بنگال گرانڈیر کے ایک برہمن سپاہی سے پانی پینے کو لوٹنا مانگا برہمن نے  
 انکار کیا اس نجی ذات کے آدمی نے سپاہی سے کہا کہ اچھے مہاراج! آپ اپنی ذات پر شہنی  
 نہ ماریے دیکھو تو یہی ہوتا کیا ہے آپ کو گائے اور سور کی لگی ہوئی چربی کے کارتوس منہ  
 سے کاٹنے پڑینگے پھر آپ کی ذات کہاں رہیگی برہمن نے یہ سنکر اس خبر کو سب اپنے  
 بھائی ہندوؤں میں پھیلایا گویا یہاں سے بغاوت کی ابتدا ہوئی۔ تمام فوج ہندوستانی تھینہ  
 دومہ کو حجام ہوا کہ وہ ذات میں سے خارج ہو گئے اور جب وہ گھر جائینگے تو کوئی ان کے  
 ساتھ کھانا نہ کھا، چکا جب اس بات کی خبر انگریزی افسروں کو ہوئی انھوں نے پریٹ کا  
 حکم دید حکم ہوتے ہی سب فوج آراستہ ہو کر کھڑی ہوئی افسروں نے ناراضگی کا باعث  
 استفسار کیا انھوں نے جو سنا تھا وہ بیان کر دیا۔ افسروں نے مشکوک کی دلچسپی کی اور جو

خاندان اور جھوٹی خبریں انھوں نے سنی تھیں انکی تردید کی خشک کار توں دینے گئے تھے  
 کہا گیا کہ چاہو جس چٹائی سے کھڑکنا کر کے استعمال کرو علما و اشراف یہ بھی قرار پایا کہ  
 ولایت سے کار توں تیار نہ آئیں بلکہ کاغذ اور گولی علیحدہ علیحدہ بیچیں جاویں تاکہ وہ بنوستان  
 میں نیار کیئے جاویں اسکے بعد ہاک پور جہاں کہ کلکتہ کی چھاؤنی ہے ایک اور واردات  
 درپیش ہوئی وہاں کے سپاہیوں نے کار توں کو مونہ سے نکالتے ہیں انکار عرض کیا اور  
 کہا کہ کار توں کے کاغذ پر سیاہی لگائی ہوئی سیسے کے ٹوٹے میں لگے تھے ان کا اہان جاتا  
 رہے گا تاہم فروری کو جنرل میر سی صاحب حاکم مروج بارک پور سے مع دیگر صاحبان  
 مروج اس امر کی تحقیقات کے واسطے ابلاس فرمایا اور پلٹیں منہروم گرائڈ پر سے سپاہیوں  
 کے سامنے بلا کہ استفسار کیا کہ کار توں نکالنے کی کیا وجہ ہے جیج ناقد سپاہی نے آگے  
 بڑھ کر عرض کی کہ ہم کو شک ہو کہ اس کاغذ کے کار توں سے شاید ہمارے ایمان میں فرق  
 آجائے ایسا کاغذ ہم نے کبھی پیشتر نہ دیکھا تھا اور لوگ بازار میں شور مچا رہے ہیں کہ اس کاغذ  
 پر چربی چڑھی ہوئی ہے یہ ممکن نہ ایمان کچھری نے اُسکے ہاتھ میں وہ کاغذ دیا اور کہا کہ  
 اسکو اچھی طرح روشنی میں دیکھکر بیان کرو کہ تمہارے نزدیک اس میں کونسی چیز قابل  
 اعتراض ہے جیج ناقد نے کہا کہ غیب پرور مجھکو اس کاغذ میں اس باعث سے شک پڑا  
 ہو کہ یہ سخت اور کپڑے کی مانند معلوم ہوتا جو اور کاغذ کے طور سے نہیں چھٹتا بعد ازاں  
 ایک اور سپاہی سبھی چاند خاں کے اظہار ہوئے اُس نے بیان کیا کہ کاغذ کے کار توں  
 کے کاٹنے میں اعتراض اس وجہ سے ہوا کہ وہ مثال چڑے کے سخت معلوم ہوتا ہے  
 مگر جیسے کہ وقت اُس میں سے بوجہ کی آتی ہے چنانچہ سپاہیوں نے چوتھی تاریخ  
 مارچ کو کاغذ کے کار توں کو جو پانی میں بھگو کر جلایا تو جلتے وقت اُس میں سے چراند



جیسی یہ دیکھ کر تمام جماعت کے لوگ خائف ہو گئے۔ اس بکشتہ پرکار توں کے کاغذ کا ایک  
 بڑا ٹکڑا اسے اجلاس طلبایا گیا اس وقت پھر چاند خاں سے دریافت کیا گیا کہ ابتداء میں  
 وہیسی جو لوگ تھیں ان کی کیا چیز تھی اس سلسلہ کے سلسلہ سے انکار کیا اور کہا کہ وہ  
 موہن جامہ کے ہائے معلوم ہوئے ہوا اسکے بعد وہ بد رفتاریوں کو ہمارے پوچھا اس نے  
 ہاں پر کہہ دیا کہ اس کاغذ کے کاٹنے میں کچھ ٹکڑے نہیں ہو سکتے تھے لیکن چاند خاں میں مامور مشہور ہے کہ  
 اس کاغذ پر چربی چڑھی ہوئی ہے۔ بعد ازاں انھوں نے کہا کہ بعد ازاں نے بھی بالیقین یہ بیان کیا  
 کہ اس میں نہ چربی نہ لگی ہے کیونکہ یہ ماننا کہ کاغذ کے نہیں ہو جو کہ پہلے مرنے تھا جب کہ  
 اس کاغذ کو بھی معلوم ہوا کہ اس کے لوگ اس کاغذ کے کاٹنے سے بالکل ناراض ہیں تو  
 اس لحاظ سے کہ مذہبی توجہات میں خواہ غلطیوں یا صحیح ہو اگر نسل نہ دینا چاہیے حکم دیا  
 کہ اس امر کی آزمائش کی جائے کہ کیا توں بغیر مان سے کاٹنے کے بائیں ہاتھ سے چھانک  
 نئی فصل میں آسانی تمام بھر سکتے ہیں یا نہیں چھانک میں امر کا متحی کیا گیا۔ اور امتحان  
 پر معلوم ہوا کہ سپاہی بائیں ہاتھ سے کاٹوں چھانکے اتنے ہی جلدی اور آسانی سے فصل  
 میں بھر سکتے ہیں جیسا مند سے کات کے اس نتیجہ کے بعد سہ سالہ مہنت سے اس بات  
 میں اپنی منظوری کا حکم دیا اور کھیتی باڑی کو راز نہ رہا۔ اس حکم کا اعلان فرمایا کہ  
 آئندہ سپاہی بجائے منہ کے کاٹنے کے کہ توں کو بائیں ہاتھ سے چھانکے بھر میں فیصلہ  
 ہوا کہ جتنا کہ بھرم پور میں تازہ فساد پیدا ہوا ۳۰۰۰ میں ملٹن کے کچھ سپاہی بارک پور سے ہلکے  
 بہرام پور گئے یہ شہر بجاگیر تھی کے بائیں کٹا پراکیسو میں میل کا کٹے سے مغرب کی طرف  
 واقع جو اس مقام پر ۱۵۰۰ میں ملٹن کے سپاہیوں نے انکی دعوت کی دعوت کے وقت انھوں  
 نے تمام ماہر اور مدد اور بارک پور میں کار توں کا ہوا تھا بیان کیا کہ ۲۰ تا ۲۵ فوراً کو

حسب دستور کار توس سے قواعد کرنے کا حکم ہوا انھوں نے انکار کیا اور ٹوہپاں نہ لیں اور بیان کیا کہ کار توس کے کاغذ میں انکو شبہ ہے کہ وہ طرح کے دیئے گئے ہیں ایک میں انکو گمان ہے کہ چربی لگی ہوئی ہے حالانکہ یہ امر محض غلط تھا وہی پرانے کار توس ان کو دیئے گئے تھے یہ معمول حکمی یا تو صریح انحراف اور منشا رنج و ت کے باعث تھی یا ان کو کسی نے بہکایا ہو گا یہ دیکھ کر حاکم افرختہ ہوئے۔ لفٹ کزنل محل صاحب حاکم فوج نے حکم دیا کہ صبح کو رسالہ سوار اور توپخانہ ہندوستانی پر پٹ پر حاضر ہو اسی شب دس یا گیارہ بجے رات کو چارویں رجٹ کے سپاہیوں نے بلوہ کر کے کو تھد جہاں کہ ہندو قیں جمع ہوتی تھیں انکو توڑ کر اپنی اپنی ہندو قیں لین میں لا رکھیں صبح ہوتے ہی توپیں تیار ہوئیں اور افسروں نے پر پٹ پر پہنچ کر دیکھا تو سپاہی بغیر وردی لیکن مسلح غل و شور مچا رہے ہیں یہ دیکھ کر محل صاحب نے ان سے تقریر کی اور کہا کہ تم لوگوں کو کیا گمان فاسد ہو گیا ہے اور جو توہمات تمھارے دلوں پر مچا رہے ہیں وہ محض غلط اور بے بنیاد ہیں اور تمھیں چاہئے کہ اپنے ہتھیار دیدوار اور بستور اپنی لین کو جاؤ۔ یہ سنکر افسران ہندوستانی نے کہا کہ سپاہی ہتھیار رکھنا نہیں چاہتے جب تک کہ آپ توپخانہ اور رسالہ نہ ہٹالیں گے صاحب بہادر نے منظور فرما کے توپخانہ اور سواروں کو ہٹالیا اسکے بعد سپاہیوں نے بھی اپنے ہتھیار رکھ دیے چوتھی تاریخ صبح کو خبر مفید بہرام پور کی کلکتہ پونجی لیکن چونکہ گورہ فوج بہت کم تھی ہندو فرمان سپاہیوں کی مراد ہی میں شامل واقع ہوا پلٹن نمبر ۴۰ پیادگان شاہی گورہ گورنمنٹ سے طلب کیا اور پلٹن نمبر ۲۰ تاریخ ماہ نو کو کلکتہ میں پونجی گئی۔ اب سحر جنرل بریسی صاحب جاکم فوج بازک پور نے مصمم راوہ کیا کہ ۱۹ ویں پلٹن سے جس نے بہرام پور میں صبح حکم عدولی کی اور مادہ فساد ہوئی ہتھیار چھین کے اس کا نام کاٹ دیا جاوے

چنانچہ اس مارچ کو ملٹن مذکور بہرام پور سے بارک پور طلب ہو کر آئی اور اسکے ہتھیارے لینے  
گئے تختہ اہل سپاہیوں کی بیباق کردی گئی اور ان کو پھلنا گھاٹ سے دریا پار اتار دیا۔  
نواب گورنر جنرل ہند نے جب ولایت کو یہ لکھ کے بھیجا کہ اب امید ہے کہ اس سخت سزا  
سے کل ہندوستانی فوج کو یقین ہو جائیگا کہ حکام کی عدول حکمی سے بجز بربادی کے کچھ  
حاصل نہیں ہوتا۔ ہتھیار لینے کے وقت میجر جنرل ہیری صاحب نے تمام فوج کے  
سامنے جو اس وقت پریٹ پر موجود تھی بہت فصاحت اور صفائی کے ساتھ گورنر جنرل ہند  
کا حکم پڑھ کے سنایا کہ مذہبی دست اندازی کے باب میں جو افواہیں فتنہ پردازوں نے  
مشہور کی ہیں وہ محض بے اصل اور بے بنیاد ہیں اور سرکار انگلشیہ کو ہرگز ہرگز کبھی یہ  
ہوا اور نہ ہو گا کہ کسی کے مذہبی عقائد میں دست اندازی کرے ۳۴ ویں ملٹن متعینہ پاکپنہ  
بھی نہایت برا بیچتے خاطر تھی اور گشتنگی کی مہرائے اسکے دل میں زیادہ اثر کر رکھا تھا جبکہ  
۱۵ ویں ملٹن مذکورہ بالا کو ہتھیار ڈالنے کے لیے طلب کیا تھا تو ابھی وہ با راست میں  
(جو کہ آٹھ میل بارک پور سے ہے) پہنچی بھی نہ تھی کہ ۳۴ ویں ملٹن کے سپاہیوں نے  
پیغام بھیجا کہ تم اپنے انگریزی افسروں کو مار ڈالو اور بارک پور میں آن کے اور ہمارے ساتھ  
لکے یہاں کے تمام افسروں کا کام تمام کرو اور چھانوئی اور بنگلہ چھوک کے کلکتہ پر حملہ کرو  
لیکن ۱۹ ویں ملٹن نے اس پر عمل نہ کیا۔ ۱۹ مارچ کو ۳۴ ویں ملٹن کے ایک سپاہی  
مسی منگل پانڈے نشہ میں بدمست ہو کر مسلح ہوا نکلوا اور ہندو قریبی گھر سے نکلے  
اور اپنے بھائی ہندو کو آواز دی کہ آسکے ساتھ ہو جاؤ اور اس نے بیان کیا کہ جب  
کسی انگریزی افسر کو وہ دیکھے گا مار ڈالے گا۔ فٹنٹ با صاحب نے جب یہ حال اور کل ملٹن  
کی برا بیچتگی سنا تو وہ فی الفور سوار ہو کر لین میں تشریف لائے منگل پانڈے

نے صاحب موصوف کو گولی زد کی لیکن وہ اٹکے گھوڑے کے لگی صاحب سنبھلی  
 تپتی کافر کیا لیکن گولی سے خطائی اس پر پیا جی نے صاحب کو تلوار سے زخمی کر کے  
 گھوڑے سے اتار لیا سینکڑوں سپاہی خاموش تماشا دیکھا کئے اور کوئی شخص سوئے  
 شیخ پلٹ اور بندوستانی سا جھٹکا پھر کے صاحب کی مدد کو نہ آیا بلکہ ایک جمہا سے  
 منگل پاڑے کی گرفتاری سے انکار کیا اور اپنے سپاہیوں کو فوجا پیش کی کہ کوئی صاحب  
 کی مدد کرے صاحب موصوف نے اپنی اس فوجوں کے ہاتھ سے جہاں پر ہوئے۔  
 یہ جان سکا پھر جنرل میر سی صاحب مع دیگر افسران موقع واروات پر سکے اور وقت منگل  
 پاڑے کو گرفتار کیا اور کورٹ مارشل یعنی عدالت کی پیشکش پاڑے اور جہاد پر جرم  
 ثابت کر کے پھانسی کا حکم دیا چنانچہ وہ اپریل کو پھانسی دی گئی صاحبان کالکتہ کو یقین ہو گیا  
 کہ اس منہ کے باعث سے کل ۳۴ ویں پلٹن کے آدمیوں کو عبرت ہو جائیگی۔ لیکن  
 برخلاف اسکے وہ پلٹن اور بھی زیادہ گستاخ اور نافرمان برپا ہوتی گئی۔ جب پانی سر سے  
 گز گیا تو فیصلہ تیار کہ اس پلٹن کے بتایا بھی چھین بیٹے جاویں چنانچہ وہ تاریخ ۱۵ مئی  
 کو فوج کو وہ بندوستانی قرب وجوار کالکتہ مع توپخانہ بارک پور میں جمع کی گئی اور تاریخ  
 جمع کو یہ فوج دو صف میں آ رہے ہوئی اور چار سو سپاہی ۳۴ ویں پلٹن کے جو چھاونی  
 بارک پور میں جمع تھے تو پول کے سامنے کھڑے کئے گئے ٹھنڈ چامیر صاحب مقرر جم  
 نے اس پلٹن کے بتایا چھین بیٹے اور نادر کاٹنے کا حکم سنایا بعد ازاں جنرل میر سی صاحب  
 نے ان کو حکم دیا کہ تیار رکھو اور وروی جسکو تختار سے جس سے کمال بیعتی جو اتار کے  
 حوالہ کر وجہ انہوں نے تیار ویدینے اور وروی اتار کے حوالہ کر دی اس وقت من کی  
 تختا ویدیا کی گئی اور ان کو سائے کے بال بچوں کے بچا سٹ پھنی گزائیہ میر صاحب

گورہ اور سواران ہندوستانی کے چند سرور کو روانہ کیا تاکہ وہاں مقیم رہیں اور دریا پار ہو کے شہر جاپنگام کی طرف جہاں باقی چار کمپنی انکی پلٹن کی مقیم تھیں نہ جانے باویں اس موقع پر بھی فوج کی دلچسپی کی گئی کہ سرکار نے عقائد مذہبی میں کبھی دست اندازی نہیں کی اور نہ آئندہ کریگی اور انکو لازم ہے کہ فتنہ پردازوں کے فریب میں نہ آئیں اور ان شیطانیوں کے اغوا کرنے سے کوئی امر نہک حرامی یا عار و دل حکمی کا نہ کریں۔

یہ سرگزشت تو فساد بنگالہ کی سبب اب اضلاع شمال مغربی کا حوالہ شیئے نے کار تو سول کی خبر جہاں بھی پونچھی اور اس کا اثر اول بنگالہ میں نمودار ہوا سرہنسی سنگھ صوبہ دار ۳۶ ویں پلٹن متعینہ چھاؤنی انبالہ نے سب اپنے بھائیوں کے آگے بیان کیا کہ سننے کار تو سول میں کچھ غرابی نہیں ہو اور نہ مجھے اس کے استعمال میں کچھ عذر ہے ۲۶ تاریخ پانچ کو اس کے گھر میں کسی نے آگ لگا دی جس سے اس کا گھر اور اسباب جل گیا پھر تو چھاؤنی میں آتش زدگی شروع ہوئی ۳۱ تاریخ اپریل کو آگ لگی پھر چند رھویں کو اوپر سوٹھویں کو اس روز تین ہزار روپیہ کا سرکاری اسباب جل گیا ۲ تاریخ کو ایک خانی بنگلہ اور ایک افسر کا اصطبل اور ایک مکان جل گیا ۲۰ تاریخ کو معلوم ہوا کہ پانچویں پلٹن کے مجدار اور حوالہ ارکا گھر جلانے کا ارادہ تھا یہ دونوں ہندوستانی افسر تھے کار تو س سے راضی تھے۔ مجدار کے پانگ کے نیچے بات اور گنڈن بھی مودی پہاڑی گئی ۲۱ اور ۲۲ اور ۲۳ تاریخ کو برابر آتش زدگی رہی اور چھاؤنی کے اکثر مکانات جل گئے یہ حال دیکھ کر افسران انگریزی اور کشتہ بارس صاحب کو کمال تشویش ہوئی اور کپتان ہوارڈ صاحب مجسٹریٹ چھائی انبالہ نے کلمتہ کو اس مضمون کی چٹھی لکھی کہ چھاؤنی انبالہ میں اس آتش زدگی کا باعث میرے نزدیک تو نو بجا ہوا کار تو س ہیں سپاہیوں کے دل میں سما گیا ہو کہ ان کار تو سوں کے استعمال سے ان کا دین اور

ایمان جانتا رہے گا کل سپاہیوں میں سازش ہو گئی ہے اور انہیں کایہ سہ کام ہے اور اسی وجہ سے باوجود اقرار انعام اور کوشش اور تحقیقات تمام کے کوئی شخص برہم آتش زدگی کا مرتکب اور مجرم ظاہر نہیں ہوا۔

میرٹھ میں بغاوت کا آغاز وہاں سے سرکشوں کی طرف فرار ہونا۔ یہ کب گمان تھا کہ میرٹھ میں جہاں اتنی فوج گورہ مقیم تھی اول سرکشی شروع ہو گئی۔ بارک پور سے لیکے شلج تک کہیں اتنی فوج گورہ کی تعین نہ تھی میرٹھ میں مقتول ۶۰ ویں رفل گورہ جس میں ایک ہزار مضبوط جوان تھے اور چھ سو جوانوں کا چھٹلہ سلاڈر گیون اور ولایتی توپخانہ اسپسی مع پانچ سو توپچی موجود تھے۔ غرض کل فوج گورہ قریب دو ہزار دو سو کے تھی اور ہندوستانی فوج گورہ کی فوج سے کچھ محفوظی زیادہ تھی یعنی تیسرا سادہ ترک سوار مل کا اور گیارہ سو اور ۲۰ ویں بلٹن پیادگان۔ چربی لگے ہوئے کار تو سوں کی خبر اور مختلف پہلے بنیاد افواہیں سب جگہ پونہچ گئی تھیں علاوہ ازیں نقندہ انگیزوں نے یہ بھی مشہور کیا کہ سرکار نے ہندو کا مذہب بگاڑ دینے کے واسطے آٹے میں ہیل اور گائے کی ہڈیاں پسوائی ہیں اور اس لغو بات کو علاوہ سپاہیوں کے جو قزاق جاہل مشہور ہے اچھے اچھے معقول آدمیوں نے یقین کر لیا۔

اس میں شک نہیں کہ ان جھوٹی خبروں کو ان آدمیوں نے زیادہ مشہور کیا جن کا نشانہ سرکشی کرنے کا تھا تاکہ ہندو جو بیوقوف اور سادہ لوح ہیں وہ ان کا یقین کر کے اسی طرف ہوجاویں غرض کہ جب سپاہیوں کو میرٹھ میں ان افواہوں کا یقین ہو گیا اور انہیں ان کا بڑا چرچہ پھیلنا اس وقت میجر جنرل پیوٹ صاحب نے فوج کو سمجھایا کہ سرکار کو تمہارے مذہب میں دخل دینے سے کیا مفاد حاصل ہو گا اور یہ امر بالکل خلاف انتظام

اور قواعد سرکار انگلیشیہ جو ہم اس پر ہرگز یقین نہ لائے اور سمجھو کہ سرکار کو مختار سے عقائد کا  
کتنا پاس لگا ہوا ہے اور رہا ہے اس دیکھی نے آئسکے دلوں پر مطلق اثر کیا اور وہ طریقہ  
عدول حکمی اور سرکشی روز بروز زیادہ اختیار کرتے جاتے تھے اور چچا کو فی ہفت روزگی کا  
بازار گرم ہو گیا ۲۳ تاریخ اپریل کو کرنل سمیت صاحب حاکم سوم رسالہ ترک سوار سے حکم دیا  
کہ صبح کو پریٹ ہوتا کہ ان کو دو دنیا طریقہ کار توں بھرنے کا بتلایا جائے جس میں کار توں  
متونہ سے کاٹنا نہیں پڑتا بلکہ بائیں ہاتھ سے پٹاڑ کے بھنا ہوتا ہے۔ اس حکم کے دینے  
سے کرنل صاحب مدوح نے یقین کیا کہ ہندوستانی فوج کو معلوم ہو جائیگا کہ سرکار انگلیشیہ  
ہندوستانیوں کے خیالات کا کتنا پاس کرتی ہے۔

۲۴ تاریخ جب رسالہ مذکور پریٹ پر آراستہ ہوا اس وقت حوالدار میجر نے کار توں  
طریقہ جدید سے بھر کے چھوڑا کر دکھایا جب سواروں کو حکم ہوا اس وقت انھوں  
نے کار توں لینے میں پس و پیش ظاہر کیا حالانکہ یہ وہی کار توں تھے جن سے وہ ہمیشہ  
قواعد کرتے تھے یہ دیکھ کر میجر بریٹن صاحب نے اس امر کی تحقیقات کی چنانچہ ۲۵ تاریخ  
برسر اجلاس فوج کے آدمیوں نے بیان کیا کہ انکو قابل اعتراض کوئی چیز اس کاغذی  
کار توں میں نہیں ظاہر ہوتی لیکن مشہور یہ ہے کہ نجس چیز کا بنا ہوا ہے اور اسکا ہمیں  
یقین ہو گیا ہے یہ تقریر مکمل ہو کر صاحب مدوح نے ان کو بہت سمجھایا اور ان سے تقریر  
کی آخر یہ ہوا کہ سب لوگ فوج کے راضی ہو گئے اور انھوں نے بیان کیا کہ ہم عدول حکمی اور  
گستاخی سے بہت ناام ہوئے اور ہمیں ان کار توں کے استعمال میں آئندہ کمی نہ  
ہوگا اس فیصلے کے بعد پھر بھی فوج کے اطوار سے انکی ناراضماندی ظاہر ہوتی تھی۔  
میجر جنرل سیوٹ صاحب نے یہ سوچا کہ اس کشمکش کا فیصلہ ہونا چاہیے اور فوج کی طاقت

یاد دل حکمی کا بھی احوال بخوبی ظاہر ہوا اس لیے حکم دیا کہ بتایا جی صبح کے وقت  
 قیصر سے رسالہ ہندوستانی کی پریٹ ہو چنانچہ تاریخ کی شام کو کارٹوس تقسیم کیے گئے  
 اور یہ کارٹوس وہی تھے جو انکو ہمیشہ ملتے تھے اور جن سے انہوں نے ہمیشہ کام دیا  
 تھا۔ پچاسی سواروں نے کارٹوس لینے سے انکار کیا یہ حرکت چونکہ قوانین جنگی کے  
 بالکل برخلاف تھی اس لیے فوراً وہ گرفتار کر لئے گئے اور افسران فوج نے انہیں آٹا  
 سپرد کر دیا اور کورٹ مارشل یعنی عدالت جنگ میں ان پر جرم عدول حکمی اور بغاوت ثابت  
 ہوا اور ہر شخص کو ان میں سے چوبیس برس سے دس برس تک کی قید یا مشقت کی سزا کا  
 حکم سنایا گیا چنانچہ تاریخ مئی کو اس حکم کی تعمیل ہوئی اس صبح تمام فوج گوردوار  
 ہندوستانی پریٹ پر جمع ہوئی اور ہر مجرم وہاں لائے گئے اور تمام فوج کے سامنے  
 انکی وردی اتاری گئی اور بیڑی اور زینکڑی ہر ایک کو پہنا کر جیلانی نہ روانہ کیا پانچویں  
 کر نیچے وقت مجرموں اور انکے رسالہ کے سواروں میں جو وہاں موجود تھے ایسے اشارے  
 ہوئے کہ جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ مجرم انکی طرف بنظر کمال طعن دیکھ رہے ہیں اگرچہ  
 رسالہ کے سواروں کے تیور بدل گئے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ اپنے بھائیوں کی یہ  
 بے عزتی نہ ہونے دیں لیکن اتنی گورہ فوج کے سامنے ان کا کچھ قابو نہ چل سکتا تھا جب  
 مجرموں کی روانگی کے بعد کل فوج نے لین کی طرف مراجعت کی تو سب ہندوستانی فوج  
 سخت برا بکھینچتے اور خفا معلوم ہوتی تھی اور اس تمام روز اور شام کو ان میں صلہ حین اور  
 مشورے اور تجاویز ہوتی رہیں۔ اہل فرنگ کو کبھی اس امر کا خیال بھی نہ تھا جو دوسرے  
 روز دسویں تاریخ ماہ مئی عہدہ اتوار کے روز شام کے وقت ظہور میں آیا اس روز  
 گویا سرکشی کھلم کھلا شروع ہوئی۔ انگریز سپاہی اور ہمیں اس وقت شام کی نماز کو گرجہ کی



طرف سوار ہو کے جاتی تھیں کہ چایک تھکا کہ غنیمت پیا ہو گیا نہ دونوں کی آوازیں آئے  
 لگیں اور یہ طرف آگ روشن ہو گئی تجارت گری اور قتل شروع ہوا پانچ بجے شام کو تیسرا  
 رسالہ اور سب ویز پلٹیں مسلح ہو سکے۔ دوپہر پلٹیں کی ٹرین میں گھس گئی اور ان کو بھی اپنے  
 ساتھ لیا یہ سن کر نیشنل فیس صاحب امن سرگیا بھاریہ پلٹیں سوار ہو کے ٹرین میں آئے اور  
 اپنے سپاہیوں کو سمجھا سنے لگے لیکن بیسویں پلٹیں کے سپاہیوں نے ان پر ایک بار بار  
 اور گولیوں سے ان کا بدن چھلنی کر دیا یہ اول امن رتھے جو بنا موت کے شروع میں مارے  
 گئے یہ دیکھ کر اور امن گورہ چھاؤنی کی طرف چلے گئے تیسرے رسالہ کے سواروں نے  
 اول جیلانی کو جا کر توڑا اور اپنے بھائیوں کو قید بنے رکھا اور ان کے ساتھ بارہ سو قیدی  
 جو محبس میں تھے وہ بھی رہا ہوئے پھر تو ان سب باغی سپاہیوں نے محشر پر پا کر دیا چاروں  
 طرف چھاؤنی میں آگ لگا دی عیدائیوں میں سے عورت و مرد اور بچے جو ان کے بچے میں  
 آئے انھیں اس جرحی سے قتل کیا کہ لکھتے ہوئے دل کا پتہ اسے گورہ فوج یہ ماجرہ  
 دیکھ کے تیار ہو گئی لیکن تا وقتیکہ وہ ہندوستانی چھاؤنی تک پہنچے رات بہت آگئی تھی  
 اور تاریکی چھا گئی تھی سرکش سب جلا پھونک کے اور قتل کر کے دہلی کی طرف فرار ہو گئے  
 یہ ہوتے ہی ضلع میں بد انتظامی اور بد عملی پیدا ہو گئی۔ عملہ پولیس بھاگ گیا۔ شہر بے ڈاک بند  
 ہو گیا تاریکی ٹوٹ گئی اور لوٹ کھسوٹ ہوئے مکی اتالیخ مکی کو کمپنیاں سپہزائیدہ مکنز  
 یعنی سفر مینا کی رڑکی سے میرٹھ پہنچیں اسی روز انھوں نے اپنے امن سرگیا بھاریہ صاحب  
 کو مار ڈالا اور خود دہلی کی طرف روانہ ہوئیں اور کمپنیاں کہ نہ بھاگیں ان کے ہتیا چھین لیے گئے

### باغیوں کا دہلی میں داخل ہونا

سوار اور سپاہی میرٹھ سے راتوں رات بھاگ کے اور چالیس میل منزل طے کر کے اویں

تایخ کی صبح کو دہلی میں داخل ہوئے دہلی کی چھاؤنی میں جو شہر سے مشرق کی طرف  
 دو میل کے فاصلے پر واقع ہے ایک ہندوستانی توپخانہ اور تین ہندوستانی پلٹن ۳۸  
 ویں اور ۴۵ ویں اور ۷ ویں مقیم تھیں اور برگڈیرگر پوس صاحب اس فوج کے حاکم  
 تھے دوشنبہ کے روز ۱۱ ویں تایخ ماہ مئی ۱۸۵۷ء کو دستور سب کچھ ریاں ہو رہی تھیں  
 کہ اتنے میں باغیوں کی آمد آمد کی خبر مشہور ہوئی۔ جب اس امر کی اطلاع مسٹر جینس صاحب  
 محبٹریت شہر کو ہوئی۔ بگی دوڑ کے چھاؤنی پہنچے اور برگڈیر صاحب کو اس خبر سے مطلع  
 کیا انھوں نے ۴۵ ویں پلٹن کو مع دو ضرب توپ سپرداری کرنل پہلی صاحب طیار ہو گیا  
 حکم دیا جب صاحب محبٹریت چھاؤنی سے واپس شہر کے کشمیری دروازے پہنچے  
 اس وقت ایک بلوہ عظیم شہر میں برپا ہو گیا تھا اور بڑا ہجوم تھا۔ مسٹر لباس صاحب جج  
 نے انکو اندر جانے سے منع کیا لیکن انھوں نے نہ مانا پھر ان کا پتہ نہ لگا کہ وہ کیونکہ  
 اور کہاں مارے گئے۔

مسٹر سامن فریزر صاحب کشنر باغیوں کی آمد کی خبر سنتے ہی بگی میں سوار ہو کے  
 کلکتہ دروازہ پر جو ماہین چل اور شہر کے واقع ہے پہنچے وہاں انھوں نے باغیوں کو شہر  
 میں آنے سے روکنا چاہا لیکن نہ سکا۔ مسٹر ڈو صاحب مہتمم تار بقی اور سار جٹ پل کو  
 باغی قتل کرتے ہوئے ہر دوازہ مذکور سے شہر میں آگئے اول سوار داخل ہوئے جتنے  
 پہلے سامن فریزر صاحب جج اور کپتان ڈنگلس صاحب قلعہ دار کا مقابلہ ہوا بعض کہتے  
 ہیں کہ جج صاحب موصوف وہیں مارے گئے اور بعض کی روایت یہ کہ وہ کپتان  
 ڈنگلس صاحب کے گھر پر جو قلعہ کے دروازے پر تھا مع کپتان صاحب موصوف اور  
 بادی خننگ صاحب اور انکی بیٹی کے قتل ہوئے باغیوں نے قلعہ میں جا کر شاہ کو

اپنا افسر قرار دیا جیلخانہ جا کے تمام قیدیوں کو رہا کیا اور ویلکینج میں جہاں ایک  
 بڑی جماعت تپشن اور عیسائیوں اور صاحبان میگزین بیوہ بچوں کی تپتی قتل  
 کرنی شروع کی بہت سے عیسائی عورت و مرد اور بچے جنھوں نے کشن کڈ دے والے راجہ  
 کی جوہلی میں پناہ لی تھی آخر کو قلعہ میں مہاتما نیک کو بڑی ہیراجی سے قتل کیے گئے کشمیری  
 دروازے کے متصل یورپی مدرس اور مسٹر پرسفورڈ صاحب مہتمم بنک سو تمام بکٹ  
 کے مار گئے۔ پاروی لے مسٹر صاحب اور مسٹر سائڈ لین اور مسٹر نوس کا کہ صاحب اور  
 ڈاکٹر جین لال صاحب سب اسپتال سرچن ہلی بھی قتل کیے گئے گلوں میں آگ لگا دی اور  
 ٹوٹ شروع کر دی ہم دیکھ کر پلٹن جو چھاؤنی سے رخصت ہوا واپس نظام کیواسطے شہر کو  
 آئی وہ بھی کشمیری دروازہ میں داخل ہوتے ہی باغیوں میں لپکتے اور کپتان ہمت علی صاحب  
 کپتان بروس صاحب۔ لفٹننٹ اوڈ اور ڈاکٹر صاحب۔ لفٹنٹ وائس فیڈ صاحب ڈاکٹر ڈوگلا  
 صاحب جو پلٹن کے ساتھ تھے باغیوں کے ہاتھ سے مار گئے اور کپتان ہری صاحب  
 کو جن کے سر و رخم لگے تھے جگان مرہ چھوڑ کے چلے گئے جن کو اسپتال ڈاکٹر صاحب کاٹھی  
 میں ڈال کے چھاؤنی لے آئے برکٹ صاحب نے یہ حال دیکھ کر چھاؤنی کا انتظام کیا اور  
 سب انگیز معزز و بچہ نشان برج میں جمع ہوئے یہ ایک چارویواری کا گول گھر ملا تھا  
 شہر اور چھاؤنی کے واقعہ جو چہر فوج کا نشان رہتا تھا اگرچہ یہ مقام سخت کمزور تھا لیکن  
 اس امید سے کہ انگریزی فوج جو قریب میرٹھ میں ہو عنقریب آکر مدد دیگی اس لیے سب  
 محال ہوں کہ یہاں قیام کیا اور برگڈیر صاحب نے فوج کو مختلف جگہ تقسیم کر کے تھا  
 سوتوں پر توپیں لگادیں حکام ملکی وغیرہ مثلاً لباس صاحب جج اور ڈاکٹر بالو صاحب  
 اور مارشل صاحب سو داگر بھی شہر سے بھاگ کے اس برج میں آ گئے۔ لفٹنٹ ڈوگلا بھی

ہتھ میگزین شہر نے اس خبر کے سنتے ہی کہ باغی شہر میں گھس آئے ہیں میگزین کی  
 حتی الامکان بڑی حفاظت کی صدر دروازہ اور اس دروازہ پر جہاں سے توپخانے کو  
 جاتے ہیں اور اور موقعوں پر توپیں المضاعف چہرہ بھر کر لگا دیں اور لفٹ صاحب  
 موصوف کے حکم کے بموجب مشربکل مشربکلے سارجنٹ اسٹوارٹ نے نہایت بجاگری  
 اور شجاعت کے ساتھ ایک باروت کی لکیر مخزن باروت تک قائم کی اس عہدہ سے کہ جب  
 ناب مقابلہ بیگی اسوقت میگزین میں آگ دیکھ کر جائینگے باغی قلعہ سے سیڑھیاں لاک  
 میگزین کی دیوار پر جوق جوق چڑھ گئے لیکن تاہم ان چند انگریزی افسروں نے پانچ  
 گھنٹہ تک ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کیا۔ جب آخر کو سرکش میگزین پر بالکل قابض اور  
 محیط ہو گئے اسوقت حسب لایا لفٹ ولوبی صاحب کے مشربکلے صاحب نے باروت قائم  
 صدر میں آگ لگا دی اسوقت ایک ایسا صدمہ عظیم ہوا کہ تمام شہر میں زلزلہ پڑ گیا اور آسمان  
 پر سفید غبار چھا گیا صدمہ باغی میگزین کی دیواروں کے نیچے دیکھ کر مر گئے لیکن قدرت خدا  
 کی دیکھئے کہ میگزین کے کل انگریزوں کے صاف نکل گئے۔ اگرچہ پھر لفٹ ولوبی صاحب  
 اور اور انگریز ہائر گناروں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ بغاوت کے بعد ملٹن ممبر ہ کی  
 کینیاں ۳۸ ویں اور ۷ ویں ملٹن جو کشمیری دروازہ پر مقیم تھیں بہت عرصہ تک خاموش  
 رہیں اسی وجہ سے وہاں پر بہت سے انگریزوں اور بمیوں نے پناہ لی تھی لیکن آخر قریب  
 تعمیر پہر کے انھوں نے بھی بغاوت کی گورڈن صاحب ۴ ویں ملٹن کے کپتان کو  
 مار ڈالا اور بعد ازاں لفٹ روہی صاحب اور لفٹ اسمتھ صاحب کو قتل کیا یہ حال کچھ  
 انسان لطیف لفٹ اوسبرن اور اور افسر اوپومیس فصیل شہر سے خندق میں کود کے  
 بھاگے ۴ ویں ملٹن کی کمپنیوں کو جنھیں شہر کے انتظام کے واسطے بھیجا گیا تھا برکڈیر



بهادر شاه

صاحب نے چھاؤنی کا حال دیکھ کے آنکو شہر سے طلب کر لیا۔ اول تو وہ سب واپس  
 نہ گئے اور جو گئے تھے انھوں نے اپنے افسر میجر امیٹ صاحب کو چھاؤنی تک لے لیا۔ امت  
 پہنچا کے خود شہر کو مراجعت کی جو سپاہی کہ اب چھاؤنی میں تھے آنکو برگڈیر صاحب نے  
 ملکہ دیکر تم باغیوں پر چلکر حملہ کرو لیکن انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ جب سب طرح سے  
 کام میں آیا تو وہی ہو گئی اور کوئی صورت انتظام اور بچاؤ کی نہ رہی اور اب بھی آخر ہونیکو تھا  
 سو قتلہ کل انگریزوں کی یہی رائے ہوئی کہ یہاں رہنا مصلحت نہیں اب بھاگ چلنا چاہیے  
 اس وقت سب یورپی اور سپاہیوں نے بچنے کا طریقوں اور گھوڑوں پر سوار اور بعض پادیاہ سرج  
 نشانہ سے کل چلے۔ بعض نے میرٹھ کی راہ لی اور بعض کرناٹ کی طرف روانہ ہوئے۔  
 ان لوگوں کی مصیبتوں کا حال بیاں سے باہر ہے تمام ملک ان کا یکا یک دشمن ہو گیا تھا  
 گنواروں نے ان کے ساتھ بڑی زیادتیاں کیں۔ بعض ان میں سے بہرائچ والی اور نکالیف  
 جہاں پہنچے اور بعض راستہ ہی میں برابر باغیہتیں اٹھا کر مارے گئے بچاری نادر پروردہ  
 مسوں اور بیویوں کو جنھوں نے گھر سے باہر قدم بھی نہ رکھا تھا منزلوں جہو کی پیاسی اور برہنہ  
 جاتی ہوئی و صوبہ میں افتاد خیراں چلنا پڑا۔ میروں اور قزاقوں نے بدن پر ایک خنجر  
 لٹکے رکھا نقدی اور زیور کا قہ کیا ذکر ہے کوئی جگہ ایسی نہ رہی کہ جہاں کوئی انگریز دم بھر  
 چھینا اور آرام لے سکے جہاں کہیں وہ تھکے ماندے اور شکستہ حال پناہ کے خواہندگار  
 ہوتے تھے وہیں سے لوگ باغیوں کے خوف سے انھیں نکال دیتے تھے۔



# دوسرا باب

## واقعات دہلی

دہلی کا روزنامہ ۱۲ مئی ۱۹۵۷ء سے ۳۰ مئی ۱۹۵۷ء عیسوی تک

(منقول از روزنامہ چنی لال مجسٹریٹ)

۱۲ مئی ۱۹۵۷ء کو روز شنبہ کو بادشاہ دیوان عام میں آئے اور مجری مہراجا لاسے ۴۴ درجن ہنر  
کے پلٹن کے صوبہ داروں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ چندا بلکار سردار مانی کے واسطے قمر  
کیے جاویں رام سہاسے بن اور دہلی کی مل مقرر کیے گئے کہ وہ پانسو روپیہ کی رسد خزانہ وغیرہ  
سرا انجام کر کے پلٹنوں میں پہنچا یا کریں۔ محمد اسد سیم بن علی محمد سوداگر کے گھر میں چار نگہین  
پوشیدہ تھے سواروں نے سنکر سوداگر مذکور کے گھر کو لوٹ لیا اور فرنگیوں کو ملوث ڈالا ایک  
بیجاری عیسائی عورت ہندوستانی کپڑے پہنے ہوئے لال ٹوکی کے قریب چلی جاتی تھی۔  
سواروں نے اسے قتل کر ڈالا تلنگوں نے شہر میں چند و کامیں کوٹ میں بادشاہ  
یہ سنکر میرزا منیر الدین کو جو پہلے پہاڑ گنج کا تھانہ دار تھا منظم شہر مقرر کیا اور ٹوٹ اور غازی  
روکنے کے واسطے اسکو مع ایک پلٹن تلنگان کو توالی روانہ کیا مرزا مذکور نے اطلاع کی کہ  
سپاہی چوٹی والوں کا بازو ٹوٹ رہے تھے یہ سنکر بادشاہ نے سب پلٹنوں کے صوبہ داروں  
کو طلب کیا اور ان سے اس امر میں اپنی ناراضگی ظاہر کی اور کہا کہ اسکا انتظام ضرور ہے  
ایک پلٹن کا دہلی دروازہ پر تعین ہوا اور ایک زیر جھوکہ اور ایک ایک کمپنی اجیری اور لالہ  
اور کشمیری داواؤں پر اور ایک کمپنی فراشتانہ کی کھڑکی پر مقرر ہوئی۔ بعد ازاں سوار سپاہیوں  
نے نگر سیتھ کی کلی کو لوٹنا چاہا باشندوں نے دروازے بند کر دیے اور اوپر سے اینٹوں

پتھر مار کے اُٹکھوٹا دیا۔ اکثر انگریزی نويس عيسائی جو راجہ کلیان سنگھ کشن گڑھ والے کی  
 حویلی میں پناہ گیر ہوئے اُن پر سواروں نے حملہ کیا اور بندو قیں چلائیں انگریزوں نے  
 بھی اندر سے مقابلہ کیا سوار بھردو تو پیس لے آئے اُسوقت سب عيسائی مع زن و بچہ  
 اندر تہ خانوں میں چلے گئے اور سوار واپس چلے آئے۔ شاہ نے مرزا منغل کو ہدایت کی کہ ایک  
 لکپنی سپاہیوں کو ہمراہ ليکے لوٹ کا انتظام کرے چنانچہ مرزا باہتی پر سوار ہو کے تھانہ بہ تھانہ  
 گئے اور اعلان عام دیا کہ جو کوئی لوٹ کر لگیا اُسکی کان اور ناک کاٹ دیجیائی اور دوکاندار اگر  
 دوکانیں نہ کھولینگے اور سپاہیوں کے ہاتھ سودا بیچنے سے انکار کریں گے تو سزا پاؤنگے اور  
 مقید ہونگے دو فرنگی جو ہندوستانی لباس پہنے ہوئے چلے جاتے تھے گرفتار ہوئے۔ اور  
 کوتوالی کے سامنے ماری گئے۔ شاہ خود باہتی پر سوار ہو کے مع دو پلٹن تلنگاں اور چند ضرب  
 توپ شہر میں دوکانیں کھولانے کے واسطے آئے اور دوکانداروں کو حکم دیا کہ دوکانیں  
 کھولیں اور سب سامان فوج کے ليے سہرا ختام پہنچاویں۔ احسن اللہ خان کی وساطت سے  
 حسین علی مجرا بجالایا اور ایک اشرفی نذر کی گورانی شاہ نے حکم دیدار بار میں حاضر ہو  
 کچھ مشورہ کرنا ہے۔ مرزا منیر الدین کو بابت تقرری منتظم شہر خلعت عطا ہوا اور اُس نے  
 چار روپہ نذر کے گزرنے ۱۳ مئی ۱۸۵۷ء بروز چہارشنبہ شاہ تسبیح خانہ میں تشریف لائے  
 قواب محبوب علیخان اور آفر سردار آداب بجالائے مرزا منیر الدین خان کو حکم ہوا فوج کے  
 واسطے خوراک کا انتظام ابھی تک نہیں ہوا کسی تدبیر کرنی چاہیے۔ شاہ نظام الدین سیراؤ  
 اور بڈھن صاحب کو حکم ہوا کہ اُن سے خلوت ضرور ہے مرزا منغل اور مرزا حفص سلطان  
 اور مرزا عبدالسمہ کو حکم ہوا کہ وہ فوج پیادہ کے کرنیل مقرر ہوئے دو دو ضرب توپ ليکے  
 کشمیری لاہوری اور دہلی و راولوں پر جا کے انتظام کریں شاہ نظام الدین نے



عرض کی کہ سواروں نے نواب میر حامد علی خاں کو یکڑ لیا ہے اور جو اسر خانہ تک پیادہ  
 حکیم حسن الدخان کے پاس لے گئے ہیں اس الزام سے کہ اُسکے گھر میں فرنگی  
 پوشیدہ ہیں۔ شاہ نے نظام الدین کو حکم دیا کہ سوار و پیادہ لیکر میر نادر کے گھر کی  
 تلاشی لو چنانچہ تلاشی کے وقت کوئی فرنگی اُسکے گھر سے نہ نکلا بعد تلاشی میر کو رہا کیا اور  
 اس کا مال دلوادیا۔ مرزا ابوبکر سواروں کے رسالہ کا کرنیل مقرر ہوا۔ چند سوار کرنیل سکندر  
 صاحب کے گھر پر گئے اور مسٹر جوزف اسکندر صاحب کے لڑکے کو گرفتار کر کے کوٹوالی کے  
 سامنے لاکے مار ڈالا سوار بعض اشخاص کے بہکانے سے رام سرن واس ڈوٹی کلکٹر  
 متوفی کے گھر پر گئے اور اس بہانہ سے کہ اُسکے گھر میں فرنگی پوشیدہ ہیں سارا مال اسباب  
 لوٹ لیا بار شاہ نے سب پلٹوں کو چار چار سو روپیہ خرچ کے واسطے عنایت کیا مرزا منیر الدین  
 منظم شہر نے اشتہار دیا کہ جس کسی کو نوکری کرنی منظور ہو اپنے ہتھیار یکے حاضر ہو۔  
 اور جس کسی کے گھر میں کوئی عیسائی پوشیدہ ہوگا اُسکو مرزا سنگین ہوگی۔ نواب حمید علی خاں  
 اور نواب علی داد خاں والی مالاکٹھ حسب الطلب حاضر ہوئے اُنکو حکم ہوا دربار میں روز  
 حاضر ہو کریں۔ شاہ نے بنیوں کے چودہریوں کو بلا کے حکم دیا کہ غلہ کا ایک بھاؤ مقرر  
 کر کے اپنی اپنی دوکانیں کھول دو ۱۴ مئی ۱۸۵۷ء روز چہینہ شاہ دیوان  
 خاص سے تسبیح خانہ میں آئے حسین مرزا کوپتان ولد علی خاں۔ حسن الدخان۔ میرزا  
 منیر الدین خان۔ مرزا ضیاء الدین خان اور مولوی صدر الدین خاں آداب بجالائے۔  
 اور مولوی صدر الدین خاں سے ایک اشرفی نذر کی گزرائی شاہ نے اُنکو حکم دیا کہ تم سرخجام  
 کار عدالت ملای کرو لیکن مولوی صاحب نے اپنا عند بیان کیا۔ بعد ازاں خزانچی سالگرم  
 حسب الطلب حاضر ہوا اور ایک اشرفی نذر کی گزرائی بادشاہ نے پوچھا کہ خزانہ میں کتنا پیسہ

ہے اُسے کہا کہ مجھے معلوم نہیں سحمت علیخان کو حسن علیخان نے پیش کیا جسے ایک  
اشرفی نذر کی گزرائی شاہ نے پوچھا یہ شخص کون ہے عرض کیا گیا کہ یہ نواب فیض محمد  
خاں کا بیٹا اور حسن علی کا بیٹا ہے اسکو حضور میں پیش کیا ہے، بھتیجا جو محمد علیخان بن  
سالار جنگ خاں نے ایک اشرفی نذر کی گزرائی بادشاہ نے اُس کا حال دریافت کیا عرض  
کیا گیا کہ یہ شخص نواب بہادر جنگ خاں رئیس داندی کا بھتیجا ہے۔ راجہ رام سنگھ واپس  
جیسپر کے نام فرمان جاری ہوا کہ وہ اپنے کو مع فوج وہلی میں حاضر کرے۔ بعد ازاں اسی  
حکم کے فرمان بنام عبدالرحمن خان دائیہ جھجر اور بہادر جنگ خاں رئیس داندی اور  
اکبر علیخان نواب پاتودی اور راجہ ناہر سنگھ واپس لیے بلب گڑھ اور حسن علیخان دو جانہ والہ  
اور محمد علیخان نواب فرخ نگر جاری ہوئے اور مرزا امین الدین خاں اور مرزا ضیاء الدین  
خاں کے نام بھی احکام اس مضمون کے جاری ہوئے کہ وہ انتظام جھکر کے فیروز پور  
اور گورکھا گڑھ کا بخوبی کریں خبر آئی کہ جنگ راول کے گوجر ہر شب سبزی منڈی اور  
تینی واڑہ اور راجپور وغیرہ کی دکانیں لوٹ بیٹھے ہیں۔ مرزا مغل کو حکم ہوا کہ اس امر  
میں کاتمہ ارک کوڑے چنانچہ مرزا بوجھنے سے اپنے رسالہ کے جا کر جنگ راول کا نوکولوٹا اور  
جلالید ایک گورہ سپاہی جو بلوچا جاسوس شہر میں آیا تھا گرفتار ہوا بادشاہ نے اسکو جلیا  
بھیج دیا وایک سیم بھی سفید ہوئی۔ منیر الدین خاں کے نام حکم ہوا کہ ۳۰۰۰ سپاہیں کوٹھانی  
کی طرف مجا کے سبزی منڈی اور پہاڑی وغیرہ کا انتظام کرادو کہ لوٹ وغیرہ نہ ہونے  
پائے چلہ سافروں نے میرٹھ سے آ کے اطلاع دی کہ فوج گورہ وہاں سے روانہ  
ہو کے آتی ہے۔ تنگنوں کو یہ خبر غلط معلوم ہوئی انھوں نے ان چاروں آدمیوں کو  
حوالت سپر کیا۔ خانہ دار پہاڑ گنج کو حکم ہوا کہ مسٹر فریزر صاحب کشتہ اور کپتان ڈگلس صاحب

قلعہ دار کی لاشوں کو قبرستان میں دفن کر کے اور باقی فرنگیوں کی لاشوں کو دریا میں پھینک دیا  
 اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ گو جہوں نے فریزر صاحب کے گھر کو نوٹ لیا اور کشتی اور کھانسی  
 کے دفتر کو غارت کیا۔ **۱۸۵۵ء** عروج حمزہ شاہ دیوان خاص میں تھے مولوی  
 عبدالقادر نے ایک فہرست بابت تنخواہ فوج (جو اسے تیار کی تھی) گزرائی۔ مولوی مذکور کو بات  
 تقریری عہدہ نیابت نواب محبوب علی خاں ایک جوڑا دو شالہ کا عطا ہوا اسلام علی خان متہم  
 کا لامل معصیر اکبر علی سوار (جو فریزر صاحب کی اردلی میں رہتا تھا) حاضر ہوا سوار نے  
 عرض کی کہ پچاس سوار نواب جھجھر کے حاضر ہیں اور نواب صاحب خود بیاعت اس امر کے  
 کہ ملک میں بعلگی اور بد انتظامی ہو دربار میں حاضر ہوئیے قاصر ہیں۔ مولوی احمد علی بلٹ  
 کے راجہ کی طرف سے دربار میں حاضر ہوا۔ اور ایک روپیہ نذر گزرا اور راجہ کی عرضی پیش کی  
 جس کا مضمون یہ تھا کہ بیاعت غارت اور فتنہ و فساد جو گوجروں نے مچا رکھا ہے میں خود  
 حاضر نہیں ہو سکتا انشاء اللہ بعد انتظام حاضر دربار شاہی ہو گا اس کے نام حکم جاری ہوا  
 کہ جہاننگ ہر جلد حاضر ہو۔ خبر پونہچی کہ صاحب محشریٹ رہتک ضلع چھوڑ کے چلے گئے  
 اور یقین ہے کہ خزانہ لٹ جاوے گا۔ شاہ نے ایک پلٹن سپاہیوں اور کچھ سواروں کو حکم دیا  
 کہ خزانہ رہتک کا لے آئیں۔ عبدالکریم کے نام حکم ہوا کہ چار سو سپاہی پانچ روپیہ ہجاری  
 کی شرح پر اور ایک رسالہ سواروں کا مہیا روپیہ ہجاری کی شرح پر بھرتی کرے چنانچہ دو سو  
 آدمی کچ کی تاریخ بھرتی ہو گئے۔ بادشاہ کی طرف سے سواروں کے نام حکم جاری ہوا کہ مرزا  
 ابوبکر موقوف کیا گیا اور سوار خاص شاہ کے زیر حکم ہیں۔ قاضی فیض اللہ دربار میں حاضر  
 ہوا اور پانچ روپیہ نذر گزرائے اور عرضی دی کہ میں کو نوال شہر مقرر کیا جاؤں بادشاہ نے  
 اسکی درخواست قبول فرمائی۔ چھ سنگہ پورہ کے میواتیوں نے سڑک آہنی کے افسر کا

مال و اسباب قریب چار ہزار روپیہ کا لوٹ لیا چنانچہ پیادہ اور سواروں کا یہ مشورہ ہوا کہ  
 میواتیوں کو گرفتار کر لیں اور جینگہ پورہ کو غارت کریں یہ سنگار لالہ بدھ سنگہ بھار راجپوت متبعین  
 جے سنگہ پورہ نے بادشاہ کو عرضی دی اس پر حکم ہوا کہ کوئی سپاہی جینگہ پورہ کو بالاحکم شاہی  
 نجانے پائے بادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ سپاہی شہر کے انتظام کے واسطے ننگی تلوار لیکے  
 گشت کرتے ہیں جس سے باشندوں اور دوکانداروں کو دہشت معلوم ہوتی ہے حکم ہوا کہ  
 آئندہ سے کوئی تلوار برہنہ یکے شہر میں نہ پھرتے پائے۔ پیادہ اور سوار باہم مشورہ کر کے  
 شاہ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ انکو تنخواہ اور کپڑے ابھی تک نہیں ملے۔ اور  
 انکو یقین ہے کہ نواب محبوب علیخان اور حکیم احسن اللہ خاں انگریزوں سے سازش رکھتے  
 ہیں نواب محبوب علیخان نے قرآن پڑھا تو رکھ کے قسم کھائی کہ اسکو انگریزوں سے کچھ  
 واسطہ نہیں ہے آغا مخدوم کا سپاہیوں نے گھر لوٹ لیا۔ ۱۶ مئی ۱۸۵۷ء روز  
 شنبہ شاہ نے دیوان عام میں دربار کیا حکیم احسن اللہ خاں اور بخشی آغا سلطان اور کپتان  
 ولد علیخان اور رحمت علیخان حاضر ہوئے سوار اور پیادہ مع افسروں کے ایک خط حکیم  
 احسن اللہ خاں اور نواب محبوب علیخان دہنام صاحبان انگریز دربار میں گئے انھوں نے  
 بیان کیا کہ یہ خط دہلی دروازے پر پکڑا گیا ہے اس میں یہ دونوں شخص نہ کور انگریزوں کو  
 بلانا چاہتے ہیں کہ اگر انگریز جو ان سخت کو ولیعہد کریں تو وہ سب سپاہیوں کو گرفتار کر دینگے  
 یہ خط احسن اللہ خاں اور نواب محبوب علیخان کے سامنے رکھا گیا انھوں نے محض انکار  
 کیا اور کہا کہ یہ ہمارا خط نہیں ہے یہ جعل ہے اور نہ اس پر ہماری مہر ہے سپاہیوں کے سامنے  
 اپنی خبریں مطابقت کیواسطے امار کے پھینک دیں اور قرآن کی قسم کھائی کہ یہ خط ہمارا نہیں  
 بعض شخصوں نے سواروں کو اطلاع دی کہ کچھ فرنگی نہر کی مورچوں میں پوشیدہ ہیں۔ یہ

سنکر مرزا ابو بکر سواروں کے ساتھ موقع پر جہاں مجبوروں نے نشانہ ہی کی مٹی گئے اور مرزا  
 مذکور نے نہر میں کود کر گولی چلائی لیکن کوئی فرنگی وہاں ظاہر نہ ہوا۔ بعد ازاں سواروں نے  
 تلواریں میان سے نکال کر حکیم احسن الدخان کو گھیر لیا اور کہا کہ تو انگریزوں سے  
 سازش رکھتا ہے اس واسطے تو نے سب فرنگیوں کو جیلیں نہ میں قید کر رکھا ہے کہ جب انگریز  
 آویں تو انکو حوالہ کیا جائے۔ غرض کہ اس امر میں بڑا جھگڑا رہا اخیر فیصلہ اس بات پر ہوا کہ  
 کہ جیلہ عیسائی اور عجم اور بچے جو جیلیں نہ میں مقید تھے سواروں کے حوالے کئے گئے تاکہ  
 وہ ان سب کو قتل کریں مرزا منجھلے نے اس وقت بیان کیا کہ عورتوں کا قتل کرنا شرع  
 محمدی میں جائز نہیں ہے سوار مرزا موصوف کے قتل پر آمادہ ہوئے لیکن وہ بھاگ کر  
 بچ گیا تمام فرنگی قیدیوں کو قلعہ میں نقارخانہ کے قریب بٹھا کے ایک سوار نے قراہین بھر کے  
 ماری اس سے ایک خاص شاہی نوکر زخمی ہوا۔ اسکے بعد بادشاہ کے خاص لوگوں نے  
 تلوار سے سب مردوں عورتوں اور بچوں کا سر کاٹا ایک شخص کی تلوار ٹوٹ گئی اور تپتیل  
 کے لاشوں کو چھکڑوں میں بھروا کے دریا میں پھکوا دیا۔ نواب مالگڈہ کے نام حکم پہنچا  
 کہ اضلاع شرقی دریا جہن میں گوجروں نے بڑا فساد اور بلوہ مچا رکھا ہے اس کا تدارک کرے  
 لاہوری دروازے کے دوکاندار ناشتی ہوئے کہ کاشی ناتھ نھانہ دار ایک ہزار روپیہ بطور  
 رشوت مانگتا ہے اور دھمکا تا ہے کہ در صورت نہ ادا کرنے روپیہ کے وہ سبکو گرفتار کر کے کو توالی  
 چالان کر دیگا۔ یہ سنکر حکیم احسن الدخان نے کو توال قاضی فیض احمد کے نام حکم بھیجا کہ  
 نھانہ دار مذکور کو سپرد حوالہ کرے۔ **۱۸۵۷ء** روز یکشنبہ بادشاہ دیوان  
 خاص میں تھے جبکہ چند سوار اور پیادے مع اپنے افسروں کے حاضر ہوئے اور عرض کی  
 کہ انھوں نے سلیم گڈھہ کی بخوبی مضبوطی کی ہے اور مورچہ بنایا ہے جسکو حکم اس کو حفظ

فرما دیں چنانچہ بادشاہ تخت رواں پر سوار ہو کر وہاں گئے اور توپوں کا ملا خطہ کیا۔ اور  
 مراجعت کی اور سپاہیوں کی دلچسپی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور اگر کوئی فرنگی گزرا  
 کر کے لاؤ تو میں خود پہنے ہاتھ سے مار ڈالنے کو تیار ہوں اور تمکو چاہیے کہ حکیم احسن اللہ  
 خاں اور محبوب علی خاں اور ملکہ زینت محل پر بھی اعتبار کھلی رکھو سپاہیوں کو یہ سن کر حکیم  
 مذکور کی طرف سے شک جاتا رہا دیوان عام میں چند سپاہیوں نے قیام کیا تھا چنانچہ وہاں  
 سے اُن کو اٹھا دیا گیا اور برسوں کے بعد اس مکان کی از سر نو آ رہنگی ہوئی اور فرش باور  
 قالین اور جھاڑ اور فانوس سے مکلف کیا گیا مرزا امین الدین خاں اور ضیاء الدین خاں  
 حسب اطلب حاضر ہوئے انکو حکم ہوا کہ ہر روز دربار میں حاضر ہو کر یہ انھوں نے  
 بیماری کا غرض پیش کیا پھر بادشاہ نے انکو حکم دیا تم کو فوج بھرتی کرنی چاہیے کیونکہ ایک  
 بڑے ملک کا انتظام تمہارے سپرد کیا جا چکا انھوں نے جواب دیا کہ حسب احکام عمل  
 میں آئیگا بعد از اوت خاں اور سیر خاں برادر نواب مصطفیٰ خاں جہانگیر آباد اور اکبر خاں  
 وغیرہ حاضر ہوئے اور دو دو روپیہ نذر کے گزرتے۔ اتنے میں ایک سوار آیا اونہر کی  
 کہ چند لاکھ روپیہ بابت مالکداری گورکھانہ بھراست ایک کمپنی پیادہ کاں اور چند سوار پٹی  
 کو آتا تھا راستہ میں تین سو میواتیوں نے حملہ کیا جو اور لڑائی ہو رہی ہے یہ سنکر مولوی  
 محمد باقر چھاپہ خانہ واسے کو حکم ہوا کہ فوراً دو کمپنیاں سپاہی اور ایک تربت رسالہ کا لیکے جائے  
 اور نذر کے کو محفوظ رکھے آوے۔ ندولی کے زمینداروں نے حاضر ہو کر ایک ایک روپیہ  
 بطور نذر گزارنا اور اپنی نمک خلائی اور اطاعت ظاہر کی بادشاہ نے اُن سے فرمایا کہ  
 اپنے گانوکا انتظام قرار واقعی رکھو۔ دو ہر کارہ شاہی میرٹھ سے واپس آئے اور خبر کی  
 کہ قریب ایک ہزار فرنگی مرد اور عورت اور بچہ صدر بازار میں جمع ہو کے رہتے ہیں اور سوچنے

تو میں چڑھا کر سوچہ قائم کیا جو اور بیان کیا کہ گوجروں سے میرٹھ اور سلیم پور کیج میں  
 بڑی ٹوٹ مچا رکھی ہے اس واسطے بادشاہ نے دو کمپنیوں کو پل جنین پر تعین کیا حکیم  
 عبدالحی نے حاضر ہو کر پانچ سو بیسہ نذر کے گورلے پانچ کمپنیاں سیپہ زانیدہ ماستر یعنی مصریوں  
 کی دہلی میں داخل ہوئیں۔ مہاراجہ نراند سنگھ والی ٹیپالہ اور رام سنگھ راجہ پور اور  
 راجگان الورا اور جوہ سپور اور کوٹہ اور پونڈی وغیرہ کے نام فرمان جاری ہوئے کہ وہ جلہ  
 حاضر ہوں ۱۸ مئی ۱۸۵۷ء روز و شنبہ بادشاہ دیوان خاص سے دیوان عام  
 میں رونق افروز ہوئے اور تخت سلطنت پر جلوہ فرمایا اور پانچ پلٹنوں کا انگریزی باجو  
 بختار ہا اور طلعہ ہائے فاخرہ مزارمغل کو بابت تقرری عہدہ سپہ سالاری کل فوج اور مزار  
 کو چاک سلطان اور مزارمیدھو اور او بیٹوں کو بابت تقرری عہدہ ہائے کرنیلی فوج اور  
 ابو بکر پتہ کو بابت تقرری عہدہ کرنیلی سپاہوں عطا ہوئیں۔ مزارمغل نے پانچ شرفیاں  
 نذر کی گزرائیں اور شاہزادوں نے ایک ایک اشرافی اور پانچ پانچ روپیہ۔ نواب حسن علی خاں  
 دربار میں حاضر ہو کر آداب بجالایا نواب نے کور سے کہا گیا کہ ہر روز بلاتا تھو دربار میں حاضر ہوا  
 کرے بادشاہ نے ان سے کہا تمکو بہت سالک عطا ہو گا تمکو جاسیئے کہ فوج پیادہ اور سوار  
 بھرتی کرو حسن علی خاں نے عرض کی کہ یہ تو مجھے نہ ہو سکے گا لیکن دربار میں حاضر ہا کرونگا  
 دو سوار جو اور کور فرمان یکے گئے تھے واپس آئے اور عرض کی کہ ہزار گوجروں نے راستہ  
 میں مناد عظیم مچا رکھا ہے اور انھوں نے ہمارے کپڑے اور گھوڑے وغیرہ لوٹ لیے اور  
 فرمان شاہی کو بھاڑ کر ہمارے ہاتھ پر رکھ دیا۔ لیکن بہر راستہ و سماعت ہمارے گھوڑے  
 واپس کیے اور شتر سوار بھی جو فرخنگوٹے نواب کے پاس فرمان لے گیا تھا واپس آیا اور  
 کہا کہ گوجروں نے راستہ بند کر رکھا جو۔ سفر دینا کی پلٹن کے افسر حاضر ہوئے اور بیان کیا

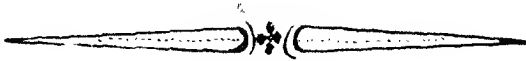
کہ میرٹھ میں سب انگریزوں نے ددمہ پر جمع ہو کے مورچہ قائم کیا ہوا اور جب انکی پانچ  
 کمپنیاں رٹکی سے میرٹھ میں آئیں تو فرنگیوں نے انکو سمجھایا کہ تمھاری تنخواہ بڑھلوی جائیگی  
 تم سب اپنا اپنا کام کرو جب پہنچے یہ منظور نہ کیا تو انھوں نے گراپ بھر کے مارے اور  
 سے زیادہ سپاہی مار گئے اور باقی ہم سب بھاگ کر حاضر حضور ہوئے ہیں انکو ہدایت ہوئی کہ  
 کہ سلیم گٹھ میں قیام کریں۔ نواب محبوب علی خاں نے ایک فہرست سوداگروں اور بریلی  
 کے ساہوکاروں کے نام کی مثل راجی داس گودم والہ۔ راجی داس گوڑ والہ۔ اور خراجی  
 ساگ رام وغیرہ گزرائی چنانچہ یہ فہرست اُسکے پاس روانہ کی گئی اور انکو فہمائش ہوئی۔  
 کہ پچیس سو روپیہ روز کا خرچ فوج کا ہے تم سب کو چاہیے کہ پانچ لاکھ روپیہ کی سبیل  
 کو بوسب ساہوکار اور سوداگر جمع ہو کے محبوب علی خاں کے پاس گئے اور کہا کہ ہم سب  
 لٹ گئے اب روپیہ کہاں سے لاویں اور راجی داس نے کہا کہ اگر اور سب ساہوکار بیچ  
 دیں گے تو میں بھی بیچنے کو تیار ہوں۔ مرزا ابو بکر سالہ کو لیکر چند راول اور وزیر آباد کی طرف  
 گوجرؤں کی تادیب کی واسطے گئے لیکن گوجر فرار ہو گئے ۱۹ مئی ۱۸۵۷ء بمذ شنبہ  
 بادشاہ دیوان عام میں برآمد ہوئے۔ دو سو اور میرٹھ سے آئے انھوں نے بیان کیا کہ بریلی  
 اور مراد آباد سے فوج پیادگان اور سوار مع توپخانہ اور خزانہ کثیر میرٹھ میں پہنچے ان سے انگریزوں  
 نے فریاد کی کہ میرٹھ کی فوج نے نکل کر امی کر کے اور افسروں کو قتل کر کے دہلی کی طرف راہ لی  
 فوج بریلی اور مراد آباد نے انگریزوں کو جواب دیا کہ اسکا عرض تم نے تین سو سفر دنیا کی  
 پلٹن کے سپاہی مار کے لے لیا تھیں ہر کہ تم جسے بھی ایسا ہی سلوک کرو گے۔ یہ سنکر  
 انگریز اپنے مورچہ گاہ میں چلے گئے اور فوج پر گولہ اندازی شروع کی فوج نے بھی مورچہ  
 جاکے گولے مارنے شروع کیے خدا کی قدرت سے ایک گولہ اس سرنگ میں جفرنگیوں نے



لکھنؤ ہی جا پڑا اور سرنگ کے اڑتے ہی تمام فرنگیوں کا سوچ اٹ گیا اب کوئی فرنگی میرٹھ  
 میں باقی نہیں رہا یہ سن کر تمام فوج اور بادشاہ کو نہایت خوشی حاصل ہوئی اور سلیم گڑھ سے  
 پانچ توپیں سرکس بجائیں یہ خبر ملی کہ کلکٹر گورکانہ ضلع چھوڑنے کے وقت سترہ ہزار روپیہ  
 ہر سو کی گڑھی میں چھوڑ گیا ہے اس خزانے کے لئے آئے کے واسطے سو سوار اور دو کنبہ  
 پیادہ روانہ کیے جب یہ روپیہ آگیا تو اسکو خزانے میں جمع کر اپنے کا حکم دیا ایک استرجاعی  
 صاحبہ کا آیا اور اس نے بیان کیا کہ بانی صاحبہ کو انگریزوں بچوں اور میموں کے قتل کی  
 خبر کا ابھی تک اطمینان نہیں ہوا اس امر کی صداقت کے واسطے مجھے بھیجا ہے۔ بادشاہ نے  
 اس سے فرمایا کہ کل فرنگیوں کا خاتمہ ہو گیا اور سوار کو ہدایت کی کہ معہ دو سوار شاہی گوالیار  
 کو روانہ ہوا اور بانی صاحبہ سے کہو کہ جلد مع فوج حاضر حضور ہوں۔ حسین مرزا اور نغمہ محللات کو  
 حکم ہو کہ کنوارا جیت سنگھ چچا مہاراج پٹیا لہ کو پیش کرے چنانچہ کنور موصوف دربار میں آیا اور  
 ایک اشرفی نذر کی گزرائی بادشاہ نے کنور صاحب سے فرمایا کہ تم کو خوب جانتا ہوں۔  
 تم مرث سے وہلی میں رہتے ہو ایک خلعت بھی انکو عطا ہوا۔ احمد مرزا اور حکیم عبداللہ علی حکیم  
 کے لڑکے نے بھی دربار میں حاضر ہو کہ پانچ روپیہ نذر کے گزرائے۔ رسالہ دار مرسلہ  
 محمد کبر علی خان حاضر حضور ہوا۔ اور دو روپیہ نذر کے پیش کیے اور اپنے آقا کی طرف سے عرضی  
 گزرائی اس میں عذر غیر حاضری باعث بی عملگی ملک مرقوم تھا اور لکھا تھا کہ خان نذر کو بعد  
 انتظام فی الفور حاضر حضور ہو گا۔ دو انگریز اور تین میمن اور ایک لڑکا تھو صندی کے گھر میں  
 پوشیدہ تھے باغی سوار یہ سن کر ان کو گرفتار کر لائے اور روزی کا گھر جلا دیا بادشاہ نے ان  
 قیدیوں کو سپاہیوں کی حوالات میں رکھا بادشاہ سلیم گڑھ پر تشریف لے گئے وہاں سلامی  
 ہوئی بیسیوں پلٹن کے افسروں نے بیان کیا ہم کو اعتبار نہیں ہے کہ میرٹھ کا انگریزی

سوچا اٹ گیا اس واسطے ہمارا ارادہ ہے کہ ہم خود میرٹھ جا کر مورچہ کو اڑا دیں بادشاہ نے  
 کہا کچھ ضرور نہیں اور اگر فقہارا ارادہ بھی ہو تو حسب حکم لینے سپہ سالار مرزا مغل کے کام  
 کرنا چاہیے۔ تقاضی فیض اللہ کو تو الٰہ شہر کے پاس حکم گیا کہ دوشتیاں پل جمن کی اپنی  
 جگہ سے ہٹ گئی ہیں چاہیے کہ سومر دوز بھیجے کشنیوں کو دست کرا دو۔ خبر پونجی کہ پلین  
 کے ہندوستانی ڈاکٹروں نے مسلمانان شہر کے ساتھ ملے جامع مسجد میں محمدی جھنڈا  
 قائم کیا بادشاہ نے یہ سنکے ان کو کہلا بھیجا کہ کوئی انگریز اب شہر میں باقی نہیں ہے اس واسطے  
 اب جھنڈا بلند کرنا ضرور نہیں ہے مولوی سعد الدین خاں انکو سمجھانے کو گئے۔ بہت سے  
 جھلکے غلام اور ننگ غیرہ کے گرفتار کر کے شہر میں لائے گئے ۲۰ مئی ۱۸۵۷ء بروز چہار  
 بادشاہ محل کے اندر تہ دیوان عام میں برآمد ہوئے محمد سعید ڈاکٹر حاضر ہو کر آداب بجالایا۔  
 بادشاہ نے کہا تنے انگریزوں کے خلاف جامع مسجد میں محمدی جھنڈا کھڑا کیا لیکن کبئی  
 انگریز باقی نہیں ہے۔ اسلامی جھنڈے کی کیا ضرورت پڑا کٹر نے جواب دیا کہ جھنڈا ہندو کے  
 خلاف کھڑا کیا گیا تھا یہ سنکر بادشاہ نے جواب دیا کہ میرے نزدیک ہندو، مسلمان ایک  
 ہیں بعد ازاں فوج کے افسر حاضر ہوئے اور افسروں نے فریاد کی کہ مسلمانوں نے مسلمان  
 جھنڈا ہندو کے خلاف کھڑا کیا ہر بادشاہ نے انکی دلجمعی کی کہ وہ انگریزوں کے خلاف  
 کھڑا کیا گیا تھا۔ افسروں نے یہ بھی عرض کی کہ میگزین کے ایک نوکروں میں سے ایک  
 چھوٹی برنجی توپ نیے جاتا تھا۔ چنانچہ اسکو پل پر گرفتار کیا ہے۔ بلو شاہ نے حکم دیا کہ اسکو  
 توپ سے اڑا دو۔ مرزا امین الدین خاں اور مرزا نصیر الدین خاں اور حسن علی خاں۔ اور  
 رحمت علی خاں آداب بجالائے بادشاہ نے انکو ایک ایک چوبستری ازراہ الطاف شادمانہ  
 عنایت کی اور افسروں نے پانچ پانچ روپیہ بطور نذر پیش کئے مرزا مغل کے نام حکم ہوا کہ

کہ وہ سپہراری چار پلٹین پیاوگان اور سواران مع چار ضرب قوس میرٹھ کی طرف روانہ  
 ہوں اور مورچہ انگریزی کوڑا دیں۔ مرزے نے مذکور نے عرض کیا کہ مرزا امین الدین بٹیاں  
 اور مرزا ضیاء الدین خان اور حسن علیخان اور اورنگزیس جو بڑے بڑے تعلقوں کے مالک  
 ہیں انکو بھی میرے ہمراہ جانے کا حکم ہو۔ سب رئیس یہ سنکر خاموش ہو رہے۔ بادشاہ  
 نے مرزا ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ سپہراری فوج میرٹھ کو جائے اور خواجہ محبوب علیخان اور  
 حکیم حسن اللہ خاں کو ہدایت ہوئی کہ تمام سامان اخراجات و رسد وغیرہ فوج کے واسطے  
 میرٹھ جانے کو تیار کر دیں چند سواروں نے مبارک بانج جو چھاؤنی سے پرست ہے جا کے  
 دو فرنگیوں کو جو وہاں پوشیدہ تھے مار ڈالا۔ فوج کے افسروں نے آکر عرض کی کہ پانچ  
 مہینے جو قید ہیں وہ فوج کے حوالہ کیا جائیں۔ بادشاہ نے محبوب علی ڈاکٹر سے اسکے بارے  
 میں فتویٰ طلب کیا اس نے بیان کیا کہ از روئے شرع محمدی عورتوں کا قتل جائز نہیں جو  
 بعد ازاں بادشاہ دیوان خاص میں تشہیف لے گئے اور وہاں بیچ صاحبہ اور ریشی مکمل  
 سے گفتگو کرتے رہے۔



## تیسرا باب

### محاصرہ دہلی

گیا رحیم مسیٰ اللہ علیہ کو سرسہری برنارڈ صاحب حاکم اعلیٰ افواج انبالہ و سرہند نے بذریعہ  
تاریقی اخبار وشت آثار میرٹھ اور دہلی سے اطلاع پائی تو فوراً انھوں نے اپنے سکریٹری  
کو جنرل ایف ایس صاحب بہادر سپہ سالار افواج ہند کے پاس شملہ روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ مجھ  
سے آپ کا اترنا بہت ضرور ہے ۴ تاریخ مئی کی شام کو کھانڈرا خجین صاحب موصوف شملہ  
سے روانہ ہو کے ۵ کی صبح کو انبالہ میں پہنچے اور وہاں آ کے ایک اشتہار عام فوج کیواسطے  
دیا۔ ۲۳ تاریخ مئی کو انھوں نے محاصرہ دہلی کے واسطے یہ تجویز کی کہ فوج جو انبالہ میں موجود  
ہے اس کے دو حصے کیے جاویں اور خود اسکے کمانڈر فسر بنکے دہلی کو جانے پر مستعد ہونے  
اور سپہری بارڈ صاحب کو بدستور انبالہ میں بٹھیرے کا حکم دیا اور دونوں حصوں کی تقسیم  
اس طرح کی کہ اول حصہ کو زیر حکم برگلڈیر ہانی فاکس صاحب کے کیا جس میں یہ فوج بھی ہے منبر  
کی پلٹن شاہی گورہ۔ اول پلٹن بنگال فیوزی لیزر گورہ۔ دومتن رسالہ گورہ منبر نیم لائسنر نیٹھے  
بھالہ بروار اور ایک ترب تو پچانہ اسپے۔ حصہ دوم کو زیر حکم برگلڈیر جوڑ صاحب کے تھا اس میں  
منفصلہ ذیل فوج تھی۔ پلٹن منبر دوم بنگال فیوزی لیزر گورہ۔ پلٹن پیادگان مندوستانی  
منبر۔ دومتن رسالہ نیم گورہ۔ ایک متن بھالہ برواران رسالہ چپام مندوستانی۔ ایک ترب  
تو پچانہ اسپے۔ ان دونوں حصوں میں علاوہ تو پچانہ کے صرف اٹھارہ سو گورہ تھا اور ۱۰  
ایک ہزار مندوستانی فوج کے۔ اس جماعت کو کھانڈرا خجین صاحب نے انبالہ سے روانہ  
کرنا چاہا کہ ۳۰ مئی تک کرائل میں داخل ہوا اور وہاں سے پہلی تاریخ جون کو روانہ ہو کے پانچویں

تک باغیت میں پہنچ جائے اور چھٹی تک سب ٹرین یعنی توپخانہ قلعہ شکن بھی اس مقام پر جا پہنچے  
 اور اسی شامیں ایک کپو میر ٹھ سے تیار ہو کے پانچویں جون تک باغیت میں انبالک کی فوج سے  
 آئے پھر وہی کیڑن سب فوج روانہ ہو یہ تجویز کا نڈرا پخت صاحب بہادر سے مستحکم قرار دی  
 لیکن تقدیر میں نہ تھا کہ اُن کے ہاتھوں اس کا علمدار بہوتا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اول کپو  
 میر ٹھ کا حال لکھیں کہ اسکو میر ٹھ سے باغیت آئے تک کیا کیا وارداتیں پیش آئیں اور پھر انبالک  
 کی فوج کا احوال لکھیں گے بعد ازاں پھر دونوں نے باغیت سے عین زیر دیوار وہی تک جو جو  
 کام کیے اُن کو بیان کرینگے اور اسکے بعد کیفیت محاصرہ وہی شروع ہوئی۔ ۲۷ تاریخ مئی ۱۸۵۷ء  
 کی شام کو پھر جنرل ہیوٹ صاحب حاکم اعلیٰ فوج میر ٹھ نے ایک کپو میر واری کرنیل ارجنلڈین  
 کے باغیت کی طرف روانہ کیا وہی افسر نے وہی فتح کی اور لقب جنرل کا حاصل کیا، اس کپو میں  
 بہت قلیل فوج تھی یعنی ساتویں نمبر گورو کی رفل ملٹن کے پانچو جوان سے بھی کم تھے اور  
 دو سو سو ار سالہ قرامینی گورو اور ایک توپخانہ میدان جنگی اور ایک توپخانہ اسپتال یہ تھوڑی سی فوج  
 تین رات کو بج کر کے ۳۰ مئی کی صبح کو قلعہ غازی الدین لکھنؤ میں پہنچی یہ مقصد ہیڈن ندی پر  
 اٹھارہ میل وہی سے مشرق کی جانب واقع ہے۔ ہیڈن پارہو سے تھوڑے دھڑے ایک بہت بڑا  
 دوسرے کابل انگریزوں نے بنوایا۔ اس تیل کے قریب انگریزی فوج سے قیام کیا گرو کی دولت  
 تھی کہ انسان اور حیوان تر پے جاتے تھے اور وہی بشت پل رہی تھی اس زمانہ کی پیشانی  
 سے مقابلہ نہ کیا گمان نہ تھا جب چار بجے تو بیجا بک دشمن کی فوج حملہ آور ہوئی کہہ کر کے پورے  
 کنارے سے دشمنوں کی ایک کثیر فوج نے سب پانچ ضرب توپ حملہ کرنا شروع کیا انگریزی ہیوگ  
 فوج کو ہشیا لکھنے نہ پایا تھا کہ ایک اٹھارہ پنی توپ کا گولہ آکے پڑا اور دو کباروں کی ٹانگیں جو کہ  
 قراہیوں کے دھماکہ پر اسپتال کے خیمہ کے قریب بیٹھے تھے صاف اڑ گئیں جنی انور دو

دو کپنیاں رفل اور ایک متن قرار بینوں کا پار ہو کے پل کی طرف گیا اور توپخانہ اسی طرف  
 ہمارے کپو کے آہستہ ہوا۔ اور اسکاٹ صاحب کا جنگی توپخانہ پل کے نیچے نصب کیا گیا اور  
 دو بھاری توپیں محصول کھر کے قریب اونچی ٹرک کے آخری سرے پر لٹکا کے دشمنوں پر آگ  
 برساتی شروع کی اتنے میں باقی رفل کی کپنیاں بھی تیار ہو کے میدان جنگ میں پہنچ گئیں۔  
 پل پار کر کے دشمنوں پر خوب فیر کیے۔ جب دشمنوں کی توپوں سے قریب اسی گز کے فاصلہ  
 پر پہنچ گئے تو کرنیل رفل نے بھجوا رکھی ان دونوں کپنیوں کو جو اول تیار کی گئی تھیں فوراً  
 حملہ کرنے کا حکم دیا۔ حملہ کرتے ہی دشمن پریشان ہو گئے اور دشمنوں کی ایک گاڑی محمولہ سامان  
 جنگ اڑ گئی۔ بھنگوں نے مایوس ہو کے یہ گاڑی دیدہ و دانستہ اڑا دی۔ سب توپیں بھی دشمنوں  
 سے چھین لیں یہ لڑائی اگرچہ بہت دیر تک نہ رہی لیکن سرکار انگلشیہ کو فتح کامل حاصل ہوئی  
 یہ بول ہی لڑائی تھی جس میں باغیوں کی سب مصلحت غلط ہوئی صرف سات سو ولایت زافوج  
 نے قریب پانچ ہزار آدمیوں کو بھگا دیا اور ایسی مضبوط جگہ سے کہ اگر دو کپنیاں اسی رفل شاہی  
 کی دیباہ مقیم ہوں تو بھر کیا طاقت تھی کہ کوئی اور گورہ پلٹن ان کو اس جگہ سے نکال سکتی۔  
 توپیں اس روز پانچ ہاتھ لگیں جن میں دو بڑی بھاری تھیں اسکے بعد انگریزی فوج نے  
 میدان جنگ سے دشمنوں کا تعاقب کر کے ان کو اس گاؤں سے بھی نکالا جو کہ قریب پل کے  
 واقع تھا اور جسکی اوٹ میں دو لڑتے تھے اور گاؤں کو جلا کر خاک کر دیا۔ اور ایک خندق میں  
 پچاس سپاہی پوشیدہ تھے ایک بھی ان میں سے زندہ نہ چھوڑا غرض کہ دشمنوں کے آدمی  
 بت مارے گئے اور زخمی ہوئے اور چھکڑے اور گاڑیاں اسباب جنگ کی بھری ہوئی چھوڑ گئے  
 فوج انگریزی میں گیا۔ آدمی قتل ہوئے اور اکس زخمی ہوئے اور کپتان ایڈمز صاحب  
 دشمنوں کی دو بھاری توپیں چھیننے کے وقت مارے گئے۔ دوسرے دن ۳۱ مئی کو انو پتھار

صبح کو جتنے سپاہی مارے گئے تھے دفن کئے گئے معلوم ہوا کہ اس مقام کو ابھی تک دشمنوں نے بالکل خالی نہیں کیا ہے۔ منجھے سوار اور دھڑ دھڑ پھرتے ہوئے نظر پڑتے تھے ایک بچہ دن کے معلوم ہوا کہ پھر پانچزار فوج باغی نے پل کے اُس پار ایک میل نشان انگریزی سے پرے مورچہ قائم کیا ہے اُس وقت تو پانچراہ سپاہی اور دو ضرب اٹھارہ پنی توپ مع ایک گروہ فرانسیسیوں کے روانہ کیا اور ایک جماعت پلٹن رفل اور فرانسیسیوں کی نشان کی مدد کے واسطے پل پر بھیجی گئی دو گھنٹہ تک تو پانچراہ انگریزی سے برابر مقابلہ رہا ہر چند سواران دشمن نے بار بار تو پانچراہ پر حملہ کیا لیکن ہر مرتبہ کامل زک اٹھائی۔ جب دشمنوں کی آگ ٹھنڈی پڑی اُسی وقت برگنڈیر ولسن نے عام حملہ بول دیا نتیجہ طرہ تھا وہی امر پیش آیا جو کل ہو چکا تھا دشمن شکست کھا کر سرسیم بھاگے البتہ اس بات کا بڑا افسوس رہا کہ قلت فوج اور کثرت پیش آفتاب کے باعث دشمنوں کی تعاقب قرار واقعی نہ ہو سکا۔ اسی وجہ سے وہ اس مرتبہ اپنی ساتوں توپیں واپس لے گئے۔ اُس لڑائی میں انگریزوں کی طرف سے کل چوبیس آدمی زخمی اور مقتول ہوئے۔ جن میں سے دس آدمی تو صرف نمازت آفتاب سے مر گئے۔ اس مہر سے گرمی کی کیفیت جو یہاں ہو گئی کہ کس قدر حرارت کی شدت تھی افسروں میں لفٹنٹ پرکیز صاحب متعلقہ تو پانچراہ سپاہی مارے گئے اور کپتان جانس اور انسائٹ پلے میر زخمی ہوئے۔ ان دونوں لڑائیوں میں غازی الدین نگر میں کوئی امر تازہ نہوا تیسری جون کی صبح اور سوجان اُسی ساٹھویں رفل پلٹن شاہی گورہ کے جو کمپوں میں موجود تھی میرٹھ سے آٹھ شامل ہوئے اور پلٹن گورکھ الملقب بہ پلٹن سر مور ڈیرہ دون سے آکر اس فوج میں شامل ہو گئی۔ بعد ازاں اس کمپوں نے باغیت کی طرف کوچ کیا اور تاریخ جون کو باغیت کے مقام پر جہاں پارہو کے ۷ تاریخ اتوار کے روز علی پور میں فوج انگریزی سے جہاں پارہو سے آئی تھی شامل ہوا۔ یہ فوج انبالہ اب زیر قلم میجر جنرل سر ہنری برنارڈ صاحب

کے تھے۔ کیونکہ تائیسویں تاریخ مئی کو جنرل جارج امیسن صاحب بہادر کمانڈر انچیف انوارج  
 بہنہ بہار ضلع بیضیہ مرگئے تھے۔ اب ہم اس انگریزی فوج کا بیان کریں گے جو انبالہ سے دہلی کی  
 طرف روانہ ہوئی تھی۔ اوپر بیان کر چکے ہیں کہ ماہ مئی کی ۲۲ تاریخ بمطابق جس روز کمانڈر انچیف بہا  
 نے دہلی کی طرف فوج کی روانگی کی تجویز فرمائی جس فوج کے ساتھ مقام باغیت میں فوج میرٹھ  
 کو لے کر حکم دیا تھا۔ چنانچہ کمانڈر انچیف صاحب بہادر مدوح ۲۴ تاریخ انبالہ سے روانہ ہوئے  
 اور دہلی کو کرائال میں داخل ہوئے اور کل فوج انبالہ جس کا اوپر بیان ہو چکا ہے اس مقام  
 میں پہنچ گئی لیکن دوترب تو بچا نہ اسی ابھی تک نہ پونہ پہنچے پائے تھے اور بیچ ٹرین بیٹھے  
 تو بچا نہ قلعہ شکن بھی بہت دور تھا اور اسکے آنے میں عرصہ تھا اس واسطے صاحب بہادر نے  
 چند عید تار برقی کلکتہ کو خبر بھیجی کہ کرائال سے آٹھ ناؤج مئی تک روانگی عمل میں نہیں آسکتی دوسرے  
 روز ۲۳ تاریخ مئی کو تمام انہی تجویزیں لکھ کر روانہ کی گئیں اور وہ خود چند گھنٹہ کے عرصہ میں پہنچا  
 مرگئے۔ مرتے وقت جناب صاحب کمانڈر انچیف بہادر نے سرسہری برنارڈ صاحب کو انبالہ سے  
 طلب کر کے انکو اس فوج کی کمان جو محاصرہ دہلی کو جاتی تھی سپرد کی اس موقع پر انکی نظر دہلی  
 نوب گورنر جنرل کا ہائیڈرو گرافک کیونکہ شیشہ ڈاک بالکل سبوتا تھا اور تار برقی ٹوٹ گئی تھی  
 نوب مدوح سے ۳ جون کو یہ خبر سنی اور تقریباً سرسہری کی منظور فرمائی۔ لیکن یہ منظور  
 ایک مدت بعد محاصرہ کو پہنچا ہوا تھا۔ سبب جنرل رٹھ صاحب بہادر بعد وفات کمانڈر انچیف صاحب  
 کے انکی جگہ قائم مقام ہو کر ۲ تاریخ راولپنڈی سے دہلی کی طرف روانہ ہوئے لیکن باعث  
 علامت مزاج اس قدر ناواقف تھے کہ فوج دہلی کی کمان خود اپنے ہاتھ میں نہ لے سکے۔ اور سر  
 ہسری برنارڈ صاحب بھی اگرچہ بیمار تھے لیکن حسبِ مطلب جارج امیسن صاحب کمانڈر انچیف  
 صاحب بہادر جنہوں نے مرتے وقت انکو طلب کیا تھا فی الفور پلاننگ سے اٹھ کر کرائال



میں پونچ گئے اور فوج دہلی کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔

سرہنری برنارڈ صاحب نے کرنال سے روانگی فوج کی مناسب بجائی تا وقتیکہ  
 بجاری تو پچانہ پنجاب سے نہ پونچ جائے ۳۲ مئی کو ایک تو پچانہ لوپنی توپوں کا کپڑا میں  
 پونچ گیا۔ چنانچہ اسی روز انھوں نے پانی پت کی طرف کوچ کیا اور توقع یہ تھی کہ فوج  
 میرٹھ کے حکم بریگیڈیئر سن رائی کے مقام پر جہاں جہاں پر مل واقع ہے آگے شامل ہوگی۔  
 لیکن چونکہ صاحب مدوح نے غازی الدین لکھنؤ سے ایک بھیڑ کا رس نہ اختیار کیا تھا اسی  
 باعث سے وہ اس روز اس مقام پر فوج انبالہ کے ساتھ شامل نہ ہو سکے برنارڈ صاحب  
 نے علی پور کی طرف کوچ کیا اور وہ دہلی کی صبح کو وہاں داخل ہوئے چونکہ تو پچانہ کا سامان  
 میرٹھ کے کپڑے کے ساتھ زیادہ تھا اس لیے انھوں نے میرٹھ کی فوج کے انتظار میں قیام  
 کیا چنانچہ نتائج کی صبح کو فوج نکو آملی جب دونوں فوجیں انبالہ اور میرٹھ کی علی پور میں شامل  
 ہو گئیں تو نتائج ماہ جون کی شب کو ایک نیسے کے وقت انھوں نے دہلی کی طرف کوچ کیا اور  
 یہ امر تحقیق تھا کہ دن بچتے ضرور دشمنوں سے مقابلہ ہو گا۔ علی پور سے یہ فوج اس طور پر تقسیم  
 ہوئی سب سے آگے کے غول میں تیسرا زپ تو پچانہ اسی متعلقہ دستہ منبر سوم زیر حکم سیر تو مبر  
 صاحب اور تین تین رسالہ ہنم بھالہ برداران گورہ کے تھے۔ اس غول کے کل تو پچانہ کی  
 کمان لفٹنٹ کریل مورے مکٹری صاحب کے سپرد ہوئی اور کل غول کے منبر بریگیڈیئر بیو پ  
 گرانٹ صاحب مقرر ہوئے۔ گورہ دوم تحت حکومت بریگیڈیئر شونر صاحب میں ایک تین سالہ  
 فرامیڈیاں منبر۔ اور چار بجاری توپیں اور ایک جماعت سپہنر یعنی سفردیا مورچہ اور سرنگھنہ وغیرہ  
 کے کام کے واسطے جن میں اکثر گورے تھے اور چار توپیں اسکاٹ صاحب کے تو پچانہ کی اور  
 ۵ منبر کی ملٹن شاہی گورہ اور منبر اول ملٹن بنگال فیوزی نیز گورہ داخل تھیں۔ تیسرے

غول میں یہ فوت تھی اول حصہ ساٹھویں رفل شاہی گورد اور ایک جماعت سفر منیا زیر حکم غفلت  
 سالکا، صاحب اور تریپ دوم متعلقہ دستہ سوم توپخانہ ہسپی زیر حکم کپتان منی صاحب اور ایک  
 متن رسالہ نیم گورد بھالہ برداران۔ یہ غول زیر حکم برگیدہ گریوس صاحب کے تھا۔ عقب کے  
 غول میں جو سچر کوب صاحب کے مطیع تھا، مد منبر کی شاہی فیوزی لیزر گورد اور ایک متن رسالہ  
 ششم تر اینیاں اور ایک کمپنی منبر دوم بنگال فیوزی لیزر گورد اور دو توپیں میجر اسکاٹ صاحب  
 کے توپخانہ کی تھیں۔ یہ گروہ فلاحہ فکین توپوں کے سامنے آراستہ ہو کے چلا۔ اس طریقہ سے  
 کل فوج انگریزی چاہا جماعت بلکر میدان جنگ کے واسطے آراستہ اور مستعد ہو کے علی پور سے  
 روانہ ہوئی۔ اس فوج کی تعداد اس قدر کم تھی کہ دشمنوں کی فوج سے تو انکی کچھ بھی نسبت  
 نہ تھی۔ اول گروہ آدھے گھنٹہ پیشتر روانہ ہوا جب چلتے چلتے صبح کا فوج نمودار ہوئی اور سڑک سے  
 پانچ بجے فوج عباد اسد کی سڑکے جوابدہ کی سڑکے کے نام سے مشہور ہے پہنچی یہ جگہ دہلی  
 سے کل چار میل کے فاصلے پر ہے۔ اس جگہ دشمنوں نے خوب حکم مورچہ قائم کر رکھا تھا یہاں  
 پہنچتے ہی انکی شرف ہو گئی۔ دشمنوں نے اپنی مورچہ بندی ایک بہت اچھے موقع پر باغات  
 کے ساتھ ان آدمیوں کی جتنی توپیں بہت غفلت سے آگے کی فوج میں جب دشمنوں کی آگ سے بڑا  
 نقصان ہونا شروع ہوا تو اسی وقت جنرل صاحب نے حملہ کر کے توپیں چھین لینے کا حکم دیا  
 یہ کام دوسرے دستہ کی ۵۰ ویں ملٹن گورد کے ذمہ ہوا جس نے اس موقع پر بحال شجاعت  
 و خانی سنگینیں جیتا کے ملٹن مذکور کے گوشے بنے خوف و خطر مورچہ دشمن کی طرف دوڑے  
 ہوئے توپوں کی آگ میں گس کر دشمنوں کو پس پا کیا اور مورچہ کی توپیں چھین لیں اسی اثنا  
 میں نویں رسالہ بھالہ برداران نے میدان توپوں کو چھین کے ان کا ٹونہ دشمنوں کی طرف پھینکا

غرضکہ باغیوں کو شکست کامل ہوئی بارہ توپیں اُن سے چھین لیں جن میں سے تین بہت بڑی تھیں علاوہ توپوں کے کل اسباب جنگ اور خیمہ اور اونٹ وغیرہ جو دشمن میدان میں بچسنہ چھوڑ کے بھاگے تھے انگریزی قبضہ میں گئے۔ فوج انگریزی آگے بڑھی چلی گئی۔ جب اُس بلندی میدان میں حسیل خف گدوہ کی ندی کے کنارہ پر پہنچی تو وہاں تھوڑی دور ٹھہر کے اور کچھ ناشتہ کر کے پھر کوچ کیا اور ارادہ کیا کہ ندی پار کر کے جو اُن دنوں پایاب تھی چھاپا دہلی میں ہو کے اُس بلندی پہاڑی زمین پر چھاپا دہلی سے اُوپر کی طرف واقع ہے قبضہ کر لیں یہ مقام شمال میں شہر دہلی کے قریب ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ندی پار ہوئے ہی اس جگہ پر دشمنوں کا جو کم کثیر معلوم ہوا یہ دیکھتے ہی جنرل برنارڈ صاحب ساٹھویں بلٹن رفل گورہ زیر حکم کرنل جونز اور دوسری بنگال فیوزی لیئر گورہ زیر حکم کپتان باڈر صاحب اور ایک تربہ تو پختہ اسپریر حکم کپتان منی صاحب کو لیکر طلبہ پہاڑی پر چڑھ گئے اور دشمنوں کو مار کے بھگا دیا اور بالکل مطلع صاف کیا اس جگہ چھپیں تو یہیں دشمنوں کی چھین لیں اور کل اسباب لشکر اور جنگ جو وہ بچسنہ سب بھوک چھوڑ گئے تھے انگریزوں کے قبضہ میں آیا۔ رفل بلٹن گورہ اس مقام پر بڑی داد شجاعت دی۔ اُس روز صاحبان انگریز کی فوج میں کل اکیاون آدمی مارے گئے اور اکیسویں تیس آدمی زخمی ہوئے۔ ان میں سے افسروں کی فہرست یہ ہے کرنل جیٹر صاحب فوج کے جیٹن جنرل کپتان ولانین اور کپتان رسل صاحب مارے گئے اور کرنل ہربرٹ کپتان ڈاسن کپتان گریول لٹنٹ لائٹ جنیرل ڈیوڈسن جنیرل فٹنر جنیرل بارٹن دوسرا ایکس اور انساٹن پرنسپی ہوئے۔

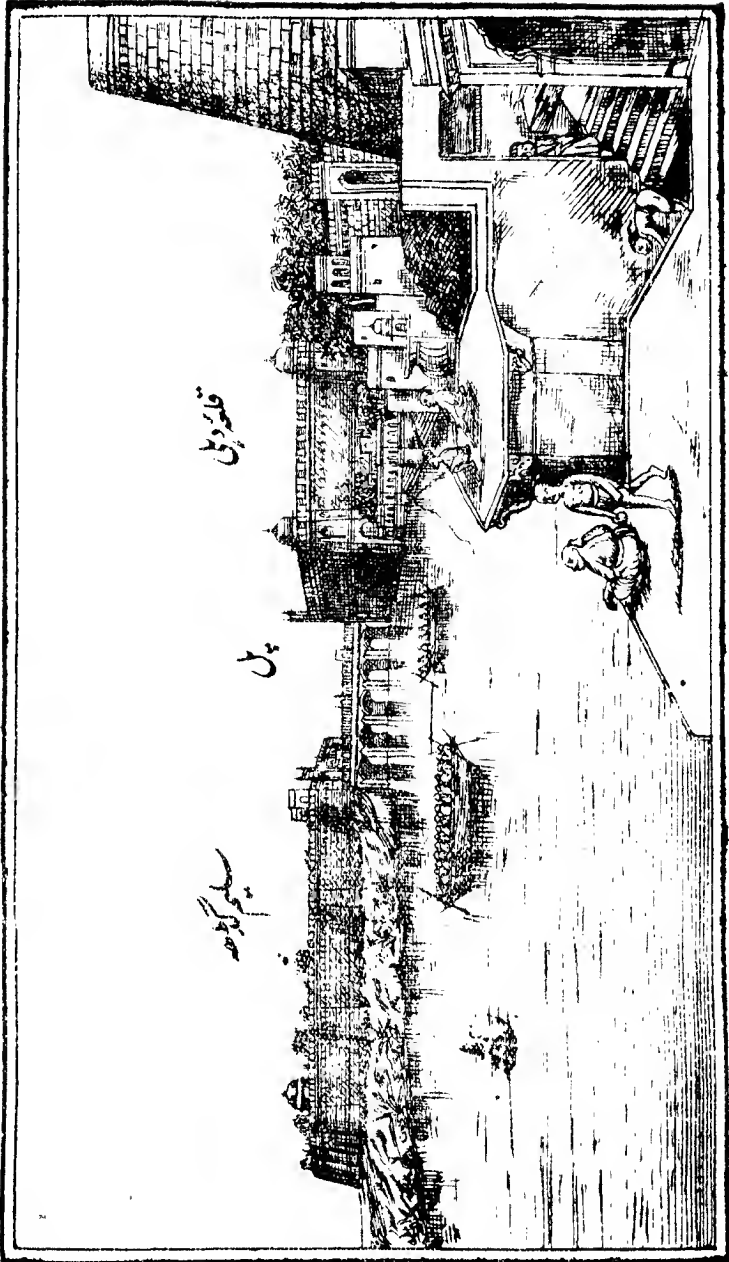
اس طریق کے بعد عین دہلی کے سامنے اُس اُدھی زمینی پر چھاپا دہلی کے نام سے مشہور ہوئی ہے۔ جون کی شام کو انگریزی فوج نے قیام کیا اور اُس روز سے لیکے تاتاریخ فتح



دہلی وہاں سے نہ ہتی اب گویا محاصرہ دہلی شروع ہوا۔ اب اس جگہ محمد دریں اور محاصرین کی کیفیت بخوبی سمجھ لینی چاہیئے اسکے سمجھنے کے واسطے نقشہ ذیل کو بغور ملاحظہ کیجیئے۔ مشہور دہلی جہاں کل فوج باغی ہندوستانی ٹک حرامی کر کے پناہ گزین ہوئی تھی دریا سے جمن پر واقع ہے۔ شہر دہلی سے چار سو میل کے فاصلہ پر مغرب کی جانب لاہور واقع ہے۔ اور پشاور قریب سات سو میل کے اور مشرق میں آدھا اس سے پانچ سو میل ہے جہاں کہ دریا سے جمن دریا کے ٹنگ سے شامل ہوا ہے۔ کلکتہ اور دہلی میں قریب نو سو میل کے فاصلہ ہے۔ مشرق کی سمت میں دہلی کے دریا سے جمن جمن ہے۔ چارویواری اس شہر کی بہت بچتہ اور سنگ مرخ سے بنی ہوئی ہے۔ اس میں شاہجہاں نے یہ شہر پناہ بنا لی تھی لیکن مسئلہ یہ ہے جب انگریز دہلی پر قابض ہوئے تو اس زمانہ میں یہ بہت بے مرست اور شکستہ ہو گئی تھی۔ علاوہ شکستگی کے از روئے قوانین جنگ یہ بہت ناقص تھی۔ توپوں کے گرنے لگے یعنی بروج بہت چھوٹے چھوٹے تھے اور مضبوط نہ تھے اور نہ ان کے باروز پر کوئی پناہ گاہ تھی۔ خندق بھی مناسبت کے ساتھ نہ تھی اور گرد و پیش شہر پناہ کے بوسیدہ عمارتوں کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے۔ سرکار انگریزی نے اسکی تیاری اور مرست کا کام گڑ کپتان جینس صاحب اور اسمتھ صاحب کو تفویض کیا۔ انھوں نے اسکی قرار واقعی مرست کی اور توپوں کے برج از سر نو مع دیوار پر وہ اور بازو کی پناہ گاہوں کے تعمیر کرے اور دیوار کے سامنے چاروں طرف میدان صاف کر دیا خندق نے سرے سے تیار کر دی چارویواری اس کے ملحقہ برجوں کے علاوہ اور بھی کئی گول برج اس کے متصل تیار کرے گئے جنکے زمین اور فضیل شہر کے آمد و رفت کی واسطے ایک چوٹی پر رکھا گیا کہ جب چاہیں اس کو اٹھالیں تو شہر پناہ سے اس کا تعلق جاتا رہے اور جن پر ایک ایک توپ اس طور سے

نو پور رکھی جاسکے کہ چاہے حضرت اسکو گھا کے فیر کریں۔ یہ برج اس واسطے بنائے گئے  
 کہ اگر سبدا شہر میں کوئی بڑھ ہو تو وہاں سے توپ چلائی جائے۔ اور شہر کے وسط میں جناب  
 نواب لارڈ اکلینڈ صاحب گورنر جنرل ہند نے پھر مضبوطی سے شہر بنایا اور اس کے بروج  
 کی مرمت کرائی اور جناب کی طرف ایک برج بنام ویلیج تیار کرایا۔ شہر بنیاد کے بروجوں میں  
 مشہور بروج کے نام یہ ہیں۔ اکثر ان میں سے بڑے بڑے حاکمان انگریز کے نام سے  
 مشہور ہیں۔ نقشہ شہر بنیاد کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ دریا سے جن کے پانی کے ملحق  
 برج بنے ہوئے ہیں اور بعد ازاں اس سلسلہ سے برج واقع ہیں۔ نصیر گنج کا برج۔  
 جہرود دروازہ کا برج۔ شاہ برج۔ برن صاحب کا برج۔ گارنٹن صاحب کا برج۔ اکبر برج  
 اختر نونی یا اوکٹر نونی صاحب کا برج۔ لیک صاحب کا برج۔ ویسے صاحب کا برج۔ نواب  
 برج۔ ان بروج کے علاوہ تیرہ دروازے اور سولہ کھڑکیاں شہر کی تختیں جن میں سے ایک  
 دروازہ اور تین کھڑکیاں سدھو ہو گئی تھیں اور باقی آمد و رفت کے واسطے کھلی رہتی تھیں  
 اور تھوڑے عرصہ سے انگریزوں کی طرف سے ایک نیا دروازہ بنام کلکتہ دروازہ تیار ہوا تھا  
 سلیم گڑھ سے شمال اور مغرب کی جانب کلکتہ دروازہ اور نگہبود دروازہ اور کیلے کے گھاٹ  
 کا دروازہ واقع ہے اور یہاں سے شہر بنیاد مغرب کی طرف مڑ جاتی ہے جس میں یہ دروازہ  
 میں کشمیری دروازہ۔ بدرود دروازہ۔ پھر شہر کی دیوار قریب ایک میل کے شمال اور جنوب  
 کی طرف کو جاتی ہے جس میں یہ دروازے ہیں۔ کابل دروازہ۔ پتھر گھٹی دروازہ۔ (سدھو)  
 لاہوری دروازہ۔ یہاں سے پھر شہر کی دیوار گرد گھوم کر جینا کے کنارہ کی طرف مشرق کی جانب  
 جھکتی ہوئی دو میل تک چلی گئی ہے اس میں اجیری دروازہ ترکان دروازہ۔ اور دہلی  
 دروازہ ہے اخیر کو دیوار شہر دریا کے کنارے کنارے ڈیڑھ میل تک برابر چلی گئی ہے

البتہ اُس جگہ نہیں ہے جہاں وسیلے برج اور نواب برج واقع ہیں۔ اس طرف راج گمناٹ  
 دروازہ اور خضری دروازہ واقع ہے۔ اس کے بعد دیوار قلعہ شہر کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔  
 علاوہ ان دروازوں کے کھڑکیوں کے نام یہ ہیں۔ نگہبودی کھڑکی۔ بہا و علیاں کی کھڑکی۔  
 خلیل خان کی کھڑکی۔ امیر خاں کی کھڑکی۔ فرشتخانہ کی کھڑکی۔ بلند باغ کی کھڑکی۔ دس رو  
 سید بھوے کی کھڑکی (مسدود) اجیری دروازہ کی کھڑکی۔ دس رو شاد گنج کی کھڑکی۔  
 نئی کھڑکی۔ نصیر گنج کی کھڑکی۔ سلیم گڑھ کی کھڑکی۔ مٹمن برج کی کھڑکی۔ نواب غازی الدین  
 خاں کی کھڑکی۔ نواب احمد بخش خان کی کھڑکی۔ زمینت المساجد کی کھڑکی۔ کل احاطہ شہر کا  
 طول سات میل کے قریب ہے۔ سلیم گڑھ کا مقام بھی سمجھ لینا چاہیے۔ یہ پرانی عمارت شمال  
 اور مشرق میں شہر دہلی کے دریا کے جن کے بیچ میں قلعہ سے ملحق واقع ہے۔ قلعہ سے  
 اس گڑھ میں آنے کے واسطے دریا پر ایک پختہ پل بنا ہوا ہے جو اس نقشہ کے دیکھنے سے  
 معلوم ہوگا۔ شمال اور مشرق کی جانب دریا پر کشتیوں کا پل ہے اُس کے پار ہو کے میرٹھ اور پونا  
 کی طرف ٹرک لگئی ہے یہ نو مختصر بیان دہلی کا ہے جہاں کہ باغی فوج مقیم ہوئی۔ اب مورچہ گاہ  
 انگریزی کا احوال سنئے لشکر انگریزی بعد فتوحات تاریخ ہشتم ماہ جون و شمنوں کو بیٹا تا ہوا  
 اُسی روز شام کو دہلی کے سامنے آ پہنچا اور چھاؤنی قدیم پر جہاں ہمیشہ سے فوج انگریزی رہتی  
 تھی قابض ہو گیا۔ اور پریٹ کے میدان میں لشکر مذکور خیمہ زن ہوا یہ مقام شمالی حصہ شہر نیا  
 سے قریب ڈیر میل کے فاصلہ پر ہے اور اس سے تھوڑی دور آگے اونچی جہاڑ کی زمین  
 واقع ہے جس سے شہر اور لشکر گاہ کے مابین بہت اچھی آڑ تھی اس پہاڑ کی زمین کو مجنوں  
 کا ٹیلہ یا پہاڑ کہتے ہیں۔ اسی پہاڑی پر گول گھر یعنی چھاؤنی کا نشان برج جس کا پہلے  
 بیان ہو چکا ہے واقع ہے اور اس سے دہنے ہاتھ کو جہاں اس پہاڑی کا اُتار ہے







کتابخانه ملی ایران

ایک عالی شان عمارت جو ہندو راؤ کی کوٹھی کے نام سے مشہور ہے اور جس میں مہاراجہ بابا ہندو راؤ مرہٹہ رہتا تھا اور ان دونوں مکانوں کے وسط میں ایک چڑھنے زمانہ کی سبب واقع ہے اور ہندو راؤ کے مکان کے متصل رسد خانہ کا مکان ہے۔ ان سب مقاموں کے علاوہ ہندو راؤ کی کوٹھی کے سامنے بھی مورچے بنائے گئے اور ان پر پلٹن رفل گورہ اور گورکھوں کی سر مور پلٹن اور گاکوڑ کی پنجابی پلٹن ٹھالی گئی۔ یہ پہاڑی تو گویا سامنے کی جانب دیوار شہر اور لشکر انگریزی کے بیچ میں تھی۔ لشکر کے عقب میں لالہ تنکا جو خف گڈہ کی جھیل سے آیا ہے اور انھیں دہنے ہاتھ کو سبزی منڈی تھی یہ منڈی کاہلی دروازہ شہر سے شمال اور مغرب کی جانب قریب سوامیل کے فاصلہ پر ہے بائیں طرف لشکر کے دریا جمن تھا یہ سب ملاحظہ نقشہ سے معلوم ہو جائے گا قریب سے قریب کا مورچہ دیوار شہر سے اُس روز چند سو گز سے کچھ زیادہ فاصلہ پر تھا۔ ایسی قلیل فوج سے اور آگے بڑھنا قرین معلمت نہیں سمجھا گیا۔ جب اس مقام پر فوج انگریزی خیمہ زن ہوئی تو اُس وقت یہ خیال ہوا تھا کہ کاشمیری دروازہ کو اڑا کے شہر میں کبارگی داخل ہونا چاہیے۔ لیکن بعد غور و تامل یہ تجویز مزید فوجی مدد کے آلے تک ملتوی کی گئی اور سناتا یہی معلوم ہوا کہ ابھی خود حملہ نہ کرنا چاہیے۔ البتہ اگر دشمنوں کی طرف سے حملہ ہو تو اُس کا صرف مقابلہ ضرور ہے۔

نویں تاریخ جون کو گانڈز کوڑ یعنی جاسوس کی پلٹن پنجاب سے کپوا انگریزی میں داخل ہوئی یہ ایک پنجابی پلٹن ہے جو شتمل ہے دو نو سوار اور پیا دوں سے اور جس میں کوئی خاص قسم یا ذات کے آدمی بھرتی نہیں کیے گئے تھے۔ بھرتی کے وقت پہاڑی اور افسان اور سکھ وغیرہ اس میں داخل کئے گئے تھے لاکھو میں یہ عمدہ پلٹن بھرتی ہوئی تھی۔

پلٹن کے کل آدمی جو انگریزی اور ولیری اور وفاداری اور نمک حلائی میں شہرہ آفاق تھے۔ اور یہ باتیں انکی دہلی کے سامنے اور بھی ثابت ہو گئیں۔ اور اہل میں اس رجٹ میں ایک ترب سواراں اور دو کمپنیاں پیادگان تو پچانہ کی بھلیں یعنی کل تین سو آدمی تھے۔ لیکن لارڈ لہوزی کی حکومت میں اس پلٹن میں چار کمپنی پیادگان تو پچانہ اور دو ترب سواراں زیادہ کیے گئے۔ یعنی کل پلٹن قریب ساڑھے آٹھ سو جوانوں کے کی گئی یہ پلٹن پنجاب کے پرے کے کنارے مقام مردان میں تھی جب اسکو حکم روا لگی دہلی کا ہوا۔ چنانچہ ایسے سخت گرم موسم میں چوسو میل کا فاصلہ بائیس روز میں سٹ کر کے لشکر دہلی میں داخل ہوئی۔

نوبت تاریخ کی دوپہر کو فوج باغی جوق جوق آراستہ ہو کے مع تو پچانہ وغیرہ شہر سے نکلی اور انگریزی لشکر پر حملہ آور ہوئی اور چاہے مورچہ ہندو راہ کی توپوں کا قبضہ کر لیں لیکن بہادران انگریزی کے سامنے جو دشمن کی نسبت شمار میں عشر عشر بھی نہ تھے دال نہ لگی۔ دشمنوں کو مار کے دہلی کے اندر بھگا دیا۔

اس روز کپتان کوئٹن بیٹائی صاحب حاکم حصہ سواران پلٹن جاسوس شدید زخمی ہو کے چوبیس گھنٹہ کے بعد مر گئے۔ اسی روز صبح کو ہضیہ بھی لشکر میں نمودار ہوا۔ سرجن کو کلن صاحب ڈاکٹر پلٹن گورنمنٹ ۷ ہضیہ کر کے گیارہ بجے رات کو مر گئے۔ اور اہل میں فوج باغی نے بڑی جھڑپ اور غضب دہلی سے لنگیزی فوج پر حملہ جاری رکھا اور کوئی تدبیر یا قبیحہ انکے وہاں سے نکال دیئے اور غارت کرنے میں باقی نہ چھوڑا اور واقع میں اس قلیل فوج انگریزی نے ابتدا میں بڑی بڑی تکالیف اور صعوبتیں برداشت کیں رات اور دن اپنے اپنے مقاموں اور پہروں پر کسب و کار اور تیار بند رہنا پڑتا تھا اور قلات فوج کے سبب سے کسی شخص کو آرام کی نوبت نہیں پہنچتی تھی۔ دن میں لڑنا اور رات کو پہروں پر ہوشیار

رہنا۔ اگرچہ فوج انگریزی محاصرہ کے واسطے دہلی آئی تھی۔ لیکن آنے ہی اسکو معلوم ہو گیا کہ بجائے محاصرے کے وہ اصل میں خود محصور ہیں۔ بلکہ کمپو میں اس بات کا چرچا پھیلنا اور اچھے اچھے افسروں کی رے سنی گئی کہ اتنے قلیل اور کم تو پچنانہ سے ایسے بڑے اور مضبوط شہر کا محاصرہ کرنا مناسب نہ تھا اور اصل میں یہ بات ہو کہ اگر دہلی میں بجائے ہندوستانی فوج فرض کرو کہ کوئی فرنگستانی فوج ہوتی تو کبھی کسی جنرل کی مجال نہ ہوتی کہ اس قدر کم فوج سے اُس کے محاصرہ کی تدبیر کرتا۔

ہندوستانی فوج ہر روز دہلی سے نکل کر حملہ آور ہوتی تھی بلکہ بعض روز تو دن میں چار چار مرتبہ اور انکی مدد کو فوج بغاوت اور نکھڑامی کر کے ہر چار طرف سے دہلی میں فراہم ہوتی جاتی تھی۔ اس کے خلاف انگریزی لشکر میں کہیں سے جلد مدد آنے کی توقع نہ تھی بلکہ جتنے آدمی تھے اُن میں سے بھی ہر روز لڑائی اور بیماری سے کم ہوتے جاتے تھے۔ ابھار دو یا تین ہفتہ تک نتیجہ اچھا نہیں دکھائی دیتا تھا اور بڑے بڑے مبصر اور تجربہ کار افسران انگریزی کے نزدیک حالت نازک ہو گئی تھی۔ دوسرے روز، جن کو پھر باغیوں سے ہندو راؤ کے مورچہ پر سبھری منڈی کی طرف سے حملہ کیا اور اگرچہ دشمنوں کو سبھری منڈی سے باغات سے مارنے لگا دیا لیکن بہت انگریزی سپاہی مارے گئے۔ یہ خیال کر کے کہ فوج باغی پھر اسی جگہ اُن کا قبضہ ہوگی اس واسطے ایک پہرہ اور مورچہ سبھری منڈی کے قریب غصب کیا۔ اُس روز دشمنوں نے بڑی محنت آگ برساتی لیکن انگریزی فوج خاموش اور مستعد کھڑی رہی جبکہ دشمنوں نے شہر سے نکل کے بہت کچھ گولہ باری کی اور ہوتے ہوئے انگریزی فوج کے قریب جا پہنچے اُسی وقت انگریزی فوج اُن پر جا پڑی اور مار کے پھر شہر کے اندر کر دیا اس لڑائی کے بعد توقع ہوئی کہ آجکے دن کی محنت ہو چکی رات کو آرام کریں گے کل پھر دیکھا جائیگا۔



اس کو طعی کو سرکشوں نے خاک میں ملا دیا۔ ۱۲ جون کی رات کو یہ صلاح قرار پائی کہ رات کو حملہ کر کے دہلی سے لینی چاہیے اور دروازہ شہر کو اڑا سکے دشمنوں پر یکا یک جا بڑا چلے۔ سب فوج تیار ہوئی بلکہ رفل ملٹن تیار ہو سکے چل نکلی اور قریب تین سو گز شہر کی دیوار تک پہنچنے پائی تھی کہ یہ تدمیر مناسبت نہ سمجھی گئی اور ملٹن مذکور کو حکم واپسی کا دیا گیا۔

۱۳ تاریخ پھر دشمنوں نے انگریزی بیروں اور مورچوں پر حملہ کیا لیکن پھر ان سے کچھ نہ ہو سکا اور ناچار وہ دہلی کے اندر بھاگ گئے۔ ۱۵ تاریخ کو صبح نہ ہوئے پائی تھی کہ دشمنوں نے انگریزی مورچوں پر حملہ کیا مگر بیٹری مضبوطی کے ساتھ اڑ گئے رہے مقابلہ سخت ہوا ساڑھے پانچ بجے صبح سے تیسرے پہر کے دو بجے تک ہنگامہ جہاں قتال خوب گرم رہا لیکن دشمن نقصان عظیم اٹھا کے ہٹ گئے اور پھر دہلی کے اندر چلے آئے۔ ۱۶ تاریخ کو کوئی تازہ امر نہیں ہوا ۱۷ تاریخ رضیوں کو باغیت کے راستے سے میرٹھ روانہ کیا اور اسی روز خبر ہوئی کہ دشمن کشن پور کی سرے کے قریب مورچہ قائم کر رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی فوراً حملہ کا ارادہ کیا اور دو کمپنیاں رفل ملٹن کی اور دو گزرکھوں کی مع کوچا نہ ٹومب صاحب دو گروہ میں تقسیم ہونے کے زیر حکم میرٹھ صاحب اور میرٹھ ٹومب صاحب روانہ ہوئیں اور سرے کے دروازہ کو اڑا کے چالیں یا پچاس سپاہیوں کو جو اسکے اندر تھے مار ڈالا اور انکی توپ چھین لی۔ گورکھوں نے دہلی کے محاصرہ میں اس قدر فداواری اور دلیری ظاہر کی ہے کہ وہ کمال مور و تحسین اور آفرین ہوئے ہیں۔ گورکھ ایک پست قد پہاڑی قوم ہے اور دلیری میں فوج ولایتی سے کچھ کم نہیں۔

۱۸ تاریخ کو کوئی امر تازہ نہ ہوا۔ ۱۹ کو دشمنوں نے فوج انگریزی کے عقب میں جا کے حملہ کرنا چاہا جب بریگیڈیر گرانٹ صاحب کو خبر ملی کہ دشمن اس روز چھپے سے حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں انھوں نے فوراً مقابلہ کی تیاری کی اور بریگیڈیر صاحب موصوف مع چھ ضرب توپ

اور ایک تین رسالہ نیم ولایتی بھالہ برداران روانہ ہوئے ٹھیک عقب میں لشکر انگریزی تھا۔  
 شمال اور مغرب کی جانب مبارک باغ سے ایک میل پیچھے دشمن کو مقیم پایا۔ مدد کو فوج اوڑھنے  
 لگی اور لڑائی کا بازار گرم ہوا ٹھیک شام کے وقت دشمنوں نے بڑی عزمندی اور چالاکی  
 کے ساتھ توپیں سرکرتی شروع کیں اور قریب ہٹاکہ بازو کی انگریزی فوج کو شکست دیکر دونوں  
 توپوں پر قبضہ کر لیں لیکن برگیدہ پر صاحب نے یکبارگی حمہ کا حکم دیا اور حملہ ہوتے ہی باغیوں  
 کے پیر نہ جسے اور انگریزی فوج نے ان کو بھگا کے شہر کے اندر کر دیا۔ اس شام کو پول صاحب  
 کر نیل نویں رسالہ گورہ کے مارے گئے۔ فٹنٹ الگنڈر صاحب بھی قتل ہوئے اور ڈپٹی  
 صاحب خاکی پلٹن کے کپتان مع اور چھ افسروں کے زخمی ہوئے۔ اس دن کی لڑائی میں  
 کل ۱۹ آدمی مار گئے اور تتر زخمی ہوئے اور ساٹھ گھوڑے مارے گئے۔ تین سپاہیوں میں سے  
 دو ولایتی اور ایک ہندوستانی سبھی حاسن ہین کاگہ اور جان پرسل اور روبر جان نے بڑی شجاعت  
 میدان جنگ میں ظاہر کی اگرچہ ان کو دشمنوں نے شکست کھائی تاہم رات کو انھوں نے میدان  
 بالکل خالی کیا اتھار انوں رات انکو شہر سے مدد اور پہنچی اور قریب دس بجے صبح کے انھوں نے  
 انگریزی فوج کو پیچھے سے گولہ اندازی شروع کی اول گولہ جنرل صاحب کے باوجود چھانہ میں آگے  
 پڑا اور برتنوں کا نقصان ہوا فی الفور ایک دستہ ۷۷ ویں پلٹن گورہ کا اور کل پلٹنیں اول  
 اور دوم بنگال فیوزی لیزر گورہ مع توپخانہ و سوار دشمنوں کے مقابلہ کو روانہ ہوئے مقابلہ  
 ہوتے ہی دشمن حسب عادت بھاگے اٹکی دو توپیں اور تین گاڑیاں اسباب کی ہاتھ لگیں  
 ۲۱۔ اور ۲۲ تاریخ کو کوئی تازہ واقعہ نہیں ہوا۔ ہاں یہ کہ طرفین سے مورچہ کی توپیں سر ہوتی رہیں  
 ۲۳ جون کو مخبروں نے خبر دی کہ اس روز باغیوں نے ساعت نیک دیکھ کے مصمم ارادہ کر لیا  
 ہے کہ کل ہندو مسلمان جمع ہو کے انگریزوں کو نیت مابود کر دیں اور انکو یقین کامل ہے کہ

اُس روز ان کو فتح کمال نصیب ہوگی۔ علی الصباح ۳۰ تاریخ منگل کے روز چھ ہزار سے زیادہ  
 فوج کرشن دہلی سے نکلی اسی وقت لشکر انگریزی سے بھی مورچوں پر فوج اور میدان میں  
 روانہ ہوئیں اور توپ انہی شروع ہوئی۔ دشمن سبزی منڈی کی طرف آکے پھیل گئے۔  
 اُسکے مقابلہ کے لئے انگریزی فوج بڑھی ایک معرکہ عظیم پیش آیا۔ ۱۱ بجے کے قریب ۵۷  
 ویں بلٹن کے سو گورہ زیر حکم کپتان بروکس صاحب اور ۴۸ کمپنیاں ولایتی دوم بنگال  
 فوجی لیر کی مع جوہر سب توپ اور کچھ فوج پنجابی میدان میں آئی اور جنگ شروع ہوئی۔  
 جس وقت اس قدر سخت مقابلہ ہو رہا تھا کہ الامان۔ سب سخت لڑائی ہوتے ہوئے چار بج گئے  
 اُس وقت رفل اور گورکھا اور گارڈز کی بلٹنوں کو حکم ہوا کہ اسبیکا ایک حملہ کر کے سبزی منڈی  
 کو لئے لینا چاہیئے۔ باوجودیکہ انگلٹنڈ دھوپ میں لڑتے ہوئے نہ بچکے تھے اور کسی سنے ایک  
 نعمت تک نہ کھایا تھا کہ حکم ہوتے ہی دشمنوں پر جا پڑے اور لشکر پریشان کر دیا۔ جب میدان میں  
 تلنگوں کی کچھ پیش نہ چلی تو منڈی کے مکانوں کی چھت پر پناہ لیجئے لڑنے لگے لیکن باوجود  
 اس آڑ کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکے اور حسب دستور شہر میں بھاگ گئے۔ اگرچہ اس روز فتح  
 بہت بڑی ہوئی لیکن جانوں کا نقصان بھی بہت ہوا۔ اُس دن سے سبزی منڈی انگریزی  
 قبضہ میں آگئی پھر دہلی طرف کا انگریزی مورچہ اس جگہ قائم کیا گیا۔ ۲۴ تاریخ کو جانب راست  
 ایک خفیہ مقابلہ ہوا لیکن طرفین کا کچھ نقصان نہ ہوا۔ اس روز مشہور و معروف برگیدیر جنرل  
 چیمبرلین صاحب انگریزی فوج میں پہنچے۔ ان سے انگریزی فوج کو نہایت تقویت حاصل  
 ہوئی۔ ۲۶ تاریخ کو کوئی امر تازہ وقوع میں نہیں آیا۔ ۲۷ تاریخ کو دشمنوں نے پھر دونوں  
 طرف سے سخت حملہ کیا اور چھ بجے صبح سے ۴ بجے تک لڑائی جاری رہی اخیر پھر وہی ہوا۔ جو  
 پہلے ہوتا چلا آیا تھا۔ اس تاریخ سے برسات شروع ہو گئی اور خوب مینہ برسا۔ تمام لشکر گویا



ایک تالاب ہو گیا تھا مینہ کے ساتھ ہی ہیفیہ بھی شروع ہو گیا اور اس تاریخ کو کئی آدمی اس مرض  
مہلک سے مر گئے۔ ۲۸ تاریخ اتوار کے روز سوائے گولہ باری کے طرفین سے کوئی مقابلہ نہ ہوا  
اس جینے کے اخیر دن پھر دشمنوں نے حملہ کیا اور نونہے سے دو بجے تک لڑائی رہی۔ اور  
دشمن حسب معمول شکست کھا اسکے بھاگ گئے۔

**۱۷ جولائی ۱۸۵۷ء** پہلی تاریخ کی صبح کو چار سو سپاہی ۶۱ ویں پلٹن سپاہ گورہ کے  
انگریزی کیمپ میں پہنچے لیکن اس وقت ڈیپٹی مدد کے مقابل میں اسی روز بریلی کا بھنی کمپو دہلی میں  
داخل ہوا اور دیاسے جمن کے پرے کنارے پر مقیم ہوا۔ اس میں تین ہزار آدمی مع چھ ضرب  
ٹوپ تھے اور چھ لاکھ روپیہ نقد سرکاری خزانہ کا ٹوٹ کے سہ آسے تھے اس کمپو میں ۱۸ ویں  
اور ۶۱ ویں سپاہیہ پلٹنیں ہندوستانی مع رسالہ سوار بقاعدہ متعینہ بریلی تھیں اور ۲۹ ویں  
پلٹن متعینہ مراد آباد بھی آئیں شامل تھی۔ پہلے کو اس تاریخ میں جیڑہ صاحب حاکم سر مور پلٹن  
گورکھانے جسکے زیر حکم جانب راست کا مورچہ سہری منڈی سے ہندوراؤ کی کوٹھی تک تھا دیکھا کہ  
دشمن کا ایک اثروہام کثیرا جمیری اور ترکمان دروازوں سے نکل کر میدان میں جمع ہوتا جاتا ہے  
پھر اپنے عقب میں دیکھا تو وہاں بھی ایک فوج پیادہ اور سوار مع ۱۲ ضرب ٹوپ اور غباروں کے  
مقیم بہت معلوم ہوا کہ اس مقام پر ایک دن پہلے سے پونہجی ہوئی ہے۔ یہ دشمنوں کے دونو  
گروہ عید گاہ سے ایک میل پر شامل ہو سکے آگے بڑھے اور اس وقت اس کثیر تعداد کے دیکھنے  
سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ اگر ایک ایک ٹھہری خاک کی بھی اٹھا کر پھینکیں گے تو انگریزی فوج دجائیگی  
مغرب کی وقت دشمن کی فوج پیادہ و قریب چھ ہزار کے کٹن گنج پوتی ہوئی دہری طرف انگریزوں کے  
پہنچے۔ اسکے اخیر میں سہری منڈی کے آگے بڑھ کے ایک شوالہ تھا جہاں کل ایک سو پچاس پنجابی  
سپاہی کا پہرہ لپٹان تروس صاحب کے زیر حکم رہتا تھا۔ دشمنوں کی فوج نو آتے دیکھ کے

یہ جرح صاحب لے کپتان صاحب موصوف کے پاس حکم بھیجا کہ جب تک دشمن بہت نزدیک نہ آجائیں فیر کرنا لازم نہیں اس حکم کے ساتھ ڈیڑھ سو گورسے بھی اٹکی مدد کو بھیج دیئے۔ یہ سختی بھر سپاہی تمام رات ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ میں لڑا اسکے اور ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹے جب صبح ہوئی تو دشمنوں نے اور بھی زور باندھا اور اس قلیل فوج انگریزی کے ہتھانے کے واسطے بڑی بڑی جراتیں کیں لیکن ایک بھی کام نہ آئی اور آخر کار دوپہر کے وقت بائیس گھنٹہ کی لڑائی کے بعد کل فوج دشمن ہیں یا ہو کر شہر میں واپس چلی آئی۔ ۲ تاریخ صبح کو کہ صاحب کی پنجابی ملٹن رفل انگریزی کیمپ میں پہنچی۔ اس ملٹن کے آئیے واقع میں انگریزی فوج کو بڑی مدد ملی۔ اس نے دہلی کے میدان میں بڑی شجاعت دکھائی اسکے بعد ایک نیا گل کھلا یعنی ۲ جولائی کو ایک سکھ کی وساطت سے اس امر کا انتشار راز ہوا۔ ایک پنجابی ملٹن میں ایک کمپنی پوریوں کی بھی تھی جسے کل آدمی دہلی کے باغیوں سے ملے ہوئے تھے انھوں نے اپنی ملٹن کے سکھوں کو سمجھایا کہ خدا کی مرضی یہ ہے کہ حکومت انگلشیہ ہندوستان سے اٹھ جائے اور خاندان مغلیہ کا دوبارہ عروج ہو تم کو چاہیے کہ انگریزوں کا ساتھ چھوڑو اور جس کو خدا سلطنت دینا چاہتا ہے اسکے سامنے ہو جاؤ اور اگر ایسا نہ کرو گے تو فتح کے بعد بہادر شاہ کے حکم سے ایک سکھ بھی زندہ نہ رہیگا۔ یہ سنکر ایک سکھ اپنے انگریزی ہونے کے خیمے میں چلا گیا اور اس ماجرے سے مطلع کیا۔ فی الفور حکمران سرغنہ گرفتار ہوئے اور جنگی عدالت کے حکم سے تین شخصوں پر جرم سرغنہ بغاوت ثابت ہوا چنانچہ قبل از مغرب ان کو پھانسی دیدی گئی اور باقی پوریوں کی کل کمپنی کو ان کا حساب بیاقی کر کے اور متیارے سکے لٹکر سے نکال دیا۔ ۳ جولائی کو باغیوں کی ایک فوج دہلی سے مع کئی ضرب توپ انگریزی لشکر کے عقب کی طرف جاتی ہوئی معلوم ہوئی۔ یہ دیکھ کر خطرہ ہوا فوراً ایک انگریزی فوج مقابلہ کیو بسط

روانہ ہوئی لیکن دشمن کا ارادہ عقب میں جا کر مقابلہ کا نہ معلوم ہوا اس واسطے فوج واپس چلی آئی۔ پیچھے معلوم ہوا کہ یہ فوج باشندگان علی پور کی سزا کے واسطے آئی تھی کیونکہ کل روز سے علی پور کے لوگ سرکار انگریزی کے خیر خواہ رہے اور رسد وغیرہ کے پہنچانے میں سرگرم تھے چنانچہ رات تمام گائوں کو دشمنوں نے جلا دیا اور لوٹ لیا اور قریب پچاس یا ساٹھ سکھوں کو جو پہرہ پر تھے مار ڈالا۔ جب صبح کو یہ خبر انگریزی کیمپ میں پہنچی تو فی الفور انگریزی فوج روانہ ہوئی تاکہ ان کو دہلی کے اندر جانے سے روکے۔ چنانچہ دو بار بریلی کی فوج پر اس روز انگریزی فوج نے حملہ کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ قریب سو باغیوں کے ماریے ہوئے اور دو گناڑیاں محمود اسباب جنگ چھین لیں۔ دوسرے روزہ جولائی اتوار کے دن ایک ایسا بڑا حادثہ انگریزی فوج میں پیش آیا جس کا کبھی گمان نہ تھا تو بجے صبح کے جنرل سر ہنری برنارڈ صاحب سپہ سالار فوج انگریزی مرض ہیضہ میں مبتلا ہوئے ہر چند علاج کیا گیا لیکن جانبر نہ ہوئے صرف چھ گھنٹہ بیمار رہے تین بجے سہ پہر کے وقت راہی عالم بقا ہوئے ان کے مرنے سے لشکر میں ایک سخت ماتم ہوا۔ اگرچہ شدید محنت اور طرح طرح کے افکار جنگ نے انکی ضعیف عمر پر بہت بڑا اثر کیا تھا لیکن تو بھی اس کا سیکوہم و گمان بھی نہ تھا۔ بلکہ امید یہ تھی کہ خدا تعالیٰ انکی محنتوں کا اجر دے گا اور فتح دہلی کی عزت انھیں کے ہاتھ رہے گی۔ لیکن تقدیر میں ایسا نہ تھا۔ مرتے وقت اپنے کنبے کی نسبت جو انگلستان میں جو جنرل صاحب نے اپنے بیٹے سے کہا کہ ان سے کہہ دینا کہ میں اس جہان سے بہت خوش جا تا ہوں۔ دس بجے صبح کے دوسرے روز جنرل صاحب موصوف دفن ہوئے۔ اسی تاریخ کچھ خزانہ اور اسباب جنگ جسکو کپتان بروکس صاحب مع تین سو گوروں کے علی پور سے لینے گئے تھے بھلائی تمام لشکر میں داخل ہوا اور اس حکم کا اعلان ہوا کہ جنرل ریڈ صاحب بہادر پر پروڈنٹل کمند رائے خفیہ

یعنی قائم مقام سپہ سالار ہند نے فوج دہلی کی کمان اپنے ہاتھ میں خود لی۔ یہ تاج کو کوئی تلافی  
 امر نہ ہوا اور لڑائی نہ ہونے سے بچاری تھکی ہوئی فوج کو بہت آرام ملا اسی روز سے  
 لشکر میں جنرل صاحب مثنوی اور آئر میل جارج امین صاحب بہادر کنڈرا پیچیف کے اسباب کا  
 نیلام شروع ہوا کئی روز تک نیلام جاری رہا اور چیزیں بہت گراں فروخت ہوئیں۔ آٹھ روز برابر  
 گزر گئے اور دشمنوں کے کوئی حلیہ نہ کیا اس کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اگرچہ اس کے متعلق  
 سینکڑوں افواہیں کمپ میں اڑتی تھیں۔ لیکن اصلیت معلوم ہونی مشکل تھی۔ ۸ جولائی کو بھی  
 خونریزی نہیں ہوئی البتہ طرفین سے مورچوں پر سے گولہ اندازی رہی اور انگریزی گولہ اندازوں  
 سے ایسے نشانے مارے کہ ایک بڑی ٹوسپ کو جولاہوری دروازہ شہر پر چڑھ رہی تھی بیکار کیا  
 اسی اشارہ میں بہادر شاہ کے نام سے ایک فرمان جاری ہوا جو بریلی کا چھاپا ہوا تھا سمجھا  
 میں نہیں آتا کہ جب دہلی میں چھاپے خانے موجود تھے پھر بریلی میں یہ فرمان کیوں چھپایا  
 گیا۔ بہر حال وہ فرمان یہ ہے۔

## فرمان شاہ دہلی بنام راجگان ریشیان و رعایا می ہند

جمع راجگان و روسا ہند پر واضح و لائح ہو کہ تم ہمہ جو دینی اور نیک خصلتی اور فیاضی  
 میں مشہور الہرو العوام ہو اور ہمتا سے حسن حمایت، طرز اور فہم و دایت سے مذہب و نشان  
 کی اعانت ہو لہذا ازراہ خیر اندیشی ہمتا سے تم کو ہدایت ہوتی ہے کہ خدا کے تعالیٰ نے تم کو اپنے  
 مختلف مذاہب کے قائم کرنے کے واسطے پیدا کیا ہے اور تم پر فرض ہے کہ اپنے عقائد اور  
 قوانین مذہبی کو بخوبی درست جانو اور ان پر ثبات قدم رہو کیونکہ خدا نے تعالیٰ نے تم کو  
 یہ منصبہ عالی اور ملک و دولت اور حکومت اس واسطے بخشی ہے کہ تم ان لوگوں کو جو ہمتا سے

مذہب میں رخصت اندازی کریں غارت کرو اور جو اشخاص کہ تم میں سے صاحب طاقت ہیں  
 اُن کو ضرور ہے کہ وہ اُن لوگوں کو جو تمہارے مذہب کو بگاڑا چاہتے ہیں نیست و نابود کریں۔  
 اور جو اتنی قدرت نہیں رکھتے وہ بدل و جان ایسی تدبیروں میں مشغول رہیں جن سے  
 اُنکے مذہب کے دشمنوں کی پائمالی ہو اور یہ تمہارے عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مذہب  
 بدلنے سے مرنا بہتر ہے اور واقع میں یہی حکم خداوند تعالیٰ کا بھی ہے جو خاص و عام پر ہون  
 ہے۔ انگریز جملہ مذاہب کو غارت کیا چاہتے ہیں اور ہندوستانیوں کے تخیل مذہب کی واسطے  
 اُنھوں نے ایک مدت سے بہت سی کتابیں لکھوا کر اپنے پادریوں کے ہاتھ سے سب ملکات  
 تقسیم کرائی ہیں اور پادریوں کو بلوا کر اپنے مقولوں کا اعلان کیا ہے سمجھنے کی بات ہے کہ  
 انگریزوں نے کیا کیا تدبیریں واسطے غارتی ہمارے مذاہب کے کی ہیں۔ اول یہ کہ جب  
 ایک بیوہ مر جائے تو وہ دوبارہ شادی کرے۔ دوسرے یہ کہ سستی یونگی ایک رسم مذہبی قائم  
 تھی جس کو انگریزوں نے اپنے قوانین کی رو سے موقوف کیا۔ تیسرے یہ کہ اُنھوں نے تمام  
 خلقت کو علانیہ سمجھایا کہ اگر وہ اُن کا مذہب قبول کرینگے تو سرکاری اُنکی توقیر ہوگی۔ اور یہ  
 بھی ہدایت کی کہ تم عیسائی کلیساؤں میں جا کر وعظ سنو۔ علاوہ اسکے اُنھوں نے چمک قطعی  
 دیا جو کہ صرف حقیقی اولاد راجگان و رئیسان ہند کی سند نشین ہوگی اور گولی ہوئی اولاد  
 کا کچھ حق نہ ہوگا۔ حالانکہ از روئے شاستر دس طرح کے مختلف وارث فرایاب سلطنت ہو سکتے  
 ہیں۔ اس تدبیر سے اُن کا مطلب خاص یہ ہے کہ وہ اخیر کو تمہاری ریاستیں اور جاگیروں  
 چھین لیں جیسا کہ اُنھوں نے فی زمانہ ریاست ہائے لکھنؤ اور ناگپور میں عمل کیا اور آریس  
 ایک اور تدبیر اُنھوں نے یہ کہ قیدیان جیلخانہ کو جبراً ہی روٹیوں کے کھانے کا حکم دیا  
 اکثر قیدیوں نے یہ امر قبول نہ کیا تبھو کے مر گئے اور جنھوں نے لاچار ہو کر روٹی کھانا قبول کیا

انھوں نے اپنا ایمان کھویا۔ جب یہ تدبیر انگریزوں کی اچھی طرح نہ چلی تو انھوں نے آٹے  
 اور شکر میں بڑیاں سپو کر ملائیں تاکہ لوگ ان کو بلا کسی ظن اور شبہ کے کھا کے اپنا ایمان  
 کھو دیں اور چھوٹے چھوٹے کھجورے استخوان اور گوشت کے چانولوں کے ساتھ ملا کر انکو  
 سربازار کھوایا۔ علاوہ اسکے انھوں نے ہر ایک تدبیر ایسی کی جس سے ہمارے مذاہب غارت  
 ہوں انجام کار بعض بنگالیوں نے بعد غوریہ امر قرار دیا کہ اگر ابتداء اہل فوج اس معاملہ مذہبی  
 میں پیورے انگریزوں کے ہوجاویں تو فرقہ بنگالیان بھی انھیں کے مطابق کار بند ہوگا  
 انگریزوں نے اس تدبیر کو بہت پسند کیا اور بے اندیشہ اس مثل کے کہ چاہ کندہ راجا ویریا  
 سے آید۔ برہمنان اور افضل قوم کے لوگوں کو ان کار تو سوں کے کاٹنے کا جبکہ بناسنے میں جی بی  
 لگی جتنی حکم دیا تھا۔ اس حالت میں اگرچہ مسلمان سپاہیوں نے خیال کیا کہ ان کار تو سوں کے  
 کاٹنے سے مذہب ہندو کا صرف جانا رہے گا لیکن تاہم انھوں نے اُسکے کاٹنے سے انکار  
 کیا۔ تب ان سپاہیوں کو جنھوں نے کار تو س کاٹنے سے انکار کیا تھا انگریزوں نے توپ سے  
 آڑا دیا۔ یہ ظلم شدید دیکھ کر سپاہ نے انگریزوں کا قتل شروع کیا اور جہاں کہیں فرنگی کو پایا مار ڈالا  
 اور افضل ایزدی اور امداد سوری بالفعل ان تدابیر میں مشغول ہیں جن سے کہ چند انگریز کہیں  
 کہیں باقی رو گئے ہیں وہ بھی نیست و نابود ہو جاویں اور ہمارے یقین و اُثق ہے کہ اگر اب انگریز  
 ملک ہندوستان میں رہیں گے تو کل اس ملک کے آدمیوں کو مار ڈالیں گے اور ہمارے مذہبوں  
 کو مٹا دیں گے ہر چند بعض آدمی ہمارے ملک کے اب بھی انگریزوں سے موافقت رکھتے ہیں بلکہ  
 انکی طرف سے لڑتے جھڑپیں اُنھے حال پر جو بخوبی غور کیا گیا تو یہی ظاہر ہوا ہے کہ انگریز نہ  
 ان کا مذہب چھوڑیں گے اور نہ تم سب کا پس اس صورت میں ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تم نے  
 اپنے ایمان اور جان کی سلامتی کے واسطے کیا تدبیر کی ہے۔ اگر ہماری اور تم سب کی سائے

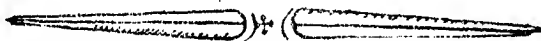
متفق ہو تو بہت آسانی سے انگریزوں کو غارت کر کے اپنے ملک اور ایمان کو بچا سکتے ہیں۔  
چونکہ تم سب ہندو مسلمانوں کی بھلائی پیش نظر ہے اور انگریزوں و دونوں فرقوں کے دشمن ہیں  
لہذا صرف تمہارے مذہب کی حمایت کا پاس و خیال کر کے اور بغیر اندفاع اعدا وین نہ رہو  
اس فرمان مطبوعہ کے اعلان کیا جاتا ہے کہ اہل ہندو کو لنگکاجی اور سلسی اور سالگہ رام کی قسم ہے  
اور مسلمانوں کو قرآن کی قسم ہے کہ وہ بالاتفاق شامل ہو کر اپنی جان اور ایمان کی حفاظت کے  
واسطے انگریزوں کا قتل اپنے ذمہ فرض سمجھیں۔ اور چونکہ گاسے کے بیج کر تے میں ہندوؤں کے  
مذہب کی اہانت ہو بدین نظر و سارا اہل اسلام نے یہ عہد و پیمان کیا ہے کہ اگر ہندو قتل  
عیسائیوں میں گرجوں اور مسلمانوں کے شامل حال ہونگے تو اسی روز سے گاسے اور بیل کا  
بیج ہو جانا موقوف ہو جائیگا اور بعد اس کے اگر کوئی مسلمان اس عہد پر کار بند ہو گا تو وہ بیرو  
قرآن نہ سمجھا جائیگا اور جو مسلمان کہ گاسے کا گوشت کھائیگا وہ اسکو سور کے گوشت کی  
برابر ہو گا اور اگر اہل ہندو قتل عیسائیوں اور فرنگیان میں کمر بستہ و آمادہ ہونگے تو وہ خدا کی  
نظر میں اتنے ہی گنہگار ہونگے جیسا انھوں نے گاسے کے بیج کی یا اس کا گوشت کھایا۔ شاید  
اہل فرنگ بھی اپنی مطلب براری کے واسطے ہندوؤں سے بھگت ایسا ہی اقرار کرینگے۔ آلا  
کوئی عقلمند اس دم فریب میں نہ آئیگا کیونکہ اقرار ان اہل فرنگ کے ہمیشہ ملو بفریب ہوتے  
ہیں اور جہاں ان کا ایک مرتبہ مطلب نکل آیا پھر وہ فوراً اپنے عہد و پیمان کو بالائے طاق  
رکھ دیتے ہیں اور ہر غریب و امیر ہند پر روشن اور ہمدردی کے فریب ان انگریزوں کی عادت  
جتنی ہے اور ہمیشہ دغا بازی ان کا شعار ہے اسی واسطے انگریزوں کے کہنے پر کبھی یقین نہ لانا  
اور یقین و اثق جانو کہ پھر کبھی ایسا موقع جو بالفعل موجود ہے ہاتھ نہ آئے گا۔ فقط یہ فرمان  
موسوی سید قطب شاہ صاحب کے اہتمام سے مطبع بہادری واقع شہر بریلی میں طبع ہوا۔

چونکہ نیک حرام اور باغی کبھی سبز نہیں ہوتے اسی لئے شمشاد کی انگریزی باغی  
 فوج کو بھی پے در پے شکست ملی۔ جو کچھ آٹھوں نے معصوم بچوں اور عیسوں پر ظلم کیے وہ ان کے  
 آگے آگئے۔ ناظرین! پہاڑی کی لڑائی کی کیفیت گزشتہ صفحوں میں پڑھ چکے ہیں اب  
 ہم دہلی کے حملہ اور فتح کی مختصر کیفیت لکھتے ہیں اور پھر بہادر شاہ کے مقابلہ کے حالات  
 لکھیں گے۔ انگریزی فوج باغیوں کو شکست دیتی ہوئی شہر کے قریب چلی آ رہی تھی یہاں تک  
 کہ وہ ۴ اکتوبر کو حافی سبے دہلی کے گرجہ میں پہنچ گئی اور پھر کشمیری دروازہ کاٹائی اور  
 موری دروازہ اور اسکنز کے مکان اور کالج پر قابض ہو گئی۔ یہ دیکھ کر باغی فوج شہر  
 سے بھاگنے لگی۔ اس کے بعد تین سبے سپہ سالار اور اس کا گروہ لٹو کیل معانہ  
 ہوا۔ اور اب اس بات کا انتظار ہوئے لگا کہ آفتاب نکلنے سے پہلے شہر پر حملہ کر دیا  
 جائے چنانچہ وقت مقررہ پر حملہ کیا گیا جس میں انگریزی فوج کا سخت نقصان ہوا اس کی  
 نسبت جنرل ویلیس نے اپنی بیوی کو دس سبے دن کے ایک خط لکھ کے بھیجا جس کا  
 خلاصہ یہ ہے ”جنگ بہت سختی سے جاری ہے۔ ہماری فوج بہت آہستہ آہستہ آگے بڑھ  
 رہی ہے بہت سے زبردست مقامات ابھی لینے میں غالباً بادشاہ کے آگے محل کے  
 قریب بڑی جاری جنگ ہو گی۔ غرض اس خطرناک جنگ کے بعد انگریزی فوج شہر میں  
 داخل ہوئی اور محل سلیم گڑھ اور شہر کے خاص مقاموں پر گولہ باری شروع کی باغی خوب  
 قدم جاکر لڑے اور انگریزی فوج کا بہت سخت نقصان ہوا بالخصوص اسر بہت کام آئے  
 لیکن اس پر بھی فتح مندی انگریزوں ہی کے نام رہی۔ تمام باغی ریواڑی کی طرف بھاگ  
 گئے۔ انگریزوں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اگر لال قلعہ خالی نہ کر دیا گیا تو اس کی شہنشاہ گویوں  
 سے منہدم کر دیا جائیگا۔ یہ حساب لگا لیا گیا تھا کہ اگر یہیں گھنٹے لگا تا قلعہ کی دیواروں پر



گوئے مارے جائیں تو دیواریں آن پڑیں گی۔ اس عصہ میں انگریزی سپاہ چاندنی چوک میں داخل  
 ہوئی لچکا ایک بیخبر پونجی کی نیلی واڑہ اوکشن گنج خالی کر کے باغی بھاگ گئے مگر سخت افسوس  
 ہے کہ برگڈیریکسن فتح دہلی کے وقت ایسا سخت زخمی ہوا کہ پھر جاں برہو سکا اس کے  
 بعد رفتہ رفتہ انگریزی فوج نے شہر کے دوسرے حصوں پر قبضہ کر لیا اور ۷ اکتوبر کو دہلی  
 بنک میں ایک فوجی چوکی قائم کر دی تاہم وباغی عورتوں کا بھیس بدل بدل کے شہر سے بھاگنے  
 لگے چنانچہ تین مہینہ کشمیری دروازہ پر عورتوں کے لباس میں گولی مار دیئے گئے تاہم کی تمام  
 شب قلعہ پر گولہ باری ہوتی رہی اور انگریزی فوج کے ہاتھ باغیوں کی وہ دلوں میں لگیں جب کیفیت  
 ہوئی تو بہادر شاہ نے انگریزوں کے پاس آنا چاہا لیکن ان کے مصاحبین نے انہیں منع کیا  
 اس وقت شہر میں ہر شے گراں ہو رہی تھی چنانچہ آثار و یہ کادو سیر بک رہا تھا تاہم تاریخ تک  
 کوئی ایسا اچھا تمام انگریزی فوج کے ہاتھ نہ لگا کہ وہاں سے وہ قلعہ کی دیواروں کو توڑ سکتی۔  
 اب بھی سلیم گڑھ سے انگریزی فوجوں پر گوئے مارے جارہے تھے، تاہم کو شام کے وقت  
 محل کا دہلی دروازہ کھولا گیا اور وہاں سے بہت سی گاڑیاں بن پر چادریں پڑی ہوئی تھیں  
 قلعہ کے باہر جاتی معلوم ہوئیں مگر ۲۸ ستمبر تک بہادر شاہ کے منتقلی کوئی خبر نہیں آئی۔ اسی  
 تاریخ بہت دھواں دھار پانی برساجس سے موسم میں خشکی پیدا ہو گئی۔ اسی اثنائیں کچھ سکھوں  
 کی فوج انگریزی مدد کے لیے پونج گئی وہ تاریخ کو انگریز لال قلعہ کے اتنے قریب ہو گئے کہ شہر  
 ۱۰۰ گز کا فاصلہ گز گیا محل اور سلیم گڑھ بالکل خالی ہو چکا تھا تیسرے پہر کو یہ خبر آئی کہ بہادر  
 نظام الدین پہنچ گئے ہیں اور انگریزوں نے ۲۸ ستمبر کو پورے شہر اور قلعہ پر قبضہ کر لیا اس  
 تاریخ تک تھیک طور پر یہ معلوم نہیں تھا کہ آیا بہادر شاہ نے ہمایوں کے مقبرے میں پناہ لی  
 ہے یا نظام الدین میں جس وقت انگریز قلعہ میں داخل ہوئے ہیں صرف ۲۰ آدمی وہاں چھپے ہوئے

لے جنھوں نے تین انگریزی سپاہیوں کو زخمی کر دیا اور بھاگ گئے اسی تاریخ لاہوری دروازہ  
 پر بھی قبضہ ہوا باغیوں نے اجمیری دروازہ اور اس پاس کے موچوں کو فانی کر دیا اسی تاریخ  
 دہلی میں بھاگڑی اور غول کے غول عورتوں اور مردوں کے باہر نکلنے لگے پھر باغیوں نے  
 اپنے لشکر گاہ میں ایک میگزین اڑا دیا اسی تاریخ ۲۴ ستمبر انگریزی فوج نے جامع مسجد پر بھی قبضہ  
 کر لیا۔ سات توپیں قلعہ کے دروازے پر پڑی ہوئی ہاتھ لگیں ۲۱ تاریخ کو یہ معلوم ہوا کہ بہادر شاہ  
 نے ہمایوں کے مقبرے میں پناہ لی جو چنانچہ میجر ہاڈسن بہادر شاہ کے پاس پہنچے اور اس سے  
 گفتگو ہوئی بہادر شاہ نے اس شرط پر اپنے کو سپرد کیا کہ مجھے سمیری بیوی زینت محل اور بچوں کو  
 قتل نہ کیا جائے میجر مصوف نے یہ شرط قبول کر لی اور بادشاہ کو مع جواں نخت زینت محل کے  
 گرفتار کر کے لال قلعہ میں لائے ۲۲ تاریخ کو بہادر شاہ کے دو بیٹے اور ایک پوتا بچا یوں کے  
 مقبرے سے گرفتار ہوئے لال قلعہ آ رہے تھے کہ مقدمہ کی کارروائی میں شریک کیا جائے  
 مگر راستہ میں جو لوگوں کا جوش دیکھا تو میجر ہاڈسن نے ان تینوں کو اپنے ہاتھ سے  
 گولیاں مار دیں ۲۴ جنوری ۱۸۵۷ء سے جنگی افسروں کے اجلاس اور خاص دیوان  
 خاص میں بہادر شاہ کے مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی جس مقدمہ میں بہادر شاہ کو مصنف  
 اور قاتل قرار دیا گیا اور انھیں مع انکی دو بیٹیوں اور شاہزادہ جواں نخت کے رنگون  
 بھیجا گیا جہاں وہ ۷ ویں نومبر ۱۸۵۷ء میں نو اسی سال کے ہوئے انتقال کر گئے فقط



# چوتھا باب

## مقدمہ بہادشاہ شاہ دہلی

انگریزی فوجی کمیشن کی کارروائی

برطانوی ۲۶ جنوری ۱۸۵۷ء کو بنگالہ دہلی کے حکم پر شہر بہار میں سی۔ بی۔ کمانڈر کی شرکت  
حسب الہدایت سرطان لارینس چیف کمشنر پنجاب اس غرض سے منعقد ہوئی تھی کہ اس میں  
کے جو فیصلے منظور ہوں ان کے اظہار کیے جائیں۔

پریسیڈنٹ

نقشہ کرنیل ڈالس۔ توپخانہ

ممبران

میجر رام۔ شاہی نمبر ۶۔ توپخانہ۔ میجر ریڈمنڈ شاہی نمبر ۱۱ رجمنٹ

میجر سائور۔ شاہی نمبر ۱۲۔ قراہین بردار۔ کپتان دوہن۔ نمبر ۱۱ سکھ پیدل۔

ترجمان۔ سٹریٹس مرنی۔

وکیل سرکار۔ میجر ایف۔ بی۔ ہیریٹ۔ ڈینی۔ جج ایڈوکیٹ جنرل۔

(سیپٹیمبر ۱۸۵۷ء کی کارروائی)

۲۶ جنوری ۱۸۵۷ء کو ان کے گیارہ بجے قلعہ دہلی کے دربار خاص میں اجلاس منعقد ہوا۔

پریسیڈنٹ ممبران و ترجمان و ڈینی جج ایڈوکیٹ جنرل موجود تھے۔ عدالت قائم کرنے

اور منعقد کرنے اور نقشہ کرل داوس توپخانہ کے پریسیڈنٹ مقرر کرنے کے بعد احکام پیش

کئے اور سنائے گئے۔

اُن افسروں کے نام جو عدالت میں کام کرنے کے لئے مقرر ہوئے تھے قیدی کو سنائے گئے  
طلب دعویٰ

سوال عدالت (خطاب بہ قیدی بادشاہ) تمہیں پریسیڈنٹ یا کسی اور افسر کے جو فوجی کمیشن  
میں اجلاس کریگا۔ اپنے مقدمہ میں سماعت کرنے پر کچھ غدر ہے۔  
جواب۔ نہیں۔

پریسیڈنٹ و ممبرانِ ترجمان و ڈوی جج ایڈوکیٹ جنرل نے حلف اٹھایا۔ کل گواہوں کو  
باہر کر دیا۔ الزامات پڑھے گئے اور حسب ذیل وجہ شل ہوئے۔

## الزامات

(۱) باوجود سلطنتِ برطانیہ ہندوستان میں غار ہوئی تھی، اسی ویکم اکتوبر ۱۹۴۷ء کے درمیانی زمانہ  
میں مختلف اوقات پر اُس نے محمد خبث خان توپخانہ کی رجسٹر کے صوبہ دار و مختلف اشخاص  
و ایسے انڈیا کمپنی کو فوج کے ہندوستانی کمیشن افسروں اور نامعلوم سپاہیوں کو سلطنت کے  
خلاف غدر و بلوہ کرنے میں جرات و امداد دی اور اعانت کی۔

(۲) ۱۰ ویکم اکتوبر ۱۹۴۷ء کے درمیانی زمانہ میں مختلف اوقات پر بنقام دہلی اپنے بیٹے مرزا  
مغل رعیت و حکومتِ برطانیہ ہند اور دیگر نامعلوم اشخاص باسند گان دہلی و صوبہ ممالک  
مغربی و شمالی ہند کو جو نیز حکومتِ برطانیہ ہند کو رکی رعایا تھے سلطنت کے خلاف بلوہ کرنے  
اور لڑنے میں جرات و امداد دی و اعانت کی۔

(۳) و صورتِ رعایا حکومتِ برطانیہ ہند ہونے کے حق اطاعت کا خیال نہ کیا اور قیام  
دہلی ۱۱ مئی ۱۹۴۷ء یا اسکے قریب کی کسی تاریخ میں سلطنت سے منکمر امی کر کے اپنے تئیں

بادشاہ و شہنشاہ ہند مشہور و ظاہر کیا اور دغا بازی سے شہر دہلی پر بے ضابطہ قبضہ کر لیا اور علاوہ ازیں ۱۰ مئی و یکم اکتوبر ۱۷۵۷ء کے درمیانی زمانہ میں مختلف اوقات پر شل نمکھروں کے مرزا مغل و محمد نجات خان صوبہ دار حبٹ توپخانہ اور مختلف دیگر نامعلوم مفسد پردازوں کے ساتھ سلطنت کے برخلاف سرکشی کرنے اور لڑائی لڑنے میں مصدقہ سازش و مشورہ اور اتفاق کیا اور نیز سلطنت برطانیہ ہند کے انہدام اور غارت کرنے اور اپنے مفسدانہ منصوبے پورے کرنے کے لیے مسلح فوج کو جمع کیا اور سلطنت برطانیہ مذکور کے خلاف لڑنے کے لیے روانہ کیا۔

دہلی کے ۱۰ مئی ۱۷۵۷ء یا کسی قریب کی تاریخ پر مقام دہلی قلعہ کی چار دیواری کے اندر ۴۴ آدمیوں کو قتل کر دیا اور قتل میں مدد دی جن میں خاصکر انگریزی عورتیں و بچے و دوسرے انگریز شامل تھے اور مزید برآں ۱۰ مئی و یکم اکتوبر ۱۷۵۷ء کے درمیانی زمانہ میں مختلف سپاہیوں اور دیگر اشخاص کو انگریزی افسروں اور دیگر انگریزی رعایا کو جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے قتل کرنے کی جرات دی اور اعانت کی اور اس کام کے لیے قاتلوں کو ملازمت ترقی و خطابات دیئے۔ اور وعدہ کیا۔ اور نیز یہ کہ ہندوستان کے مختلف خود مختار دیسی رئیسوں کو احکامات بھی دیئے کہ عیسائیوں اور انگریزوں کو اپنے حدود اور علاقہ میں حب اور جہاں پائیں قتل کر دیں۔ یہ فعل کل یا اس کا کوئی جزو ہندوستان کی قانونی کونسل کے ایکٹ ۱۶ مصدر ۱۷۵۷ء کے مطابق جرم عظیم ہے۔

دستخط۔ ایف۔ جے۔ بہرٹ میجر

ڈی۔ جی۔ ایڈوکیٹ جنرل و وکیل سرکار

دسوال محمد بہادر شاہ جو الزامات تمہارے برخلاف قائم کیے ہیں تم مجھے مجرم مبرا نہ بنو

جواب مجرم نہیں ہوں۔  
تمام گواہ باہر کر دیئے گئے

## دادخواہی

جج ایڈوکیٹ کا اڈریس

صاحبان! اس مقدمہ میں بحث کرنے سے پیشتر یہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کے درپردہ شہادت پیش کیجائیگی جو بالکل اُن الزامات پر مبنی نہیں ہے جو ابھی آپ نے ملاحظہ کیئے۔ یہ بات قابلِ قیاس معلوم ہوتی ہے کہ کل واقعات متعلقہ بلوڈ اگرچہ الزام ماغذی استغنا و نالاش سے درپردہ ہی متعلق کیوں ہوں ٹھیک ٹھیک مرچ مثل کیئے جائیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حال ہی میں یہ بات تصفیہ پاچکی ہے کہ بادشاہ کی حفاظت جان کا وعدہ کیا گیا ہے اس لئے ثبوت الزامات کرنے سے تحقیقات کرنے یا تحقیقات کی صورت پیدا کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ کل واقعات جو تزیروں اور دیگر فرایڈ اخبار سے منکشف ہوئے ہیں شامل ہونے چاہئیں۔

مجھے یہ معلوم نہیں کہ ایسی صورت میں جبکہ کوئی خاص الزام قائم کرنا نہیں جو عدالت اپنی رلے صج مثل کرگی یا نہیں مگر یہ خیال کر کے کہ محو اذ قیدی تحقیقات زیادہ قابلِ اطمینان ہونی چاہیئے خواہ وہ ایک فوٹو ہی کیوں نہ ہو اور تحریری یا دیگر ثبوت میں آسکے باطل کر نیکام موقع نکالے۔ میری یہ رلے ہے کہ تحقیقات بصراحت و مناسب شکل میں ہونی چاہیئے تاکہ ایسے واقعات سے جرم اور بیگناہی ثابت ہو جائے۔ یہ بات مافی حاجی ہے اور چنانچہ میں نے اُن الزامات کا ملاحظہ کیا مگر یہ بات صاف صاف سمجھ لینی چاہیئے اور دستِ تحقیقات اصطلاحات کے مشابہت کے سبب جزو باقی ترتیبی اور باقاعدہ تحقیقات

کے متعلق ہیں۔ طرح محدود نہیں ہو سکتیں۔

سرکاری چٹھی جو میں نے میجر جنرل مہنی۔ سی۔ بی۔ کا نمبر قسمت کو مبضمون تحقیقات الزامات بخلاف قیدی بھیجی تھی اور جو انھوں نے منظور کر لی ہے عدالت کی اطلاع کے لیے پیش کرتا ہوں۔

یہ چٹھی سٹر سائڈرس ٹانگھام کشر دہلی کے پاس بھی بھیجی گئی تھی۔ اور یہ بات فیصلہ پا چکی ہے کہ جو سٹے انھوں نے پیش کی تھی اُس پر عمل درآمد ہونا چاہیے۔ چنانچہ الزامات قائم ہوئے اور تحقیقات شروع ہوئی

مگر پھر بھی اصل فشار کا وہ حصہ کہ بلورہ کے متعلق کل واقعات کی کامل تحقیقات کیجائے نظر انداز نہیں کیا گیا اور میں نے اس واقعہ کو اس غرض سے بیان کیا ہے کہ جو معاملہ کسی طرح غیر متعلق ثابت ہو سکی وجہ تقریب ظاہر ہو جائے۔ اور عدالت اُسکے اختیار کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ اس مہتیدی بیان کو ختم کر کے میں چند الفاظ اس مقدمہ کی نوعیت کی بابت کہوں گا۔ اور الزام ناخودی استغناء نالشی کی تائید میں ثبوت پیش کروں گا۔

یہ مقدمہ خواہ قیدی کے سابق بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے خواہ اُس کے اُس مرتبہ کی وجہ سے جو اسے پیدا لشی یا باناشینی کے سببہ بنجیالی تا ابریل کی ایک حاصل ہے یا اُس مقدار جرائم کی وجہ سے جو اُس پر عائد کیے گئے یا اُن واقعات میں اُسکے تعلق کی وجہ سے جو ضمنی نتائج پر ہمیشہ یادگار ہیں گے معمولی دل چسپی کا نہیں ہے۔ یہ مقدمہ غیر معمولی ہو گا۔ کیونکہ بہر حال اس کا انتقام فیصلہ آخری ہو گا مگر پھر بھی اُس فیصلہ آخری کو ہزاروں دی اُس وقت سے دیکھنے کے بعد عدالت فوجداری کی کارروائی سے بہت کم پیدا ہوا ہو۔

چٹھی نمبر ۱۹ مورخہ ۲۶ نومبر ۱۸۵۷ء منجانب سی۔ بی۔ سائڈرس صاحب قائم مقام کشر

دہلی بنام میجر جنرل پنہی۔ سی۔ بی۔ کانڈنگ افواج جنگ دہلی کے مندرجہ خلاصوں سے یہ ظاہر ہوا جیسا کہ عدالت فیصلہ آخری نہ سمجھتے اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ میجر جنرل ولسن نے قیدی کی زندگی کی ضمانت کر لی ہے اور وہ حکم قید کی حالت میں بھی روک دیا گیا ہے۔  
مسٹر سائڈرس کی چٹھی حسب ہدایت سر جان لارمن چیف کمشنر پنجاب لکھی گئی ہے جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

”مساتھ ہی مجھے تمکو اس بات سے مطلع کرنا ہے۔ چونکہ کپتان ہولسن نے حسب ہدایت میجر جنرل ولسن بادشاہ سے اٹکی زندگی کی ضمانت کر لی ہے لہذا فوجی کمیشن کو لائق نہیں ہے کہ اُس پر کوئی حکم آخری دے۔ خواہ انکی تحقیقات کا نتیجہ قید ہی کیوں نہ ہو“  
”تحریری ثبوت جو مجھے اس مقدمہ کے متعلق ملے ہیں وہ بھیجتا ہوں اور انتشارانی الضمیر کے برائے میں شاہدوں کی حاضری وغیرہ کے لیے جو کچھ میرے اختیار میں ہے اُس سے مدد دینے کے لیے ہر وقت تیار ہوں“

میں نے اُردو تحریرات کا ترجمہ باقتیاض مسٹر جنرل مرنی دہلی کلکٹر سوم دہلی سے جو بڑا زبان دان شخص ہے کرایا ہے اور اگر آپ منظور کریں تو انکی خدمات بطور ترجمان آپ کے تصرف میں دیا جاسکتی ہیں۔

تحریری ثبوت بکثرت تھے اور انکو سر بیچ الفہم کرنے کے لیے پانچ مختلف مدت میں ترتیب دیا ہے۔ یعنی (اول) کاغذات متفرق (دوم) متعلقہ قرضہ (سوم) متعلقہ تنخواہ سپاہیان (چہارم) متعلقہ کل معاملات جنگی (پنجم) متعلقہ قتل جس کا خاص حوالہ الزام چہارم میں ہے۔

ان تحریرات کا بڑا حصہ وہ ہے جس پر گمان کیا جاتا ہے کہ قیدی کے خاص قلم کے احکامات تحریر ہیں اور جنگی بابت شہادت دیا جائیگی۔ سو دیگر کاغذات کی قیمت اس طرح قائم کی جائیگی جیسا



روندا مقدمہ سے ممکن ہو۔ مگر مجھے اندیشہ ہے کہ بعض تحریرات غیر بے پردہ ثبوت کے پیش کی جائیگی جو ان اشخاص سے دستیاب ہوئی ہیں جسکے نام وہ منسوب تھیں۔ ایسی صورتوں میں عدالت تحقیقات کامل نہایت ضروری سمجھے گی۔ اور یہ کہ تحقیقات اُس وقت تک کامل نہ ہونگی کہ شہادت بذات خود قابلِ لحاظ نہ ہو۔ مگر محض اس وجہ سے کہ غیر ضروری اظہار نہ کیے جائینگے نام منظور کر دیا جائے۔ عدالت اُن شکلات کو یاد کرے گی جو ان تحریرات کے ثابت کرنے میں جو مصنف کی قلم نہونگی پیش آئیں گی۔ جن کے پاس اس وقت کسی بات کے تسلیم نہ کرنے کی قوی وجہ ہو جس جن کا تعلق قیدی سے ہو۔ یہی زبانی شہادت کا بڑھانا ضروری نہیں سمجھتا۔ یہی اس بات کی کوشش کروں گا کہ جو شہادت حاصل کیجائے وہ نہایت معتبر ذریعہ سے ہو۔ اگر تاہم یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قریب قریب ہر ہندوستانی جن کو میں بطور شہادت اس عدالت میں پیش کروں گا اپنے افسانہ کو اور نیز اُن حالات کو جو وہ بیان کرنا چاہے گا کچھ اس رنگ سے ادا کرے گا کہ غدار اور بلوہ اُن وسیع اور مسئلہ واقعات کے مناسب ہو جائیں جو ہمیں پہلے سے معلوم ہیں۔ میں تحریری ثبوت سے ابتدا کروں گا اور قیدی اور دیگر اشخاص جنہوں نے بلوہ میں شرکت کی تھی انکی تحریروں کے ثابت کرنے کے لیے اپنا پہلا گواہ پیش کروں گا۔ پہلا گواہ آسن امد خان شاہجی حکیم عدالت میں طلب ہوا اور اُس سے اقرار لیا گیا۔ اظہار بذریعہ جج ایڈوکیٹ۔ کاغذات بمعد متفرقات نمبری ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۴ و ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷ و ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲ و ۲۸۳ و ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۶ و ۲۸۷ و ۲۸۸ و ۲۸۹ و ۲۹۰ و ۲۹۱ و ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ کو دکھائے گئے جس کا بیان ہے کہ ہر ایک کاغذ کی پیشانی پر احکامات قیدی کی قلم کے ہیں۔ ذیل کے نمبر ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ و ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۰۷ و ۳۰۸ و ۳۰۹ و ۳۱۰ کو دکھائے گئے۔ اُس نے خاص مہر کو شناخت کیا کہ قیدی ہی کے ہاتھ کی لکائی ہوئی ہے۔

کاغذات نمبری ۵ و ۱۶ و ۲۹ و ۳۲ و ۳۸ گواہ کو دکھائے گئے۔ اُس نے اظہار کیا کہ یہ مکینہ لال کے کچے ہوئے ہیں جو قیدی کا خاص کستر تھا اور یہ کہ اُن میں سے تین نمبروں پر یعنی ۱۶ و ۲۹ و ۳۲ پر مہر ثبت ہے وہ شاہی مہر ہے۔ کاغذات نمبری ۱۲ و ۲۳ و ۲۸ و ۳۰ و ۳۲ پر ۳۵ و ۳۶ و ۳۷ و ۳۸ بھی گواہ کو دکھائے گئے اُن میں سے کسی کی تحریر کو اُس نے نہیں پہچانا البتہ یہ کہا کہ نمبر ۲۳ پر مرزا مغل کمانڈر انچیف کی نمبر ۳۰ پر چیف پولیس افسر اور عدالت چیف کورٹ دہلی کی نمبر ۳۲ پر برہنہ پولیس سٹیشن کے دفتر کی اور بادشاہ کے کستر کی نمبر ۳۶ پر مرزا مغل کی مہر ہے۔ اور نمبروں کے متعلق وہ کچھ نہیں جانتا۔ کاغذات نمبری ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ گواہ کو دکھائے گئے۔ اُس نے ان کاغذات کی مہر کو شناخت کیا کہ بادشاہ کی مہر ہے اور باستثنا سے نمبر ۱ کے دیگر کل مکند لال قیدی کے خاص کسٹری کی قلم کے ہیں نمبر ۲ بھی گواہ کو دکھایا گیا اُس نے شناخت کیا کہ وہ مکند لال کی تحریر ہے اور اس پر بادشاہ کی خاص مہر ثبت ہے۔

جج ایڈوکیٹ نے مندرجہ بالا کاغذات کا نمبر ۶ تک ترجمہ ملاحظہ کیا

(دوسرے دن کی کارروائی)

۲۸ جنوری شہداء یوم پنجشنبہ کو عدالت انسبک دربار خاص دہلی میں مکرر منعقد ہوئی۔ اور گزشتہ دن کی کارروائی پھر شروع کی۔

پریسیڈنٹ و ممبران و ترجمان و ڈی جج ایڈوکیٹ جنرل موجود تھے۔ قیدی عدالت میں لایا گیا۔ احسن المدخان عدالت میں طلب ہوا اور اسکو پہلے اقرار کی یاد دہانی کی گئی۔ اس وقت قیدی نے یہ درخواست کی غلام عباس نامی وکیل کو عدالت میں حاضر ہونے کی اجازت دیجائے تاکہ وہ عدالت میں قیدی کی جانب سے پیروی کرے۔ اس درخواست

کریڈٹ نے منظور کیا۔ اور غلام عباس عدالت میں حاضر ہوا۔

ترجمان نے اصل کاغذات ملاحظہ کیے جن کا ترجمہ گزشتہ دن جج ایڈوکیٹ نے پڑھا تھا۔ اور جو کچھ گواہ نے ہر ایک کاغذ کے متعلق کل اظہار دیا۔ نیا وہ قیدی کے مددگار کو سنایا گیا۔ جب ترجمان نے فارسی کے اصل کاغذات نمبر ۶ تک ملاحظہ کرے تو جج ایڈوکیٹ نے نمبر ۷ کے کاغذات کا ترجمہ دیکھنا شروع کیا۔

(تیسرے دن کی کارروائی)

۲۹ جنوری ۱۹۷۷ء بوم جمعہ

دربار خاص میں آمدن گیارہ بجے پھر عدالت منعقد ہوئی۔ میر مجلس و نمبر و ترجمان و ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل موجود تھے۔ قیدی عدالت میں لایا گیا اور غلام عباس بطور اس کے معاون کے حاضر ہوا ترجمان نے اصل کاغذات فارسی میں ملاحظہ کیے اور جس کا ترجمہ جج ایڈوکیٹ نے گزشتہ دن پڑھا تھا۔ یعنی نمبر ۷ تک۔ غلام عباس اب بطور گواہ قرار دیا گیا۔ جج ایڈوکیٹ نے اظہار کیے۔

سوال۔ ۱۱ مئی ۱۹۷۷ء کی صبح کو تم کہاں تھے جبکہ مفسر رسالے میرٹھ سے آئے۔

جواب۔ میں اسی دربار خاص کے دروازہ پر تھا۔

سوال۔ جو کچھ تم نے اس موقع پر دیکھا بیان کرو!

جواب۔ قریب آٹھ بجے صبح کے میں نے یہ سنا کہ کمپنی کے رسالہ کے پانچ یا چھ سوار آئے اور بادشاہ کے خلوت خانہ کے پاس کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے بے نوا شاغل بجایا جس پر بادشاہ نے اپنے خواص میں سے کسی کو حکم دیا کہ دیکھو یہ غل کیا ہے؟ ان میں سے ایک شخص جھوٹے میں گیا اور سواروں سے کچھ باتیں کر کے بادشاہ کے پاس واپس

آیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اُس نے بادشاہ سے آکر کیا کہا۔ مگر بادشاہ خلوت خانہ کے متصل کمرہ میں آئے اور مجھے طلب کیا۔ بادشاہ نے پھر مجھے کہا کہ یہ سوار باغی ہو گئے ہیں اور میرے آئے ہیں۔ مذہب کے بے لڑنا اور انگریزوں کو قتل کرنا چاہتے ہیں اور مجھے ہدایت فرمائی کہ میں کپتان ڈگلز کے پاس فوراً جاؤں اور یہ معاملہ دیکھنے گوش گزار کر کے اُن سے کہوں کہ مناسب انتظام کریں۔ بادشاہ نے ساتھ ہی اپنے کسی ملازم کو یہ بھی حکم دیا کہ خلوت خانہ کے نیچے کا دروازہ فوراً بند کرے۔ میں صاحبِ کپتان ڈگلز کے پاس گیا اور اُن کو یہ پیغام پہنچا دیا۔ کپتان ڈگلز فوراً میرے ہمراہ آئے اور کہا ہم خود چیکر اس معاملہ کو دیکھینگے۔ وہ اسی دربارِ خاص میں آئے اور بادشاہ کو آتے دیکھ کر باہر نکل آئے اور اُن سے مل گئے۔ بادشاہ اُس وقت استقر تو انا تھے کہ وہ بغیر عصا کے سہارے کے کپتان صاحب کے ساتھ پھرتے رہے۔ بادشاہ نے کپتان ڈگلز سے استفسار کیا کہ انکو اس معاملہ کی کچھ خبر ہے یا نہیں اور نیز یہ کہ یہ فوج کیوں آئی ہے اور کہا کہ فوراً مناسب موقع بندوبست ہونا چاہیے۔ میں اور احسن اللہ خاں اُس وقت موجود تھے۔ کپتان ڈگلز نے درخواست کی بادشاہ کے خلوت خانہ کے نیچے کا دروازہ کھول دیا جائے کہ وہ جا کر سواروں سے سوال و جواب کرے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ وہ اُن کو نہیں جانے دینگے کیونکہ باغیوں کے سر پر خون سوار ہے اور مبادا انھیں مار ڈالیں۔ کپتان ڈگلز نے مکر کوشش کی کہ دروازہ کھول دیا جائے مگر بادشاہ راضی نہیں ہوا اور کپتان صاحب کو ہاتھ پکڑ لیا اور کہا اگر تم اُن لوگوں کو دیکھنا اور اُن سے بات کرنا چاہتے ہو تو یہ باتیں جبرو کے میں سے کر سکتے ہو۔ اس پر کپتان ڈگلز شاہی کمروں اور دربارِ خاص کے درمیانی کٹھن پر آئے اور اصرار سے اُس مقام کو دیکھا جہاں سوار اکٹھے تھے

میں کپتان صاحب کے ہمراہ کھڑے ملک یا اور دیکھا کہ ۳۰ یا ۴۰ سوار نیچے کھڑے ہیں۔  
 کسی کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی اور کوئی پستول اور قراہین ہاتھ میں لیے تھے۔ بہت سے  
 پل کی جانب سے پیدلوں کے ساتھ جو بظاہر سائیں معلوم ہوتے تھے اور جن کے سپر  
 کچھ گٹھڑے آ رہے تھے۔ کپتان ڈگلز نے سواروں سے کہا اس طرف مت آؤ۔ یہ  
 بادشاہ کی مجلس ہے اور تمہارا یہاں کھڑا ہونا بادشاہ کی بیعتی ہے۔ اس پر ایک ایک  
 کر کے سب باج گھاٹ کی طرف چلے گئے اور جب سب چلے گئے تو کپتان ڈگلز بادشاہ  
 کے پاس گئے اور کہا کہ مقلعہ اور شہر کے دروازے فوراً بند ہونے چاہئیں کہ مبادا  
 یہ لوگ شہر میں نہ گھس آئیں، کپتان صاحب نے بادشاہ کو یقین دلایا کہ خوف کی کوئی بات  
 نہیں ہے اس معاملہ کی نگرانی کرنا میرا فرض ہے میں ابھی جاتا ہوں اور فوراً اس کا  
 انتظام کیے دیتا ہوں۔ اس کے بعد بادشاہ اور کپتان ڈگلز اسہنے اپنے کمروں میں  
 چلے گئے اور میں اور حکیم احسن اسمخان و بابا غاٹھ سکر اس کمرہ میں آکر بیٹھے ہم دونوں  
 کو یہاں بیٹھے ہوئے ایک گھنٹہ ہوا ہوگا کہ کپتان ڈگلز صاحب کا ملازم دوڑا ہوا آیا۔  
 اور ایک رقعہ حکیم احسن اسمخان کو دیکر کہا کہ صاحب یاد فرماتے ہیں حکیم صاحب کے کہنے  
 پر میں ان کے ہمراہ گیا۔ جو آدمی ہم لوگوں کو لینے کے لیے آیا تھا اس نے کہا کپتان  
 صاحب اس وقت مفتاح خانہ میں ہیں مگر جب ہم اس جگہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا  
 کہ وہ پھر اپنے مقام پر واپس گئے۔ اس وقت ہم نے دیکھا کہ دریا گنج کی جانب بہت  
 دھواں اٹھ رہا ہے اور کچھ راہگیروں سے معلوم ہوا کہ باغی شہر میں گھس کے ہیں اور  
 انہوں نے جنگلوں میں آگ لگا دی ہے۔ ہم قلعہ کے لاہوری دروازے کے اوپر  
 جہاں ڈگلز صاحب کی فروگاہ تھی گئے۔ اس جگہ ہم کو معلوم ہوا کہ کپتان صاحب تیسرے

کرے ہیں ہیں۔ اور میانی کمرے میں مٹہر سائمن فریز صاحب بیٹھے ہوئے تھے اُن سے  
 ملاقات ہوئی۔ احسن اللہ خان کپتان صاحب سے ملنے چلے گئے اور میں فریز صاحب کے  
 کہنے پر اُنکے ساتھ واپس آ گیا۔ اور اُنہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں بادشاہ سلامت سے  
 جا کر کہوں کہ کپتان ڈگلز صاحب کے مکان کی محافظت کے لئے دو توپیں اور کچھ سپاہ  
 پیادہ بھیج دیں۔ میں اور فریز صاحب اور ایک اور انگریز جو اُنکے ہمراہ تھے زمین سے اُترے  
 فریز صاحب کے ہاتھ میں ایک غلاف دار تلوار تھی اور دوسرے صاحب کے دھن کا نام  
 بیس نہیں جانتا ایک ہاتھ میں سپنول اور دوسرے میں بندوق تھی۔ فریز صاحب نے  
 جو حکم دیا کہ جاؤ اور خود بھی بادشاہ کی طرف چلے گئے مگر میں اُن سے آگے آیا۔ بادشاہ  
 کے کمرے پہنچ کر میں نے بستک دی وہ خود باہر نکل آئے اور میں فریز صاحب کی پیغام  
 پہنچا دیا۔ بادشاہ نے فوراً خاصہ کے آدمیوں کو حکم دیا کہ دو توپیں اور تمام رسالے اور  
 اسر جو موجود ہوں کپتان ڈگلز کی فرو دگاہ پہنچاؤ اُسی وقت احسن اللہ خان بھی پہنچے  
 اور بادشاہ سے کہا کپتان ڈگلز کہتے ہیں کہ دوپالکیاں بھیج کر اُن دونوں عیوں کو جو  
 اُنکے پاس ہیں بلا کے مجلس میں چھپا دیجا میں۔ بادشاہ نے احسن اللہ خان سے  
 کہا کہ تم انتظام کرو اور خاصہ کے ملازموں کو ہدایت کی کہ دوپالکیاں مع مناسب تعداد  
 کہا روں کے باغ کے گرد ہو کر لیجاؤ تاکہ باغی رسالے اُنہیں نہ دیکھ سکیں جو اس وقت قلعہ  
 میں داخل ہو چکے ہیں۔ بادشاہ حکم دیکر یہ دیکھنے کے لئے کھڑے ہو گئے کہ اس حکم کی تعمیل  
 ہو جائے اور احسن اللہ خان بھی اُنکے پاس کھڑے تھے۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد نوکروں میں  
 سے ایک نوکر جو پالکیوں کے لئے گیا تھا واپس آیا اور کہا کہ پالکیاں روانہ ہو گئیں اور اُنکے  
 بعد ہی ایک اور ملازم جو پالکیوں کے ہمراہ گیا تھا اُس سے واپس آ کر کہا کہ فریز صاحب نے

قتل کر دیئے گئے یہ دیکھ سے کچھ پہلے کا وقت تھا۔ اس الزماں نے اس خبر پر راز میں  
 کو اسکی تصدیق اور یہ دریافت کرنے کے لئے کہ کپتان ڈکھس کہاں اور کس حال میں ہیں  
 بھیجا۔ ان آدمیوں نے واپس کر کہا کہ نہ صرف فرزند صاحب بلکہ کپتان ڈکھس زمیں  
 اور اور انگریزوں کے ساتھ رہتے تھے سب قتل کر دیئے گئے۔ یہ سنکر بادشاہ اندر چلے  
 گئے اور اس الزماں اور میں سخت پریشان کہ دیکھئے کیا ہوتا پھر دربار خاص میں چلے  
 آئے۔ اس کے کچھ ہی دیر کے بعد دونوں پیدل کمپنیاں جو قلعہ کے دروازے پر محافظ تھیں  
 مع مفید رسالہ کے جو میرٹھ سے آیا تھا دربار خاص کے سامنے کے میدان میں آگئیں  
 اور اپنی بندوقیں، قزاقین اور تیغچے ہوا میں اڑانے لگیں اور بڑا غل مچایا۔ بادشاہ یہ  
 غل سنکر باہر نکل آئے اور دربار خاص کی چوکت پر کھڑے ہو کر اپنے خواصوں کو حکم دیا کہ  
 رسالوں سے خاموش نیکیے لے کہیں اور ہندوستانی افسروں کو آگے بلایا کہ ان سے  
 اس کارروائی کا نشانہ دریافت کریں۔ اس پر یہ غل کم ہو گیا اور رسالہ کے افسر آگے بڑھے  
 اور بیان کیا کہ انھیں کارتوسوں کے مونہ سے کاٹنے کا حکم دیا گیا تھا جس کا نشانہ یہ  
 تھا کہ ہندو ہوں خواہ مسلمان اپنے اپنے مذہب سے گمراہ ہو جائیں کیونکہ کارتوسوں میں  
 گائے اور سور کی چوٹی لگی ہوئی تھی چنانچہ انھوں نے میرٹھ میں انگریزوں کو قتل کیا اور  
 بادشاہ کی محافظت کے لئے یہاں آئے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا

”میں نے تمھیں نہیں بلایا اور جو کچھ تم نے کیا بہت برا کیا“ یہ سنکر سو یا دو سو مفید  
 پیادہ فوج جو اس وقت میرٹھ سے آئی تھی ٹیڑھیں پر چڑھ کر کمرہ میں آگئی اور کہا جبکہ  
 حضور یعنی بادشاہ ہمارے ساتھ ہونگے ہم سب بے سزا ہیں اور حضور کے ساتھ ہونے  
 ہم اپنے ارادہ میں کامیاب ہو جائیں گے“ اس پر بادشاہ ایک کرسی پر بیٹھ گئے اور ہر

سپاہی اور افسر غرض کمال یکے با دیگرے آگے بڑھے اور ہر شخص بادشاہ کے آگے اپنا سر جھکا کر کہتا تھا کہ "حضور ہمارے سر پر ہاتھ رکھیں" بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور ہر شخص جواکے دل میں آیا کہتا ہوا واپس ہوتا گیا۔ جب ہجوم زیادہ ہو گیا تو میں وہاں سے چلا آیا اسوقت غل غپاڑہ بہت تھا اور سب ایک دم زور زور بول رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ اپنے کمرے میں واپس آگئے اور سواروں نے اپنے گھوڑے صحن میں باندھ دیئے مفسد رسالوں نے اپنی اپنی جگہ پسند کر لی اور دربار عام میں بستر لگا دیئے اور محافظ قلعہ چاروں طرف مقرر کر دیئے۔ اس کے بعد میں حکیم احسن اللہ کے کمرے میں گیا اور وہاں جا کر لیٹ گیا۔ شام کے قریب چار بجے یا اسکے بعد بڑی سرنگ اڑنے کی آواز کانوں میں آئی اور باہر جا کر دیکھا تو میگزین کی طرف بہت خاک اڑتی ہوئی دکھائی دی۔ جو لوگ اسوقت وہاں تھے ان سے معلوم ہوا کہ مفسدوں نے میگزین پر تالا کر دیا مگر مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ جو انگریزی افسر وہاں تھے یہ انھیں کی کارروائی تھی۔ قریب پانچ بجے میں نے یہ سنا کہ کوئی سات یا آٹھ انگریز مرد و عورت و بچے مفسدوں کے ہاتھ لگے اور انھوں نے بادشاہ سے اسکے قتل کرنے کی درخواست کی مگر بادشاہ نے سپاہیوں سے کہا کہ ان قیدیوں کو مجھے دید و اور میں انھیں اپنی حفاظت میں رکھوں گا۔ چنانچہ انھوں نے اس شرط پر کہ ان پر محافظ انھیں میں سے رکھے جائیں بادشاہ کے سپرد کر دیا۔ بادشاہ نے ان کو کسی کمرہ میں بند کر دیا اور حکم دیا کہ انھیں کھانا پینا باقاعدہ بادشاہ کے نوشہ خانہ سے دیا جائے۔ بعد غروب آفتاب میں نے شہر میں اپنے مکان پر جانا چاہا جب میں دربار عام کے میدان میں پہنچا تو وہاں بھی رسالوں کا ہجوم پایا اور معلوم ہوا وہ دہلی کی رجسٹروں کے سپاہی تھے۔ اسکے بعد میں گھوڑے پر سوار ہو کر گھر چلا گیا۔ دوسری صبح کو قلعہ پونچھکر



معلوم ہوا کہ جو توپیں رات کے دس یا گیارہ بجے چھوٹی بھتیں وہ دہلی کے دیسی توپچانہ والوں نے بادشاہ کی سلامی میں فیر کی بھتیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ بادشاہ کے عنان حکومت اختیار کرنے پر فیر ہوئی یا کسی اور وجہ سے۔ اس کے بعد میں دوبارہ اس میں آجیاں حسن اللہ خاں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ بادشاہ نے اس پھلنی کے رفع کرنے کے لیے کوئی بندوبست کیا انھوں نے جواب دیا کہ بادشاہ نے ایک خط اس مضمون کا اونٹنی سوار کے ہاتھ لفظ گورنر کے پاس اگر وہ روانہ کیا ہے اور قریباً پندرہ روز کے بعد میں نے پھر ان سے پوچھا کہ اس کا کیا جواب آیا انھوں نے جواب دیا کہ اونٹنی سوار بلا رسید یا جواب واپس آگیا مگر یہ بھی کہا خط ضرور پہنچا جس کا جواب بعد میں دینے کا وعدہ ہوا۔ اول دن کے واقعہ کے بعد میں نے قلعہ کی باقاعدہ حاضری ترک کر دی صرف تیسرے یا چوتھے دن آتا تھا اور محض بادشاہ کو سلام کر کے واپس چلا جاتا تھا۔ چنانچہ اور واقعات کے بعد نو گفتگو کرنے کی نوبت بھی نہ آئی۔

سوال۔ کیا تم نے سنا کہ فریضہ صاحب کو کس نے قتل کیا۔ آیا بادشاہ کے ملازموں نے یا کسی اور نے؟

جواب۔ اس وقت تو یہ سنا تھا کہ سپاہی کھڑے ہو گئے تھے اور فریضہ صاحب کو بلوہ میں قتل کیا مگر بعد میں یہ سننے میں آیا کہ انکو ایک جوہری نے جسکی دوکان بازار میں کپتان ہوگلز کی قیام گاہ کے نیچے ہی تھی قتل کر دیا۔ مجھے اس شخص کا نام نہیں معلوم اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ اب وہ کہاں ہے۔

سوال۔ جب بادشاہ نے دیسی افروں اور سپاہیوں کے سر پر ہاتھ رکھا تو اس کا کیا منشا تھا۔ کیا اس سے یہ مراد تھی کہ انکی خدمات منظور کی گئیں۔

جواب۔ یہ انکی اطاعت اور خدمات کے منظور کرنے ہی کے برابر تھا۔ مگر یہی ہنر کہہ سکتا کہ اسوقت بادشاہ کا کیا ارادہ تھا۔

سوال۔ بادشاہ کے اختیارات دہلی میں کب عام طور پر مشہور ہوئے یا یہ بات کب مشہور ہوئی کہ بادشاہ نے غیاث حکومت اختیار کی۔

جواب۔ سمجھتے نہیں۔ معلوم کہ کوئی باقاعدہ شہرت اس بات کی دی گئی۔ ممکن ہے کہ ایسا ہوا ہو اور سمجھے اس کا علم نہیں ہوا ہو۔ مگر جس دن فساد ہوا اسی دن باوجود اس کے اختیارات قائم ہو گئے تھے۔

سوال۔ کیا اسی وجہ سے اسکی سلامتی کی قرین چھوٹی تھیں۔

جواب۔ یہی نہیں جانتا جو کچھ میں نے سنا وہ یہ تھا کہ تو بچا۔ والوں نے شاہی حکومت میں آنے کے موقع پر بطور سلامتی خیر کی تھیں۔

سوال۔ یہ تحقیق معلوم ہے کہ کتنی تو بچہ کی سلامتی ہوئی تھی۔

جواب۔ میرے خیال میں معمولی شاہی سلامتی کی بات تو میں فیروز دہلی تھیں۔

سوال۔ کس دن بادشاہ نے پہلا دربار عام کیا۔

جواب۔ فساد کے دن ہی سے روزانہ دوبارہ ہوتا تھا۔ رسالہ والوں کو جو پہلا موقع ضروری کا دیا گیا وہی اول دربار خیال کرنا چاہیئے۔

سوال۔ سناؤ سے پیشتر کیا تم بادشاہ کے دربارداروں اور اس کے خاندان کے ہر وقت کے جلسوں میں تھے۔

جواب۔ میں روزانہ قلعہ میں آتا تھا اور تمام خط و کتابت جو میری معرفت نفٹٹ گورنراور بادشاہ میں ہوتی تھی سناتا تھا۔ میں بادشاہی ملازم تھا مگر سرحدیو فیلڈ شکاف صاحب کی

سفارش پر مقرر ہوا تھا۔

سوال۔ تھیں کبھی قلعہ کے اندرونی حالات معلوم ہونے کے موقع سے یا وہ مضامین جس پر غدر سے پہلے گفتگو ہوتی تھی۔

جواب۔ مجھے ایسے موقع تو ملے مگر میں نے کوئی خاص بات نہیں سنی۔

سوال۔ کیا تم پر بادشاہ کا زیادہ بھروسہ تھا یا تم ان معتدلوں میں سے تھے جن پر کوئی راز یا تجویز جو وہ حکومت برطانیہ سے مخفی رکھنے کی غرض سے ظاہر کرنا چاہتے ہوں ظاہر کیجاتی ہوں۔

جواب۔ میں ان میں سے نہ تھا جن سے مشورہ ہوتا ہو یا جن کو ایسے معاملات کی اطلاع دیجاتی ہو اسبہ حسن اللہ خاں اور محبوب علی خاں ایسے آدمی تھے۔

(چوتھے دن کی کارروائی)

سوال۔ کیا تھیں فساد ہونے سے پیشتر قیدی کی تحریرات دیکھنے کا موقع ملا تھا۔

جواب۔ ہاں میں نے بارہا انکی تحریریں دیکھیں اور ان کو پہچاننا ہوں۔

سوال۔ جو کاغذات میں پیش ہوئے اور جن پر نگاہ سے کہ وہ قیدی کے قلم سے ہیں۔

اور اسی کی مہر ان پر ثبت ہے کیا تھیں انکی صداقت میں شبہ ہے۔

جواب۔ اکثر کاغذات بادشاہ ہی کی قلم کے ہیں اور شاید ایک یا دو انہوں۔

سوال۔ جب قلعہ میں انگریزی عورت اور بچے قتل ہوئے تو کیا تم وہاں تھے۔

جواب۔ نہیں۔ میں قلعہ میں نہیں تھا مگر میں نے بعد میں سنا کہ چند عورتیں اور بچے قتل ہوئے۔

سوال۔ کیا تھیں معلوم ہوا کہ کس نے انھیں قتل کیا سپاہیوں نے یا قیدی ہی کے ملازموں نے۔

جواب۔ میں اس بارے میں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا مگر دو یا تین دن بعد جب میں قلعہ

میں آیا تو میں نے احسن احمد خان سے کہا کہ تم نے قتل عام روکنے کی کیوں نہ کوشش کی

اُس نے جواب دیا کہ حتیٰ الوسع کوشش کی مگر باغی ایک نہ رہا۔

سوال۔ کیا احسن السدفاں نے تم سے کہا کہ اُس موقع پر وہاں موجود تھا۔

جواب۔ نہیں۔ اُس نے صاف صاف یہ نہیں کہا کہ وہ وہاں تھا یا نہیں۔

سوال۔ کس قدر انگریز اس موقع پر قتل ہوئے؟

جواب۔ بیشتر مجھے تعداد معلوم نہیں تھی اور ممکن ہے کہ میں نے سنا ہوا درجہ بول گیا ہوں

مگر اب کوئی دس یا پندرہ دن ہوئے کہ مجھے معلوم ہوا مقتولین کی تعداد قریباً ۵۰ تھی جس میں عورتیں اور لڑکے بھی شامل ہیں۔

سوال۔ کیا یہ عورتیں اور بچے قیدی کے فشار سے قتل ہوئے۔

جواب۔ مجھے اس معاملہ میں اس سے زیادہ علم نہیں جبکہ احسن السدفاں نے مجھے کہا کہ کہ بادشاہ نے قتل عام روکنا چاہا مگر کچھ پیش نہ چلی۔

سوال۔ کیا متعین معلوم ہے کہ مسندہ کے زمانے میں بادشاہ کے کسی ملازم نے واقعات کا روزنامہ چھپوایا کیا اگر نیا کیا تو کس نے لکھا۔

جواب مجھے اسکے کچھ جانے یا نہ کچھ جانیکا علم نہیں۔ البتہ غدر سے پیشتر ایک روزنامہ چھپوایا تھا

سوال۔ کیا مرزا مغل شاہزادہ کو باغی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ اور کس نے اور کہاں؟

جواب۔ بیشک مرزا مغل فوج کے سپہ سالار مقرر ہوئے تھے اور مشہور ہے کہ بادشاہ نے فوج کی درخواست پر انہیں مقرر کیا تھا۔

سوال۔ مسندہ سے پہلے بھی تم نے کبھی فوج کی بے اطمینانی کا حال سنا تھا۔؟

جواب۔ ہاں میں نے سنا تھا کہ ملکتہ میں دو رجسٹوں نے چربی والے تلووں کے استعمال

کرنے کی بنا پر غدر کیا۔ وہ توڑ دی گئی تھیں۔

سوال - دہلی میں بلوہ ہونے سے پشتیر کیا تم نے سنا تھا کہ اس مقام کی جڑیں کسی طرح بے اطمینان تھیں۔ (جواب) نہیں۔ (رجح عدالت)

سوال - کیا انگریزوں کے قتل ہونے کے بعد بھی تم نے لاشیں خون آلود یا اس قتل کے اور نشانات دیکھے ؟

جواب - میں نے کسی قسم کی کوئی بات نہیں دیکھی۔

(سوال) جہاں یہ عہد نہیں اور بچے قتل ہوئے تھیں وہ جگہ معلوم ہے۔

جواب - میں نے سنا تھا کہ وہ عرض کے قریب اُس میدان میں قتل کیے گئے تھے جو لاہری دروازے سے قلعہ میں گھسنے پر پہلے پڑتا ہے۔ لوگوں نے اُس جگہ کو بیان کیا تھا مگر قتل ہونے کی خاص جگہ نہیں بتائی۔

سوال - تم جانتے ہو کہ لاشیں کیا ہوئیں۔؟

جواب - مجھے نہیں معلوم کہ اُس کے بعد اُن کا کیا حشر ہوا مگر سننے میں آیا تھا کہ گاڑیوں میں ڈاکروں سے اُٹھائی گئیں۔ (رجح ثانی جج ایڈوکیٹ)

سوال - انھیں معلوم ہے کہ قتل سے پشتیر یہ عورتیں بعد لڑکے قید کیے گئے تھے اور اگر قید کیے گئے تھے تو کہاں ؟

جواب - میں نے سنا تو تھا کہ وہ قید ہوئے اور بادشاہ کے مطبخ میں یا اُس کے قریب ہی کے کمرہ میں بند کیے گئے تھے۔

سوال - کتنے دن وہ محبوس رہے ؟

جواب - قریباً ہفتہ یا عشرہ بھر۔

سوال - بلوہ کے زمانہ میں قیدی کی شاہی بہوں کس کے پاس تھیں۔

جواب۔ وہ قیدی کے خاص کمروں میں رہتی تھیں۔

سوال۔ کیا ان کا استعمال بالکل قیدی کے ہاتھ میں تھا۔

جواب۔ مہربلا اجازت بادشاہ کبھی ثبت نہ ہوتی تھی۔

قیدی نے جرح سے انکار کیا۔ گواہ قیدی کے پاس بیٹھ گیا۔

(پانچویں دن کی کارروائی)

احسن اللہ خاں بروئے اقرار سابق مکر طلب ہوئے اور آکٹوں کاغذ مرتبہ بعد تمخواہ

انکو دکھائے گئے۔ (جرح جج ایڈوکیٹ)

ان کاغذات کی تحریر قلم اور مہر کی نسبت تم کیا جانتے ہو؟

(جواب) چھ کاغذات یعنی نمبران ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ پر احکام قیدی ہی کے ہاتھ کے

لکھے ہوئے ہیں۔ نمبر ۱ کاغذ لال قیدی کے دستخط کی قلم کا ہے اور یہ مہر اس خاص مہر کا

نشان ہے جس پر اس کا مخفف نام کندہ ہے۔ نمبر ۲ جو قیدی کے بیٹے مرزا منگل کی دست

خط کی تصدیق اس کے عہدہ سپہ سالاری کی مہر سے ہوتی ہے۔ جو الانامہ اس کے ایک

اصل کی قلم کا تحریر شدہ معلوم ہوتا ہے۔

(چھٹے دن کی کارروائی)

سکیم احسن اللہ خاں مکر عدالت میں طلب ہوئے اور سابق اظہار ہوئے۔

(اظہار نمبر بیس جج ایڈوکیٹ)

سوال۔ ان چھ کاغذوں کو دیکھو اور پہچان لو کہ کس کی قلم کے لکھے ہوئے ہیں۔ چھٹا رسی کے

کاغذ مرتبہ بعد تمخواہ گواہ کو دکھائے گئے

جواب۔ نمبر ۱، ۲ کے احکام قیدی کے قلم کے ہیں اور کاغذات نمبر ۳، ۴، ۵، ۶ خیرات خان

بخت خاں گورنر جنرل کے دفتر کے اہلہ کے قلم کے ہیں۔ اس شخص کی عادت تھی کہ اس قسم کے کاغذ پہلے سے تیار رکھتا تھا اور ان پر مہر شاہی ثبت کر کے بعد منظوری شاہ مطابق پتہ کے روانہ کیا کرتا تھا۔

سوال۔ کیا انکی نقل دفتر میں بھی رکھی جایا کرتی تھی۔

جواب۔ ہاں اکثر ہر کاغذ کی وہ دو نقلیں لایا کرتا تھا۔ ایک پر مہر ثبت ہوتی تھی جو بالعموم بادشاہ کی قلم ہوتی تھی اور یہ نقل انکی روانگی کے لئے دیدیجاتی تھی اور دوسری غیر مسدود قیدی کے دفتر میں داخل ہوتی تھی۔

سوال۔ کاغذ نمبرہ کے متعلق بھی تم کچھ جانتے ہو

جواب۔ میں انکی قلم نہیں پہچانتا۔

سوال۔ کیا ممکن یا قرین قیاس ہے کہ یہ نقل دفتر کے جدید مقرر شدہ اہلہ کی قلم کی ہو جس سے تم واقف نہیں۔

جواب۔ ہاں میرا گمان ہے کہ محمد خاں کے دفتر کے کسی اہلہ کی قلم ہے۔

ترجمان نے فارسی کے اصل کاغذات اس وقت سنائے۔

سوال۔ کیا تم مسیحی محمد حسن عسکری و اعظما کن دہلی سے واقف ہو؟

جواب۔ ہاں میں جانتا ہوں وہ دہلی دروازہ کے قریب رہتا تھا اور بادشاہ کے پاس اکثر آتا تھا۔

سوال۔ یہ تھیں اُسے دیکھے ہوئے کتنا عرصہ ہوا۔

جواب۔ انگریزی رسالہ کے دہلی پر مکر قبضہ کرنے سے نہیں روز پیشتر میں نے اُسے دیکھا تھا۔

سوال۔ یہ تھیں معلوم ہے وہ کہاں گیا یا اُس کا کیا مشر ہوا۔

جواب۔ نہیں میں نہیں جانتا

سوال۔ وہ بادشاہ کے پاس اکثر کس وقت آتا تھا اور کب پہلے پہل وہ بادشاہ کے روبرو پیش ہوا تھا۔ (جواب عرصہ قریباً چار سال کا ہوا کہ وہ پہلے پہل بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا تھا۔ بادشاہ کی ایک لڑکی اُسکی مرید ہو گئی۔ اور اُسکی پرہیزگاری کی اس قدر تعریف کی کہ بادشاہ نے اُسے اپنی بیماری کے زمانے میں اپنی صحت کے لیے دعا کرنے اور آرام کرنے کے لیے نوکر رکھا تھا۔ مگر ششہ دو یا تین سال کے اندر اُسکی آمد و رفت بہت بڑھ گئی۔ یہ لڑکی دہلی دروازے پر جن عسکری کے مکان کے قریب ہی رہا کرتی تھی اور یہ مشہور تھا کہ وہ اُسکی بیوی ہے۔

سوال۔ کیا اس شخص حسن عسکری نے یہ بھی وضو کا دیا تھا کہ اُسے مکاشفہ ہوتا ہے آئندہ ہونے والے واقعات پہلے سے بتا سکتا ہے؟  
جواب۔ وہ خوابوں کی تعبیر دیا کرتا تھا اور آئندہ کے واقعات پہلے سے بتایا بھی کرتا تھا۔ اور مکاشفہ کا اقرار بھی کیا تھا۔

سوال۔ کیا یحییٰ معلوم ہے کہ اُس نے کبھی اُس لڑائی کے متعلق بھی پیشین گوئی کی تھی جو اُس وقت انگلستان اور شاہ فارس کے درمیان ہو رہی تھی۔

جواب۔ جس زمانہ میں انگریزوں اور شاہ فارس میں لڑائی ہو رہی تھی اُس نے کچھ نہیں کہا البتہ عرصہ دو سال کا ہوا اُس نے قیدی بادشاہ سے چار سو روپیہ لیکر ایک شخص کو لیے اور یہ ظاہر کیا کہ وہ مکہ منظر جاتا ہے مگر بعد میں یہ بات کھل گئی کہ وہ شخص حج کے لیے نہیں گیا بلکہ شاہ ایران کے پاس گیا۔ اس شخص کا نام شیدی قبر تھا جو ارمینیا کا رہنے والا تھا اور غائب وہیں سے آیا تھا۔

سوال۔ کیا یحییٰ معلوم ہے کہ اس شخص کا کہہ بانا کیوں ظاہر کیا گیا اور شاہ فارس کے پاس



جانا کیوں نہ ظاہر کیا گیا۔

جواب۔ میں نے اسکی بابت استفسار نہیں کیا مجھے عدالت کے جاسوس سخی جٹیا جٹیل نے یہ کہا کہ حسن عسکری نے اُس شخص کو بجائے مکہ کے ایران بھیجا تھا اور عدالتی ملازمین سے دریافت کرنے پر اس خبر کی تصدیق ہو گئی۔

سوال۔ تم نے کبھی سنا کہ اس سفارت کے بھیجنے کا کیا مطلب تھا۔

جواب۔ نہیں۔ مگر قلبنجاں اور بنت بادشاہ کے دو جانثاروں سے یہ معلوم ہوا تھا کہ حسن عسکری نے شیدی قمبر کو کچھ کاغذات رات کیوقت دیکھ کر جن پر شاہی مہر ثبت کرائی گئی تھی ایران روانہ کیا۔ سوال۔ کیا قلعہ میں انگریزوں اور ایرانیوں کی لڑائی کے تذکرے اکثر ہو کرتے تھے۔ اور بادشاہ اس گفتگو پر دل چسپی ظاہر کیا کرتے تھے۔؟

جواب۔ نہیں۔ اس مضمون پر دل چسپی اور گفتگو خاص کر نہوتی تھی۔ ہندوستانی اخبار قلعہ میں آتا تھا اُس سے لڑائی کی ترقی کا حال معلوم ہوتا تھا اور بادشاہ کبھی کسی طرح اُن میں قابل بحث دلچسپی ظاہر نہیں کرتے تھے۔

سوال۔ کیا وہابی کے مسلمانوں میں اس لڑائی سے زیادہ دلچسپی تھی اور کیا یہ لڑائی اُن کے نزدیک مذہبی لڑائی سمجھی جاتی تھی۔

جواب۔ نہیں۔ دینی کے مسلمان اہل سنت والجماعت ہیں اور ایرانی امامیہ مذہب کے ہیں لہذا اول الذکر نے اس لڑائی سے زیادہ دل چسپی ظاہر نہیں کی۔

سوال۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ گزشتہ ماہ پانچ میں لینے قریب دس ماہ پیشتر بادشاہ نے حسن عسکری کو کسی خاص غرض کے لیے بیس اشتریاں دی تھیں۔

جواب۔ بادشاہ اُسے وہ پید دیتے رہتے تھے مگر مجھے نہیں معلوم کس لیے یا کسی خاص غرض کے لیے۔

رہتے تھے۔ (سوال) رقم نے یہ بھی سنا کہ بادشاہ نے ایک مکہ جانے والے توافد کے ساتھ کچھ آدمی قسطنطنیہ بھیجے تھے۔ (جواب) نہیں مجھے نہیں معلوم کہ بادشاہ نے کسی موقع پر کچھ آدمی قسطنطنیہ بھیجے ہوں۔ (سوال) کیا تم محمد درویش نامی شخص کو دہلی میں جانتے ہو؟  
جواب۔ نہیں میں نہیں جانتا۔

سوال۔ کیا کوئی تحریر جس پر شاہ ایران کی مہر لگی ہوئی تھی جامع مسجد یا شہر کے کسی اور مقام پر فساد ہونے سے پیشتر چپاں ہوئی تھی۔

جواب۔ ہاں بلوہ سے چند ماہ پیشتر میں یہ سنا تھا کہ شاہ ایران کی طرف سے کوئی اشتہار جامع مسجد میں چپاں ہوا تھا۔ (سوال) کیا تم نے یہ بھی سنا تھا کہ یہ کاغذ کیوں آیا تھا۔

جواب۔ نہیں۔ مگر یہ سنا تھا کہ اُس کے مضمون سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اہل شیعہ نے اُسے لکھا ہے (سوال) کیا وہ صحیح خیال کیا گیا تھا۔؟

جواب۔ لوگوں کو اسکی صحت کے متعلق یقین نہ تھا وہ بالعموم اسکی باتہ مشتبہ تھے۔

(سوال) اسکی عبارت کیا تھی؟ (جواب) میں نے یہ سنا تھا کہ اُس میں مسلمانوں کے کل فرقوں کو نصیحت تھی کہ باہمی نفاق کو دور کر دیں اور موجودہ وقت میں سب مسلمان متفق ہو جائیں اُنکی ضرورت تھی کہ ایک جھنڈے کے نیچے ملنے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔

(سوال) کیا اس تحریر سے شہر میں زیادہ چرچا یا شور مچا نہیں پیدا ہوئی۔

جواب۔ نہیں بہت زیادہ نہیں۔ (سوال) کیا اس تحریر کا قلعہ میں یا بادشاہ نے تذکرہ کیا؟  
جواب۔ قیدی نے کبھی میرے سامنے تذکرہ نہیں کیا۔ مگر میں نے یہ سنا تھا کہ قلعہ میں چنید اور آدمیوں سے اس کا تذکرہ کیا گیا تھا۔

سوال۔ جب کمپنی نے اودہ کو اپنے علاقہ میں شامل کیا تو کیا اُس وقت دہلی کے مسلمانوں

سے بچنی ظاہر ہوئی تھی۔؟ (جواب) نہیں۔ کسی قسم کی بے اطمینانی ظاہر نہیں ہوئی۔  
برخلاف اس کے مسلمانانِ دہلی اس سے بہت خوش ہوتے تھے کیونکہ باشندگانِ کھنؤ  
نے جو شیعہ ہیں مولوی احمد علی کو جو ستید اور سنی تھا قتل کیا تھا۔

(سوال) کیا کوئی اشتہار یا ضلعِ غدر سے کچھ ہی پیشتر جس سے مسلمانوں کی بے اطمینانی  
ظاہر ہوئی جامع مسجد چسپاں ہوئے تھے۔

(جواب) مجھے اسکی بابت کچھ یاد نہیں۔

(سوال) کیا دہلی کے اردو اخبارات نے غدر سے پیشتر کسی وقت انگریزوں کے خلاف نہر ہی  
لڑائی کرنے کے لیے زور دیا تھا۔

(جواب) نہیں انھوں نے کبھی زور نہیں دیا۔ اگر ایسا ہوتا تو سرکاری انٹر سکانٹس لیتے  
(ساتویں دن کی کارروائی)

حکیم احسن اللہ خاں پھر طلب ہوئے اور باقرار سابق اظہار ہوا د اظہار بذریعہ جج ایڈوکیٹ  
(سوال) تم نے سنا کہ محمد ردیش کی درخواست پڑھی گئی تھی۔ تمہیں کھانے و مالید سے  
وتیل و پیسے اور کیڑوں کے خوانوں کا حال بھی کچھ معلوم ہے جسکی نسبت یہ کہا جاتا ہے  
بادشاہ نے جن عسکری کے پاس کسی رسم کے انجام دینے کے لیے بھیجے تھے۔

(جواب) ہاں یہ چیزیں معمولاً بھیجی جایا کرتی تھیں مگر مجھے یہ نہیں معلوم کہ کسی خاص غرض  
کے لیے جس کا تذکرہ درخواست میں ہو بھیجی گئی تھیں۔

سوال۔ تم بیان کر چکے ہو کہ ٹیل عدالتی مخبر تھا کیا بادشاہ ان خبروں کے معاوضہ میں اسے  
کچھ دیا کرتے تھے۔ (جواب) نہیں وہ شاہی ملازم تھا وہ گورنمنٹ انگریزی کی جانب سے  
اخبار نویس تھا۔

(سوال) پھر پتھیں پوشیدہ خبریں اُس سے کس طرح معلوم ہوئیں اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ باوجود سرکاری اخبار نویس سمجھے جانے کے اُس سے راز کی باتیں کہی گئیں۔

جواب، ہر قسم کی خبریں جمع کرنے کے لیے جمل قلعہ میں جایا کرتا تھا اس معاملہ کی خبر پر اُس نے مجھے اُس کے متعلق واقفیت حاصل کرنی چاہی اُس وقت مجھے اس بات کا کچھ بھی علم نہ تھا اور اس کے بعد اسکی صداقت کا حال معلوم ہوا۔

جمل لفٹ گورنر آگرہ کا اخبار نویس حاضر عدالت ہوا اور باقرار صلح بیان کیا۔

(نچ ایڈوکیٹ کی جرح)

سوال۔ تم حسن عسکری نامی شخص سے واقف ہو؟

جواب۔ ہاں میں واقف ہوں۔

سوال۔ کیا وہ قیدی کے پاس اکثر آیا جا یا کرتا تھا؟ (جواب) ہاں

سوال۔ اُن کے تعلقات کا حال جو کچھ پتھیں معلوم ہو بیان کرو؟

جواب۔ وہ حسب معمول قلعہ میں آیا کرتا تھا اور کچھ پڑھ کر بادشاہ پر دم کرتا تھا اُس نے بار بار اپنی زبان سے کہا کہ مجھے مدد سے معجزہ و رسالت و قوت تبصیر خواب عطا کی ہے (اس وقت قیدی نے بیساختہ اپنے عقیدہ کا اظہار کیا کہ حسن عسکری ان تمام قوتوں پر حاوی تھا جو اُس سے منسوب کیجاتی ہیں) حسن عسکری کہا کرتا تھا کہ بار بار خدا نے مجھے آواز بلند بنائیں کی ہیں وہ قیدی کے پاس روزمرہ مختلف اوقات پر جب کہی اُسے بلایا یا کرتا تھا۔

اور اکثر بے ہنگم بھی آتا تھا اور جب کہی اُسکو بادشاہ سے تخلیق میں ملنا ہوتا تھا تو خاص کمرہ شام کو آیا کرتا تھا۔

سوال۔ کیا تم نے کسی خاص خواب کا حال بھی سنا جسکی تبصیر حسن عسکری نے بادشاہ کو

دی ہو (جواب) ہاں جبوقت ایرانی فوجیں ہرات میں آئیں اُس وقت ایک خواب کا حال سنا تھا۔ اُس وقت جن عسکری نے اپنا ہی ایک خواب بادشاہ کے سامنے اس طرح بیان کیا تھا کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ مغرب کی طرف سے سخت آنندھی اٹھی اور اُس کے بعد اس قدر بارش ہوئی کہ تمام ملک برباد ہو گیا۔ یہ طوفان جب فرو ہو گیا تو بادشاہ کو اس سے کسی قسم کی اذیت نہیں پہونچی بلکہ اس طوفان سے سنبھل گیا اور اپنے پلنگ پر بٹھیا رہا۔ اس خواب کی تعبیر جن عسکری نے یہ دی کہ شاہ ایران ایشیا میں انگریزی فوج کو برباد کر کے بادشاہ کو اُس کے تخت پر بٹھا دیکھا اور اسکی سلطنت پھر اُسکے قبضہ میں آجائے گی اور کافر یعنی انگریز قتل ہو جائیں گے۔

سوال۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس شخص جن عسکری کی معرفت شاہ ایران سے قیدی کی خط و کتابت ہوئی تھی۔

جواب۔ ہاں مجھے معلوم ہے خط جایا کرتے تھے۔ عرصہ ڈیڑھ یا دو سال کا ہوا۔ ایک قافلہ لکھ جارا تھا شیدی قمبر قلعہ کے حبشیوں کے سردار نے قافلہ کے ساتھ حج میں جانے کی درخواست کی اُسکی درخواست منظور ہوئی اور اُس وقت کے رولج کے مطابق اسے ایک سال کی تنخواہ پیشگی دے لی۔ یہ مشہور ہے کہ قیدی نے اُسے ایک عرضیہ لکھ کے نام کی دی۔ کہ خانہ کعبہ کی دیوار پر اُسکی طرف سے باندھ دینا۔ آٹھ یا نو روز کے بعد میں نے یہ سنا کہ یہ قمبر کا کہہ جانا محض حیلہ تھا وہ شاہ دہلی کا خط شاہ ایران کے نام لیکر فارس گیا ہے۔

خواجہ بخش شاہی سرکارہ اور قیدی کے ایک صاحب سے مجھے یہ خبر معلوم ہوئی جس کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں ہے۔ اسکی اطلاع میں نے فوراً کپتان ڈگلز کو کر دی تھی اور انہوں نے مجھے تفتیش کے لیے حکم دیا اور کہا کہ یہ بہت بڑی بات ہے اس کے روکنے کی کوشش

خبر ملتیں تھیں۔ (جواب) قلعہ میں آمدورفت کے وقت کم و بیش جو کچھ یہی سنے دیکھا اس کے  
 انکی بددی صاف ظاہر ہوتی تھی۔ بلوہ سے بیس یا پچیس روز پیشتر سپاہی آپس میں انبار  
 کے مکانات کی آتش زدگی کی بابت باتیں کیا کرتے تھے اور اس واقعہ کو چربی دار کارٹوں  
 کی وجہ بتانے لگے اور باہم اقرار ہوتا تھا کہ ہم ہرگز انہیں استعمال نہ کریں گے۔

دسوال: کیا سپاہیوں کی بددی کا تذکرہ قلعہ میں بھی ہوتا تھا۔

جواب: مکانوں کے جلنے اور چربی دار کارٹوں کی وجہ سے سپاہیوں میں بددی پھیلنے کا  
 تذکرہ بالعموم قلعہ میں ہوتا تھا۔ مگر میں نے کبھی یہ نہیں سنا کہ بادشاہ سے بھی اس کا تذکرہ  
 ہوا ہو۔ بلوہ کے چند ہی روز پیشتر قلعہ کے دروازہ کے سپاہیوں نے مجھے یہ کہا تھا کہ  
 اگر چربی دار کارٹوں کے استعمال پر ہمیں مجبور کیا گیا تو میرٹھ کے رسالے دہلی آکر یہاں کے  
 رسالوں سے مل جائیں گے اور یہ عہد و پیمان چند ویسی افسروں کے ذریعہ سے ہوا تھا۔  
 جو کمرٹ مارشل میں میرٹھ گئے تھے۔

دسوال: کیا تم نے اس کا تذکرہ کسی سے کیا تھا۔

جواب: نہیں۔ چونکہ فوجی معاملہ تھا میں نے اس کا تذکرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ میں تو  
 صرف بادشاہ کے متعلق واقعات ظاہر کیا کرتا تھا۔

دسوال: جب باہمی رسالے میرٹھ سے آئے تو کیا تم نہیں تھے۔

جواب: میں اپنے مکان پر نہیں دہلی میں تھا کہ میں نے سنا میرٹھ کے رسالہ کے کچھ سوار  
 نے سلیم پور پل کے کلکٹر چنگی کو قتل کر ڈالا اور چنگی گھر کو آگ لگا دی مگر میں نے اس رپورٹ  
 پر کچھ اعتبار نہیں کیا اور اپنا اخبار لکھنا رہا اس کو ختم کر کے میں قلعہ پہنچا وہاں یہ معلوم ہوا  
 کہ کپتان ڈیکلسن مسٹر فریزر، مسٹر جیمس ممبرٹھ اور مسٹر مکسن سرورقٹر کشنری باغیوں کے

لوہنے کے لیے کلکتہ دروازے کی طرف گئے ہیں۔ میں یہ خبر سن کر ان کے پیچھے پیچھا گیا۔ اور جا کر دیکھا کہ انھوں نے کلکتہ دروازہ کوچہ پل سے بہت قریب بے بند کر دیا ہے۔ وہ لوگ اُسی جگہ مصروف تھے کہ کسی نے آکر یہ اطلاع دی کہ باغی زینت المساجد کی طرف سے شہر میں گھس گئے اور اس وقت دریائے گنج میں ہیں اور انھوں نے ڈاک بنگلہ کو آگ لگا دی ہے اور واقعی اُسی وقت اُس طرف دھواں بھی نمودار ہوا۔ اس وقت صبح کے آٹھ بجے ہوئے کہ میں نے کمپنی کے رسالہ کے تین سواروں کو دریائے گنج کی جانب سنہ ایک انگریز کے پیچھے دوڑتے دیکھا اور ان میں سے ایک سنہ اُس کے قریب پہنچ کر اپنا پستول فیر کیا مگر نشانہ نے خطا کی یہ صاحب اپنا گھوڑا میگزین کی طرف دوڑا کر بچ گئے۔ اسی وقت فریر صاحب نے دروازہ کے پولس گارڈین سے ایک کی ہندوئی لیکر ایک سوار کے گولی ماری۔ بقیہ سواروں نے مقتول کے گھوڑے کے بھی گولی ماری اور فریر صاحب اپنی گتھی میں بیٹھ کر کپتان ڈگلس اور ہمچس کے ہمراہ جو سپیدل تھے قلعہ کی طرف چلے گئے اس وقت ہمچس صاحب کی داہنی کہنی ایک سوار کے تپخ کے فیر سے زخمی ہو گئی اور فریر صاحب قلعہ پہنچنے نہ پائے تھے کہ کچھ اور سوار آ پہنچے اور ان میں سے ایک نے اُن کی پشت پر تیرپو پہنچ کر فیر کیا مگر فریر صاحب بال بال بچ گئے۔ فریر صاحب کی گتھی کے پیچھے اس وقت بچا ور کپتان ڈگلس کی اردلی کا چڑا اسی بیٹھا تھا۔

جب سواروں نے کپتان ڈگلس کو گھیر لیا تو وہ قلعہ کی خندق میں کودے مگر اتفاق سے اُن کا پاؤں ایک پتھر پر پڑا جسکی وجہ سے اُنکے سخت چوٹ آئی۔ اس کے بعد جب سوار انگریزوں کے تعاقب میں چاروں طرف تیرتے ہوئے تو بختاؤر اور دیسی سرکاری ملازم کپتان ڈگلس کو بیہوشی کیمات میں خندق سے اٹھا کر قلعہ کے دروازہ پر آنکی قیام گاہ میں لائے

جب انہیں کچھ ہوش آیا تو فوراً حکم دیا کہ مسٹر بچپنس کے بھی چوٹ آئی ہے ان کو بھی  
ٹھلاؤ اور اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ فریز صاحب لاہوری دروازے کے پٹے پہنچے  
راستہ میں چند انگریزوں کے ساتھ جو اسی صبح کو کلکتے سے آئے تھے ٹھہل رہے تھے  
انہوں نے پران ہرکارہ کو حکم دیا کہ فوراً بادشاہ سے دو توپیں مانگ لے۔ پران یہ پیغام  
ایک گھبراہٹ اور مسٹر فریزر کے شکل راستہ کے وسط میں روشن دالان تک پہنچے جوں گے  
کہ سرکار کے مرد وارٹ کے اکٹھے ہو گئے اور ٹوٹو سپے سے ٹوٹو سپے کہا کہ تالی پیٹ دی۔  
مسٹر فریزر نے ان مخالفانہ خیالات کا اندازہ کر کے کپتان ڈگلز کے قیام گاہ کو لوٹ  
جانا چاہا اور جب وہ دسینے کے پاس پہنچے تو حاجی جو بری نے اپنی تلبارسونٹھ کر ان پر  
حملہ کرنا چاہا۔ مسٹر فریزر صاحب اس کی طرف مدد گئے اور اپنی تلوار مع میان کے اسکی  
طرف بول کی اور دروازہ کے کارڈ کے حوالدار سے کہا ”یہ کیا بڑا ٹوٹو سپے“ اس حوالدار نے  
دیکھا وہ اس کے طور پر اس ہجوم کو مٹانا چاہا۔ مگر مسٹر فریزر کے پیچھے موڑتے ہی جو بری کو  
اسکھ ماری کہ حملہ کر جو بری جرات پا کر مسٹر فریزر پر دوڑا اور ان کی گردن کے دائیں طرف  
ایسا گہرا اور کھاری زخم لگایا کہ وہ فوراً گر پڑا اور پھینک اور آدمی خالی داد ایک کا بلی  
پٹھان و نسل گیک یا مغربی اور شیخ دین محمد جو منسل کے شاگرد ہمیشہ میں چھپے ہوئے  
تھے تلواریں لیکر آچکے اور فریزر صاحب کے سر پر ہاتھ اور سینہ پر ہاتھک وار کئے  
کہ ان کا دم کھل گیا شیخ دین محمد بادشاہ کی طرف سے اردل تھا اور خالق دار اور نسل گیک  
محبوبہ علیخان وزیر اعظم کے مصاحب تھے۔ یہ تینوں آدمی فریزر صاحب کا کام تمام  
کر کے مع ہجوم کے کپتان ڈگلز کے قیام گاہ پر چڑھ گئے وہ پہلی ہی جھپٹ پر پہنچے  
کہ مکھن اردنی نے کپتان ڈگلز کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور انہوں نے زمین





اور ایک ہفتہ بعد سرکاری فرمان مختلف محکموں کے نام جاری ہونے لگے اور دونوں تہیں لی جاسے لگیں۔ اور مئی کی رات کو اس توپوں کی سلامی بھی ہوئی مگر میں ٹھیک نہیں کہہ سکتا کہ اس سے غصہ کیا تھی اس کے متعلق بعض تو یہ کہتے ہیں کہ یہ سلامی مختلف جموں کے سپریم سے لگنے پر ہوئی تھی بعض یہ کہتے ہیں کہ قیدی حبیب سلیم گراہ گیا تو وہاں اس کی سلامی اتاری گئی۔

سوال: مرزا نعل کب کمانڈر انچیف مقرر ہوا؟

جواب: اصل میں تو ابو کے ساتھ یا آٹھ روز بعد ہی وہ کمانڈر انچیف ہو گیا تھا حتیٰ کہ دینی منہ اس کے ساتھ مشورہ کرنے اور اہم معاملات میں رائے اور احکامات حاصل کرنے کے لیے جاتے ہی تھے۔ تھے مگر عام شہرت ایک ماہ بعد ہوئی اور اسی وقت ہی بھی ہوئی جب ہی ماہ شاہ کے اور لٹکے اور پوتے خیرل اور کرنل مقرر ہوئے اور ہر ایک اس کے عہدے کی وردی عطا ہوئی۔

سوال: ایام بلوہ میں سن عسکری کیا مخصوص کام کرتا تھا کیا وہ بادشاہ کا خاص مشیر تھا۔  
جواب: اس کا بادشاہ کے ساتھ مثل سابق واسطہ رہا اور نہ بلوہ میں اس نے کوئی ایسا دخل دیا جو قابل لحاظ ہو۔ قیدی کی ایک لڑکی کو حسن عسکری سے حسن عقیدت تھی مگر لوگوں نے یہ شبو کر کہا تھا ان دونوں میں ناجائز تعلق ہے۔

سوال: یقین معلوم ہے کہ قلعہ میں سے کچھ زینے میگزین پر چڑھنے کے لیے گئے تھے  
جواب: میں نے یہ نہ تھا کہ میگزین پر سیڑھیاں لگا کر چڑھے تھے مگر مجھے یہ خبر نہیں کہ وہ کہاں سے آئے تھے۔

سوال: جو چپتیاں ندر سے چند بیٹے مشیر بہات میں گردش دی گئی تھیں ان کے

متعلق بھی تم نے کچھ سنا اور اس سے کیا مروقتی۔

(جواب) ہاں یہ واقعہ سنا تو تھا۔ بعض تو اسکی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس گردش سے مراد آہیوالی آفت کا روکنا تھا۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ سرکار نے یہ چپاٹیاں اس غرض سے تقسیم کرائی تھیں کہ مثل عیسائیوں کے لوگ اس کے کھانے پر مجبور نہ کیے جائیں اور یہ کہ ان کا مذہب جاتا رہے اور بعضوں کی یہ رائے تھی کہ یہ چپاٹیاں اس واسطے چلائیں گئی ہیں کہ سرکار نے یہ بات ٹھان لی ہے کہ لوگوں کے کھانے پینے میں دخل دیکر ہمیں عیسائی بنائے اور دعوت اس طریقہ پر وگئی کہ ہم میں سے کوئی ہاتھ نہ مار سکے (سوال) کیا اس قسم کے مضامین شائع کرنا مندوبانہ مسلمانوں کی عادت ہو کر گیا ہو اسکو بلا کسی تصریح کے سمجھ جاتے ہیں۔

(جواب) ہرگز ایسی عادت نہیں ہو۔ میری عمر پچاس سال کی ہوئی میں نے تو کبھی ایسی بات نہیں سنی۔ (سوال) کیا تم نے یہ بھی سنا کہ چپاٹیوں کے ساتھ کوئی پیغام بھیجا گیا تھا (جواب) نہیں میں نے ذرا بھی نہیں سنا۔

(سوال) کیا یہ چپاٹیاں مسلمانوں کی طرف سے تقسیم ہوئیں تھیں یا ہندوؤں کی طرف سے (جواب) بلا کا نا مذہب و ملت کی بات والوں میں تقسیم ہوئی تھیں۔

(سوال) انہی کے بعد پہلی مرتبہ تم قلعہ میں کب گئے؟

(جواب) شہر میں یہ نعل ہوا تھا کہ قلعہ میں انگریز قتل ہونگے تاریخ تو ٹھیک ٹھیک یاد نہیں مگر اتنا خیال ہے کہ بلوہ کے ساتھ یا آٹھ روز بعد بھیر کے ہمراہ میں قلعہ کے اندر گیا تھا۔ اس وقت قریب آٹھ بجے ہونگے جب میں قلعہ کے اول صحن میں پہنچا تو میں نے مربع حوض اور تالی کے برابر (جو حوض میں گرتی ہے) انگریزوں کو پشت پر ہاتھ بندھے

قطار وار دیکھا۔ ان میں مرد اور عورتیں اور بچے تھے۔ میرے وہاں پہنچنے کے کچھ ہی دیر بعد میرے ٹھہ والے رسالے کے ایک باغی نے اُن پر سپتول سے فیر کیا۔ نشانہ نے غلطی کی اور بجائے انگریزوں کے بادشاہ کے ایک سپاہی کے جا لگا۔ یہ شخص انگریزوں کے پیچھے کچھ فاصلہ پر کھڑا تھا اُس کے اس طرح مرنے پر سب نے یہ ٹھان لی کہ انگریزوں کو تلواریں سے قتل کرنا چاہیے چنانچہ بادشاہی ملازم اور باغی اُن پر تلواں کھینچ کر جا پڑے۔ یہ نظامہ ایسا تھا کہ میں اُسکے دیکھنے کی تاب نہ لاسکا اور اپنے گھر چلا آیا بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ شاہی ملازم اور باغیوں نے سب کا کام تمام کر دیا۔

(سوال) کیا اظہار خوشی میں اُس وقت کوئی توپ بھی چھوڑی گئی تھی۔

(جواب) نہیں میں نے تو سنا نہیں۔

(سوال) کیا قیدی نے ان انگریزوں کے قتل پر اپنی رضا مندی ظاہر کر دی تھی؟

(جواب) پہلے دن جب سپاہیوں نے انگریزوں کے قتل کرنے کے لیے کہا تو بادشاہ

نے انکار کر دیا تھا مگر سنا ہے کہ دوسرے دن نسبت علیخان بادشاہ کا خاص ملازم

جو اپنی وحشی طبیعت کی وجہ سے مشہور تھا سپاہیوں کے ہمراہ گیا اور انکو انگریزوں کے

قتل پر اصرار کر نیکی تاکید کی۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور بادشاہ نے انگریزوں کو

اُنکے حوالہ کرنے کا حکم دیدیا۔ جہن قتل عام ہوا اُس دن سنا جاتا ہے کہ نسبت علیخان

نے دربار خاص والے میدان میں کھڑے ہو کر باوازل بلند کہنا شروع کیا کہ بادشاہ نے

انگریزوں کا قتل کیا جانا منظور کر لیا اور اپنے خاص ملازموں کو حکم دیدیا کہ اس کام

میں باغیوں کی مدد کریں۔

(سوال) کیا تمہاری رائے میں اگر بادشاہ چاہتا تو خدا صکر عورت و بچوں کی جانیں

نہی سکتی تھیں؟ (جواب) مجھے شہر میں یہ خبر لگی کہ بادشاہ نے تو چاہا تھا کہ عورتیں اونٹوں پر جائیں مگر سپاہیوں کی سیدہ زوری کے سامنے اسکی کچھ پیش نہ چلی۔

(سوال) کیا بادشاہ کی حرم سرے میں ان عورتوں اور بچوں کے لیے کافی جگہ نہ تھی اور کیا وہاں وہ محفوظ نہ رہ سکتے تھے؟

(جواب) بیشک بہت جگہ تھی۔ اگر پانچ سو آدمی بھی وہاں چھپا بیٹے جاتے تو محفوظ رہ سکتے تھے اُس میں کئی چور راستے اونٹ خانہ ہیں اگر باغی محاصرے کی تلاشی بھی لینا چاہتے تو ان کا پتہ چلنا مشکل تھا۔ (سوال) جب انگریزوں نے دہلی کا محاصرہ کیا تو کیا تم محاصرہ دہلی میں رہے؟ (جواب) میں بلوہ کے بعد سواتین مہینہ تک دہلی میں رہا مگر حبشہ ہی آدمی انگریزی ملازمین کو اس شہر پر پھرنے لگے کہ وہ انگریزوں کو خبریں بھیجتے ہیں تو وہاں سے چلا گیا اور جنگ دوبارہ انگریزوں نے دہلی پر قبضہ نہیں کر لیا وہیں نہیں آیا (سوال) کیا ان انگریزوں کے علاوہ جو قلعہ میں قتل ہوئے کچھ اور انگریز بھی قتل ہوئے؟ (جواب) نہیں کوئی رہا ہی نہ تھا جو قتل ہوتا۔ مگر تذکرہ بالا قتل عام سے قبل میں نے یہ سنا تھا کہ اڑتیس یا چالیس انگریز کسی تہ خانہ میں چھپ گئے تھے جب بھوک سے پریشان ہو کر باہر نکلے تو بلوہ کے تین یا چار روز بعد قتل ہوئے۔

(سوال) کیا تم نے سپاہیوں کو علاوہ چربی دار کار تو سوکھ اور شکایت کبھی کرتے سنا؟ (جواب) نہیں میں نے کبھی نہیں سنی۔

(سوال) محاصرہ کے زمانہ میں سپاہی انگریزی حکومت کو کن الفاظ سے یاد کرتے تھے؟ (جواب) سپاہی انگریزی حکومت کی بالعموم بڑی شکایت یہ کرتے تھے کہ انھوں نے ان کے مذہب پر حملہ کیا۔ اور انھوں نے اقرار کر لیا تھا کہ جب کبھی انگریزوں کو پائیں گے قتل کر دیں گے

مگر جو زنجی ہوئے وہ یہ کہتے تھے کہ اگر ہم انگریزوں کی طرف سے لڑتے تو ہم اس حالت میں یوں نہ لڑے ہوتے (سوال) کیا تمہارے نزدیک انگریزی حکومت کے موافق یا مخالف مسلمان اور ہندوؤں کے خیالات میں فرق تھا؟ (جواب) ہاں بیشک مسلمان انگریزوں کی بہادری پر خوش تھے۔ اور ہندو سوداگر و معزز تاجر افسوس کرتے تھے۔

(سوال) کیا اس بارہ میں ہندو اور مسلمان سپاہیوں کے خیالات میں بھی فرق تھا۔ یا دونوں انگریزی حکومت کے سخت مخالف تھے؟ (جواب) کیا مسلمان کیا ہندو سب فوج کا یکساں خیال تھا۔ (سوال) کیا تمہارے نزدیک قلعہ میں میرٹھ سے سپاہیوں کے آنیکا انتظار تھا؟ (جواب) ہاں اُنکا انتظار تھا۔ قوار کے دن اس مضمون کی چھپیاں آئی تھیں کہ ۸ سپاہیوں کو قید ہوئی ہے اور اس بنا پر سخت فساد ہوگا۔ باوجود اسکے قلعہ کے دروازے کے گارڈ نے اس خبر کو خفیہ نہ رکھا اور علانیہ اپنے ارادہ کا اظہار کرتے تھے اور کہتے تھے بعض رسالے میرٹھ میں غدر کر کے دہلی آویں گے۔

(سوال) کیا تمہیں کسی ذریعہ سے معلوم ہوا کہ یہ خبر اس وقت قیدی تک پہنچی تھی۔

(جواب) نہیں میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے؟

(سوال) کیا تم سوخت یا اسکے بعد کے حالات سے اندازہ کر سکتے ہو کہ قیدی کو میرٹھ سے رسالوں کے آجکی خبر پہلے سے تھی؟ (جواب) پہلے یا بعد کے حالات سے میں ایسا نتیجہ نہیں نکال سکتا۔ (جمع ذریعہ قیدی)

(سوال) تم نے اپنی شہادت میں بیان کیا کہ پرسوں ایک انگریز جو مرزا کو چک کے مکان کی طرف بچنے کے لئے جا رہا تھا وہ گولی سے زخمی ہوا کیا تمہیں معلوم ہے کہ مرزا کو چک کو اپنے مکان پرستے؟ (جواب) نہیں۔ میں اس قسم کی تفصیل نہیں دے سکتا۔

(سوال) کیا تم یہ کہتے ہو کہ ان لوگوں نے مسٹر فریز کو میرے اشارہ سے قتل کیا تھا۔ یا فوج نے انھیں قتل پر اکسایا تھا؟ (جواب) جہانک میں بائنا ہوں قتل سے پیشتر بادشاہ کو اسکی خبر بھی نہ تھی۔ مفسد بنی قتل کے لیے نئے ہوئے تھے فوج کی طرف سے اشارہ پاتے ہی انھوں نے قتل شروع کر دیا۔

(سوال) کیا تم نے یہ سنایا کہ میں نے انگریزوں کی لاشیں اٹھائے جا بھی خواہش کی تھی اور یہ کہ سپاہیوں نے مجھے مہلت نہیں دی۔؟

(جواب) نہیں اس بارہ میں مجھے کچھ معلوم نہیں۔ (سوال) کیا بھتیس معلوم ہے کہ میں نے اپنے مسلحہ صاحبوں کو انگریزوں کے قتل میں مدد کرنے کا حکم دیا تھا۔ یا نسبت علیجاں نے غلطی سے یہ خبر اڑا دی۔ (جواب) میں نہیں کہہ سکتا۔

(الہار عدالت)

(سوال) جب انگریز قتل کے پیشتر باندھے گئے تھے تو کیا اسوقت تم نے بادشاہ کے معتدوں یا افسروں میں سے کسیکو وہاں دیکھا تھا۔

(جواب) نہیں۔ میں نے کسیکو اس میدان میں نہیں دیکھا۔ البتہ مرزا قتل بادشاہ کا بیٹا اپنے مکان کی چھت پر کھڑا اس میدان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس وقت بادشاہ کے اور بکے اور دوپستے بھی اپنی اپنی جھپٹوں پر تھے اور غالباً قتل کا تماشا دیکھنے کے لیے کھڑے تھے۔ (سوال) تم نے ان میں سے کسی کو عورتوں اور بچوں کو قتل سے بچانے کی کوشش کرتے دیکھا یا اس کے برعکس دیکھا؟

(جواب) نہیں وہ تو تماشا ہی معلوم ہوتے تھے قتل طے پا چکا تھا اس لیے اگلی مزاحمت بیکار رہی۔

کپتان فرسٹ اسٹنٹ کمشنری ارڈینس کی عدالت میں طلبی ہوئی اور اسکو حلف پائیگا  
(اطہار ج ایڈوکیٹ)

(سوال) کیا تم اسی گزشتہ کو دہلی میں تھے؟ (جواب) میں دہلی میں تھا۔

(سوال) کیا تم نے میرٹھ کے باغی سپاہیوں کو اس موقع پر دہلی میں دیکھا؟

(جواب) ہاں دیکھا۔ میں نے پہلے پہل ایک سوار سالہ کو (قریباً ایک رجب) جسکے چچے  
ہندوستانی پیدل کی گیارہویں اور سیویں رجتیں تھیں میرٹھ کی سڑک پر پل عبور کرتے  
دیکھا تھا۔ وہ فوجی ترتیب میں کپنیوں کی سب ڈویژنیں بنائے نو بجے کے وقت آئے

تھے۔ اس سے پہلے میں نے انہیں نہیں دیکھا تھا مجھے خبر لگی تھی کہ سوار سالہ کا تھوڑا

حصہ بہت سویرے یعنی کوئی سات بجے پل پار کر کے دہلی میں آچکا تھا جسوقت میں نے

رسالوں کو پل پار کرنے دیکھا تو اس وقت میں میگزین میں تھا۔ میرے وہاں جا نیکی

وجہ یہ تھی کہ تھیوٹلس مشکاف نے مجھے تذکرہ کیا تھا کہ باغی میرٹھ سے آنے والے ہیں

میگزین سے جا کر دو تو میں نے آؤ تاکہ انکو موقع سے لگا کر پل کو اڑا دیں اور باغی

دیا پار نہ ہو سکیں۔ مگر اتفاق کی بات ہے کہ اس وقت وہاں نہ تو پل ہی موجود تھے۔ جو

تو میں آتیں اور نہ تو بچی تھے اس وقت میری اور فٹنٹ دہلی کی بھی رلے ہوئی کہ

میگزین کو بند کر دیں اور جنگ ہو سکے اسکی محافظت میں ننیم کی مدافعت کرتے رہیں چونکہ

بھین یقین تھا کہ شام تک انگریزی فوج میرٹھ سے آجائیگی اور ہمیں کچھ نجات ملجائیگی۔ تو اور

وس بجے کے درمیان اڑتھویں دہلی پیدل فوج کے صوبہ دار نے جو میگزین کے

بیرونی کارو کا امنر تھا مجھے ایک سوانح میں سے کہا کہ بادشاہ دہلی نے ایک گارڈیو

پر فوج کر کے دیے بھیجا اور اسکو حکم دیا تھا کہ جتنے انگریز وہاں ہوں انہیں پکڑ کر



قلعہ میں آؤ اور اگر وہ نہ آئیں تو انہیں میگزین سے باہر نہ نکلنے دو۔ میں نے  
 اس وقت کوئی کارڈ تو نہیں دیکھا البتہ جو شخص اس پر پیغام لایا اُسے دیکھا تھا۔ یہ شخص  
 مسلمان تھا جس نے وہ دارگاہ کو یہ کہہ دیا تھا کہ تاوقتیکہ میں یا لفٹنٹ ولبی اسکو حکم  
 نہ دیں کسی کے حکم کی تعمیل نہ کرے اور ساتھ ہی کہنے نہ تو بیجا مہر کی طرف توجہ کی اور  
 نہ اُسے کچھ جواب ہی دیا۔ اسکے کچھ ہی دیر بعد ایک ہندوستانی افسر شاہی سپاہیوں کے  
 گارڈ کے ساتھ وہاں آیا اور صوبہ دار اور غیر کمیشن افسروں سے کہا کہ ہم نگو بادشاہ کی  
 طرف سے سیکرٹس کر رہے آئے ہیں۔ ہم صوبہ دار کو پہلے ہی حکم دیجئے کہ ایسے احکام  
 کی کچھ پروائی نہ کی جائے۔ اس افسر نے آئے ہی بارہ بارہ آدمیوں کا پہرہ ہاتھی ایک غیر  
 کمیشن افسر میگزین کے دروازہ پر معین کر دیا۔ یہ لوگ فوجی قاعدے سے کھڑے  
 ہو گئے اور اپنے ہتھیار نصب کر کے مثل باقاعدہ سپاہیوں کے احکام حاصل کر نیکیے  
 لیئے تیار ہو گئے۔ وہ سب شاہی وردیاں پہنے تھے۔ دوس یا گیارہ بجے کے درمیان  
 یعنی اس واقعہ کے کوئی ایک گھنٹہ بعد دروازہ کے بیرونی دربان نے پکار کر کہا کہ مجھے  
 فورسٹ صاحب یا لفٹنٹ ولبی سے کچھ کہنا ہے۔ جب ہم دونوں دروازے پر گئے  
 تو اُس نے اور سنتری نے کہا کہ شاہی سپاہی دروازے کے باہر جو کچھ ذخیرہ ہے لے  
 لینے گئے ہیں اور ہم انہیں روک نہیں سکتے۔ لفٹنٹ ولبی اور میں نے کچھ جواب نہیں  
 دیا مگر دروازہ میں سے دیکھا کہ واقعی ذخیرہ اٹھ رہا ہے۔ جو لوگ آئے اٹھا رہے  
 تھے وہ معمولی مزدور تھے مگر انکی محافظت اور نگرانی کے لئے شاہی سپاہیوں کا گارڈ تھا  
 ہتھوڑی دیر کے بعد ہمارے گارڈ کے صوبہ دار نے مجھے یا لفٹنٹ ولبی سے پھر ملنے  
 کی خواہش کی اور ہم دونوں اُسکے پاس گئے۔ اُس نے کہا بادشاہ کا ہر کارہ یہ

کہنے آیا تھا کہ اگر میگزین کا دروازہ نہ کھلا تو ہمیں مجبوراً سیڑھیاں چڑھنی پڑھیں گی۔ اور چنانچہ محفوظی دیر کے بعد سیڑھیاں پہنچ گئیں اور میگزین کے جنوب مشرقی گوشہ پر گداوی گئیں۔ میگزین کے ہندوستانی عملہ نے بہت ہی دیکھا تو فوراً ساکبان پر چڑھ کر براہ سیڑھی میگزین سے باہر نکل بھاگے۔ اس کے بعد باغیوں نے بلاتامل سیڑھیوں پر میگزین کے اندر ہمہ رخ حملہ شروع کر دیا اور شام کے ساڑھے تین بجے تک یہ کارروائی جاری رہی۔ سیڑھیوں پر چڑھ کر انہیں ایک چھوٹی برجی میں جگہ مل گئی اور جب وہاں انکی کافی تعداد ہو گئی اور میگزین کے اندر اترنے کا قصد کیا تو ہم نے دو میدانوں توپوں کا گراپ ان پر مارا اور دو آئندہ کے لیے بچا رکھیں۔ ان دونوں توپوں پر صرف مشر بکے اور میں تھا۔ دیگر دو توپیں سب کینڈل کٹر کرو اور جنرل ایڈورڈس کی نگرانی میں میگزین کے دوسرے دروازہ پر پھینک اور لفٹ ولپی نے انکو حکم دے رکھا تھا کہ جب تک دروازہ پر حملہ نہ ہوا انہیں نہ داغیں۔ ایک توپ دریا کے متقابل کنڈل کٹر شاہ کی نگرانی میں بھی جو میگزین اڑنے کے بعد کشمیری دروازے کے بڑے گارڈین بھاگ کر چلا گیا تھا مگر بعد میں منبر ۵۵ ہندوستانی پیدل کے ایک سپاہی کی گولی سے مرا۔ لفٹ ولپی بہت پھرتی سے کام کر رہے تھے کبھی ایک مقام پر جاتے تھے تو کبھی دوسرے پر اور حسب موقع احکام دیتے رہتے تھے اور ضرورت کے وقت خود بھی مدد کرتے تھے۔ اس کا زار کے وقت میں اور لفٹ ولپی بار بار دروازہ پر گئے۔ اور دریافت کیا اس حملہ کی کمان کون کر رہا ہے مگر برابر یہی جواب ملتا رہا کہ بادشاہ کا ایک بیٹا اور ایک پوتا ہم پر حملہ کر رہے ہیں۔ مگر جو لوگ سیڑھیوں کی راہ میگزین میں داخل ہوئے وہ کل گیا رھویں اور میویں ہندوستانی پیدل کے سپاہی تھے۔

قرب ایک شب بادشاہ کا دوسرا پیغام بدین مضمون پہنچا کہ اگر تم دروازہ نہ کھولو گے  
تو ہم جو دیوار کھڑے اسے ننگ سے اڑا کر رہتہ کر لیں گے  
(نویں دن کی کارروائی)

(سوال) ساڑھے تین بجے تک جو کچھ میگزین میں گزرا اُس کا حال تو تم بیان کر چکے  
اب جو کچھ بعد میں ہوا ہو بیان کرو۔

(جواب) اسوقت تک ہم میدانی توپوں کے گولے صرف میں لاپچھے تھے اور جب باغی  
دو طرف سے میگزین میں گھس گئے تو آئندہ بچاؤ ناممکن تھا۔ کنڈکٹر بگلے کا بازو زخمی  
ہوا میرے دو مرتبہ ہاتھ میں چوٹ آئی۔ لفٹ ولبی نے علی الصباح یہ حکم دیدیا تھا کہ جب  
مازک وقت آجائے تو میگزین کو آگ دینا۔ چنانچہ ساڑھے تین بجے جب وقت آیا۔ تو  
لفٹ ولبی نے پہلے سے اشارہ کیا۔ کنڈکٹر بگلے نے فوراً تعمیل کی اور مکرر کنڈکٹر  
سکلی کی طرف جو میگزین کے قریب کھڑا تھا ٹوپی بلانی کنڈکٹر سکلی نے اشارہ پاتے  
ہی مٹرن کو آگ لگا دی اور اُسی وقت بڑی خوفناک آواز کے ساتھ میگزین اڑا اور جبر  
ہندوستانی قریب تھے تباہ ہو گئے۔ غارت کے ٹکڑے سناہے آدہ میل یا اس سے  
بھی دو جا کر گرے اور کچھ مہیں اور نیچے جو میگزین میں بھاگ کر چلے آئے تھے یا تو فوراً  
مر گئے یا سخت زخمی ہوئے۔ کنڈکٹر سکلی کے بھی اس قدر چوٹ آئی تھی کہ اُس کا بچنا  
محال تھا۔ میگزین اڑنے کے بعد جب میں نے اُسے دیکھا تو اُس کا چہرہ اور سر ایسے  
جھلے ہوئے تھے کہ مجھے حیرت تھی کہ کس طرح اُسکے قالب میں روع رہ گئی مجھے صرف اس قدر  
اور کہہ دیا ہے کہ سوائے ایک بنگالی محر کے میگزین کا تمام ہندوستانی عملہ اسوقت ہیستے  
برگشتہ ہو گیا تھا وہ پہلے ہی اُن ہتھیاروں کو جو اُن کو میگزین کے بچاؤ کے لئے دیے

گئے تھے لیکر بھاگ گئے۔ فٹنٹ ولپی اور میں بچکر کشمیری دروازہ کے بڑے گارڈ میں پہنچ گئے تھے۔ فٹنٹ ولپی اور مسٹر بیکلے دوسری طرف بھاگ گئے اور آخر کار میر ٹھہر گئے اور فقیہ کل خواہ میگزین کی وجہ سے ہلاک ہوئے یا میگزین چھوڑنے پر قتل ہوئے۔  
دو تین دن کے بعد فٹنٹ ولپی بھی میر ٹھہر کی سڑک پر مقتول ہوئے۔

(سوال) جو میٹرھیاں میگزین پر چڑھنے کے لئے لائی گئی تھیں وہ نئی تھیں یا اسی مطلب کے لئے بنائی گئی تھیں۔

(جواب) میں نے اُس کا صرف ایک ڈنڈا دیکھا تھا جو دیوار سے نکلا ہوا تھا اس لئے اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

(سوال) کیا میگزین کے حملہ کے لباس یا حرکات میں بلوہ سے پیشتر کوئی ایسی بات تھی جس سے یہ خیال کیا جائے کہ وہ اس ہونے والی بات سے واقف تھے۔  
(جواب) اُن کے لباس میں تو میں نے کوئی نئی بات نہیں دیکھی البتہ بلوہ سے پیشتر گستاخ ہو گئے تھے اور مسلمان تو بالخصوص۔ مسٹر بیکلے اور مجھ کو یہ بات کھٹکی اور آپس میں اس کا تذکرہ کیا۔ اسی کو جب میں میگزین گیا تو میں نے سرداروں اور دربانوں کو پہلے سے بہت اچھے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا اور میگزین والے آدمی بھی اپنے معمولی لباس میں نہ تھے وہ بھی بہت صاف ستھرے تھے۔ اس کا تذکرہ میں نے اُسی وقت فٹنٹ ولپی سے کیا اُس نے بھی یہی کہا کہ مجھے بھی یہ بات کھٹکی تھی۔

(سوال) کیا کسی وجہ سے تم خیال کر سکتے ہو کہ تمہارے میگزین کے حملہ نے فوجی کار تو سوں کے متعلق خط و کتابت کی ہو۔؟

(جواب) جنٹک میں دہلی رہا اُس وقت تک تو مجھے اس کا شبہ بھی نہ تھا مگر جب میر ٹھہر

پہنچے پر ۱۹ مئی کو اپنے زخموں کی مرہم ٹپی کرنے ہسپتال گیا تو فوجی ہسپتال سارجنٹ نے  
 (غالباً اُس کا نام گوڈرو تھا) مجھے پوچھا کیا کوئی چالاک ہندوستانی میگزین کے عملہ کا  
 سرگروہ تھا۔ میں نے جواب دیا تھا تو اور بالخصوص کریم بخش کا نام لیا یہ بڑا تیز اور لائق  
 آدمی تھا اور فارسی خوب لکھتا تھا۔ اس پر سارجنٹ نے کہا کہ میگزین اُڑنے کے دن  
 مجھے ایک ہندوستانی نے کہا تھا کہ دہلی کے میگزین سے کسی شخص نے تمام دسی  
 رعبٹوں کو چھپیاں لکھی ہیں کہ جو کارٹوس اب تیار کیے گئے ہیں اُن میں چربی کی آمیزش  
 ہے اگر انگریزی امسرا سکے بارہ میں ناکید بھی کریں تو انکی نہ ماننا۔ جب ہندوستانیوں نے  
 میگزین پر حملہ کیا تو کریم بخش بڑی چالاک سے کام کر رہا تھا اور اس طرح اُن سے بات  
 چیت کرتا تھا کہ لفٹ و لٹی کو اُسکی طرف سے شہ ہو گیا اور مجھے کہا کہ اسکو دروازے  
 پر سے ہٹا دو اور اگر پھر ایسی حرکت کرے تو گولی مار دو چنانچہ اسنے اپنی مجلسازی کی  
 وجہ سے پھانسی پائی۔

(جمع قیدی)

(سوال) جن لوگوں کو تم نے میرا ملازم بتایا ہے اور جنہوں نے میگزین پر جاکر میری  
 جانب سے اُس پر قبضہ کرنا چاہا تھا اُن کا لباس کیا تھا۔  
 (جواب) وہ نیلی وردی پہنے ہوئے تھے اور ٹوپی پر پتیل کی ننی سی توپ لگی ہوئی تھی  
 تیس سال سے تو میں جانتا ہوں کہ یہ وردی تمہارے تو بچانہ کی ہے اور نیز جب اُن لوگوں  
 سے دریافت کیا کہ تم کون ہو تو سب نے ایک بان پکے جواب دیا کہ ہم شاہی سپاہی ہیں۔  
 (سوال عدالت) سوال کیا تم نے اس بات کی بھی تحقیق کی یہ سیڑھیاں کہاں سے  
 آئی تھیں؟ (جواب) نہیں۔ میں نے اس بارہ میں تفتیش نہیں کی۔

(اظہارِ تکلف)

تکلف کن کپتان ڈگلز کا عصا بردار حالت میں طلب ہوا اور اسکو حلف دیا گیا  
(سوال جج ایڈوکیٹ)

(سوال رقم نے اس موقع پر کیا دیکھا؟)

(جواب) قریباً سات بجے سوار سالہ کے ایک سپاہی نے قلعہ کے لاہوری دروازہ پر  
گمارہستہ اندر آنیکی اجازت طلب کی مگر اُسے انکار کر دیا۔ جب اُسے اصرار کیا تو اُس  
کی پورٹ فوراً کپتان ڈگلز کو کمرہ لگئی اور وہ اس معاملہ کے مستفسار کے لیے خوب نیچے  
آئے۔ اور اُس سے اُس کا مطلب دریافت کیا۔ جبکہ جواب میں اُس نے یہ کہا کہ میں نے  
میرٹھ میں غار کیا تھا اور وہاں میں آیا ہوں۔ اسوقت کارو سے میں نے پانی اور حقہ  
پینے کے لیے کہا تھا۔ جب کپتان ڈگلز نے اُسکے گرفتار کر لیا حکم دیا تو وہ بھاگ گیا۔  
وہاں سے بطحک کپتان صاحب ابھی پہنچے ہوئے راستے ہی میں تھے کہ بادشاہ کا کھڑو  
بہنچا اور اطلاع کی کہ بہت سے سوار محل کے جھروکے کے نیچے کھڑے ہیں۔ یہ خبر سنکر  
کپتان صاحب اُسی وقت دوبار عام گئے اور جھروکے میں کھڑے ہو کر سواروں سے  
پوچھا کہ تم یہاں کیوں گئے ہو۔ ان میں سے ایک نے جواب دیا کہ میں نے یہاں غار کیا  
یہاں انفانٹ کے لیے آئے ہیں۔ کپتان ڈگلز نے جواب دیا۔ غیر ورنہ شاہ کے  
چرنے کو ٹھاکہ جاؤ مٹھارا انفانٹ ہو گا۔ اس کے بعد کپتان صاحب لاہوری دروازہ سے  
کو واپس آ گئے۔ یہاں پہنچ کر جب یہ معلوم ہوا کہ فریڈ صاحب کو تو الی شہر کے ہمارے گاؤ  
مخافہ ایجنسی کلکتہ دروازہ انتظام کے لیے گئے ہیں تو فوراً اُنکے پاں چلے گئے۔  
میں اور چیرا اسی جاس وقت حاضر ہوئے دونوں اُنکے ساتھ گئے۔ جب ہم کلکتہ دروازہ

پہنچے تو فریز صاحب مسٹر مچھنس اور اور صاحب جنکے نام مجھے معلوم نہیں وہاں تھے  
 اسوقت مسٹر فریز کو تو ال شہر کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے ہمراہ لو اور خبردار  
 دروازہ کے انتظام میں نقص نہ پڑے۔ وہ اس کام میں مشغول تھے کہ چار یا پانچ  
 سوار برہنہ تلواریں ہاتھ میں لیے قلعہ کی جانب سے اُن پر چبھتے۔ اُن میں سے  
 ایک نے چبھتے ہی اُن پر پتول فیر کیا جس پر مسٹر فریز فوراً بگی۔ سے باہر نکل آئے  
 اور پختا و رنگ چہرہ اسی نے پولیس گارڈ سے بدوق لیکر اُنہیں دی۔ بدوق بھری  
 ہوئی تھی اور مسٹر فریز نے سوار کے گولی مار دی۔ اس کارروائی سے اُسکے ہمراہی  
 منتشر ہو گئے مگر جاکتے۔ سے پہلے مسٹر مچھنس کا بازو زخمی کر دیا۔ اسنے ہی میں بہت سے  
 اور آدمیوں کے آجائے سے کپتان ڈگلس قلعہ کی کمانی میں کود پڑے اور اُن کے  
 پاؤں اور پیٹھ میں سخت چوٹ آئی۔ براہ کھائی دروازہ پر پہنچکر کپتان صاحب نے اوپر  
 چڑھنے کے لیے مدد چاہی مگر چونکہ چوٹ سخت آئی تھی اُنہوں نے مقبوطی میں کلیات  
 خانہ میں آرام کرنے کے لیے کہا۔ اسی اثنا میں پادری جینک صاحب اوپر سے آگئے  
 اور وہ اور مسٹر مچھنس اُنہیں اوپر کے کمروں میں لیگتے۔ اسوقت مسٹر فریز فساد و دور  
 کر کے کوشش میں نیچے ہی کھڑے انتظام میں مصروف تھے کہ حاجی جوہری نے اُنہیں  
 تلوار مار کر گرا دیا اور شاہی ملازموں نے اُنکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ میں اوپر کی ٹہری  
 پر تھا اور یہ واقعہ نیچے کی سیڑھی پر ہوا۔ قاتلوں میں ایک حبشی بھی تھا۔ اسکے بعد وہ  
 اوپر کے کمروں کی طرف چلے۔ میں نے یہ دیکھکر فوراً دوسرے دروازے میں پہنچکر  
 زینہ کے اوپر کا دروازہ بند کر دیا میں کوڑ بند ہی کر رہا تھا کہ ایک گروہ نے جنوبی زینہ سے  
 چڑھکر بدستی شمالی زینہ کا ایک دروازہ کھول دیا اور مسٹر فریز کا قاتل گروہ اوپر پہنچا

اور پہنچتے ہی وہ اُس کمرے میں تلواریں سونٹھ جا گئے جس میں کپتان ڈگلز سٹرچینس اور سٹرچینگ ابھی گئے تھے اور انھیں اور دو میموں کو کاٹ ڈالا۔ یہ دیکھ کر میں زمین کے نیچے بھاگ آیا۔ میں نیچے پہنچنے نہ پایا تھا کہ محمد و بادشاہ کے ایک ملازم نے مجھے پکڑ لیا اور پوچھا کپتان ڈگلز کہاں ہیں تو نے انھیں چھپا دیا ہے وہ مجھے اسے ساتھ زبردستی اوپر لے گیا۔ میں نے جواب دیا تم لوگوں نے ابھی تو انھیں قتل کیا تو مگر جب میں نے اُنکے کمرہ میں جا کر دیکھا تو ابھی تک کپتان صاحب میں کچھ دم باقی تھا۔ محمد نے جب یہ دیکھا تو ایک ڈنڈا اُنکی پیشانی پر ایسا مارا کہ فوراً اُن کا دم محل گیا۔ میں نے دیکھ کر صاحبوں اور دو میموں کی ناشیں بھی دیکھی تھیں۔ سٹرچینس صاحب کی لاش تو ایک کمرہ میں تھی اور کپتان ڈگلز اور سٹرچینگ اور دو میموں کی ایک کمرہ میں۔ کل لاشیں فرش پر پڑی تھیں البتہ کپتان صاحب کی لاش پلنگ پر تھی۔ ایک صاحب کلکتہ سے اُسی دن صبح کو آکر پہنچے تھے وہ بچکر دہلی دروازے کی طرف بھاگے اور راستہ میں کہیں اُن کا بھی کام تمام ہو گیا۔ فریز صاحب کے قتل کے بعد کوئی پندرہ منٹ میں نووس بجے کے وقت یہ کل خونریزی ہوئی۔ ان لوگوں کو قتل کر کے قاتل ان کا مال اسباب لوٹنے لگے میں نے اسے بھاگ کر شہر میں اپنے گھر چلا گیا۔ اور جب تک دہلی دوبارہ انگریزی قبضہ میں نہ آئی پھر قلعہ میں کبھی نہیں آیا۔

دس سال بعد کپتان ڈگلز پٹے ہوئے راستے سے دیوان خاص گئے تو کیا تم اُنکے ہمراہ تھے اور اگر تم اُنکے ساتھ تھے تو کیا انھوں نے قیدی سے ملاقات و باتیں کی تھیں؟  
 (جواب) ہاں میں کپتان صاحب کے ساتھ پیچھے پیچھے گیا تھا اور میں کہہ سکتا ہوں نہ تو انھوں نے بادشاہ سے ملاقات کی اور نہ کچھ بات کی بغیر بات کیے وہ واپس آ گئے



تھے (سوال) کیا تم حلفیہ کہتے ہو کہ اسی کو کپتان ڈگلز نے سوتے اٹھکاپنے مرنے کے وقت قیدی سے نہ ملاقات کی اور نہ باتیں کیں۔

(جواب) میں حلفیہ کہتا ہوں کہ اُس دن صبح کو کپتان صاحب نے بادشاہ سے نہ ملاقات کی اور نہ باتیں کیں۔

(سوال) کیا کپتان ڈگلز کا کوئی اور آدمی بھی تمہارے ساتھ اُس وقت دربار خاص گیا تھا۔  
(جواب) ہاں بجا اور سنگھ اور کشن سنگھ ہر کارے بھی ہمارے ساتھ تھے۔

(صبح قیدی)

(سوال) تمہارے علم میں کپتان ڈگلز نے میرے (قیدی) نشست کے کمرہ کے نیچے والے دروازہ کھولنے کی خواہش کی تھی کہ وہ نیچے جا کر باغیوں سے گفتگو کر آئیں۔

(جواب) ہاں انھوں نے خواہش کی تھی۔ انھوں نے ہم سے کہا تھا "میں باغیوں کے پاس جاؤں گا، مگر ہم نے انھیں منع کیا تھا۔"

(سوال) کیا جب کپتان ڈگلز جھروکے میں گئے تو میں (قیدی) اُس وقت دارالریاضت میں نہ تھا اور انھوں نے اُس وقت مجھے سلام نہیں کیا؟

(جواب) بادشاہ اُس وقت وہیں تھا اور کپتان ڈگلز انھیں سلام کر کے خاموش چلے گئے۔  
(سوال) کپتان ڈگلز بادشاہ سے کس قدر فاصلہ سے گزرے تھے؟

(جواب) کوئی پندرہ قدم کے فاصلہ سے۔

(سوال) جب بادشاہ نے کپتان ڈگلز کو سواروں کے پاس جھروکے کے نیچے جانے منع کیا تو تم نے یہ گفتگو سنی؟ (جواب) نہیں میں نے نہیں سنی۔

(سوال) کیا اُس صبح کو احسن اللہ خان اور میتان ڈگلز میں گفتگو ہوئی تھی؟

(جواب) ہاں جب کہ پتان صاحب کے گڑ کر چوٹ آئی ہے احسن اللہ انکے پاس گئے تھے۔

لماقات کے وقت موجود نہ تھا مجھے نہیں معلوم آپس میں کیا گفتگو ہوئی۔

(سوال) انھیں معلوم ہے احسن اللہ خان خود گئے تھے یا بھیجے ہوئے گئے تھے؟

(جواب) مجھے نہیں معلوم۔

(سوال) جب کہ پتان وگلہس قلعہ میں آئے تو مجھے یا احسن اللہ خان سے یا میرے کسی اور

لازم سے انھوں نے گفتگو کی؟

(جواب) جہانک میرا خیال ہے انھوں نے کسی سے گفتگو نہیں کی اگر کی ہو تو میں نے اس کا

خیال نہیں کیا۔ (دسویں دن کی کارروائی)

سر برتھ فلیس شکاف عدالت میں طلب ہوئے اور انکو حلف دیا گیا۔

(صبح جمع ایڈوکیٹ)

(سوال) مئی گزشتہ میں بلوہ سے کچھ پیشتر کیا کوئی اشتہار شاہ فارس کی طرف سے جامع مسجد

میں چپاں ہوا تھا؟ (جواب) ہاں یہ چھوٹی تقطیع کے لکچے کاغذ پر تھا جس کے ایک طرف برہنہ

تلوار اور دوسری طرف ڈھال بنی ہوئی تھی اور جس کا مضمون یہ تھا کہ شاہ فارس غنقریب

ہندوستان میں آئیوالات جو مسلمان انگریزوں کی بیخ کنی میں اسکی مدد کر گیا اسکو زمینیں اور

دیگر عطیے دیئے جائیں گے اور یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ اس اشتہار کے چپاں ہونے کے وقت

دوبلی میں پانچ سو آدمیوں نے اپنے کو اسکے فائدے کے لئے وقف کر رکھا تھا۔

(سوال) کیا اس میں اس بات کا بھی اشارہ تھا کہ شیعہ اور سنہیوں کو آپس کی نا اتفاقی چھوڑ دینی

چاہیئے اور دونوں ملکر انگریزوں کی مخالفت کریں۔

(جواب) نہیں میرے خیال میں یہ نہیں تھا۔

(سوال) کیا یہ بات غلط تھی کہ یہ اشتہار شاہ فارس کے پاس سے آیا تھا؟

(جواب) ہاں میرے خیال میں بھی یہی ہے۔ (سوال) یہ اشتہار جامع مسجد کی دیوار پر کتبک چسپاں رہا؟ (جواب) کوئی تین گھنٹے۔ تاہم تو ٹھیک یاد نہیں غالباً بلوہ سے چھ مہینے پیشتر ات کی وقت چسپاں ہوا۔ اور کوئی تین گھنٹے لگ کر ہر صبح کے وقت جب آدمیوں کا وہاں حجوم ہوا تو میں نے اسے اکھڑا دیا۔

(سوال) کیا تمہارے علم میں دہلی والوں میں اسکی زیادہ چرچا ہو؟ (جواب) نہیں

(سوال) کیا اس بات کا پتہ لگایا گیا کہ یہ کہاں سے آیا تھا؟

(جواب) بالکل نہیں۔ یہ بہت خفیف بات سمجھی گئی۔ کسی براندیش نے ایسا کیا ہوگا اور اس معاملہ میں ڈر دھوپ کر نیسے اسکو نہایت ضروری ثابت کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

(سوال) کیا کسی اور ذریعہ اور وجہ سے کہہ سکتے ہو کہ باشندگان دہلی میں گورنمنٹ کی طرف سے بددلی پھیلی ہوئی تھی؟ (جواب) نہیں۔ دہلی والوں میں یہ بات نہیں تھی مگر فوجیوں کی بددلی سے وہ بخوبی واقف تھے اور اس بات کا اکثر چرچا ہوتا رہتا تھا۔ مثلاً بلوہ سے پیشتر

یہ بات شہر پر ہوئی تھی کہ ایک گننام درخواست بدیں مضمون مجسٹریٹ کے روبرو پیش ہوئی

تھی کہ کشمیری دروازہ کا قبضہ انگریزوں سے لے لیا جائیگا۔ چونکہ شہر میں یہ دروازہ ہی

ہماری خاص گڑھی تھی اور اس کا تعلق دہلی کی چھاونیوں سے تھا اس لیے ضروری تھا کہ

شہر میں فساد کے وقت پہلے اسی کو لیا جائے اور اسی دروازہ پر ہمارا کچھ گارڈ بھی تھا۔

اور بحیال حکمت اس کا لیا جانا سب پر افشا تھا۔ درخواست تو اس مضمون کی کوئی نہ تھی

اگر اس شہر سے ہندوستانیوں کے خیال ظاہر ہو گئے تھے۔ اس خیال کا ثبوت

اس طرح اور بھی ہوتا ہے کہ شاہی شیدی نے جو بار قلعہ میں رہا کرتا تھا جو تھی بے بنیاد

سہارن سالہ کے رسالہ کو ترغیب دی کہ انگریزوں کی ملازمت چھوڑ کر بادشاہ کی ملازمت اختیار کرے کیونکہ موسم گرما سے پیشتر روس ہندوستان میں آکر انگریزوں کا خاتمہ کر دینا رسالہ دار نے جس کا نام ایورٹ تھا یہ خبر مجھے سنائی۔ اسکی زبان انگریزی ہے اور اس میں پوربی میل معلوم ہوتا ہے۔ اُس نے مجھے یہ بھی کہا کہ عرصہ چھ ماہ کا ہوا بادشاہ نے ایک دلچسپی روپیہ بھیجا تھا۔ یہ رسالہ دار اس وقت بلا سپور میں ہے۔

(سوال) بلوہ سے کچھ عینے پیشتر جو چا پتیاں گاؤں تقسیم ہوئی تھیں انکی بابت حکم کیا معلوم ہے۔ انکی اصلیت کیا تھی اور اس تقسیم سے کیا مطلب تھا؟

(جواب) اس کے متعلق تو یہ گمان ہی گمان ہے۔ البتہ ہندوستانیوں نے اول اس بارہ میں یہ ظاہر کیا تھا کہ چا پتیاں بیماری کے سبب تقسیم ہوئی تھیں۔ بلکہ تفتیش سے معلوم ہوا کہ کسی ریاست میں نہیں بھیجی گئیں صرف ضلع دہلی کے پانچ سرکاری گاؤں میں تقسیم ہوئے پائی تھیں کہ انکو حکما روک دیا اور پھر آگے نہیں گئیں۔ جو لوگ ضلع بلند شہر سے چا پتیاں لائے تھے میں نے انھیں بلایا۔ انھوں نے یہ غدر کیا ہم تو یہ سمجھے تھے کہ سرکار انگریزی کی طرف سے تقسیم ہوئی ہیں اور نیز جو چا پتیاں انھیں پہنچی تھیں وہ انھوں نے آگے روانہ کر دی تھیں مجھے یقین ہے کہ ضلع دہلی میں ان چا پتیوں کا مطلب کوئی نہیں سمجھا مگر اصل ان سے منشا یہ تھا کہ جو قسم کی غذا کھاتے ہیں انھیں میں تقسیم ہوں تاکہ باہمی اختلاف برسم و رواج دور ہو جائے میرے خیال میں یہ چا پتیاں لکھنؤ سے نکلی ہیں۔ اور جن سے بے شبہ یہ مراد تھی کہ خوف اور تیاری کا اظہار ہوا اور خطرہ کے وقت سب ایک ہو جائیں۔

(سوال) کیا یہ رمیوں کے ہرات پر چڑھائی کرینیکا چرچہ ہندوستانیوں میں اکثر ہوتا تھا۔

(جواب) ہاں اکثر ایسا ہوتا تھا مگر روسیوں کے ہندوستان پر حملہ کرنے کا ذکر بیشتر ہوتا تھا اسوقت ہر ہندوستانی انجانے اپنا اپنا کار سپانڈنٹ کا بل میں مقرر کیا تھا جسکے ذریعہ برابر وہاں کی خبر لگا کرتی تھی۔

(سوال) کیا جس شیدی سے مسٹر ایورٹ کو سرکاری ملازمت چھوڑنیکی ترغیب دی وہ اس وقت یہاں ہے؟ (جواب) نہیں عرب سرائے میں وہ قتل ہوا۔

(سوال) کیا تم اس بل چل کے متعلق جو سپاہیوں اور باشندگان دہلی میں اسوقت پھیلی ہوئی تھی عدالت کو کچھ اور اطلاع دے سکتے ہو؟

(جواب) ہاں بلوہ سے کوئی پانچ یا چھ ہفتہ پیشتر سپاہیوں میں عام طور پر یہ شورش مٹی کہ ایک لاکھ روسی شمال کی طرف سے آ رہے ہیں جو کمپنی کی حکومت کو برباد کر دیں گے۔ واقعی روسی حملہ کا اس وقت عام چرچا تھا۔

(سوال) کیا بادشاہ یا اسکے عزیزوں یا لواحقوں نے بلوہ سے پیشتر کبھی کمپنی کی ہندوستانی فوج سے خفیہ مفسدانہ خط و کتابت کی تھی؟ (جواب) نہیں میں اسکے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔

(سوال) کیا شاہ دہلی نے کبھی کوئی ایلمچی یا خطوط شاہ فارس کے پاس بھیجے تھے؟ (جواب) میں نے کچھ سنا تو تھا مگر صداقت کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔

قیدی نے جرح کرنے سے انکار کیا اور گواہ واپس ہوا۔

(اٹھارہ جن عسکری)

پیرزا وہ جن عسکری عدالت میں طلب ہوئے اور انھیں ملف دیا گیا

(سوال) کیا بلوہ کے زمانہ میں تم تھے اگر تھے تو تمھارا کیا مشغلہ تھا۔

(جواب) ہاں میں دہلی ہی میں تھا اور پیری مریدی کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جب بادشاہ بیمار ہوئے

تو میں اُنکے علاج کے لئے بلایا گیا تھا۔ جب میرے دم کرنے سے بادشاہ فائدہ ہوا تو وہ مجھ کو اکثر بلانے لگے مگر مجھے اس سے بے آرا می ہوتی تھی۔ ایک دن بادشاہ سے انتخاب کی کہ حضور بار بار یاد نہ فرمایا کریں جس پر یہ ارشاد ہوا کہ آئندہ جب تک میں سخت بیمار نہ ہوں گا تمہیں نہ بلاؤں گا۔

(سوال) کیا تم شدید قنبر شاہی ملازم سے واقف ہو؟

(جواب) میں بادشاہی ملازموں میں چند ہفتیوں سے واقف تھا جن میں سے صرف دو یا تین کے نام مجھے معلوم ہیں۔ شدید قنبر ان میں کوئی نہ تھا۔

(سوال) اس عدالت میں یہ اظہار ہو سکتا ہے کہ تم نے شدید قنبر بادشاہی ملازم کو شاہ کھٹن سے خطوط دیکر ایران بھیجا تھا اس کا منہا سے پاس کیا جواب ہے؟

(جواب) مجھے اس معاملہ کی اصلاً خبر نہیں۔

(سوال) عدالت میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ تمہیں فوت پیشین گوئی حاصل ہوئی تو تم خوابوں کی تعبیر دیتے تھے اور تم نے خدا سے ہر کلام ہونیکا حیلہ اور صاحب معجزہ ہونیکا دعویٰ کیا تھا۔ جبکی صداقت قیدی نے خود بھی کی ہے۔ اسکا جواب تمہارے پاس کیا ہے؟

(جواب) خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں میں نے کبھی اس قسم کی باتوں کا حیلہ نہیں کیا۔

(سوال) کسوجہ سے تم بادشاہ پر دم کیا کرتے تھے کیا تمہارا خیال تھا کہ تمہارے سامنے میں اثر صحت ہے؟

(جواب) ہماری کتابوں میں تحریر ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے لئے دعا کرے اُس پر دم کرے تو اس سے فائدہ ہوگا۔

(سوال) کیا تم نے اپنا یہ خواب بادشاہ سے بیان کیا تھا کہ ایک طوفان مغرب یا اور کسی جگہ

ہندوستان پر یا جو اور طغیانی کے سبب روئے زمین برباد ہو گئی اور اس سے بادشاہ کو فرغ ہوا اور لاٹگریز تباہ ہو گئے۔

(جواب) خدا جانتا ہے نہ تو میں نے کبھی ایسا خواب کچھا اور نہ کبھی ایسا خواب بیان کیا البتہ قلم والوں نے اکثر ایسے خواب مجھے بیان کیے جسکی تعمیر میں نے توہمات سے کی اور محکو خواب پر اعتقاد نہیں ہے۔

(سوال) دہلی سے تم کب گئے اور جب تک پولیس نے تمہارا کھوج نہ نکالا تم کیوں چھپے رہے؟  
(جواب) جب یہ شہرت ہوئی کہ شہر پر حملہ ہونے والا ہے تو شہر والوں نے جوق جوق باہر جانا شروع کر دیا میں بھی انھیں کے ہمراہ شہر سے چلا گیا۔ اول میں نظام الدین میں رہا اس کے بعد قطب صاحب پھر وہاں سے گرمی ہر سر و گیا جہاں بیمار ہو گیا۔ اس کے بعد اور مقامات میں ہوتا ہوا موضع لکھنؤ میں پہنچا وہاں مجھے یہ خبر لگی کہ گنگوہ میں میری تلاش ہو رہی ہے میں نے خود وہاں جا نیکہ اپنے دل میں قطعی فیصلہ کر لیا چنانچہ میں وہاں پہنچا میرے وہاں پہنچنے کی خبر آئی اور میں گنگوہ کے قریب ہی تھا کہ سپاہیوں نے مجھے امام صاحب کے مقبرہ میں بحالت نماز گرفتار کر لیا۔

قیدی نے جرج سے انکار کیا اور گواہ واپس ہوا۔

نجات دہندہ چیر اسی ملازم سہکار کی طلبی ہوئی اور اسکو تلف دیا گیا

(جرج جج ایڈ وکیٹ)

(سوال) کیا اسی عہد کو تو تم دہلی میں تھے؟ جواب) ہاں میں دہلی ہی میں تھا۔

(سوال) جو کچھ تم نے اس موقع پر دیکھا ہوا ہے بیان کرو۔

(جواب) قلعہ کی کھائی کی مرمت میرے سپرد تھی۔ میں حساب کی کتاب کپتان ڈگلز کے

معائنہ کے لیے لیکر جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک سوار کو کلکتی دروازہ سے سرپٹ آئے دیکھا  
 سوار قلعہ کے دروازہ تک پہنچنے نہ پایا تھا کہ میں نے دروازہ پر کپتان صاحب کو کھڑا دیکھا۔  
 انھوں نے اُس سے باتیں کیں اور سوار میرے دروازہ پر پہنچنے سے پہلے گھوڑا پھیر کر چلے  
 کپتان صاحب نے مجھے حکم دیا کہ ادھر چلو میں قلعہ میں ہو کر ابھی آنا ہوں۔ میں دروازہ پر پڑھا  
 رہا اور کپتان صاحب مکھن اور کشن سنگھ کو ساتھ لیکر قلعہ میں گئے۔ کپتان صاحب گئے ہی  
 تھے کہ فریریز صاحب گاڑی میں بیٹھے ہوئے آئے اور کپتان صاحب کو دریافت کیا۔ فریریز  
 صاحب گھبی سے اتر کر پتے ہوئے پٹے ہوئے راستہ سے کھلے ہوئے مقام تک آئے۔  
 اور مجھے کہا کہ کپتان ڈگلس جب واپس آئیں تو کہہ دینا کہ وہ (فریریز صاحب) کلکتہ دروازہ  
 گئے ہیں۔ اسکے بعد میں شاہی مکانات کی طرف بڑھا۔ کپتان صاحب بڑی پریشانی کی  
 حالت میں وہاں سے واپس آ رہے تھے میں نے انکو فریریز صاحب کا پیغام پہنچایا۔  
 کپتان ڈگلس صاحب وہاں سے سیدھے قلعہ کے لاہوری دروازے پر گئے اور ہندوستان  
 گارڈ کو دروازہ بند کر نیک حکم دیا جو فوراً بند کر دیا گیا اور یہ بھی حکم دیا کہ کھائی کے ملبے پر هجوم  
 نہ ہو۔ نہ پانی۔ اُسی وقت ایک شاہی امیر جو بظاہر کپتان معلوم ہوتا تھا شہر کے بڑے  
 بازار کی جانب سے آیا دروازہ بند ہو چکا تھا اور کپتان ڈگلس کی گھبی اندر ہی تھی اس لیے  
 انھوں نے مجھے حکم دیا کہ گارڈ کے ہندوستانی امیر سے کہوں کہ گاڑی نکل جائیگی۔  
 دروازہ کھول دے۔ گاڑی باہر نکلنے کے بعد میں اسکے پیچھے پیٹھ گیا۔ جب کلکتہ دروازہ پہنچے  
 تو فریریز صاحب مکسن صاحب ہیڈ کلرک اور چار پانچ انگریز وہاں موجود تھے۔ ہمارے وہاں  
 پہنچنے کے کچھ ہی بعد دروازہ بند کر دیا گیا اور فریریز صاحب کپتان ڈگلس گھبی میں اور دیگر  
 انگریز گھوڑوں پر سوار ہو کر نکل پڑے۔ تھے کہ چار پانچ سوار امین بروٹا لابی کی طرف سے



گھوڑے دوڑے آئے۔ سواروں کے آہنگ نعل مچکیا۔ انگریزوں کے پاس پہنچتے ہی ان میں سے ایک نے بھینس صاحب کے بازو پر گولی ماری دیگر سواروں نے بھی فیر کیے۔ مگر سب خالی گئے۔ اس پر فریز صاحب اور کپتان ڈگلز گھڑی سے اتر پڑے اور باغیچے کے راستے سے بچکر دروازہ پر گارد خانہ کے قریب کھڑے ہو گئے اور دو انگریز اور بھی اُنکے پاس آگئے فریز صاحب نے کمانڈر سے ہندو ق لیڈر ایک سوار کے گولی ماری اس کا ردائی سے دیگر سوار اپنی حرکت سے باز آئے اور گھوڑے پھیر کر بھاگ گئے۔ اتنے ہی میں آدمیوں کا ہجوم زیادہ ہو گیا اور کپتان ڈگلز اور ایک انگریز کھائی میں کود کر اندر ہی اندر اور فریز صاحب اور اور انگریز شکر شکر دروازہ پر پہنچ گئے مگر وہاں اس وقت ایسی ہل چل تھی کہ مجھے اُنکے دروازہ پر پہنچ جانا کجا تعجب تھا۔ کپتان ڈگلز کو خندق میں کودنے کے صدمہ سے غش آ گیا تھا ہم لوگوں نے انہیں اٹھا کر کلیات خانہ میں لٹایا۔ تھوڑی دیر کے بعد پادری جیننگ صاحب اوپر سے اترے اور اُنکے کہنے سے ہم نے کپتان صاحب کو دروازے کے اوپر کے کمروں میں بجا کر پلنگ پر لٹا دیا اور جیننگ صاحب نے ملازموں کو ہٹا کر حکم دیا کہ شور و غل نہ کریں اسکے بعد ہمیں شاہی طبیب کے لاسے کا حکم ہوا۔ اور عبد اللہ چیرا سئی انہیں جا کر لے آیا حکیم احسن الدفان گئے ہی تھے کہ کوئی پانچ شاہی ملازم دین دین پکارتے ہوئے پٹے ہوئے راستے کی طرف سے آتے دکھائی دیئے۔ فریز اُس وقت سے زینہ کی نیچے کی بیڑھی پر تھے کہ ان آدمیوں نے اُن پر حملہ کیا اور تلواروں سے اُنھیں کاٹ ڈالا۔ دروازہ کے شمالی جانب تو یہ مور مار تھا جنوبی زینہ سے ایک اور غول تلواریں اور سونے لیڈر اوپر کے کمروں پر چڑھ گیا اور شمالی زینہ والا غول بھی اُن سے جا کر مل گیا۔ اُس وقت ہر شخص کو اپنی جان بچانی مشکل ہو گئی اور میں بھی جان بچا کر نیچے بھاگا۔ اُس

تایخ سے جنگ میں جوہ کے کٹرہ سے دہلی واپس ہوا کبھی قلعہ میں نہیں گیا۔ مجھے یہ بیان کر دینا چاہیئے حملہ کے وقت اس غول کا سرگروہ اڑتیسویں ہندوستانی پیدل کا مسلمان حوالدار تھا جسکی تعیناتی قلعہ کے لاہوری دروازہ پر تھی۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ اور نہیں معلوم۔ قیدی نے جرح کرنے سے انکار کیا اور گواہ کو واپسی کا حکم دیا گیا۔

کشن سنگھ سرکاری چرپاسی عدالت میں طلب ہوا اور اسکو باقاعدہ حلف دیا گیا  
(جرح ج اید و کیٹ)

(سوال) تم گیارہ مئی گزشتہ کو کیا دہلی میں تھے؟

(جواب) ہاں میں کپتان ڈگلز کی ارولی میں تھا۔

(سوال) جب کپتان ڈگلز شاہی مکانات کی طرف باغیوں سے بھروسے کے نیچے باتیں کر نیچے قصد سے گئے تو کیا تم وہاں موجود تھے اور کیا کپتان ڈگلز نے اسوقت بادشاہ سے باتیں کی تھیں؟

(جواب) ہاں میں اسوقت وہیں تھا اور کپتان ڈگلز اور بادشاہ سے کچھ باتیں بھی ہوئی تھیں اور بادشاہ نے کپتان صاحب کو باغیوں سے نیچے جا کر باتیں کرنے سے منع بھی کیا تھا اور کپتان صاحب سے جلتے وقت یہ بھی کہا تھا کہ اگر قلعہ کے دروازے بند بھی کر دیئے جائیں تو اسکے ملازموں کی آمد و رفت بند نہ کی جائے۔

(سوال) جسوقت یہ باتیں ہوئیں بادشاہ اور کپتان ڈگلز میں کتنا فاصلہ تھا؟

(جواب) یہ باتیں چلتے چلتے ہوئیں بادشاہ اس وقت اپنے عبادت خانے کے دروازہ پر کھڑے تھے اور کپتان صاحب اور بادشاہ میں صرف چار قدم کا فاصلہ تھا۔ (جرح قیدی)

(سوال) کپتان ڈگلز واپس دربار خاص کے پاس سے گئے تھے یا کسی اور جگہ سے؟

(جواب) وہ عبادت خانہ کے برابر ولے راستے سے گئے تھے۔

(سوال) کیا قیدی نے گورنمنٹ انگریزی کی ماتحتی میں لبانیت ہونیکا اظہار نہیں کیا تھا؟  
(جواب) نہیں اسکا اشارہ گورنمنٹ کی طرف نہ تھا بلکہ ان غنائیوں کا تھا جو کپتان ڈگلز  
نے اُس کے ساتھ کی تھیں اور جن کا تذکرہ اُس نے کیا تھا۔

(سوال) کیا کپتان ڈگلز نے جہو کوں کے نیچے جا کر باغیوں سے باتیں کر سکی ہستہ  
قیدی سے نہیں کی تھی اگر اُسے ایسا نہیں کیا تو پھر قیدی کو اُسکے ارادہ سے کیسے خبر ہوئی  
(جواب) اس واقعہ کو فوجیہ گورگئے مجھے اچھی طرح یہ بات یاد نہیں البتہ کپتان ڈگلز نے  
نیچے کے دروازہ کھولنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔

چارنج جانے کے سبب اس اظہار کو آئندہ دن کے گیارہ بجے تک ملتوی کیا۔

گیارہویں دن کی کارروائی۔ بقیہ اظہار کشن سنگھ چہرا سی

(سوال) کیا اسی صبح کو تم دہلی میں تھے؟

(جواب) ہاں میں گھر ہی پر تھا۔ (سوال) کیا تم نے سپاہیوں کو اُس دن میرٹھ سے آتے  
دیکھا تھا اگر دیکھا ہو تو جو کچھ تم جانتے ہو بیان کرو!

(جواب) نہیں۔ میں نے اپنی آنکھ سے تو نہیں دیکھا۔ مگر جب میں نے یسنا کہ شہر کے دروازے

بند ہو رہے ہیں تو میں تماشا دیکھنے کے خیال سے باہر نکل آیا اور جب میں چاندنی چوک

میں پہنچا تو پولیس کا بڑا افسر دکانیں بند کر رہا تھا۔ اُسکی زبانی یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ سر ہتھو

فیلز شکاف صاحب بھی دکانیں بند کرتے پھر رہے ہیں۔ میں آدمیوں کے غول کیساتھ

دروازہ لیا وہاں مسٹر فریزر اور چارپانچ اور صاحب لوگ کھڑے تھے۔ مسٹر فریزر کا بھجھ والا

سوار گارڈ اُنکے ہمراہ تھا۔ فریزر صاحب ایک اور صاحب اور شریف الحق کو تو ال سبیر منڈی

کے تھانہ کے افسروں کو ساتھ لیکر دروازے پر چڑھے۔ تھوڑی دیر کے بعد فریر صاحب نے نیچے اتر کر جمہور اے سواروں کو درست کیا اور اسی طرح پولیس کے عمار کو مرتب کر کے تلواریں نکالنے اور اس جگہ کی حفاظت کرنے کا حکم دیا۔ مٹا اسی وقت سات سوار اور دو اونٹ سوار دریا گنج سے قلعہ والی سڑک پر سرپٹ دوڑے ہوئے آئے اور سپنول کے نشانہ کی حد پہنچ کر سب نیک نحت انگیزیوں پر فیر کر دیا۔ یہ حال دیکھ کر تمام بھیڑا دھڑا دھڑا منتشر ہو گئی اور میں بھی گھر چلا آیا۔ مگر چلنے سے پیشتر اتنا ضرور دیکھا کہ جمہور والے سوار کچھ مزاحم نہیں ہوئے۔ بلکہ فریر صاحب کو چھوڑ کر جس طرف سے یہ سوار آئے تھے اسی طرف فوراً بھاگ گئے۔ اسکے بعد شام تک میں گھر سے باہر نہیں نکلا اور اس دن کے اور حالات مجھے معلوم نہیں۔

(سوال) جب تم کلکتہ دروازہ پہنچے تو کیا وہاں پہلے سے بہت آدمیوں کی بھیڑ تھی؟  
(جواب) انگوری باغ والی تھوڑی سی زمین پر اس وقت وہاں کم از کم چار سو یا پانچ سو آدمی بیٹھے  
(سوال) اس وقت کیا بجا ہو گا؟

(جواب) شاید نو بجے ہونگے۔ مگر میں ٹھیک وقت کا اندازہ نہیں کر سکتا۔

(سوال) جبکہ وہاں بکری کا سامان کچھ نہ تھا پھر کس لیے اس قدر آدمی وہاں جمع تھے؟  
(جواب) غیر معمولی طور پر دروازے کے بند ہو جانے سے لوگوں میں ہل چل مچ گئی تھی اور اسی وجہ سے وہاں اس قدر آدمی جمع ہو گئے تھے بھیڑا سوج سے اور بھی ہوئی دھوبی دروازہ کے بند ہو جانے کے خوف سے دریا پر سے چلے آئے تھے۔

(سوال) جب تم اخبار نویس تھے تو مملوہ رات کی خبر رکھنی چاہیے تھی۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ شہر والوں کو ایک یا دو دن پہلے بھی یہ خبر نہ تھی کہ گیارہ تاریخ کو کیا ہو گا؟

(جواب) گیارہ بجے والے بلوہ کی جو کچھ پہلے سے ساز باز ہوئی ہو اس کی مجھے اصلاً خبر نہیں تھی

البتہ اول شاہ فارس کے اعلان اور دوسرے انبالہ میں بنگلوں کے جلنے اور چربی دار  
کارٹوس کے استعمال کے سبب فوج میں بددلی کی خبروں کی وجہ سے شہر میں بڑی اطمینانی  
اور جوش پھیلایا ہوا تھا۔

(سوال) کیا تم اپنا اخبار نکالا کرتے تھے اور کس نام سے نکالا کرتا تھا؟  
(جواب) ہاں میں ایک اخبار نکالتا تھا اور اس کا نام اخبار دہلی تھا مگر وہ اس نام سے یا کسی  
اور نام سے مشہور نہ تھا کیونکہ اس میں محض تفصیل مضامین ہوتی تھی۔ میں روزانہ خبریں قلمی  
لکھ کر اپنے چند دہندگان کو سنایا کرتا تھا۔

(سوال) کیا تم نے اسے اکٹھا کرتے جاتے تھے اور کیا اس وقت تمہارے پاس کوئی اسکی کاپی ہے  
(جواب) میں نے قبل و بعد از عند راصل کاغذات کو باقاعدہ ہتھی کر دیا تھا اور گیارہ مئی تک کے  
اخبارات کو ایک دیوار میں چن دیا تھا جب دہلی دوبارہ فتح ہوئی تو نند کشور کی مدد سے جو کسی  
اس میں باقی تھی اسے چوراکہ کے کل کاغذات میں سے کرنیل برن دہلی کے فوجی گورنر کے  
حوالہ کر دئے ہیں جنہوں نے اس کا ترجمہ کرا لیا تھا۔

(سوال) گیارہ مئی کو جہیز کے کس قدر سوار سٹر فریز کے ہمراہ تھے؟  
(جواب) افسروں سمیت اس گار دیں بائیس یا تیس آدمی تھے حملہ کے وقت لٹا ہر کل  
سٹر فریز کے ہمراہ تھے۔

(سوال) تم بیان کر چکے ہو کہ باوجود باقاعدہ مرتب ہونیکے پانچ یا چھ سواروں کے پیچھے پر  
وہ سب بھاگ گئے تھے اس سے تمہاری کیا مراد ہو گیا انہیں پیچھے سے اس واقعہ کی اطلاع تھی؟  
(جواب) میری رائے میں انہیں پیچھے سے اس امر کا کچھ علم نہ تھا مگر باغیوں کی دین دین کی آواز  
سے مجھ والوں کو حالت بخود بخود فریز صاحب کو چھوڑنا پڑا۔

(سوال) تم نے پیشتر اُنکے پکارنے کی بابت کچھ نہیں کہا کیوں! کیا تم بھول گئے تھے؟  
 (جواب) اس واقعہ کو آٹھ مہینے ہوئے جو کچھ مجھے یاد آتا جاتا ہے بیان کرتا جاتا ہوں جب  
 میں وہاں سے چلا اُس وقت سوار دین دین پکار رہے تھے اور ہندو سنا بنوں کو یقین دلا  
 رہے تھے کہ وہ کسی ہندوستانی کو تکلیف نہ دینگے۔

(سوال) تم گیارہ مئی سے پیشتر کس قسم کی خبریں شائع کیا کرتے تھے کیا کسی مضمون میں تم نے  
 ہندوستانی فوج یا اسکی فرضی بددلی کا تذکرہ کیا تھا؟

(جواب) میرے پرچم میں عام مذاق کی اور وہ کل خبریں ہوتی تھیں جو میں چھپے ہوئے پرچم  
 سے لیا کرتا تھا مجھے یاد ہے کہ چند موقعوں پر میں نے کلرکوں اور فوج کے باغیانہ خیالات  
 کا تذکرہ کیا تھا۔ (سوال) کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے کبھی ایرانیوں کے ہرات پر چڑھنے کا  
 بھی اُس میں ذکر کیا تھا؟ (جواب) مجھے یاد نہیں کہ میں نے خاصکر کوئی تذکرہ کیا ہو مگر جو کچھ  
 خبریں وہاں کے (ایران) متعلق شہر کے رسالہ میں جا ایران میں طبع ہوتا تھا ملتی تھیں ان میں  
 نقل کر دیتا تھا۔ (سوال) اپنے چند ہندوگان کے سامنے خبریں تم خود چڑھا کرتے تھے یا  
 تم کہہ سکتے ہو کہ کس قسم کی خبروں سے انہیں زیادہ دلچسپی تھی۔ کیا سپاہیوں کی بددلی کی خبریں  
 زیادہ کان لگا کر سناتے تھے۔

(جواب) ان خبروں سے ہندوؤں پر تو کچھ اثر نہ ہوتا تھا البتہ ایرانیوں کے متعلق خبریں مسلمان  
 بڑی دلچسپی سے سنتے تھے اور اس بات پر شبہی مارا کرتے تھے کہ ایرانی آکے چنیں کرینگے چناں کرینگے  
 رہی فوج کی عام بددلی اس سے بھی مسلمان ہی متاثر ہوتے تھے اور بیشک جوش میں جو ہو جاتے تھے  
 سوال: جس زمانہ میں ایرانیوں کے آئینے افواہ تھی کیا روسیوں کی بابت بھی تذکرہ ہوتا تھا؟  
 (جواب) ہاں دونوں کا تذکرہ ہوتا تھا۔ مگر پیشتر ذکر ایرانیوں کا ہوتا تھا۔

د سوال کیا کوئی ایسا ہندوستانی اخبار دہلی سے شائع ہوتا تھا جس میں انگریزوں کے خلاف مضمون نکلتے ہوں؟ (جواب) ہاں جمال الدین ایک ہفتہ وار اخبار نکالتا تھا جسکے مضامین قطعی انگریزی حکومت کے خلاف ہوتے تھے اس اخبار کا نام صافق الاخبار یا سچی خبریں تھا (سوال) کیا یہ پرچہ بڑا ہوتا تھا اور اسکی اشاعت بہت تھی؟

(جواب) دہلی شہر میں اور باہر اسکی دو سو کاپیاں نکلتی تھیں اور یہ پرچہ چھپا ہوا ہوتا تھا۔

(سوال) کیا یہ پرچہ ہفتہ وار ہی نکلتا تھا یا خاص خبروں کے لیے خاص طور پر بھی نکلتا تھا؟ (جواب) جب کبھی ضروری خبریں مل جاتی تھیں تو خاص طور پر بھی نکلتا تھا۔

د سوال کن کن لوگوں اور کن فرقوں میں اسکی زیادہ اشاعت تھی؟

(جواب) بلا تفریق ہر خواندہ فرقہ میں اسکی اشاعت تھی۔

(سوال) دہلی جیسے بڑے شہر کے لیے دو سو اخبار بہت تھوڑے ہیں کیا ہندوستانیوں میں یہ معمول ہے کہ اخبارات سننے کے لیے اجاب ایک جگہ اکٹھے ہو جاتے ہیں اور ایک اخبار

کئی خاندانوں کے لیے کافی ہوتا ہے؟

(جواب) ہاں خریداروں کی یہ عادت ہے کہ اپنے اخبارات اپنے دوستوں اور عزیزوں کو پڑھنے

کے لیے دیدیتے ہیں۔ (سوال) کیا صافق الاخبار دہلی کا بڑا اخبار تھا اور دیگر اخبارات سے

اس کا کیا تناسب تھا؟ (جواب) ہاں دہلی میں بڑا اخبار سمجھا جاتا تھا اور جو مضامین جن

میں سے اکثر انگریزی اخبارات کا ترجمہ ہوتے تھے، اس میں شائع ہوتے تھے مسلمانوں کو

بڑی توجہ سے دیکھتے تھے۔ دیگر اخبارات کے ساتھ اسکا تناسب میں نہیں بتا سکتا کہ کیا تھا

مگر یہ ضرور کہوں گا کہ مقابلہ دیگر اخبارات کے اسکی اشاعت بہت تھی۔

د سوال تم نے بیان کیا ہے کہ اسکی تحریر انگریزی گورنمنٹ کے خلاف ہوتی تھی انھیں کوئی

ایسا مضمون یاد ہے جس سے اس بات کا یقین ہو؟

(جواب) مجھے کوئی خاص مضمون یاد نہیں جس میں مقابلہ دیگر مضامین کے زیادہ مخالفت ہو۔ مگر جو مضامین ایرانیوں اور روسیوں کے متعلق شائع ہوئے انکی تحریر ہمیشہ مخالفانہ رہی ہے (سوال) کیا تم نے یہ بھی سنا تھا کہ ایک چٹھی اس مضمون کی مجسٹریٹ پاس پہنچی کہ کشمیری دروازہ پر حملہ ہونے والا ہے اور وہ انگریزوں سے چھین لیا جائیگا۔

(جواب) نہیں مجھے یاد نہیں کہ میں نے ایسی خبر سنی ہو۔

(سوال) کیا تمہیں چپا تریوں کے موضع موضع گردش دیئے جانیکا بھی کچھ حال معلوم ہو؟ (جواب) ہاں مجھے یاد ہے کہ بلوہ سے پیشتر چپا تریاں تقسیم ہوئی تھیں۔

(سوال) کیا ہندوستانی اخبارات نے بھی اس مضمون پر بحث کی تھی اور کی تھی تو اس سے کیا مطلب ظاہر ہوتا تھا؟

(جواب) ہاں اس کا کچھ حوالہ ضرور تھا اور اس سے یہ خیال کیا گیا تھا کہ کسی آئیولے فساد کی پیش بندی ہے اور علاوہ ازیں یہ بھی سمجھا گیا تھا کہ ایہ بات والوں کو کسی خاص مطلب سے

جس کا اظہار بعد میں ہوگا ایک جگہ اکٹھا ہونیکے لیے یہ چپا تریاں بطور نیوتے کے تقسیم ہوئی ہیں (سوال) تمہیں معلوم ہے انکی ابتدا کہاں سے ہوئی یا کہاں تک ہندوستانیوں میں سکاپر چڑھا

(جواب) مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ ابتدا انکی کہاں سے ہوئی مگر عام خیال پانی پت اور کرناں کی طرف تھا۔ (سوال) کیا صادق الاخبار کی کوئی کاپی قاعدہ والوں کے پاس بھی جاتی تھی۔

(جواب) ہاں قلعہ میں تو انکی کاپیاں جایا کرتی تھیں مگر یہ نہیں معلوم کسی معرفت جاتی تھی۔

(سوال) کیا بلوہ کے ایام میں قیدی نے کوئی عدالتی رسالہ نکال رکھا تھا؟

(جواب) ہاں ایک رسالہ نکالا تھا جو قلعہ کے اندر شاہی چھاپ خانہ میں طبع ہوتا تھا۔ بلکہ



پیشتر اس میں خاصکر قلعہ کے متعلق خبریں ہوتی تھیں اور کبھی کبھی دیگر امور ان پر بھی بحث ہوتی تھی اس کا نام سراج الاخبار تھا۔

(سوال) کیا کسی انگریز کے قتل ہونے کے موقع پر تم کبھی قلعہ میں گئے تھے۔

(جواب) میں گیا تھا۔ گیارہ مئی کے بلوہ کے پانچ یا چھ روز بعد میں نے قلعہ میں ایک فساد عظیم برپا ہونے کی خبر سنی۔ یہ سن کر میں وہاں گیا اور قلعہ کے اندر براہ دہلی دروازہ جدید محل کے پاس پہنچا میں نے شاہی مسلح خدمتکاروں اور باغی سپاہیوں کو قریباً ساڑھے نو یا دس بجے انگریزوں کو قتل کرنے دیکھا۔ ایک شاہی ملازم نے مجھے دیکھ کر یہ کہا کہ تو انگریزوں کے لئے خبریں جمع کرتا ہے یا دوسرے اگر آئندہ ایسا کیا تو تیرا بھی یہی حشر ہوگا اس شخص کا نام تھیکا تھا اور قیدی کے بیٹے مرزا عبداللہ کی خدمت میں تھا۔

(سوال) یہ انگریز کہاں سے لائے گئے تھے؟

(جواب) مجھے نہیں معلوم مگر میں نے سنا ہے کہ شاہی مطبخ سے آئے تھے۔

(سوال) کیا شاہی مطبخ اور آرام گاہ ایک ہی محن میں ہیں؟

(جواب) شاہی آرام گاہیں قلعہ کے ایک جانب ہیں اور مطبخ جس میں انگریز مجبوس تھے اس کے متقابل دوسری جانب اور ان دونوں کے درمیان میں دربار خاص و دربار عام کی عمارتیں ہیں اور ان کا فاصلہ ایک دوسرے سے دو سو یا ڈھائی سو گز ہے۔

(سوال) جس جگہ میں اور پچے رکھے گئے تھے وہاں کس رتبہ کے آدمی رہتے تھے؟

(جواب) اس جگہ ایک بادشاہی سولوی رہا کرتے تھے۔

(سوال) کیا اس سے تمہارا یہ مطلب ہے کہ جس جگہ میں اور پچے قید تھے وہاں مغز اور بڑے آدمی رہا کرتے تھے؟ (جواب) ہرگز اس قسم کے آدمی وہاں نہ رہتے تھے۔

(سوال) پھر کون لوگ رہتے تھے؟ (جواب) کچھ حصہ عمارت تو ردی خانہ تھا جس میں ملزم بادشاہ کی طرف سے قید کیے جاتے تھے۔ (سوال) اگر حفاظت کیجاتی تو کیا میں اور بچے اُس میں محفوظ رہ سکتے تھے۔ یا وہ جگہ کھلی ہوئی ہے کہ جس کا جی چاہے گھس سکے۔

(جواب) نہیں وہ کھلی جگہ ہے نہ تو کسی قسم کی حفاظت ہے اور نہ اُسکی چار دیواری ہے۔ (سوال) کیا اگر کوئی معمولی عزت کا ہندوستانی اُس جگہ رکھا جاتا تو وہ اس میں اپنی ہتک عزت خیال نہ کرتا؟ (جواب) ہاں قطعی وہ وہاں رہنے میں اپنی بے عزتی اور سبکدوشی سمجھتا۔

(سوال) کیا قلعہ میں یہی ایک جگہ خالی تھی جس میں میں اور بچے رکھے گئے؟ (جواب) قلعہ میں عمارت کی کمی نہ تھی جس میں میں اور بچے باسائش رہ سکتے۔ (سوال) کس کے حکم سے انگریز قتل ہوئے؟

(جواب) بادشاہ کے حکم سے اور اُس کے سوا اور کون ایسا حکم دے سکتا تھا۔

(سوال) کیا تم سنے بادشاہ کے کسی لڑکے کو اس قتل کا تماشہ دیکھتے ہوئے دیکھا؟

(جواب) اُس جگہ براجم تھا میں نے اُن کا خیال نہیں کیا۔ البتہ مرزا منگل کی چھت پر کچھ آدمی کھڑے تھے اور میں نے یہ بھی سنا تھا کہ وہ چلن میں سے یہ نظارہ دیکھ رہے ہیں۔

(سوال) کیا قتل سے پیشتر انگریزوں کو رسیوں سے جکڑ دیا تھا۔

(جواب) میں نے اس کا خیال نہیں کیا؟

(سوال) کیا قتل سے پیشتر انگریزوں کو رسیوں سے جکڑ دیا تھا؟

(جواب) میں نے اس کا خیال نہیں کیا۔ (سوال) کیا قتل سے پیشتر انہیں ایک قطار میں بٹھایا

تھا۔ (جواب) میں براجم کی وجہ سے اُس خاص مقام پر نہ جاسکا۔ تروپولیہ میں رہا مگر قتل کے بعد

جب بھیٹر منتشر ہوئی اور لاشوں کے اٹھائے جانے کا حکم بادشاہ کے پاس سے آیا اور وہ

اٹھنے ہی کو تھیں تو میں وہاں جا کر اُن خاکروپوں سے جھکی وہاں نوکری تھی ملا تو معلوم ہوا کہ  
۵۲ انگریز قتل ہوئے ہیں۔ اُس وقت لاشیں ایک دائرہ میں زمین پر پڑی تھیں۔

(سوال) اُن میں مردوں کی لاشیں کتنی تھیں؟

(جواب) صرف پانچ یا چھ عورتوں اور بچوں کی تھیں۔

(سوال) تھیں معلوم ہے کہ بعد میں اُن لاشوں کا کیا ہوا؟

(جواب) ہاں حکم شاہ انجمن دریا میں غرق کرنے کے لیے گاڑیوں میں بھر کر سلیم کوہ کی طرف گئے

(سوال) قتل کے بعد کیا خوشی میں تو میں فیر ہوئی تھیں؟

(جواب) نہ تو میں نے اپنے کان سے سنا اور نہ کسی سے سنا کہ تو میں چھوٹی تھیں۔

(بارہویں دن کی کاہدوائی)

(سوال) کیا تم عدالت کو اور انگریزوں کی بابت جو شہر کے اور مقامات میں قتل ہوئے ہوں اطلاع

دیکھتے ہو؟ (جواب) جو کچھ میں اُوپر بیان کر چکا ہوں اُسکے علاوہ میں نے کوئی قتل نہیں دیکھا

البتہ تناظر و سنا تھا کہ کش گڑھ میں کوئی ۲۵۔ انگریز جینک اُنکے پاس گولی باروت رہی اپنے

بچاتے رہے۔ جب یہ سامان ختم ہو گیا تو انجمن تہ خانوں میں سے لاکر چند مسلمانوں نے باغی

سواروں کے ساتھ ملکر قتل کر ڈالا۔

(سوال) کیا دہلی میں بادشاہ کے اختیارات مشہور ہوئے تھے اور اگر ہوئے تو کب ہوئے تھے

(جواب) اسی کو بادشاہ نے دوکانوں کے کھولنے کے لیے دھندلایا اور دو دن بعد

باتھی پر سوار ہو پیدل رعبٹ و چند توپیں اور اپنے مسلح ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلے تھے

یہ کارروائی دوکانیں کھولنے کے لیے ہوئی تھی۔ وہ جڑے بازار کے اُس حصہ تک گئے تھے

جہاں مکانات ہر دو جانب ہلالی صورت میں بنے ہیں۔ اور جس شان و شوکت سے نکلے تھے

اُسی طرح قلعہ میں واپس آ گئے۔ قلعہ سے روانہ ہوتے وقت اور واپس آنے کے وقت کہیں  
 کہیں توپوں کی سلامی ہوئی تھی۔ (حج قیدی)

(سوال) کیا جوبانی رسالے میرٹھ سے آئے انھوں نے یہ کارروائی بادشاہ کے ایثار سے کی  
 یا اپنے نول سے؟ (جواب) مجھے اسکے متعلق کچھ خبر نہیں۔

(سوال) تم نے اُس مکان کے متعلق جس میں سیدیں اور بچے رکھے گئے کل یہ بیان کیا تھا  
 کہ وہ بادشاہی مفتی کے ہستمال میں تھا۔ اور بعد میں یہ کہا کہ معزز آدمی کے لئے ایسی جگہ  
 ٹھہرایا جاتا باعث تہک ہے۔ یہ بیان کیسے ایک دوسرے سے موافق ہو سکتے ہیں؟

(جواب) بوجہ فقر ہونے کے ہر کس و ناکس ادنیٰ و اعلیٰ وہاں جایا کرتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ  
 معزز شخص کے رہنے کے لئے مناسب نہیں تھا۔ مفتی صاحب کے رہنے کی جگہ نہ تھی بلکہ یہ  
 اکٹلاؤ فقر تھا۔ گواہ کو واپس جانے کا حکم ہوا۔

چنی لال بساطی عدالت میں طلب ہوا اور اُس کو حلف دیا گیا۔

(حج حج ایڈوکیٹ)

(سوال) کیا ۱۱ و ۱۲ مئی گزشتہ کو تم دہلی میں تھے؟

(جواب) ہاں ان دونوں تاریخوں پر میں دہلی ہی میں تھا۔

(سوال) کیا ان تاریخوں میں سے کسی تاریخ پر بادشاہ کے خود مختار ہونیکا ڈھنڈورا بٹاتا تھا۔

(جواب) ۱۱ مئی کو آدھی رات پر قلعہ میں بیس ضرب توپ فیر ہوئی تھیں یہ آواز میں نے اپنے گھر  
 ہی پر سنی تھی اور دوسرے دن دوپہر کو اس بات کا ڈھنڈورا بٹاتا تھا کہ ملک پھر بادشاہ کے قبضہ

میں آ گیا۔ (سوال) کیا جب بادشاہ باہمی پر ہتھیار رکھے تھے تو ان کا شاہی جلوس تم نے  
 اپنی آنکھ سے دیکھا تھا؟ (جواب) نہیں بلکہ کے چند ہی روز بعد میں نے قلعہ کو چھوڑ دیا تھا

میں نے شاہی جلوس آنکھ سے نہیں دیکھا۔ البتہ ایک موقع پر مرزا نعل کمانڈرا نجیف کا شاہی جلوس دیکھا تھا۔ قیدی نے جرج سے انکار کیا اور گواہ کو واپس جانیکا حکم دیا گیا۔  
گلاب ہر کارہ عدالت میں طلب ہوا اور اسکو حلف دیا گیا  
(جرج جج ایڈوکیٹ)

(سوال) ماہ مئی گزشتہ میں جب ممبئی اور بچے قلعہ میں قتل ہوئے تو کیا تم دہلی میں تھے اور تم نے انہیں قتل ہوتے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔

(جواب) ہاں میں دہلی ہی میں تھا اور میں نے اپنے سامنے انہیں قتل ہوتے ہوئے دیکھا۔  
(سوال) تم نے اُنکے قتل ہونے کی خبر پہلے پہل کب سنی؟

(جواب) میں نے قتل سے دو روز پیشتر سنی تھی۔ لوگ کہتے تھے دو دن میں انگریز قتل کر دیئے جائیں گے مگر اب یہ یاد نہیں کہ دن یہ خبر سنی تھی۔ جس دن قتل ہو گا قلعہ میں دن کے دس بجے آدمیوں کا ٹھٹ لگا ہوا تھا۔ میں بھی ایک بھیڑ کے ساتھ قلعہ میں گھس گیا جب پہلے صحن میں پہنچا تو وہاں کل قیدیوں کو بادشاہ کے خاص مسلح آدمیوں اور باغی سپاہیوں سے گھرا ہوا دیکھا۔ قتل کا اشارہ ہوتے تو میں نے دیکھا نہیں۔ مگر ان آدمیوں سے یکدم تلواریں کھینچ کر قیدیوں کو یہاں تک مارا کہ ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ قاتلوں کی تعداد سو یا ڈیڑھ سو ہو گی۔ (سوال) کیا تم نے کسی کو اُنکے چپانے کی کوشش کرنے دیکھا یا سنا کہ کسی نے بادشاہ سے اُنکے بارہ میں سفارش کی ہو۔؟

(جواب) نہ تو میں نے کسی کو اُنکے چپانے کی کوشش کرتے دیکھا اور نہ کسی کو بادشاہ سے اُنکے بارے میں سفارش کرتے سنا۔ (سوال) تم بیان کر چکے ہو کہ ان لوگوں کے قتل ہونے کی خبر انہیں دو روز پیشتر معلوم ہو گئی تھی کیا تمہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ کیسے حکم سے یہ لوگ قتل ہوئے؟

(جواب) اس معاملہ میں حکم کی بابت تو میں نے کچھ سنا نہیں مگر بغیر حکم ایسا ہو نہیں سکتا۔  
 (سوال) کیا عام طور سے یگانہ تھا کہ بادشاہ نے ان مہموں اور بچوں کے قتل کا حکم دیا؟  
 (جواب) اُس وقت تو یہ مشہور نہیں ہوا۔ البتہ آدمیوں کو یہ کہتے سنا تھا کہ قیدی پر سون قتل ہونگے  
 (سوال) کیا بادشاہ کے علاوہ اُس وقت کوئی اور اُن لوگوں کے قتل کا حکم دینے کا مجاز تھا۔  
 (جواب) صرف بادشاہ یا مرزا مغل ہی کے حکم سے قتل عمل میں آ سکتا تھا۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ  
 ان دونوں میں سے کس نے حکم دیا تھا۔

(سوال) تمہارے خیال میں اُس وقت کس قدر انگریز قتل ہوئے ہونگے کیا وہ قتل سے پیشتر  
 بازو دیئے گئے تھے؟

(جواب) میں تعداد نہیں بتا سکتا وہ ایک قطار میں کھڑے تھے اور اُنکے قاتل انہیں گھیرے  
 ہوئے تھے مگر مقتولین میں زیادہ تعداد بچوں کی تھی اور وہ بندھے ہوئے نہیں تھے۔

(سوال) تمہیں معلوم ہے ان لاشوں کا کیا حشر ہوا؟  
 (جواب) نہیں۔ قتل کے بعد فوراً سپاہیوں نے آدمیوں کو قلعہ کے باہر نکال دیا اور میں نے  
 لاشوں کی بابت کبھی کچھ نہیں سنا۔

(سوال) تم نے کیسے تک کے قریب بھی قتل ہوتے دیکھا؟  
 (جواب) ہاں شہر پر سفر ڈاؤننگی بیوی کو اپنی آنکھ سے قتل ہوتے ہوئے دیکھا جب باغیوں  
 اور شہر والوں نے بینک پر حملہ کیا اُس وقت بیرسٹر ڈصائب اور انکی سیم بیرونی و قمر میں چپ گئے  
 مگر جب وہاں اُنکا پتہ چل گیا تو جمعیت پر بھاگ گئے۔ چونکہ شہر بیرسٹر ڈصائب کے ہاتھ میں تھا اور انکی  
 سیم کے پاس نیزہ تھا اس لئے کسی کی ہمت نہیں پڑی کہ سلسلے کے زینہ پر سے اُوپر چڑھ جائے  
 ایک شخص نے یہ رستہ دیکھا کہ چاکر مکان کی پشت کی دیوار پر زینہ لگا کر چڑھنا چاہئے ایک

حملہ آور کو تو سس بر سفر ڈنے قتل کر دیا مگر بعد میں مغلوب ہو کر حیدر آدمی بنک میں غصے  
سب قتل ہو گئے۔ یہ واقعہ دن کے بارہ بجے ہوا۔

(سوال) کیا کل سپین قتل ہو گئیں یا ان میں سے کچھ آدمی بھی لیگے؟

(جواب) وہ سب کی سب فوراً قتل کر دی گئیں۔ ان میں سے کوئی قیدی نہیں رہا۔

(سوال) کیا بنک پر حملہ کے وقت تہی بادشاہی مسلحہ ہمراہی ساتھ تھے۔

(جواب) نہیں۔ (سوال) کیا بادشاہ نے بلوہ کے بعد ہی اپنے تئیں مطلق العنان مشہور کیا

(جواب) ہاں بلوہ ہی کے دن سہ پہر کو تین بجے یہ ڈھنڈورا پٹا کہ اب پھر بادشاہ کی حکومت

ہو گئی۔ قیدی نے جرح سے انکار کیا۔

(جمع حدالت)

(سوال) کیا تھیں اس قدر عرصہ تک قیدیوں کے محسوس رہنے کا اور قتل کیے خاص دن

مقرر کر دیا سب معلوم ہے؟

(جواب) نہیں مجھے ان دونوں باتوں میں سے ایک کا بھی علم نہیں قیدی کو وہی حکم دیا گیا

حکیم احسن الدخان مکر عدالت میں طلب ہوئے اور سابق حلف پر انکے اظہار ہوئے

(جمع جج ایڈوکیٹ)

(سوال) کیا بادشاہ کے حکم سے بلوہ کے زمانہ میں کوئی روز نامہ چھپوا قعات رکھا گیا تھا؟

(جواب) روز نامہ چھپو تو حسب دستور بلوہ سے بہت قبل رہتا تھا۔

(سوال) اس ورق کو دیکھو اور بتاؤ کہ تم اسکی تحریر کو پہچانتے ہو؟

(جواب) ہاں یہ روز نامہ چھپوئیں کی تحریر ہے اور یہ ورق بھی روز نامہ چھپو ہی کا ہے۔

(ترجمہ خلاصہ روزنامہ چھپو) مبادشاہ نے دیوان خاص میں دربار کیا ۹۴ آگین

قید تھے انکے قتل کے لیے فوج نے استمداد کی بادشاہ نے اُن قیدیوں کو فوج کے حوالہ کر دیا کہ جس طرح تم چاہو کرو اور بعد میں قیدی قتل کر دیئے گئے۔ دربار میں برہمچاری اور افسران و اخبار نویس حاضر تھے۔

دسوال، تم اہمسی کو دہلی ہی میں تھے۔ (جواب، ہاں میں دہلی ہی میں تھا۔

دسوال، جو کچھ تم نے اس موقع پر دیکھا ہو بیان کرو۔

(جواب، ۱۶ رمضان مطابق اہمسی کو صبح کے کوئی سات بجے اڑنیسویں ہندوستانی سپاہیہ رجمنٹ کے ایک ہندوستانی سپاہی نے دربار خاص پر پہنچ کر کسی دربان سے یہ کہہ کر ہندوستانی

فوج نے سلطنت کے خلاف غد کر دیا ہے اور باغی عنقریب دہلی میں آیا جا چاہتے ہیں اور جو فوج میں رہے ہیں وہ کمپنی کی ملازمت ترک کر کے اپنے اپنے مذہب کے لیے لڑ نیکو تیار ہیں

میرا مکان قلعہ میں دربار خاص کے پاس ہی تھا اس لیے ایک مسلمان دربان نے مجھے اس اہمسی کی اطلاع کی۔ مجھے یہ اطلاع ہوئی ہی تھی کہ بلو شاہ دہلی نے مجھے طلب فرمایا۔

میں فوراً وہاں گیا بلو شاہ نے مجھے فرمایا دو دیکھو زیر جھروکہ والی مٹرک پر رسالہ آ رہا ہے میں نے دیکھا کمپنی کے باقاعدہ سواروں کو کوئی ٹیمپریٹ سوگڑ کے فاصلہ پر آتے دیکھا۔

ان میں میں پیشتر تو دروایاں پہنے ہوئے تھے باقی ہندوستانی کپڑے زیب تن کئے تھے۔ میں نے فوراً بلو شاہ کو رلے دی کہ جھروکے کے نیچے والا دروازہ بند کر دیا جائے۔

دروازہ بند ہوا ہی تھا کہ پانچ یا چھ سوار سمن برج کے نیچے والے دروازے سے پہنچ گئے بادشاہ محلات کے قریب ہی رہا کرتے تھے۔ سواروں نے فعل چایا "وہاں ہی بادشاہ کی

یہیں مذہب کے لیے معدوہ سجائے" بادشاہ نے نہ خود جواب دیا نہ آدھیوں کو جواب دیا بلکہ غلام عباس شمشیر لالہ کو یہ حکم دیا کہ کپتان وگلن افسر گارڈ قلعہ کو ان سواروں کے



آئینکی خبر کروا دیا کہ جو کہ حسب ضرورت اس معاملہ میں کارروائی کریں۔ بادشاہ اٹھ کر مکان  
 کے اندر چلے گئے اور میں دیوان خاص کے کمرہ میں آ گیا۔ غلام عباس اُسی وقت کپتان  
 ڈگلز کے ساتھ واپس آ گئے۔ کپتان صاحب نے آتے ہی برآمدہ میں جا کر اُن سواروں  
 سے کہا یہاں سے چلے جاؤ بادشاہ کا محل ہے تمہارے غل سے انھیں تکلیف ہوگی سوار  
 یہ سن کر فوراً راج گھاٹ کی طرف چلے گئے۔ یہاں سے قلعہ کے جنوبی حصہ شہر میں آئیکارا سترہ  
 بادشاہ کو جب کپتان ڈگلز کے آئینکی خبر ہوئی تو فوراً باہر آ کر اُن سے اپنے غلو ت خانہ  
 اور بار خاص کے درمیانی صحن میں ملاقات کی۔ کپتان صاحب نے اُن سے کہا گھبراہٹ  
 کوئی بات نہیں ہے یہ فساد فوراً رفع ہو جاوے گا اور ہم آدمیوں کو دھمکا دینگے اس غرض  
 سے اُنھوں نے جانا چاہا اور درخواست کی کہ سمن برج کے نیچے کا دروازہ کھول دیا جائے  
 تاکہ میں نیچے جا کر سواروں کو سمجھا دوں۔ بادشاہ نے کہا نہ تو تمہارے پاس تیغ ہے۔  
 اور نہ بندوق اور سپاہی ہتھیار بند ہیں۔ تمہارا اُن لوگوں کے پاس تنہا جانا غلات غل جی  
 اس لئے کپتان ڈگلز اپنے قیام گاہ کو واپس چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد کپتان ڈگلز  
 صاحب کا ملازم پران جھبہار مجھے اور غلام عباس کو بلائے آیا۔ ہم اُس کے ساتھ کپتان صاحب  
 کے پاس گئے اُنھوں نے مجھے کہا کہ میرے پاؤں میں سوج آ گئی ہے۔ اس وقت اُن کے پاس  
 ایک اور بھی صاحب تھے جنکو میں نہیں پہچانتا وہ ایک بلینگ پر بیٹھے تھے اور نئے دھڑ  
 ہاتھ میں تلوار کا زخم تھا۔ کپتان ڈگلز نے کہا کہ دو پاکیاں مع کہاؤں کے بھیج دو کہ  
 میں اُس میں ٹھیکر بادشاہ کو گیم کے پاس چلی جائیں اور انکی نگرانی میں رہیں اُسی وقت  
 سٹر سامن فریز نے کمرہ کے اندر کر کہا کہ بادشاہ کے ہاں سے دو توپیں اور نوچنی نکال کر  
 صوڑہ پر لٹکا دو۔ پھر میں اور غلام عباس اور فریزر صاحب کپتان صاحب کے ہاں سے

نیچے اترے۔ میں اور غلام عباس تو نذکورہ بالا پیغام پہنچا نیچے بیٹے سید سے بادشاہ کھٹین  
 کے اور فریرز صاحب پٹے ہوئے راستہ میں کھٹی ہوئی جگہ پر ٹھہر گئے۔ چنے اسی وقت  
 بادشاہ کی اجازت حاصل کر کے میموں کے لانے کے لیے فوراً پالکیاں روانہ کر دیں اور  
 توپوں کے لیے بھی حکم دیدیا اتنے میں یہ خبر لگی کہ رسالے والے لاہوری دروازہ سے  
 قلعہ کے اندر گھس گئے اور مسٹر فریرز کو قتل کر دیا اور اب کپتان ڈگلس کو قتل کرنے کے  
 لیے اوپر چڑھے ہیں۔ بادشاہ نے یہ سن کر حکم دیا کہ قلعہ کے کل دروازے فوراً بند کر دیئے  
 جائیں جس کا جواب انھیں یہ دیا گیا کہ اڑتیسویں ہندوستانی پیدل کے گارڈ نے جس کی  
 تعیناتی قلعہ کے دروازہ پر تھی دروازے بند نہیں ہونے دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد رسالہ  
 کے کوئی پچاس سواروں نے دیوان خاص کے قریب گھوڑوں سے اتر کر جانوروں کو  
 قریب کے بلغم میں باندھ دیا۔ پیادگان بھی قلعہ میں گھس گئے اور انھوں نے بھی جہاں  
 جگہ پائی ستر لگا دیئے۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ یہ پیادے کس رجٹ کے تھے مگر میرے خیال  
 میں جتین رجٹیں دہلی میں رہتی تھیں ان ہی میں سے ہونگے۔ اُسدن کوئی اجلاس تھا  
 مگر بادشاہ نین چار مرتبہ دیوان خاص میں جسکے سامنے باغی خمیہ زن تھے آئے۔ باغی تمام  
 دن اور رات میں بھی جوق جوق قلعہ کے اندر آتے رہے۔ منبر پر ہر شام کو قلعہ میں داخل  
 ہوئی مگر فوراً سلیم گڑھ پر قبضہ کرنے کے لیے چلی گئی اور وہاں دوسرے دن جو توپیں گینیا  
 سے لائے تھے میرٹھ سے آنے والی انگریزی فوج کو دہلی میں آنے سے روکنے کے لیے  
 لگا دیں۔ تین شبانہ روز انگریزوں کے ایکلی خبریں ملتی رہیں اور باغی فوراً محل بجا کرتا ہوا  
 تھے۔ ۱۴ مئی کو قیدی کے تین لڑکوں مرزا مغل، مرزا خضر سلطان اور پوتے مرزا ابو بکر نے  
 درخواست کی کہ ہمیں فوج میں اعلیٰ کمان دیئے جائیں۔ میں نے بادشاہ سے کہا کہ ان عہدوں

لائی نہ تو انکی عمریں ہیں اور نہ انھیں تجربہ ہے اور نہ وہ ان عہدوں کے فرائض سے واقف ہیں جس پر وہ تینوں بہت ناراض ہوئے۔ اُس دن تو وہ لنتوی رہا مگر دوسرے دن وہ مرزا مینڈھو و مرزا بختا و مرزا عبدالقادر چند فوجی افسروں کو اپنی سفارش کے لئے لائے اور بالآخر ان کو کمان ملگائی اور وردیاں دیدی گئیں۔

(سوال) تم نے بیان کیا ہے کہ درخواست کرنے پر پادشاہ نے دوپالکیاں میموں کے بلائے کے لئے بھیجی تھیں کیا جب بادشاہ کو سٹر فریز اور کپتان ڈوگلز کے مرنے کی خبر لگی تو انھوں نے قاتلوں کی گرفتاری یا سزا کے لئے کوئی حکم دیا یا نہیں؟  
(جواب) نہیں اُس وقت ایسی بے ترتیبی تھی کہ کچھ نہ ہو سکتا تھا۔

(سوال) یہ شہادت گزری ہے کہ بادشاہ کے خاص ملازموں ہی نے سٹر فریز وغیرہ کو قتل کیا تھا۔ کیا پھر بھی انھیں براہِ انتخاب ملتی رہی اور وہ ملازم رہے؟  
(جواب) میں نے کبھی یہ نہیں سنا کہ بادشاہ کے ملازم بھی قتل میں شریک تھے۔ مگر بلاشبہ کوئی اس جرم میں برطرف نہیں ہوا۔

(سوال) کیا اس سے بھاری یہ مراد ہے کہ قاتلوں کے نام عام طور پر پیشہور نہیں ہوئے تھے؟  
(جواب) نہیں نہ عام طور سے اسکی شہرت ہوئی تھی اور نہ مجھے معلوم کہ قتل کرنے والے کون تھے۔  
(سوال) کیا اسکی حقیقت میں کبھی تحقیقات نہیں ہوئی؟ (جواب) نہیں۔ ہرگز نہیں۔  
(سوال) بلوہ سے پیشتر بادشاہ کے پاس سلو ملازم کس قدر تھے؟

(جواب) مکمل تقریباً بارہ سو (۱۲۰۰)

(سوال) کیا یہ مختلف قسم کی فوج میں بٹے ہوئے تھے مثلاً توپخانہ و رسالہ و پیدل وغیرہ میں؟  
(جواب) ہاں وہ توپخانہ و رسالہ و پیدل میں منقسم تھے۔

(سوال) بادشاہ کے پاس کس قدر توپیں تھیں؟

(جواب) استعمال میں تو صرف چھ تھیں اگر کچھ غیر مستعمل ہوں تو مجھے انکی تعداد معلوم نہیں۔

(سوال) اسی کے بلوہ کے دن یہ فوج کس طرح تعینات کی گئی تھی؟

(جواب) انکی تقسیم قلعہ کے دروازوں اور بڑے بڑے حکام کے مکانات کے گاردوں میں تھی۔ ان سپاہیوں میں بیشتر تو وہ تھے جن کو پیشگی روپیہ مل چکا تھا۔ اور بعض ملازم تھے مگر ماہر تھے۔ انہیں گھر بیٹھے پایا کرتے تھے۔

(سوال) اس قدر زمینیں اور بچے قلعہ میں کیوں لائے اور کس واسطے محبوبس کیے گئے؟

(جواب) باغی انہیں اپنے ہمراہ لائے تھے جب انہیں قلعہ میں جکد ملگئی تو ان قیدیوں کو بھی اپنے ساتھ وہیں لے آئے۔

(سوال) تنھاری اس سے کیا مراد ہے کہ اگر کسی نے انگریز یا سیم یا بچے کو پکڑا تو اسکی خود نگہبانی کی

(جواب) نہیں جس انگریز کو وہ پکڑ کر لائے اسکی اطلاع بادشاہ کو ہوئی اور اسے مطلع میں رکھنے کا حکم ہوا۔

(سوال) انگریزوں کے مطلع میں رکھنے کی تجویز کس نے کی تھی؟

(جواب) بادشاہ نے خود باغیوں سے کہا کہ وہ عمارت بہت وسیع ہے اسی میں انہیں رکھو۔

(سوال) بلوہ سے بیشتر بادشاہی مسلح آدمیوں کا افسر کون تھا؟ (جواب) محبوب علیخان۔

(سوال) کیا اسی کو ان میں سے کوئی میگزین پر حملہ کرنے گیا تھا اور کیا تھا تو کس کے حکم سے

(جواب) نہیں جو احکام میں نے سنے ان میں تو سیکو وہاں جانی کا حکم نہیں ہوا اور نہ میرے حکم میں کوئی گیا مگر ممکن ہے جو لوگ شہر میں رہتے تھے ان میں سے کچھ داخل گئے ہوں۔

(سوال) کیا بادشاہ کا کوئی ایلچی اس وقت شاہ فارس کے پاس چلایا بیشتر گیا تھا؟

(جواب) نہیں۔ موجودہ زمانے کی بابت تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کوئی دو یا تین سال گزے

ہونگے مجھے یا وپڑتا کہ میں نے محمد باقر دے اخبار میں پڑھا تھا کہ مرزا نجف قیدی کا بھتیجا ایرانی دربار میں گیا تھا اور شاہ فارس بڑی خاطر تواضع سے پیش آئے تھے۔

(سوال) کیا یہ شخص بادشاہ دہلی کی طرف سے گیا تھا؟

(جواب) مجھے خبر نہیں۔ البتہ اس شخص کا بھائی دو سال ہوئے بہت سے کاغذ لیکر ملک تہ گورنمنٹ میں بھیجا گیا تھا۔

(سوال) حسن عسکری نے جو شیدی قنبر کو فارس بھیجا تھا اس کے متعلق تم کچھ اطلاع عدالت کو دیکھتے ہو۔ یہ شہادت ہو چکی ہے کہ تم سے ہر اہم کام میں مشورہ لیا جاتا تھا اور خاصکر تقریریں تو اور بھی اور میں یقین ہے کہ تمہیں اس معاملہ کی ضرورت خبر ہے؟

(جواب) میں حلفیہ کہتا ہوں میں نے کوئی بات نہیں چھپائی اور نہ اس میں غلطیائی کی اگر میں ملازم نہ ہوتا تو شاید مجھے ایسی باتوں کا عبور نہ کیا جاتا۔ بہت سی ضروری باتیں مجھے ظاہر بھی کیجاتی تھیں مثلاً بادشاہ کا اپنی بیوی تاج محل کو طلاق دینا جذبات کی ڈومنی اور ادنیٰ درجہ کی مہتمی اور جس سے بادشاہ نے بعد میں شادی کر لی تھی۔ اس معاملہ میں اور نیز جوان نجات کی تحت نشینی کے معاملہ میں جو ضروری معاملات ہیں مجھے کبھی رسلے نہیں لگتی۔ جو کچھ قیدی و حسن عسکری اور شیدی میں طے پایا اسکی مجھے اصلاً خبر نہیں۔

(سوال) کیا بادشاہ نے بلوہ سے پشتیر اپنے ملازموں یا خط و کتابت یا کسی اور ذریعے سے کہنی کی فوج کے ہندوستانی افسروں یا سپاہیوں سے ساز باز کی تھی؟

(جواب) نہیں میرے خیال میں تو ہوئی نہیں اور ممکن ہے کہ ہوئی ہو اور مجھے اسکی اطلاع نہیں ملی (تقریریں دن کی کارروائی حکیم حسن مد خان عدالت میں طلب ہوئے اور انکو سابق حلف یاد دلایا گیا (جمع حج ایڈوکیٹ) (سوال) کیا قیدی بلوہ سے پشتیر صادق الاخبار بالعموم دیکھا کرتا تھا؟

(جواب) قیدی تو باقاعدہ نہیں پڑھا کرتا تھا البتہ کبھی کبھی شاہزادے اُس کا کچھ حصہ پڑھ کر شادیا کرتے تھے۔

(سوال) کیا کوئی شاہزادہ ایرانیوں کے متعلق مضامین بہت دلچسپی سے پڑھتا یا ان مضامین کو ضروری سمجھتا تھا اور ایرانیوں کے انگریزوں کو پس پا کر فی کی بابت سلسلے میں کیا کرتا تھا؟  
(جواب) میں نے خود قزوہ اخبار پڑھا نہیں مگر سنتا ہوں اُس میں ایرانیوں کے انگریزوں کو مغلوب کرنے کے مضامین اکثر ہمارے تھے اور شاہزادے اُن خبروں کو ضروری سمجھ کر وقت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔

(سوال) کیا بلوہ سے پیشتر بالعموم مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ انگریزی حکومت قریب لاختتام ہے اور کیا شاہزادے اُنکے اس خیال کی تائید کرتے تھے۔  
(جواب) میں نے کبھی یہ بات نہیں سنی۔

(جمع قیدی)

(سوال) تم نے یہ بیان کیا ہے کہ بادشاہ کی ملازمت میں بارہ سو سپاہی تھے اچھا بتاؤ بادشاہی فوج کے حصوں کی وردی کیا تھی اور مختلف رجمنٹوں کے کیا کیا نام تھے۔

(جواب) پیادگان کی دو جمعیں تھیں اور ہر ایک میں پانسو سپاہی تھے۔ بعض کی وردی سیاہ تھی اور بعض کی خاک کی مگر گچڑیاں اور پیٹیاں سبکی سرخ تھیں وردیوں پر کوئی نشان آرائش نہ تھا جس سے مختلف درجوں کی تمیز ہوتی۔ تو سچا نہ میں تقریباً چالیس آدمی تھے اُنکی وردی گہری نیلی تھی اور گچڑیاں اور پیٹیاں سرخ اُنکی وردیوں پر بھی کسی قسم کا نشان زیبائش نہ تھا قیدی کے خاص کارو کا کوٹ سرخ اور گچڑیاں اور پیٹیاں سیاہ تھیں۔

مس آلڈویل زوجہ آلڈویل نیشنل خوارگو رمنٹ عدالت میں طلب ہوئیں

اور ان کو حلف دیا گیا۔

(جمع ج ایڈوگیٹ)

دسوال کیا امی ۱۱ کو تم دہلی ہی میں تھیں؟ (جواب) ہاں  
دسوال تم کہاں رہتی تھیں اور ہندوستانی رسالوں کے پیرٹھ سے دہلی آنیکی خبر پہلے پہل  
تم نے کب سنی؟

(جواب) میں دریانگن میں رہا کرتی تھی میں نے ۱۱ امی کو آٹھ نو بجے کے قریب سپاہیوں کے  
میرٹھ سے دہلی میں آنیکی خبر سنی تھی۔

(سوال) تم نے جو کچھ اُس دن دیکھا بیان کرو؟

(جواب) میرے ایک سائیس نے مجھے آکر کہا کہ میرٹھ میں غار کر کے سوار یہاں آگئے ہیں  
اور جو جانگزیڑا تھیں راستے میں لے آئے قتل کر ڈالا اُس نے مجھے یہ بھی کہا کہ گاڑی میں  
بیٹھ کر یہاں سے نکل چلنا چاہیے کیونکہ انھوں نے یہاں بھی انگریزوں کے قتل کرنے کی  
قسم کھائی ہے۔ میں سائیس سے باتیں کر رہی تھی کہ میرے پڑوسی مشرفون نے اسکی  
نقد بن کی اور مجھے کہا کہ بیکس مشرفون سے ملنا چاہتا ہوں۔ ان دونوں کی یہ سائے  
ہوئی کہ ہمارا مکان بہت وسیع ہے گرد و نواح میں حسب قدر انگریز ہیں وہ سب یہاں جمع ہو کر  
حتی الامکان دفعہ کی کوشش کریں یا لکھ آئے تک روک تھام کرتے رہیں۔ اس کے بعد  
مشرفون اور مشرفون دونوں قریب کے ہسپتال والے گارو کے پاس گئے۔ اس  
گارو میں کل ہندوستانی سپاہی تھے ان دونوں نے ان سے اپنی محافظت کیو اسٹے کہا  
اور یہ بھی کہا کہ اس خدمت کے معاوضہ میں لکھ آ جانے پر انگریز تمھاری ہر طرح مدد کریں گے  
سپاہیوں نے جواب دیا جاؤ اپنا ہندو سبت خود کرو اور ہم اپنا ہندو سبت کر لیں گے۔

اس وقت آٹھ بج گئے تھے اور میرٹھ کے باغی دریا عبور کر کے اس گارڈ سے ابھی تک نہیں  
 ملے تھے۔ اس کے بعد انگریزوں نے جو ہمارے مکان میں جمع ہو گئے تھے اور کبکی  
 تعداد مع عورت و مرد و بچہ تیس سے زائد تھی دروازوں کی ناکہ بندی شروع کر دی اور عزتوں  
 اور بچوں کو کوشے کے مکان پر بھیج دیا نو بجے کے قریب باغی پل عبور کرتے دکھائی دیے  
 ان میں بیشتر سوار تھے اور کچھ پیدل اور یہ لوگ ہمارے مکان کی دیوار کے نیچے سے گزرے  
 جوں ب دریا واقع تھا اور ان میں سے کسی نے ایک انگریز پر چھت پر کھڑا تھا گولیاں ماریں  
 یہ جماعت پھر جلیانہ کی طرف غالباً قیدیوں کے رہا کرنے کے لیے چلی گئی۔ اسکے بعد ہی میں  
 معلوم ہوا کہ انھوں نے شہر میں گھس کر جہاں کہیں انگریزوں کو پایا تہ تیغ کرنا شروع کر دیا  
 اتنے ہی میں ایک مسلمان جو ذات کا رنگ نہ تھا تلوار کھینچے ہمارے مکان میں گھس آیا۔  
 اسکی تلوار سے خون ٹپک رہا تھا اور زبان پر کلمہ تو حید جاری تھا اور پکار رہا تھا کہ انگریز  
 کہاں ہیں؟ مسٹر لون نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اور کیا چاہتا ہے اور جب اس نے  
 کچھ جواب نہ دیا تو اسے گولی مار دی۔ یہی ایک شخص ہمارے مکان میں گھسنے پایا تھا بعد  
 اس کے پچاس یا ساٹھ ہمراہی دروازے کے باہر جمع ہو گئے۔ کوئی گیارہ بجے ایک مسلمان  
 نے مس فون کو ہمارے مکان پر پہنچایا۔ چند شہر والوں نے اس کے مکان کے اندر گھسکر  
 مکان کو لوٹ لیا اور اس کے سر کو سخت زخمی کر دیا تھا۔

تین بجے میگزین اڑنے تک کوئی سخت واردات نہیں ہوئی کیونکہ مجھے میرے ملازمین  
 نے کہا تھا کہ باغی تو ہیں لیکن گئے ہیں۔ میں نے مسٹر اللہ ویل سے کہا مجھے اس مکان سے  
 مع تینوں بچوں کے نکل جانے دو میں اور جگہ چھوڑ دوں گی۔ ہندوستانی کی بڑے بہن تینوں بچوں  
 کو ساتھ لے دہلی میں ہٹیک میں بادشاہ کے پوتے مہنا عبداللہ کے مکان پر گئی۔



مسٹر انڈیل اور میرے اُنکے گہروالوں سے پہلے سے شناسائی تھی اُن کی بیوی اور لڑکیوں نے مجھے بڑی خاطر سے اُتر دیا۔ ہم رات کے آٹھ بجے تک تو وہاں رہے اس کے بعد مرزا عبداللہ نے کہا کہ میں تمکو زیادہ محفوظ جگہ یعنی اپنی ساس کے گھر پونچھا دیتا ہوں اُنھوں نے ہیرا وہاں پہنچا دیا اور میرا روپیہ پیسہ اپنے پاس رہنے دیا اور مجھے کہا اس وقت اُس کا بازار میں ہے۔ لیکر جانا مناسب نہیں صبح کو اپنے منشی کو بھیج کر منگالینا۔ چنانچہ میں نے صبح کو منشی کو اپنے دو سو روپیہ اور کچھ چاندی کی ٹاشٹریاں لائیکے لیے بھیجا مگر مرزا عبداللہ نے انکار کیا کہ میرے پاس نہیں ہے اور پھر دھکی دی کہ اگر تم میرے ساس کے مکان تک نہ چلے گئے تو میں آدمیوں کو بھیج کر قتل کرادوں گا اور ایسا ہی ہوا کہ اُنھوں نے شام کو اپنے چچا اور چند دوسروں کو بھیجا کہ اگر میں نہ چلی گئی ہوں تو مجھے قتل کر دیں۔ میں نے اُن کے چچا کو تو نہیں دیکھا البتہ اُنکے آدھیوں نے ہمارے قتل کے لیے تلواریں سونٹھ لی تھیں مگر میرے منشی کی بیوی نے اُنھیں سخت لعنت ملاست کی اور کہا اگر مرزا کی یہی جہان فوازی ہے اور اُن کا یہی ارادہ تھا تو اُنھوں نے اپنے ہاں کیوں اُترنے دیا۔ کیا یہ پناہ اور امن دینے کا وعدہ محض قتل کرنے کے لیے تھا، اور اُس نے یہ بھی کہا کہ اگر تمہیں اُنھیں قتل ہی کرنا ہے تو پہلے مجھے قتل کر دو میں نے ان عیسائیوں کا نمک کھایا ہے اُنھیں اپنے سانسے قتل ہوتے نہ دیکھ سکتا۔ اس نے اُن سے ظنرا یہ بھی کہا ”میں میدانِ اوشیعہ ہوں مجھے مار کر بڑا نام پاؤ گے“ یہ اشارہ اُس نے اس لیے کیا تھا کہ وہ شیعہ تھی اور بادشاہ کا خاندان سنی تھا اور شیعوں نے آلِ نبی یا سیدوں کو ابتداءً قتل کیا تھا۔ اُنھوں نے اُسے جواب دیا کہ اگر ہم ایسا کریں تو ہم کائناتوں سے بھی بدتر ہیں مگر چونکہ ہم عیسائیوں کے قتل کا ہضم ارادہ کر لیا ہے اور جو لوگ عیسائی نہیں ہیں ہم اُنھیں نصیحت کرتے ہیں کہ یا تو وہ خود گھروں کو چھوڑ دیں کہ ہم اُنھیں

دھبیائیوں کو قتل کر ڈالیں یا انھیں گھروں سے نکال دیں کہ راستہ میں ان کا فیصلہ کر دیں  
 بالآخر یہ بات طے پائی کہ ہم اس شرط پر آمینہ شدہ تھے ہاں ہیں اس کے بعد ہم وہاں سے  
 چلے جائیں گے۔ مگر اسی رات میرا میزبانی میرے پاس میرے درزی کو لایا میں نے اس سے  
 دریافت کیا کہ تیری حالت میں کوئی اور ایسی محفوظ جگہ ہے جہاں ہم چھپ رہیں۔ اس نے  
 جواب دیا یہ سنا جاتا ہے کہ نواب احمد علی خاں انگریزوں کو اپنے ہاں پناہ دے رہے ہیں میں  
 آپ کو وہاں لیجھو نکا۔ وہ نواب کی گاڑی لینے چلا گیا مگر وہاں پہنچ کر اس نے آکر یہ کہا کہ  
 باغیوں کو انگریزوں کے نواب کے گھر میں چھپنے کا حال کھل گیا اور انھوں نے مکان پر  
 توپیں لگا دی ہیں مگر اب میں آپ کو اپنے گھر ہی لے چلوں گا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور  
 ہم اسی کے ہاں تھے کہ اس نے یہ سنا کہ کچھ انگریز قلعہ میں گئے ہیں اور باوجود محسوس ہونیکے  
 بادشاہ نے ان کی جانوں کی ضمانت کر لی ہے اور مجھے یہ رٹے دی کہ تم بھی وہیں چلی جاؤ  
 بدھ کی رات کو آٹھ بجے کے درمیان وہ ایک اور باغی سوار سیمی قادر داد خاں کو اپنے ہمراہ لایا  
 اور یہ دونوں بغاوت میں قلعہ میں لیگے۔ درزی نے کسی وقت ان کے ساتھ کوئی پہرنی  
 کی تھی اس لیے باغی نے ہماری حفاظت کرنے کی حامی بھر لی اور کہا کہ باوجود انگریزوں  
 کے قتل کرنے کے متعلق باہمی قسم قسمی کے ہیں تمھارا ساتھ دیتا ہوں جب قلعہ کے لاہوری مڑے  
 پر پہنچے تو شاہی گارڈ نے ہمیں قید کر لیا اور مرزا نعل کے پاس لیگے انھوں نے حکم دیا  
 کہ انکو بھی اور انگریزوں کے ساتھ قید خانہ میں بند کر دو۔ اس طرح ہم ۱۳ مئی شگل کی رات کو  
 وہیں گئے۔ جہاں تک میں خیال کر سکتی ہوں مرد و عورت اور بچے لاکر کل انگریز ہم سے ۵۰  
 تک قید خانہ میں ہونگے۔ میری اور میرے بچوں کی یاد کے موافق ان کے نام یہ تھے مس  
 سکلی اور ان کے تین بچے مس گلن وس ایڈورڈ وس دو بچے مس ملائی اور دو بچے وس

شہباز و ایک بچہ و مس کوریٹ اور ایک لڑکی و مس شینروس کو چرین و مس ایم ہنٹ و مس اے بریسنر و مس ایل رائی و مسٹر جڈ و مسٹار و مس ایلیس شار و مس این شار و مسٹر رابرٹس و لاکا و مسٹر کرو و مسٹر سمٹھہ انکے علاوہ ایک مرد اور عورتیں اور بچے بھی تھے اُن کا نام مجھے یاد نہیں۔ ہم سب ایک ٹنگٹ تار کرے میں جس کا صرف ایک ہی دروازہ تھا بند کر دیئے گئے تھے نہ جانے تنگ بود و مردماں بسیار کا معاملہ تھا اور جب کوئی سپاہی مذاقاً یا عداوتوں کو ڈرانے آتا تھا تو مجبوراً ہم اُس ایک دروازے کو بھی بند کر لیتے تھے۔ سپاہیوں کی ہندو قین بھی ہوئی تھیں اور اُن پر سنگیں چڑھی ہوئی تھیں اور ہم سے بار بار پوچھتے تھے کہ اگر بادشاہ تھا تو جان بخشی کرنے تو تم مسلمان ہو جاؤ گے؟ مگر بادشاہ کے خاص مسلح سپاہی جو اُن سپاہیوں میں سے ہوئے تھے اُن کو منع کرتے تھے کہ انہیں جانوں کی امید نہ دلاؤ ہم انکے ٹکڑے ٹکڑے کرینگے اور ان کا گوشت چیلوں اور کووں کو دینگے۔

جمعرات کے دن کچھ سپاہیوں نے آکر میوں سے کہا کہ ہم قلعہ میں سرنگ لگا کر تم سب کو اُڑا دیں گے۔ ہمیں کھانے میں بہت موٹی جھوٹی غذا ملتی تھی صرف دو مرتبہ بادشاہ نے عمدہ کھانا بھیجا تھا۔ اُس دن اور کچھ نہیں ہوا جمعہ کے دن ایک سپاہی نے ایک سیم ڈالنا مسٹنیر سے آکر یہ پوچھا کہ اگر انگریزوں کو اختیار ہو جائے تو ہمارے ساتھ کیا کریں گے۔ جس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ جیسا تم نے ہمارے خاوندوں اور بچوں کے ساتھ کیا۔

دوسرے دن یعنی ۱۶ مئی بروز شنبہ بانٹھانے میرے اور ایک مسلمان بڑھیا کے جو کچھ کھانا و تہی نفی کل انگریزوں کو قید خانہ میں سے لیجا کر قتل کر دیا۔

سوال ہم کس طرح جانتی ہو کہ کل آدمی قتل ہوئے اور تمہارے اور تمہارے بچوں کے ساتھ نرمی کرنے کا کیا سبب تھا؟

(جواب) ہم ابھی درزی ہی کے مکان میں تھے کہ میں نے ایک عرضی بادشاہ کے نام لکھی تھی اور اسکو اپنے پاس اس غرض سے رکھا تھا کہ بذات خود بادشاہ کو دونگی مگر جب لاہوری دروازہ پر گارہ والوں نے مجھے قید کیا تو وہ درخواست بھی اُنھوں نے مجھے لیلیٰ اُسٹیا میں نے یہ لکھا تھا کہ میں اور میرے بچے کشمیری مسلمان ہیں اس لیے مجھے اوروں سے علیحدہ کھانا دیا جاتا تھا اور بادشاہی ملازم بھی مجھے مسلمان سمجھ کر میرے ساتھ کھایا کرتے تھے پیر کے بلوہ کے بعد میں نے ارکان اسلام سیکھ لیے تھے اور اپنے بچوں کو بھی یاد کرادیئے تھے اور ہم انھیں مخوبی ادا کر سکتے تھے۔ ہم مسلمان سمجھے جانے ہی کی وجہ سے بچے ۱۶ مئی کی صبح کو شاہ کے خاص ملازم اور کچھ پیدل سپاہیوں نے آکر کہا کہ سولے پانچ مسلمانوں کے کل عیسائی باہر آ جائیں۔ عورتوں اور بچوں نے یہ سمجھا کہ اب قتل ہونگے روزنا پٹینا شروع کر دیا۔ انھیں تلکین دینے کے لیے مسلمانوں نے تو قرآن کی اور سنہڑوں نے جنما کی مسم کھائی کہ تم قتل نہیں کئے جاؤ گے بلکہ ہم تمہیں اچھی جگہ لیجاتے ہیں اور جو بھی اس جگہ پر ہیں گے وہ بعد میں میگزین جائینگے۔ یہ سنکر وہ سب باہر نکل گئے جہاں انھیں شمار کر کے چکی تھو۔ اور مجھے معلوم نہیں مثل قیدیوں کے اُن کے گرد رتی کا حلقہ ڈالکر لیگے میں خود تونہ دیکھ سکی مگر مجھے معلوم ہوا کہ انھیں پیل کے درخت کے نیچے حوض کے پاس بادشاہ کے بیچ کے ملازموں کے تلواریں سے کاٹ دیا۔ اُس قتل میں کوئی سپاہی شریک نہ تھا۔ اُنکے قتل کروانے کا کام بادشاہی ملازموں نے خود اس واسطے اپنے ہاتھ لیا تھا کہ اگر ہم ان کا فروس گوارائیگے تو ہمیں جنت میں درجے ملیں گے۔ اس بات کی خبر مجھے ایک مہترانی نے دی تھی اور بغاوت کے دنوں میں جب میں دہلی میں آکر رہی ہوا تھی اور تصدیق ہو گئی قتل کے بعد ہی دو تو میں ملی تھیں چکی بات یہ مشہور ہوا کہ اس خوشی کے اظہار میں چھوٹی

ہیں قتل کے ایک گھنٹہ بعد مفتی صاحب نے آکر شاہی گارڈ سے کہا کہ میں باقی ماندہ پانچ  
 قیدیوں کو دیکھنا چاہتا ہوں؟ انھوں نے ہمیں ہماری جانوں کی خوش خبری سنائی اور  
 گارڈ والوں سے کہا کہ انھیں کسی محفوظ جگہ لیجاؤ مگر اس بات کا خیال رکھنا کہ دن کے وقت  
 نہ لیجانا مبادا کوئی سپاہی یا شہری انھیں قتل کر دے دمجھے یہ کہہ دینا ضرور ہے کہ ان میں  
 بعض کو ہمارے عیسائی ہونی کا شبہ تھا شام کو ہم پھر اپنے درزی کے مکان پر گئے اور  
 آئندہ مگنل کو اس علاقہ کے نگہبدار نے پھر ہمیں قید کر لیا۔ مرزا مغل کے سامنے لے گیا  
 تھا نہ دار نے مرزا سے کہا کہ یہ عیسائی ہیں انھوں نے ہمیں بدل رکھا جو اور مرزا نے ہمارے  
 پھانسی پر چڑھانیکا حکم دیا مگر اٹیسویں رجمنٹ کے سپاہیوں نے انھیں ہمارے قتل سے  
 باز رکھا اور ہم میڈن کی لڑائی تک وہیں قید رہے اسکے بعد اٹیسویں رجمنٹ کے سپاہیوں  
 نے ہمیں رہا کر دیا۔ سپاہی جب شکست کھا کر وہاں سے شہر میں واپس آئے تو آدمی باہو سانا  
 یہ کہنے لگے کہ انگریزوں کے مقابلہ میں اب کامیابی کی کچھ امید نہیں۔ اس پر ہندو سپاہیوں  
 نے انھیں شرم دلائی کہ ابھی تو انگریزوں سے پہلی ہی لڑائی ہوئی ہے اسی برتنے پر اپنے  
 مذہب کے لیے لڑنے آٹھے تھے۔ انھوں نے بڑے افسوس سے کہا کہ صورت واقعہ بدل گئی  
 اور نف ہے ان مسلمانوں پر جنھوں نے ہمیں مذہب کے بہانہ سے دھوکے میں رکھا اور  
 اس بات پر شبہ کرنے لگے کہ کیا واقعی انگریزی حکومت کا یہ منشا تھا کہ ہمارے مذہب میں  
 خلل اندازی کرے۔ بہت سے ہندو سپاہیوں نے تو اس وقت یہ ظاہر کیا کہ اگر ہمیں  
 اپنی جان بخشی کی امید ہو تو ہم سرکاری ملازمت بخوشی اختیار کر لیں مگر مسلمانوں نے  
 اسکے برخلاف یہ کہا کہ بادشاہی ملازمت انگریزی ملازمت سے بدرجہا بہتر ہے اور ہمیں یقین  
 ہے کہ نواب اور راجہ بادشاہ کو مدد دیں گے اور ہم انگریزوں پر فتح حاصل کر لیں گے۔

دسوال کیا تم نے اپنے قیام دہلی میں بلوہ کے متعلق ہندو اور مسلمانوں کے خیالات میں فرق پایا؟ (جواب) ہاں مسلمان غدر ہونے سے خوش تھے اور محرم میں ہیں نے مسلمان عورتوں کو اپنے مذہب کی کامیابی کے لیے خود عا کرتے اور اپنے بچوں کو دعا کی تلقین کرتے سنا تھا اور ان دعاؤں میں انگریزوں کو بدعوا کی جاتی تھی۔

دسوال جب مسلمان اور ہندو دہلی میں یکجا تھے تو کیا ان میں مذہب کی بابت آپس میں کچھ جھگڑا ہوا تھا؟ (جواب) میرے نزدیک جب رسالے پہلے پہل شہر میں آئے تو ہندو نے بادشاہ سے یہ عہدے لیا تھا کہ شہر میں گاؤ کشی نہوگی اور اس عہد کی پابندی بھی ہوئی۔ جہا تک مجھے یقین ہے بلوہ کے زمانے میں ایک گائے بھی فوج نہیں ہوئی۔ بقر عید پر گاؤ کشی کے سبب جھگڑا ہونے لگا مگر اس وقت مسلمانوں نے گاؤ فوج نہیں کی۔ ۹ ستمبر کی صبح کو جیس بد لکرا اور اپنے بچوں اور ملازموں کو ساتھ لیکر میں دہلی سے میرٹھ جاگ گئی۔ قیدی نے جرح کرنے سے انکار کیا۔

### جرح عدالت

دسوال (مخمس) کہاں سے معلوم ہوا۔ کیا یقین یقین ہے کہ ہندوستانی سپاہیوں یا دہلی والوں نے انگریزی عورتوں کی بہت بھرتی اور بھرتی کی۔ (جواب) ہاں گواہ کو واپسی کا حکم دیا گیا۔

چودھویں دن کی کارروائی۔ ۱۲ فروری ۱۸۵۷ء  
مسٹر سی بی سائڈرسن کشتہ اور ایجنٹ لفٹنٹ گورنر عدالت میں حاضر ہوئے اور انھیں حلف دیا  
جرح جی ایڈوکیٹ

دسوال (جن) وجود سے بادشاہ دہلی گورنمنٹ انگریزی کی رعیت اور نیشن خوار بنا اس کے

متعلق تمام عدالت کو کچھ اطلاع دے سکتے ہو ؟

(جواب) غلام قادر نے جب شاہ عالم بادشاہ دہلی کی آنکھیں کھالیں اور اسکی سخت معزنی کی نوشتہ میں مرہٹوں نے اپنا جابجا برباد کیا تھا اس وقت میں جب لارڈ لیک نے علیگڑھ فتح کر کے دہلی پر حملہ کیا اس وقت بادشاہ کے اختیارات شہر دہلی کے اندر ہی اندر تھے۔ وہ مثل قیدی کے تھا۔ مرہٹوں نے دہلی سے چھ میل فاصلہ پر بمقام پٹن گنج فوج آ رہے تھے کی لارڈ لیک نے حملہ کر کے انھیں شکست فاش دی اور شہر اور قلعہ کو مرہٹوں سے خالی کر لیا اس وقت شاہ عالم نے انگریزوں کی پناہ میں آنکی درخواست کی اور ۱۷ ستمبر کو ججہا کے واقعات اور زیادہ قابل یادگار تاریخ ہو گئی ہے انگریزی فوج شہر میں داخل ہوئی اس وقت سے بادشاہان دہلی انگریزوں کے پیشنوار بنے اور مرہٹوں کی قید سے نکل کر انگریزوں کی نرم حکومت میں آئے۔ شاہ عالم میں قیدی تخت دہلی پر بیٹھا اس کے اختیارات صرف قلعہ کی چار دیواری کے اندر تھے اور وہ محض اپنے ہی ملازموں کو خطابات اور خلعت عطا کر سکتا تھا دوسروں کے لئے اسے ممانعت کر دی گئی تھی۔ اور سولے سلطنت عالیہ کے کوئی لوکل عدالت اسکو کسی قسم کا اختیار نہیں دے سکتی تھی۔

(سوال) کیا قیدی کے لئے سلحا آدمیوں کی تعداد محدود کر دی گئی تھی ؟

(جواب) قیدی نے لارڈ آکلینڈ سے درخواست کی تھی کہ جب قدر وہ مناسب سمجھے اس قدر سلحا آدمیوں کی تعداد رکھنے کی اجازت دیا جائے۔ نواب گورنر جنرل نے جواب میں حکم دیا تھا کہ جب قدر آدمیوں کی تعداد تم اپنی پیشن سے دیکھتے ہو رکھ لو۔

(سوال) بلوہ کے وقت قیدی کو گورنمنٹ سے کس قدر پیشن ملتی تھی ؟

(جواب) اس کے لئے ایک لاکھ روپیہ ماہانہ کی پیشن منظور ہوتی تھی جس میں سے ننانوے ہزار

تو اُسے دہلی میں دیدیئے جانے تھے اور اکیڑھارا اسکے خاندان والوں کو کھنوں میں ملتے تھے۔  
اس کے علاوہ ڈیرہ لاکھ سالانہ اُسے زمینوں اور مکانوں کی آمدنی سے بھی وصول ہوتا تھا۔  
قیدی نے جرج سے انکار کیا اور گواہ کو واپسی کا حکم دیا گیا۔

میجر پٹرین منسٹر ہندوستانی پیادگان کی عدالت میں طلبی ہوئی اور باقاعدہ حلف دیا گیا۔  
جرج ایڈوکیٹ

(سوال) کیا اامی گزشتہ کو تم دہلی ہی میں تھے؟

(جواب) ہاں۔ (سوال) جو کچھ تم نے اس موقع پر مشاہدہ کیا بیان کرو؟

(جواب) اامی کی صبح کو احکامات سنانے کے لیے پریڈ ہوئی اور حسب معمول بلا اٹھا کسی علامت  
بلوہ کے ٹومس ہو گئی مگر نوہی بجے رحبت کی مکر پریڈ ہوئی اور اسکو یہ حکم دیا گیا کہ دریائے  
جنا کے کشتی کے پل پر جا کر ناکہ بندی کریں اور جو تیسرا سالہ میرٹھ سے آ رہا ہے اسے دریائے  
کرنے سے روکیں۔ جب میں پریڈ میں پہنچا تو کرنیل رپلی نے مجھے حکم دیا کہ دو کمپنیاں اپنی دگر اٹیل  
سپاہیوں کی اور نمبر کو لیجاؤ اور وہاں دو توپوں کی نگرانی کرو مگر پہلے راستہ میں کپتان ڈی ٹیشبر سے  
ملکر اور حکم بھی لے لینا۔ کپتان ڈی ٹیشبر نے مجھے کہا تم چلکر صدر بازار میں ٹھہرو میں ابھی  
دو توپیں بھیجتا ہوں۔ پون گھنٹہ تک میں وہاں انتظار کرتا رہا مگر جب توپیں نہیں پہنچیں تو  
میں نے لفٹنٹ وائبرٹ کو توقف کی وجہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا اور خود جلدی کے سبب واپس  
کمپنیوں کو ساتھ لیکر پل کی طرف روانہ ہو گیا۔ لفٹنٹ وائبرٹ نے آدھے راستے میں آ کر کہا کہ  
ہندوستانی گولہ انداز ابھی نکالے گئے ہیں اور یہ کہ توپیں ابھی آتی ہیں۔ پل کوئی ڈیڑھ میل ہا  
ہو گا کہ توپیں بھی پہنچ گئیں۔ کشمیری دروازہ کوئی سوہی گورہ گیا ہو گا کہ کپتان ولسن نمبر ۷  
ہندوستانی ہیل نے جو اس ہفتہ میں افسر سیدان تھا مجھے کہا جلدی جاؤ باغی شہر میں



لکھس گئے اور نمبر ۵ کے ہندوستانی پیدل کے افسروں کو گولیاں مار کر گرا دیا۔ میں نے  
 دونوں کمپنیوں کو بندوقیں بھرنیکا حکم دیا اور بندوقیں بھری ہی جارہی تھیں کہ میں نے  
 کرنیل رپلی کو کشمیری دروازہ سے باہر کئی جگہ سے زخمی بالسنری میجر کے سہارے آتے  
 دیکھا۔ میں باغیوں سے مقابلہ کی اُمید پر تلے جڑ ہالمر ان میں سے ایک بھی نظر نہ پڑا اور نہ  
 نمبر ۵ ہندوستانی پیدل میں سے جو کرنیل رپلی کے ہمراہ گئی تھی کوئی دکھائی دیا نمبر ۳  
 ہندوستانی پیدل کے صرف پچاس آدمی جو لفٹٹ پروکٹر کے ماتحت تھے آتے دکھائی  
 دیئے۔ کپتان ویلس نے کہا کہ اس اڑتیسویں پیدل نے اپنے سامنے کرنیل رپلی کو زخمی  
 ہوتے دیکھا اور باوجود کرنیل کی درخواست کرنے کے بھی انھوں نے اُس کے بچانے کی  
 کوشش نہیں کی۔ نمبر ۵ سپاہیوں نے بھی غالباً ایسا ہی کرتا دیکھا ہو گا میں نے نمبر ۵ پیدل  
 کے چند فہروں کپتان سیمتھ و کپتان بروس و لفٹٹ ایڈورڈس و لفٹٹ وائٹ فیلڈ و ساخٹ  
 میجر کو گرجا کے مغربی جانب مرا ہوا پایا۔ توپوں کو قیام کر کے اور سنتریوں کو مختلف ناکوں پر  
 مقرر کر کے سیٹ لفٹٹ والبرٹ سے کہا کہ جلد ان افسروں کی لاشیں اٹھا لائیں مگر سپاہیوں  
 نے منع کیا کہ ابھی کیا جلدی ہے ابھی تم وہاں نہ جاؤ سوا ضرور افسروں کی تاک میں بیٹھو  
 ہم جا کر اٹھا لائیں گے ہمیں کوئی کچھ نہ کہے گا۔ مگر وہ خود بھی اُس وقت نہیں گئے تھوڑی  
 دیر کے بعد ایڈ جنٹ و لفٹٹ اوسبرن اور لفٹٹ ٹیلر جسکو شہر والوں نے زخمی کر دیا تھا  
 ہمیں آکر ملے۔ اینسائن اینجلو بھی ہمارے پاس آگیا اور سب دم بخود کھڑے تھے کہ بارہ بجے  
 لائٹ کمپنی کے ایک سوار نے آکر مجھے کہا کہ حوالدار میجر نے دریافت کیا ہے کہ آپ کی جھبٹ  
 کس طرف جائیگی۔ میں نے اُس سے کہا کہ وہ کہاں ہے؟ جواب میں اُس نے کہا کہ سنری  
 منڈی میں ہیں۔ جب سواروں نے افسروں پر گولیاں برسائی شروع کیں تو سب بھاگ کر

بھاگ کر وہیں جمع ہو گئے ہیں یہیں نے اُس سے کہا کہ اُن سے جا کر کہہ دو کہ کشمیر دروازہ  
 پر آجائیں اُنکے ساتھ کوئی انگریزی افسر نہیں تھا۔ حالدار میجر نے مجھے یہ کہا کہ چند سوار  
 ہمارے ساتھ یہاں تک آئے اور سارے راستے ہمیں غدر کرنے کے لیے دیکھاتے  
 رہے اسکے بعد کچھ افسر اور سپاہی جا کر اُن لاشوں کو اٹھالائے۔ میجر ریٹ کی ماتحتی میں  
 نمبر ۷ اور کپتان ڈی میٹر کے توپخانہ کی دو توپیں بھی آکر لگ گئیں۔ دو بجے کا وقت  
 ہو گا کہ میگزین کی طرف سے توپوں کے چھٹنے کی آواز آئی جو ساڑھے تین بجے میگزین  
 اڑنے تک چھٹی رہیں۔ میں یہ میان کرنا بھول گیا کہ جو وقت ہم کشمیری دروازہ پہنچے  
 تھے اُس وقت مشر کیلوے نے خزانہ کی حفاظت کے لیے کچھ مدد مانگی جو میں نے اُسکے  
 ساتھ کر دی۔ میگزین سے بچکر لفٹنٹ ولپی بھی ہمارے پاس بھاگ آیا اُس نے کہا باؤشا  
 نے صبح کو میگزین پر قبضہ کر کے اُسکے لیے فوج کو بھیجا تھا مگر ہم نے انکار کر دیا اور جو چند انگریز  
 وہاں تھے اُنکی مدد سے میگزین کی روک تھام کرنے رہے بالآخر دو بجے باغی زینے  
 لگا کر اندر گھس گئے۔ ہم سب پانچ بجے تک کشمیری دروازے پر رہے کہ یکایک ہمارے  
 قریب ہی سامنے سے بندو قوں کی باٹھ چلی جس سے کپتان گورڈن اور نمبر ۷ کا لفٹنٹ  
 ریوی تو فوت ہو گئے اور نمبر ۵ کے لفٹنٹ او برن زخمی ہوئے۔ لائٹ کپنی کے  
 ایک سپاہی نے اپنے ہتھیار میرے شانے سے مار کر کہا بہتر ہے آپ چلے جائیں۔  
 ورنہ کوئی گولی مار دیگا۔ میں نے جب دیکھا وہاں بھینز بیکار ہے اور نمبر ۵ کے سپاہی  
 بنے قابو ہو گئے ہیں تو میں وہاں سے چل دیا اور بعد میں نمبر ۷ کا ایک افسر بھی میرے  
 ساتھ ہوا۔ ہم ٹری سرک کی راہ باؤٹے کو جا رہے تھے کہ لائٹ کپنی کے اس سپاہی  
 نے کہا کہ سرک محفوظ نہیں ہے تم بنگلوں بنگلوں باؤٹے جاؤ۔ ہم نے ہیٹھ کر لیا

اور جو کچھ بتی تھی وہ برگڑ ریگر کو جو جاسانی۔ گریو صاحب کے پاس اُس وقت دو نوپس اور نمبر ۳ کے تین سو سپاہی تھے جو میرے خیال میں اُس وقت تک فرماں بردار تھے مگر میرے وہاں پندرہ منٹ پہنچنے کے بعد بازگشت ہوئی۔ سپاہیوں نے کہا ہم تھاری جان کے ساتھ ہیں اور پہاڑی سے اتر کر چھاؤنی والی سڑک پر پڑیے اور لین کے قریب پہنچنے پر ایک ایک دو دو کر کے اپنی کوٹھڑیوں میں گھس گئے اور جب میں نے اُن سے پوچھا کہاں جاتے ہو تو یہ جواب دیا پانی پیئے جارہے ہیں وہ اپنے ساتھ ہتھیار وغیرہ بھی لے گئے اور پھر چمپت بنے۔

یہ دیکھ کر میں اپنے خیمہ کے گارد کے پاس گیا اس وقت سات بجے ہونگے میں ہر چند اپنے ساتھ آنیلکی ترغیب دی اور اُن سے کوئی آدھ گھنٹے باتیں کرتا رہا مگر صرف ایک حوالدار میرا اور دو سپاہی میرا ساتھ دینے کے لئے تیار ہوئے۔ ہم اسی وقت چل پڑے مگر رات میں راستہ بھول گئے اور جب صبح کو دیکھا تو دہلی سے صرف چار ہی میل کے فاصلہ پر تھے۔ شہر سے کوئی تین میل کے فاصلہ پر برف کے ٹھتوں میں تین دن تک چھپے رہے حوالدار اور ایک سپاہی تو پہلی صبح کو اس بہانہ سے کہ ہم ہمارے بچے کھانا لے آئیں چلے گئے اور دوسرا سپاہی دوسرے دن چمپت ہو گیا۔ میں بالآخر تنہا ایک فقیر کے ساتھ کرنال بھاگ گیا۔

دسوال: تم نے اُمی کو یا اس سے قبل اپنی فوج کو کس رنگ میں پایا کیا تھا اسے نزدیک نمبر ۵ ہندوستانی پیادگان کے سپاہیوں کو میرٹھ سے باغیوں کے آنے کی خبر پہلے تھی۔ (دو جواب: اُمی یا اس سے قبل مجھے اس قسم کے آثار ظاہر نہیں ہوئے کہ اُس دن کے واقعات دیکھ کر اور جو خبریں بعد میں لگیں اُن سے یقین ہو گیا کہ ہندوستانی سپاہیوں

اس سرگزشت کی پہلے سے خبر تھی۔ ستمبر گزشتہ میں لفٹنٹ والبرٹ نے مجھے کہا تھا کہ امام بخش صوبہ داریجہ کے کپتان رسل سے تذکرہ کیا تھا کہ اسی سے دو ماہ پیشتر سے ہماری لینوں میں آدمی آ رہا جا یا کرتے تھے اور سپاہیوں کو بغاوت پر آمادہ کرتے تھے۔ کپتان رسل قوم جون کو بادی سرے میں مارے گئے مگر امام بخش صوبہ داریجہ انک میرٹھ میں ہے۔ میرے خیال میں کپتان رسل کو یہ خبر بعد بلوہ کے ملی۔

قیدی نے جج سے انکار کیا اور گواہ کو واپس ہونی کا حکم دیا گیا۔

مکند لال بادشاہ دہلی کا سکتر عدالت میں طلب ہوا اور اسکو حلف دیا گیا

جج جج ایڈوکیٹ

سوال کیا بھٹیس ہندوستانی فوج کی بغاوت کی کچھ اصلیت معلوم ہے؟

(جواب) کوئی دو سال پیشتر سے بادشاہ دہلی گورنمنٹ کی جانب سے بد دل ہو گیا تھا اور گورنمنٹ کی وقت آسکے دل سے جاتی رہی تھی۔ جسکی تفصیل یوں ہے۔ جب مرزا حیدر شکوہ اور مرزا فرید پسران مرزا خان بخش پسر مرزا سلیمان شکوہ لکھنؤ سے لکے تو انھوں نے حسن عسکری سے ملکر بادشاہ کو آمادہ کیا اور سمجھایا کہ ایک نامہ شاہ فارس کو بھیجا جائے اور اُس میں یہ لکھا جائے کہ انگریزوں نے بادشاہ کو قید کر لیا ہے اور جس عزت کا وہ مستحق تھا اُسکی وہ عزت نہیں رہی اور ولیعہد کی تخت نشینی کی بابت کوئی آئندہ امید نہیں ہے اور نہ یہ امید ہے کہ علاوہ ولیعہد کے اور کوئی شانزادہ ولیعہد کیا جائے۔ اس خط سے انتشار یہ تھا کہ باہمی ملاقات و خط و کتابت قائم ہو جائے۔ شدید قنبر بادشاہ کا خاص لکھ ملازم اس خدمت پر مامور ہوا اور اسکو محبوب علیخان کی معرفت سو روپیہ زوارہ کے لئے دیکر مع خط ایران روانہ کیا اور یہ خط بادشاہ کے خاص سکتر کے دفتر میں لکھا گیا تھا۔

اسکے بعد مرزا جید اور اُس کے بھائی لکھنؤ واپس چلے گئے اور بادشاہ کے دور دراز کے ایک عزیز زانجہ اور مرزا بلالقی سپہ مرزا شرف الدین سپہ مرزا آغا جان کے ہاتھ اسی قسم کی تحریر بادشاہ کے پاس بھیجی۔ تین سال کا عرصہ ہوا کہ دہلی کے انگریزی سپاہی مرزا علی اور حمید خاں کے ذریعہ سے بادشاہ سے ملنے گئے تھے مرزا علی کا یہ کام تھا کہ جب قدر مزاحمتیں آئیں وہ بادشاہ کے روبرو پیش ہوں اور بادشاہ ہر ایک کو اُس وقت ایک تحریر دیتے تھے جس میں پہلے آئیہواؤں کے بالترتیب نام ہوتے تھے اور ایک رومال بطور نشانی دیا جاتا تھا۔ ایجنٹ لفٹ گورنر کو اس معاملہ کی اطلاع ہو گئی انھوں نے بعد تحقیقات بادشاہ کو منع کر دیا کہ آئندہ انگریزی سپاہیوں کو اپنا مرید نہ بنائیں۔ بادشاہ اور فوج میں تعلقات پیدا ہونے لگی تھیں۔ تاہم یہ بغاوت سے بیس روز پیشتر خبر آ گئی تھی کہ میرٹھ میں فوج غدر کر نیوالی ہو مگر یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ غدر کر کے وہ دہلی ہی میں آئیں گے۔ رسالے و ملے سب سے پہلے قلعہ کے جھروکوں کے نیچے آکر کھڑے ہوئے اور انھوں نے بادشاہ سے کہا کہ ہم نے جب قدر انگریز میرٹھ میں تھے انھیں قتل کر دیا اور جب قدر یہاں ہیں انھیں بھی قتل کریں گے اور آپ ہمارے بادشاہ ہیں اور جب قدر انگریز ہندوستان میں تھے سب تہ تیغ کر دیئے گئے۔ انھوں نے یہ بھی کہا تمام فوج آئندہ سے تابع فرمان ہے۔ بادشاہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ تمہارا یہی ارادہ تھا تو تمکو ہر ایک بات کے لئے تیار ہونا چاہیے اور اگر تم تیار ہو تو اس معاملہ کے کل انتظام اپنے ہاتھ میں لو۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ مفسد شہر میں گھس کے بادشاہ کے خاص ملازم آج جاے اور قادیان خان ایک کابلی نے مسٹر فریزر کو قتل کر دیا اور پیدل سپاہیوں نے شاہی ملازموں کے اشارہ سے افسر گارڈ قلعہ کے مکان پر چڑھ کر اُس کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد جو انگریز شہر میں آئے ہاتھ لگا کر قتل ہوا۔ اُس دن یہ ڈھنڈورا بٹکا کہ خدا شہنشاہ عالم ہے اور

بہادر شاہ اس ملک کے بادشاہ اور ان کا حکم بالا تر ہے۔ دوسرے دن ۱۲ مئی کو جب میرٹھ کے سوار اور دہلی کے رسالے نے بادشاہ نے تخت پر بیٹھ کر وزیر محبوب علیجاں کو کل فوج کی دعوت کر لیا حکم دیا چنانچہ فوج میں شیرینی تقسیم ہوئی اور افسروں کو روپیہ بھی دیئے گئے ۱۸۴۲ء سے پیشتر بادشاہ خاص خاص موقعوں پر چاندی کے تخت پر بیٹھ کر جو دربار خاص میں رہتا تھا انعامات دیتے تھے مگر اس کے بعد ایجنٹ گورنر جنرل نے اس رسم کو بند کر دیا اور تخت کو اٹھوا کر بادشاہ کے خلوت خانہ کے نیچے واسلے راستہ میں رکھوا دیا ۱۲ مئی کو بادشاہ نے اسے منگا کر اس پر بیٹھ کر مبارک کیا۔

(سوال کیا اسی سے پیشتر فوج نے کچھ تجاویز بادشاہ کے سامنے پیش کی تھیں۔  
(جواب) مجھے ان تجاویز کے کھلم کھلا پیش ہونے کی تو خبر نہیں البتہ شاہی درباروں میں تذکرہ ہوتا تھا کہ فوج غمگین بغاوت کر کے قلعوں میں داخل ہوگی اور بادشاہ کی حکومت پھر قائم ہو جائے گی اور قدیم ملازموں کے رتبے اور تنخواہوں میں اضافے ہونگے۔

پندرہویں دن کی کارروائی

اٹھارہ کنڈال ناتمام۔ جسرج ایڈوکیٹ (ناتمام)

(سوال) بادشاہ کے کون کون ملازم یہ باتیں کرتے تھے؟

(جواب) نسبت علیجاں اور تمام آدمی جی تذکرہ کرتے تھے۔

(سوال) ملبوہ ہونے سے کس قدر پیشتر یہ باتیں ہوا کرتی تھیں؟

(جواب) چار روز پیشتر۔ (سوال) مختار سے بیان سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ ایران سے

جو خط و کتابت ہوئی اس میں مرزا حیدر شکوہ بھی شریک تھے مگر معلوم یہ ہوا ہے کہ لکھنؤ میں ناما

کرنے کے سبب بادشاہ ان سے ناراض ہیں اس کا کیا سبب ہو۔

(جواب) یہ صرف ایک بات تھی جس سے یہ منشا تھا کہ اگر ملاز کھلیا گئے تو ثبوت دینے کا موقع رہے گا آپس میں نا اتفاقی تھی۔

(سوال) یہیں اور پہلے جو قلعہ میں قید تھے وہ کس کے حکم سے قتل ہوئے۔

(جواب) یہ قیدی تین روز تک تو قید خانہ میں رہے چوتھے روز پیدل اور رسالہ کے لوگ مرزا منگل کے ساتھ بادشاہ کے پاس اُن کے قتل کے لیے حکم حاصل کر کے غرض سے گئے بادشاہ اُس وقت خلوت خانہ میں تھے مرزا منگل اور نسبت علیجان اندر گئے اور سپاہی باہر کھڑے رہے کوئی بیس منٹ کے بعد وہاں سے نکلے اور نسبت علیجان نے باوازمند کہا کہ بادشاہ نے اُن کے قتل کر کے حکم دیدیا چنانچہ بادشاہی ملازموں نے جنگی نگراں میں قیدی تھے قید خانہ سے لاکر کھوڑے سے باغی سپاہی اپنے ساتھ لیکر سب کو قتل کر دیا۔

(سوال) اس کے علاوہ کتنے اور کیا نہ رہے؟

(جواب) اطمینانی شروع ہو جانے کے بعد جو شخص انگریزی سپاہی یا افسر کو پکڑ لانا اسے دوپٹے میں کس انعام ملتا۔

(سوال) کیا کبھی کوئی سپاہی یا افسر قید ہو کر زندہ قلعہ میں آیا۔؟

(جواب) نہیں۔ (سوال) بلوہ سے پہلے کیا مسلمانوں نے کوئی سازش یا اتفاق کر لیا تھا؟ (جواب) باغیوں کے شہر میں گھستے ہی صرف چھوٹے درجے کے مسلمان اُن سے مل گئے تھے اور غالباً پہلے سے کوئی سازش نہیں ہوئی تھی۔

(سوال) اعلیٰ درجہ کے مسلمان جو بلوہ میں شریک نہ تھے اُن میں سے کسی کا نام بتاؤ۔  
بادشاہ اور کل شاہزادہ تو ضرور شریک تھے۔

(جواب) جو کچھ میں نے کہا وہ بلوہ کے دن کی بابت تھا بعد میں جو کچھ ہوا اسکا مجھے علم نہیں۔

(سوال) بادشاہ کے خفیہ جلسوں میں کون کون شریک ہوتا تھا؟

(جواب) محبوب علیخان خواجہ سرا۔ وزیر اعظم۔ پیرچی حسن عسکری۔ وزینت محل۔ بادشاہ یگیم ونی یگیم و آغا یگیم دختران قیدی و اشرف النساء و جہ ثانی موجود ہوتے تھے اور جب کسی تحریر کی ضرورت ہو کر تھی تو احسن الدخان اور کابینہ مسیحی مکند لال کی نگرانی میں سکرتر کے دفتر میں لکھی جایا کرتی تھی۔

(سوال) نمبران ۲۰۳ و ۲۰۴ بمقتل گواہ کو دکھائے گئے اس کے بعد اس سے پوچھا کہ تم خط پہچانتے ہو؟

(جواب) میں نہیں پہچانتا۔ یہ کاغذ صوبہ دار بخت خان کے دفتر میں لکھے گئے ہونگے ان کے ہاں ایک مولوی ان کا غزو کو مرتب کر کے بادشاہ کی مہر لگانے کے لئے لایا کرتا تھا۔

(سوال) کیا تم کبھی بادشاہ کے خفیہ جلسوں میں شریک ہوئے؟ (جواب) نہیں (سوال) جب تم شریک نہیں ہوتے تھے تو تمہیں بادشاہ ایران کے پاس ملیجی جانکی کیسے خبر ہوئی۔ (جواب) میں ملازم تو بادشاہ ہی کا تھا مگر محبوب علیخان کی خدمت میں رہا کرتا تھا اس لئے کبھی کبھی خفیہ حالات بھی معلوم ہوتے تھے۔

(سوال) کیا قلعہ میں عام شہرت تھی کہ حسن عسکری بادشاہ کے مزاج میں بہت دخل ہے۔ (جواب) ہاں قلعہ ہی میں نہیں بلکہ تمام شہر میں شہرت تھی کہ حسن عسکری اور محبوب علیخان بادشاہ کے مزاج پر بہت حاوی ہیں۔

(سوال) کیا بادشاہ کی کوئی لڑکی حسن عسکری کی مزید تھی اور کیا ان ہی دونوں لڑکیوں میں سے قی خانی بابت تم نے خفیہ جلسوں میں شریک ہونیکا ذکر کیا ہے۔

(جواب) بادشاہ کی بیٹی نواب یگیم زوجہ مرزا داں شاہ حسن عسکری کی مزید تھی مگر اسے مرے



ڈیڑھ سال ہوا۔ یہ دونوں لڑکیاں حسن عسکری کی مرید تھیں مگر انھیں حسن عسکریت بہت تھی

(سوال) کیا کبھی قیدی فوج کی محبت بندہ ہانے کے لئے قلعہ کے باہر نکلا تھا؟

(جواب) ہاں حملہ کے دو دن بعد یعنی ہاشمہ کو بادشاہ کھلی پالکی میں بیٹھ کر فوج کے ہمراہ انگریز جانشین کے قلعہ سے نکلے تھے مگر قلعہ سے دوسو گز کے فاصلہ پر کوئی گھنٹہ بھر ٹھہر کر واپس آئے اور فوج برخاست ہوئی۔

(سوال) بادشاہ کسوج سے ٹھہر گئے اور اس کے متعلق کیا خیالات تھے؟

(جواب) وہ فوج بلکہ انگریزوں کے شہر سے نکالنے کے لئے گئے تھے مگر جب رسالہ لڑائی میں مصروف تھے تو انکی محبت بندہ ہانے کے لئے ٹھہر گئے۔

(سوال) کیا بادشاہ بالعموم صادق الاخبار ملاحظہ کیا کرتے تھے؟

(جواب) پڑھنے کی حاجت تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا البتہ یہ اور دیگر اخبار انکے پاس آیا کرتے تھے۔

(سوال) کیا بلوہ سے چند ماہ پیشتر دہلی کے مسلمانوں میں انگریزوں کے خلاف معمول سے زیادہ جوش تھا؟ (جواب) مجھے معلوم نہیں۔

(سوال) کیا تم صادق الاخبار پڑھتے تھے؟ (جواب) میں نے کبھی نہیں پڑھا۔

قیدی نے جرج سے انکار کیا۔

### جرج عدالت

(سوال) کیا سولے مکند لال کے کوئی اور بہند بھی خفیہ جلیبوں میں شریک ہوتا تھا؟

(جواب) نہیں کسی اور بہند و پر اسقدر اعتماد نہ تھا۔

(سوال) کیا بلوہ کے بعد دہلی سے کوئی ایسی افس فوج کو بلوہ کی ترغیب دینے کے لئے گیا تھا

جس اس وقت بغاوت میں شریک نہ تھی؟

(جواب) مجھے معلوم نہیں۔ گواہ کو واپسی کا حکم دیا گیا۔

کپتان ٹائیلر منشی بکر ہندوستانی پیدل عدالت میں طلب ہوا اور اس کو حلف دیا گیا  
حج ایڈوکیٹ

(سوال) کیا ۱۰ مئی کو شہ کو تم وہاں میں تھے؟ (جواب) ہاں

(سوال) کیا تم نے اس دن کسی گاڑی کو جس میں ڈاکہ جاتی ہے اپنی رجسٹر کی لینوں میں  
جائے سنایا اپنی آنکھ سے دیکھا اگر نہیں کچھ معلوم ہو تو بیان کرو؟

(جواب) ہاں ۱۰ مئی یوم کمیشن کو سپر کے ۳ بجے میں نے بگل کی آواز سنی اور گاڑی

سیرس وروازے کے پاس سے گزری جہاں میں رہتا تھا وہاں عام طور سے گاڑیاں نہیں

گزرتی تھیں یہ آواز سنکر میں نے اپنے ملازم کو حکم دیا کہ باہر جا کر دیکھ کون آیا ہے۔ اُس نے آکر

کہا کہ ایک گاڑی میں چند ہندوستانی لین میں آئے ہیں چونکہ میرا مکان ایک گوشہ

پر تھا اور گاڑی مکان کے تین طرف ہو کر جاتی تھی یہ گاڑی ابھی دوسری ہی طرف مڑی تھی کہ

کہ میں نے اس ملازم کو حکم دیا کہ صوبہ داریج کو میری طرف سے سلام کہو اور یہ کہو کہ صاحب

آئے ہیں اس گاڑی کے آنے سے میرا یہ خیال ہوا تھا کہ صوبہ داریج اور رجسٹر کے اور

بہ سنا فی اسر تو کوٹ مارشل میں میرے گئے تھے شاید آئے ہیں ملازم نے تھوڑی سی

دیر میں آکر کہا کہ اس گاڑی میں تو اور بہت سے ہندوستانی میٹر تھے آئے ہیں ان میں

سے کوئی بھی ہماری رجسٹر کا نہیں ہے اس گفتگو سے میں فوراً یہ سمجھ گیا کہ یہ باغی سپاہی

(سوال) اچھا گیارہ مئی کو کیا واقعہ پیش آیا؟

(جواب) گیارہ مئی کی صبح کو کوئی ۹ بجے منبر کا ملازم دوڑا ہوا آیا اور کہا کہ لفٹ بلڈ نے

اعلانہ بھیجی ہے کہ سوار وہاں آ رہے ہیں۔ میں کپڑے پہن کر اس کے پاس گیا۔ پھر میں اور وہ

نصیحت گیسو ایڈجوٹ فوج کے ہاں گئے وہاں کرنل نیویٹ رجبٹ کے کانڈنٹ کپتان  
 گاڈ اور بریگیڈر میجر کپتان نیگل موجود تھے انھوں نے مجھے حکم دیا کہ تم فوراً جا کر اپنی اور  
 کپتان گاڈنر کی کمپنی کو لے آؤ مجھے یہ بھی حکم ملا تھا کہ دو سو آدمی پورے کر کے انھیں  
 کارٹوس وغیرہ دیگر شہر کے باہر بارود والے میگزین کے اوپر کے ٹیلہ پر جا کر کھڑا ہوں  
 اور کسی کو اس طرف سے دریا عبور نہ کرنے دوں۔ میں اور کپتان گاڈنر فوراً لیٹ گئے وہاں  
 جا کر دیکھا تو ہماری کمپنیوں کے آدمی جوش میں بھرے بیٹھے ہیں انھوں نے دھماکے کے  
 سوسو آدمیوں کی دو کمپنیاں پوری کیں۔ کارٹوس وغیرہ لینے میں جب دیر ہوئی تو میں نے  
 دیر کی وجہ دریافت کی پھر خود جا کر سب پوچھا تو خا صیوں نے کہا وہ ہم کیا کریں سپاہی مجھے  
 کارٹوس وٹوپیاں لینے میں جھگڑتے ہیں اور میجر کسی کو کارٹوس وٹوپیاں لے نہیں سکتے  
 میں جلدی کر کے کمپنی میں واپس آیا جب کارٹوس وغیرہ دیے جا رہے تھے تو بہت سے  
 آدمیوں نے تعداد سے زیادہ لینے لگے مگر عجلت کی وجہ سے اس وقت تو میں نے کچھ نہ کہا مگر  
 سبک دھیان کر لیا کہ بعد میں ان سب کو سزا دوں گا۔ کپتان گاڈنر نے بھی مجھے یہ شکایت  
 کی کہ میری کمپنی والوں نے بھی مقدار سے زیادہ کارٹوس وغیرہ لیے ہیں۔ اسکے بعد کمپنیوں  
 کو روانگی کا حکم دیا گیا۔ جس وقت لین چھوڑنے لگے تو ان میں عجیب جوش تھا اور وقتاً  
 فوقتاً غرہ زنی کرتے تھے کہ ہم اسکو نہ روک سکے۔ میں یہ بیان کرنا بھول گیا کہ اس سے پہلے  
 ایک عام ہڑبڑ بار کپور میں ایسور پانڈے کے کورٹ مارشل کا نتیجہ سنانے کے لیے ہوئی  
 تھی جس پر تمام رجبٹ نے ناخوشی ظاہر کی۔ مجھے سخت تعجب ہوا کہ آج کیا بات ہو پشتر  
 کہی ایسا نہیں ہوا۔ میگزین کے اوپر کے مکان پر بیٹھ کر میں نے دریا کے مختلف سوٹروں پر  
 سنتری مقرر کر دیے۔

باقی ماندہ کو جب انھوں نے اپنے ہتھیار لگا کر کھڑے کر دیئے تو ہم انکو  
 مکان کے اندر لے گئے اس دن سخت گرمی تھی ان میں سے کچھ آدمی ترنواز اور مٹھائی  
 اپنے ہمراہ لائے تھے چھپے اور کپتان کا رڈنر سے اس کے چپکنے کے لیے بہت اصرار کیا  
 یہ بات بھی ہمیں نہی معلوم ہوئی۔ اس اثنا میں مٹھانوں کا شور مچا اور دھن دھن دھن دھن  
 دیکھنے کے لیے ہمارے گئے۔ اس کے بعد ہی ایک نوپ کی آواز سنی اس کا سبب ہم  
 نہیں سمجھے کہ کیا تھا جب ہم انبالہ اور دیگر مقامات کی آتش زدگی یاد آئی تو ہمیں گمان  
 ہوا کہ شہر میں کچھ نہ کچھ اندیشہ ناک حالت ہو مگر کپتان کا رڈنر نے مجھے کہا کہ خدا کا شکر  
 ہے ہمارے سپاہی اس وقت بہت نیک معلوم ہوتے ہیں۔ ہم نے انھیں دھوپ میں  
 پھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنائے دیکھ کر منع کیا اور اندر آئیے۔ یہ حکم دیا انھوں نے جواب دیا  
 کہ ہمیں دھوپ چھپی معلوم ہوتی ہے، مگر میں نے انھیں مکر اندر آئی کی تاکید کی جب میں  
 آگے بڑھا تو اندر گیا تو وہاں ایک آدمی کو جو صورت سے سپاہی معلوم ہوتا تھا کپتنی والوں  
 سے اس طرح چچا چکار کر باتیں کرتے دیکھا کہ نہ ہی کتابوں میں لکھا ہے کہ ہر قوت یا سلطنت  
 کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے کہ انگریزوں کے زمانہ کا  
 خاتمہ آگیا ہو۔ میرا ارادہ ہوا کہ اسے قید کر لوں کہ اتنے میں شہر والا میگزین اڑا اور دو  
 کہنی کے آدمی پر یعنی راج کی جے پکارتے ہوئے ہتھیار اٹھا شہر کی طرف دوڑ پڑے۔  
 سوال کیا کسی سبب سے تھکوا سٹی سے پیشتر اپنی رجٹ کے سپاہیوں کی بددلی کا  
 گمان ہوا تھا۔ ؟ (جواب) نہیں

سوال کیا بلوے پیشتر کوئی ایسا واقعہ تھا جس سے دہلی میں فساد  
 ہونیکا گمان ہوتا ؟

(جواب) ہاں میرے ایک قیدی ملازم نے جو عرصہ ۲۱ سال سے میرے خاندان کا نگہبان تھا اُس زمانہ میں چھٹی کی درخواست کی میں نے اُس سے واپس آگئے پراصر کر کیا تو اُس نے بار بار افسوس سے یہ جواب دیا کہ بشرطیکہ حضور کا چو لہا گرم رہا تو انشاء اللہ ضرور حاضر ہو گا جس سے اُسکی یہ مراد پختی کہ اگر میں اور میرے خاندان کی حالت اُنکے نوکر رکھنے کی رہی تو وہ آئیگا۔ یہ الفاظ اُس نے بلوہ سے ہفتہ یا عشرہ پیشتر کہے تھے۔ وہ اسی زمانہ میں اُس پاس سے چلا گیا جبکہ اُنکے پاس نے اُسکی کچھ خبر نہیں سنی۔

قیدی نے حج سے انکار کیا اور گواہ کو عدالت سے جانکی اجازت دے گئی۔  
سارخٹ فلینگ (بازار سارخٹ و ملی عدالت میں طلب ہوا اور اُسکو باضابطہ حلف پڑایا  
حج حج ایڈوکیٹ

(سوال) کیا گزشتہ مئی میں بلوہ سے پیشتر تمہارا لڑکا قیدی کے صاحبزادے جو ان بخت کے گھوڑوں کو پھرایا کرتا تھا۔؟

(جواب) ہاں اُس نے کوئی پانچ یا چھ سال تک گھوڑے پھرایے۔

(سوال) تمہارے لڑکے کی کیا عمر ہو گی؟ (جواب) کوئی انیس سال کی۔

(سوال) کیا بلوہ سے کچھ پیشتر اُس نے تم سے کبھی جو ان بخت کی بدزبانی کی شکایت کی؟

(جواب) اپریل ۱۹۰۷ء کے آخری دنوں میں اُس نے ایک دن فریڈ صاحب کے دفتر سے

جہاں وہ کچھ لکھنے کا کام کرتا تھا آکر کہا کہ آج میں حسب معمول وزیر عظم کے مکان پر گیا تھا

وہاں قیدی کے لڑکے جو ان بخت بھی تھے اُنھوں نے مجھے کہا دوبارہ یہاں ہرگز نہ آنا

میں کافر انگریزوں کی صورت دیکھنا پسند نہیں کرتا اور کچھ زمانہ جاتا ہے کہ تم سب کو قتل

کر کر اپنے پاؤں سے روند دوں گا۔ جو ان بخت نے اُس کے منہ پر تھوک بھی دیا۔ اُس نے

اس حرکت کی شکایت فریز صاحب سے کی مگر انھوں نے یہ کہہ کر کہ وہ بیوقوف جو بات کو  
 ٹال دیا۔ اس کے بعد مئی کو وزیر اعظم نے میرٹھ کے کوچے پاس بیباقی حساب کے لئے  
 بلایا اس موقع پر بھی جہاں بخت نہ آئے بہت کچھ بڑا بھلا کہا اور کہا کہ چند ہی دن میں تیری  
 گردن اترو لے دینا ہوں۔ چنانچہ میرٹھ کا بھی بلوہ میں قتل ہوا۔  
 قیدی نے جمع سے انکار کیا اور گواہ کو واپسی کا حکم دیا گیا۔  
 سولھویں دن کی کارروائی

دسویں ہندوستانی پریل کا کپستان ماٹینو عدالت میں طلب ہوا اور اسکو باضابطہ حلف  
 دیا گیا۔ (جمع جج ایڈوکیٹ)

(سوال) کیا بزدلی لغایت مئی ۱۸۵۷ء تک انبالہ میں ڈپو کے بند و قچیوں کے معلم رہے۔  
 (جواب) ہاں۔ اُس زمانہ میں میں وہاں معلم بند و قچیاں تھا۔

(سوال) کیا ہندوستان کی ہر دہائی رجٹ کے سپاہیوں کا دستہ وہاں بند و قچیاں چلانے کی  
 تعلیم کے لئے آیا کرتا تھا؟

(جواب) نہیں ہر رجٹ میں سے نہیں بلکہ ہندوستانی رجٹ میں سے ہر چوالیس ویں  
 میں سے پانچ سپاہی آیا کرتے تھے۔

(سوال) کیا تم نے ان آدمیوں سے اُن چپاتیوں کے متعلق جو اُن اضلاع کے مختلف  
 دیہاتوں میں بلوہ سے پیشتر تقسیم ہوئی تھیں کچھ استفسار کیا تھا؟

(جواب) میں مختلف سپاہیوں سے اکثر اس معاملہ پر گفتگو کیا کرتا تھا۔ میں نے اُن سے  
 پوچھا کہ تم ان چپاتیوں سے کیا مطلب نکالتے ہو اور یہ کس نے تقسیم کرائی تھیں اُنھوں نے

جواب دیا کہ وہ جہازی بسکٹوں کی مانند ہیں ہمارا تو یہ یقین ہو کہ سرکار کی طرف سے تقسیم ہوئی

ہیں جبکہ منشا یہ ہے کہ ہمیں دہندوستانیوں کی زبردستی کھانی پڑی ہوگی اور نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم  
ایک دن جبراً دین برہمنے کے لئے کہا جاوے گا۔ اور وہ یہ کہہ کرتے تھے جیسا کھانا دیا دے  
(سوال) کیا تمہارے خیال میں ڈپو میں جہندرسپاہیوں کے دستے تھے اُن کچا بھی خیال تھا  
(جواب) ہاں میرے نزدیک تو سب کا یہی خیال تھا۔

(سوال) کیا اُن میں یہ بھی چرچا تھا کہ گورنمنٹ انکو بے دین کرنے کے لئے آٹے میں پیسے ہوتی  
ٹھیاں ملوا رہی ہے۔

(جواب) پہلے یہ خبر میں نے ماہ مارچ میں سنی تھی۔ مجھے یہ شکایت ہوتی تھی کہ جہندرسپاہیوں  
سے سپاہیوں کو دیا جاتا ہے اُس سب میں پیسے ہوتی ٹھیاں ملی ہوئی ہیں۔

(سوال) کیا تمہارے نزدیک کل سپاہی اسی خیال پر جمع ہوئے تھے ؟

(جواب) میں نے مختلف اور سپاہیوں کے خط دیکھے جو مجھے سپاہیوں نے ثبوت میں لکھا  
کہ اس آٹے میں میرے پڑی ملی ہوئی ہے۔

(سوال) کیا تم سے سپاہیوں نے اور بات کی بھی شکایت کی جسکی وہ ملا فی چاہتے ہوں  
(جواب) انہیں صرف اس بات کی شکایت تھی اور یہی اندیشہ تھا کہ گورنمنٹ زبردستی ہمیں  
دین سے بددین کرنا چاہتی ہے۔

(سوال) کیا انہوں نے تم سے گورنمنٹ کے ہندو بیواؤں کے ازدواج ثانی کے بارے میں  
دست اندازی کرنے کا بھی تذکرہ کیا ؟

(جواب) ہاں۔ اس بارہ میں انہوں نے یہ اشارہ کیا تھا کہ گورنمنٹ ہمارے اخلاق پر بھی حملہ کرتی ہے

(سوال) کیا انہوں نے اودھ کے بے پنے پر کبھی یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ کل ہندوستانی  
ریاستوں کو برباد کر دیگی ؟

(جواب) انہاں سے واسے تو اس بات کو کبھی کبھی اس طرح ظاہر کیا کرتے تھے تو ایسا انھیں یہ بات ناپسند معلوم ہوتی تھی مگر جب ہر ایک ہفتہ بعد میں کرنال میں منبر کو لوری کے سپاہیوں سے اس کا تذکرہ کیا تو انھوں نے یہ کہا کہ تم نے کل ہندوستان فتح کر کے اپنے قبضہ میں کر لیا اب کوئی ایسا ملک نہیں رہا جو انھیں لینا ہوا رہتا رہا یہ ارادہ ہے کہ ہمارے دین و ملت پر بھی حملہ کر دیں اس وقت کرنال میں مکسر پٹ افسر تھا اور وہ سپاہی ہمارے وفادار تھے۔

(سوال) کیا سپاہیوں نے انگریزی واعظوں کو دیسیوں کے عیسائی بنانے کی بھی تم سے شکایت کی تھی؟

(جواب) نہیں میں نے اپنی زندگی میں نہیں سنا۔ اسکی تو انھیں ذرا بھی پروا نہ تھی۔

(سوال) کیا جو کارٹوس ڈپو میں سپاہیوں کو استعمال کے لئے دیئے جاتے تھے ان میں چربی ملی ہوئی تھی۔

(جواب) نہیں۔ میگلین سے پہلے کے وقت ان میں چربی ملی ہوئی نہیں ہوتی تھی۔ اور جن کارٹوسوں پر تقسیم سے پہلے چربی ملی ہوئی تھی وہ انھیں نہیں دیئے جاتے تھے بلکہ انھیں سائے کارٹوس دیدیئے جاتے تھے اور وہ خود موم روغن ملا کر لگاتے تھے جو بازار سے خود لایا کرتے تھے۔ سوال: ہندوستانی بیدین کڑی کی بابت کیا ہندو مسلمانوں کی شکایت میں کچھ متنبہ کیا؟

(جواب) ہاں کارٹوسوں کے مسئلہ پر تو مسلمان ہنسنا کرتے تھے اور ہندو بے دین ہو جانے کے خیال سے سخت شاک کی تھے مگر الحاقِ ودہ کی بابت میں نہیں کہہ سکتا کہ مسلمان رنجیدہ ہوئے۔

پیشین؟ قیدی نے جج سے انکار کیا۔

(جج عدالت)

(سوال) کیا جوبہ سے پیشتر تم نے اپنے سپاہیوں کے طرز عمل میں کوئی نئی بات محسوس کی



یہ تم کو اطلاع ملی کہ کیا ہو۔ نئے والا ہے۔

(جواب) ہاں انھوں نے صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ بلوہ ہو گا اور انبالہ کی رات کی آتشزدگی اس کا ثبوت ہے۔ پہلی آگ نوجہن این فیڈ ولے کارٹوس چھوڑے اسوقت لگی اور اس دن سے، اسی تک برابرات کو آگ لگتی رہی۔ ہم نے این فیڈ ولے کارٹوس پہلے پہلے ۱۰۰ پرٹل کو چھوڑے تھے باوجودیکہ گورنمنٹ سے اس شخص کو جہازم کی اطلاع ملے بڑا انعام دینے کا لالچ بھی دیا تھا مگر کسی نے آتشزدگی کی بابت کبھی کوئی اطلاع نہیں دی یہی ایک خاص بات عام ب۔ دلی اور بلوہ ہو سکی خبر دیتی تھی۔ میں نے کل فوجی ہیڈ کوارٹروں میں جو اس وقت انبالہ میں تھے اس بات کی رپورٹ کی اور میں مضمون کی ایک خفیہ تحریر کپتائیاں پیٹیس کو فروج کا اسٹنٹ ایڈجینٹ جنرل تھا بھیجی۔ گواہ کو واپسی کا حکم دیا گیا۔ اظہار مس فلمینگ یعنی سارجنٹ فلمینگ کی سیم عدالت میں طلب ہوئی اور اسکو حلف دیا گیا جمع جج ایڈوکیٹ

(سوال) گزشتہ اپریل کی آخری تاریخوں میں کیا تم زینت محل قیدی کے مکان میں رہتی تھیں اور کیا تم نے جواں بخت کو وہاں دیکھا تھا۔ (جواب) ہاں

(سوال) اچھا جو کچھ اس موقع پر گزرا بیان کرو!

(جواب) میں جواں بخت کی سالی کے پاس بیٹھی تھی اور وہ اپنی بیوی کے پاس کھڑا تھا۔ میری اکلوتی لڑکی مسلی سنگھی بھی میرے ساتھ تھی۔ میں جواں بخت کی سالی سے باتیں کر رہی تھی کہ میری بیٹی نے مجھ سے کہا۔ اہا تم سنٹی ہو یہ شریادی لکھا کہہ رہا ہے؟ یہ کہتا ہے میں چند ہی روز میں انگریزوں کو برباد کروں گا اور پھر ہندوؤں کو قتل کروں گا۔ یہ سن کر میں جواں بخت سے مخاطب ہوئی اور اس سے پوچھا کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں تو

ذائقہ کرتا ہوں۔ میں نے کہا، "اگر جیسا کہ تم کہتے ہو ایسی صورت ہو تو سب سے پہلے تمہارا ہی سر نکالا جائیگا، اُس نے کہا کہ ایرانی دہلی کی طرف آرہے ہیں اور جب وہ دہلی پہنچ جائیگا تو اول تم دونوں ہی گرفتار ہوگی اور میں انہیں بچا کر لاؤنگا۔ اس کے بعد وہ ہمارے پاس سے چلا گیا میرے خیال میں یہ گفتگو پر پلٹنے میں ہوتی۔

قیدی نے جج سے انکار کیا اور شاید عدالت سے جان بچا حکم ملا۔

(دستبرہوں دن کی کارروائی)

صادق الاخبار کی اصل و ترجمہ قیدی کے روبرو پڑھا گیا جس میں بلوہ کے متعلق خبریں تھیں (ٹھٹھا رہوں دن کی کارروائی)

جان اریو ریٹ بمقام عدہ کولری کی چودہویں رجسٹر کا سابق سارجنٹ اور پولیس کا موجودہ رسالہ دار عدالت میں طلب ہوا اور اسے حلف دیا گیا۔ (جج جج ایڈ وکیٹ)

(سوال) کیا انکی شہادت کو تم دہلی میں تھے؟

(جواب) میں دہلی ہی میں تھا۔

(سوال) بلوہ کے متعلق جو تم نے دیکھا ہو بیان کرو؟

(جواب) ۹ بجے کے قریب میرے گئے ہوئے باغی شہر میں داخل ہوئے اور کہتے ہی انگریزوں اور عسائیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا آٹھ گھنٹے کے بعد میگزین کے قریب بندوبست

چھپنے کی آوازیں آئیں۔ میں دہلی میں بیماری کی چھٹی پر تھا بیماری کی وجہ سے چپ چاپ گھر میں بیٹھا رہا۔ چونکہ کرایہ کے مکان میں رہ کر مجھے اپنی جان کا خوف تھا اس لئے اندھیرا

ہونے پر میں وہاں سے نکل کر کرنل سکر کے مکان پر پہنچا اور وہ رات وہاں بسر کی۔ صبح ہونے پر مرزا عظیم بیگ (منبرا بمقام عدہ کولری کا پنشن یافتہ سردار بہادر) کے مکان پر گیا۔ اور

اس سے کہا کہ دن بھر مجھے چھپا لو اور کسی نہ کسی طرح مجھے شہر سے نکال دو۔ میں ایک شبانہ روز  
اُس کے مکان پر بادوسرے دن اُنھوں نے مجھے کہا کہ میرے پڑوسیوں کو منہ مارے  
یہاں چھپنے کی خبر نہیں ہے۔ اس لیے میں قلعہ جاتا ہوں کہ بادشاہ سے منہاری محافظت  
کے لیے کچھ گارڈسے آؤں۔ منتر خارج سکتہ بھی اُسی کے مکان میں چھپے ہوئے تھے۔  
ایک گھنٹہ کے بعد اُس نے مجھے کہلا بھیجا کہ بادشاہی طبیب حکیم احسن الدخان مجھ پر سخت  
ناراض ہو کہ تم نے عیسائیوں کو اپنے مکان میں کیوں چھپا رکھا ہے۔ حکیم احسن الدخان فرما  
عظیم بیگ میں رشتہ داری نہیں اور کہلا بھیجا کہ فوراً مکان خالی کرو۔ چنانچہ میں تو خبر پاتے  
ہی وہاں سے چلا گیا مگر منتر خارج سکتہ اُس کے ملازموں کے زنان خانے میں بدستور چھپے  
ہے۔ میں سردار بہادر کے مکان سے کوئی دو سو گز گیا ہونگا کہ میں نے باغی سپاہیوں کو آتے  
دیکھا ایک مسجد قریب ہی تھی میں اُس میں چلا گیا اور خیال کیا کہ اگر چپکا یہاں بیٹھ گیا تو شاید  
باغی یہاں سے مجھے دیکھ کر بغیر چلے جائیں مگر جب وہ مسجد کے پاس آئے تو اُن میں سے ایک  
نے مجھے پہچان لیا اور پکارا کہ ایک انگریز مسجد میں چھپا ہوا ہے اُنھوں نے مجھے پکڑ لیا اور  
مرزا عظیم بیگ کے مکان پر پہنچا مگر منتر خارج سکتہ کو بھی گرفتار کر لیا۔ وہ ہم دونوں کو لیکر کوتوال  
کی طرف چلے کر راستہ میں نمبر ۳ لائٹ کو لری کے گیارہ سوار اور بھی ملے اور لکھا کہ پوچھا  
تم کون ہو اور ان قیدیوں کو کہاں لیے جا رہے ہو کیا یہ عیسائی ہیں اُنھوں نے جواب دیا  
کہ ہاں ہم انھیں کو توالی لے جاتے ہیں اس پر اُنھوں نے کہا کہ کو توالی لے جا  
کیا فائدہ لاؤ انھیں یہیں بندھنے سے مار دیں۔ سپاہیوں نے کہا کہ کو توالی یہاں سے  
قریب جو انھیں وہاں جانے دو بعد میں تمہارا جو جی چاہے گا کرنا کو توالی پہنچا کر اُنھوں نے  
کو توال سے رپورٹ کی کہ ہم دھشکار لائے ہیں کو توال نے کچھ جواب نہ دیا اور ایک سوار



مشورہ دیتا ہوں۔ میں نے اسکی وجہ پوچھی تو اُس نے جواب دیا کہ وہ ہم گرام میں روسی تمام مقامات پر اپنا قبضہ کر لینے کے لئے اُس کے ان خیالات پر قبضہ مارا اور اس سے کہا کہ اس وقت تو جاؤ مجھے فرصت نہیں ہے میں تم سے کسی اور وقت ملوں گا۔ یہ گفتگو غشی سے کو بوقت انجے دن کے ہوئی اسکے بعد وہ پھر نہ آیا اور جب میں کو توالی سے رہا ہو کر اسکے ہاں گیا تو اُس نے کہا کیوں میں نہ کہتا تھا کہ تم وہاں سے چلے آؤ۔ اُس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ ایک حبشی قبضہ نامی بلوہ سے دو سال پیشتر یہاں سے قسطنطنیہ روانہ ہوا تھا اور اسکی روانگی کے وقت اسکے مکہ جا میکا بہانہ کیا گیا تھا مگر وہ دراصل بادشاہ کی طرف سے بطور ایلیچی روسیہ سے مدد لینے گیا ہے اور قبضہ نے روانگی کے وقت یہ کہا تھا کہ تین دو سال میں واپس آؤں گا۔

(سوال) کیا تمہارے وہاں قیام کے زمانہ میں مسعود نے بلوہ کے متعلق تم سے کچھ اور بھی کہا؟ (جواب) نہیں بلوہ کے متعلق تو کچھ اور نہیں کہا البتہ وہ رات کو مکان پر واپس آیا کرتا تھا اور جو کچھ دن میں گزرتا تھا وہ کل خبریں مجھے سنایا کرتا تھا۔ اُس نے ایک موقع پر مجھے یہ بھی خبر دی تھی کہ بادشاہ نے اپنے تمام بیٹوں اور عمائدین کو ایک دن دربار عام میں جمع کر کے کہا کہ حسبے غازی الدین نگر کی لڑائی ہوئی ہے تم لوگ میری طرف سے توجہ اٹھاتے جاتے ہو جس کا سبب غالباً لڑائی ہے۔ بادشاہ نے یہ بھی کہا کہ اس وقت تم سبکو اتفاق کر کے انگریزوں کو پہاڑی پر سے نکال دینا چاہیے اگر تم ایسا نہ کرو گے تو یاد رہے انگریز تیمور شاہ کا بیج دنیا سے نہیت ہونا ہو کر دیکھو۔ مسعود دس یا بارہ شاہی حبشی غلاموں کا افسر تھا وہ بادشاہ کے خاص ملازموں میں تھا اور ہر وقت اُس کے ساتھ رہتا تھا اور جو کچھ اُس نے کہا وہ سب صحیح ہو گا۔

(سوال) کیا مسعود نے روپیہ یا کسی اور چیز سے کمپنی کی ملازمت ترک کر لی تریغیب دی؟  
 (جواب) نہیں۔ (سوال) کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ کچھ مسعود نے تم سے ملازمت ترک کرنے کے لئے کہا وہ بادشاہ یا کسی اور ملکار کی طرف سے کہا۔ یا خود

(جواب) میں ایسا خیال نہیں کرتا مجھے تو یہ اُسی کی بیوقوفی معلوم ہوتی ہے  
 (سوال) کیا تمہیں معلوم ہے کہ کسی اور سے بھی کمپنی کی ملازمت ترک کر لی اور شاہی ملازمت اختیار کرنے کے لئے کہا تھا؟ (جواب) مجھے نہیں معلوم  
 (سوال) جو چیتا یاں غدر سے پیشتر گاؤں گاؤں تقسیم ہوئیں انکی نسبت بھی تم کو کچھ معلوم ہے  
 (جواب) نہیں۔ میں اُس وقت اپنے گاؤں میں چھٹی پر تھا میں نے صرف اُسکے تقسیم ہونے کی خبر سنی تھی کسی نے اُسکی وجہ مجھے نہیں بیان کی۔  
 (سوال) اُمسی سے کتنے پیشتر سے تم دہلی میں تھے؟  
 (جواب) تیرہ یا چودہ روز پہلے سے۔

(سوال) کیا اُن دنوں میں لوگوں کو کہتے سنا کہ غفریب فنا ہو گیا ہے؟  
 (جواب) میں بیمار تھا شہر والوں سے بات کر نیکا مجھے موقع نہیں ملا۔  
 (سوال) تم بیان کر چکے ہو کہ مسعود نے تم سے بعد بلہو کے روسیوں کے تمام ملک لے لینے کا تذکرہ کیا تھا۔ کیا تمہارے نزدیک شہر والوں کا بھی یہی یقین تھا؟  
 (جواب) ہاں میں تو ایسا ہی خیال کرتا ہوں مسلمانوں میں جن سے مجھے ملنے کا موقع ملا تھا اس کا عام تذکرہ ہوتا تھا۔ اُن کا گمان تھا کہ آئندہ موسم گرما میں روسیوں نے یہاں آ بیگا۔  
 (سوال) بلہو سے پیشتر تمہیں اپنی رجسٹر کے ہندوستانی افسروں سے کمپنی کی ملازمت پر گفتگو کر نیکا موقع ملا تھا؟

(جواب) نمبر ۱۴ ہفتا عدہ کو لری کے ایک مسلمان افسر مسلمی مرزا قتی جان نے مجھے تذکرہ کیا تھا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ انقلاب ضرور ہوگا اور انگریزی حکومت جاتی ہوگی یہ گفتگو سننا میں ہوئی تھی اور اب مجھے یاد نہیں کہ ۱۹۴۷ء میں جو کئی بھی یا ۱۹۴۸ء میں (سوال) کیا تم نے کبھی کسی ہندوستانی کو یہ کہتے بھی سنا کہ انگریزوں کو یہاں حکومت کرتے کس قدر زمانہ گزر گیا اور انکی حکومت اب زیادہ نرسکی؟ (جواب) نہیں

(سوال) کیا کمپنی کی حکومت کے خلاف ہندو زیادہ تھے یا مسلمان؟ (جواب) مسلمان (سوال) کیا تم نے شاہ فارس کی مع فوج ہندوستان آنیکی خبریں سنی تھیں یا ہندوستانیوں کو انگریزوں اور ایرانیوں کی لڑائی کا تذکرہ کرتے سنا تھا؟

(جواب) نہیں مجھے کبھی ہندوستانیوں سے اس بارہ میں گفتگو کرنے کا اتفاق نہیں ہوا جو کچھ مجھے خبریں معلوم ہوتی تھیں انگریزی اخباروں سے ملتی تھیں۔

(سوال) کیا ہندوستانیوں کو روس کے ہندوستان میں آئیکا یقین تھا یا بلوہ سے پیشتر وہ اس کا تذکرہ کیا کرتے تھے؟

(جواب) نہیں میں اس بارہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مجھے ہندوستانیوں سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

قیدی نے جج سے انکار کیا (جج عدالت)

(سوال) جو کچھ تم نے دہلی ریپرکٹسٹاٹسکی رو سے تم یہ گمان کر سکتے ہو کہ قیدی باغیوں سے بخوشی نہیں ملا؟

(جواب) جو کچھ میں نے سنا اس قدر میں کہہ سکتا ہوں ابتداءً بادشاہ نے ناراضگی ظاہر کی تھی مگر جب اُس نے اپنے تئیں اُس سے بچتے نہ دیکھا تو بعد میں ملگیا اور یہ بات پندرہ

روز میں بمبئی میں یہ خبر سنی سنائی کہتا ہوں کوئی ثبوت نہیں دے سکتا۔

غلام عباس وکیل قیدی کو اس کا سابق حلف یاد دلایا گیا (جمع جمع ایڈوکیٹ)

(سوال) ان ۱۲ کاغذات کو دیکھو آیا یہ قابل اعتبار ہیں یا نہیں؟

(جواب) جن پر پیشل سے حکم لکھا ہے وہ قابل اعتبار ہیں کیونکہ پیشلی حکم قیدی ہی کے قلم کے ہیں۔ دیگر کاغذات کی نسبت جی بیج نہیں کہہ سکتا کہ وہ قابل اعتبار نہیں ہیں کیونکہ دستخط خود بادشاہ کے ہاتھ کے ہیں۔

شہادت حکیم حسن اللہ خان

لاڑکانہ میں بروہ کے عہد اختتام میں جبوقت سے گورنر جنرل کا بادشاہ کو قہر دینا بند ہوا ہجر بادشاہ ہر وقت اس رہا کرتے تھے اولاً تو انھوں نے اس معاملہ کے لئے ولایت میں تحریک کی اور بعد میں ہمیشہ اس حکم کے شکی رہے اس کے سبب اپنی بددلی ظاہر کرتے رہے۔ بعد میں جب گورنمنٹ نے اس کی یہ خواہش کہ ان کا چھوٹا بیٹا جو ان بخت باوجودیکہ یہ طے پاچکا تھا کہ سب سے بڑا لڑکا مرزا فتح الملک اس کے بعد گدھی نشین ہوگا ولیعہد بنا دیا جائے پوری نکی تو ان کو اور بھی زیادہ رنج ہوا۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد مرزا حیدر سپہر مرزا خان بخش سپہر مرزا سلیمان شکوہ مع اپنے بھائی مرزا مراد کے لکھنؤ سے دہلی آئے۔ وہ بیشتر بادشاہ سے ملاقات کیا کرتے تھے سب سے پہلے انھوں نے بادشاہ کو یہ سمجھا یا کہ ایجنٹ کو لکھنا چاہئے کہ میں بادشاہ نے ان شاہزادوں کو گورنمنٹ کے دفتر میں اپنا ایجنٹ مقرر کیا ہے۔ ایجنٹ فٹنٹ گورنر نے اس انتظام کو جس وجہ سے منظور نہ کیا کہ ایسے فرائض پر کبھی شاہزاد مقرر نہیں ہوئے۔ پر یہ شاہزادے بادشاہ کی مہر ثبت کر کے چند کاغذات اپنے ہمراہ لی گئے وہ بلا روک ٹوک محلات شاہی میں بھی آیا جایا کرتے تھے۔



لکھنؤ جا کمرزا حیدر نے ایک عالم توبادشاہ کی طرف سے شاہ عباس کے مقبرہ پر چڑھایا اور  
ایک پشلی نوٹ جس پر بادشاہ کی مہر ثبت تھی اور جس کا مضمون یہ تھا کہ میں شعی فرزند کو ہند میں  
شعیہ کرنا اور خود شعیہ ہونا چاہتا ہوں مجتہد کو دیا۔ یہ خبر چند اور شاہزادوں کے خطوط سے جو  
سنی تھے اور چند سنیوں کی درخواست سے معلوم ہوئی۔ اُن میں سے ایک شخص مسیحی علی گڑھ  
خان کی درخواست تھی جو دہلی کا رہنے والا تھا مگر اُس وقت لکھنؤ میں رہتا تھا اور ایک بہت  
شیدی بلال کی جو بیشتر بادشاہ کا ملازم تھا مگر بعد میں لکھنؤ میں نوکر ہو گیا تھا۔ جب یہ خبر شہر  
میں مشہور ہوئی تو خاص خاص علماء بادشاہ کے پاس گئے اور اسکی اصلیت دریافت کرنی چاہی  
بادشاہ نے جواب دیا کہ مرزا حیدر نے بہت سے لکھے ہوئے کاغذوں پر میری مہر ثبت کی تھی  
اور اُنکو اپنے ہمراہ لکھنؤ لے گیا تھا اور ایک شفعہ میں نے مجتہد کو بھی لکھا تھا جس کا مضمون یہ  
تھا کہ مجھے اہلیت سے محبت ہو اور جس شخص کو اُن سے اُس نہ ہو وہ مسلمان نہیں ہے۔ بعد  
میں بادشاہ کی درخواست پر ایجنٹ لفٹنٹ گورنر نے اُس شفعہ کی ایک نقل مجتہد سے منگوا دی  
اُس کا مضمون بالکل وہی تھا جو درخواستوں سے معلوم ہوا تھا۔ اس سے یہ یقین ہو گیا  
کہ علاوہ شفعہ کے بادشاہ نے شاہ ادوہ کو بھی جو شعیہ تھا کوئی تحریر بھی بتائی اور مرزا حیدر کو اُس  
یہ امید ہو گئی کہ اگر بادشاہ دہلی اور شاہ ادوہ کی بات بات ہو جائے تو مجھے کچھ نفع پہنچ جائے گا  
ایک ہی سال بعد مرزا نجف کے ایران جانیکی خبر پڑی۔ مرزا نجف مرزا حیدر کے بھائی  
ہیں اور بادشاہ دہلی کے بیٹے۔ یہ خبر مولوی باقر کے اخبار میں چھپی تھی اُس میں یہ بھی لکھا  
تھا کہ شاہ ایران نے اُس کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا۔ میں نے مرزا نجف کے بڑے دوست  
مرزا علی نجات سے دریافت کیا تھا کہ وہ بادشاہ کی طرف سے کوئی خط شاہ ایران کے نام بھیجے  
ہیں۔ اُنہوں نے خط کا اقرار کیا اور کہا اُس میں بادشاہ نے یہ لکھوایا کہ میں شعیہ ہو گیا ہوں

میری مدد کرو امیری حالت اس وقت بہت زبون ہے مگر اس کا کوئی جواب نہیں آیا۔  
چند چینیوں کے بعد شیدی قبیلہ پہنچ کر۔ نہ اور نہ جانے کے لیے چٹائی کی درخواست کی۔  
یہ درخواست حسن عسکری دہلی سے کہ ایک ہیرا زادہ کی معرفت منظور ہو گئی اور اس کو کچھ روپیہ بطور  
راہ راہ بھی دیا گیا۔ چند روز کے بعد چٹیل سے جو سرکار کی طرف سے قلعہ میں منقرض تھا مجھ سے  
شیدی قبیلہ کے رہنے کی صداقت چاہی۔ اس نے بچہ سے کہا کہ میرے خیال میں شیدی قبیلہ  
تک تو گیا نہیں وہ ایران گیا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے اس معاملہ کی خبر نہیں۔ مگر  
بعد میں خواجہ سراؤں سے پتہ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی وہ ایران گیا ہے اور ہیرا زادہ  
حسن عسکری نے روانگی کے وقت کچھ کاغذات بھی دیئے ہیں جن پر بادشاہ کی مہر ثبت ہو  
اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شیدی قبیلہ مرزا نجف کے پاس بھیجا گیا تھا کہ بادشاہ کی تحریر  
کا کچھ جواب ملنا چاہیے۔ چونکہ مرزا حیدر نے بادشاہ کے مذہب کی تنبیہ کرائی تھی اس لیے  
یکل معاملات سنبھلنے سے (جن میں سے ایک میں بھی ہوں) چھپائے گئے تھے مگر اخیر  
مجھے اور لوگوں سے معلوم ہوئی۔ یہ بیان کرنا بھی ضرور ہے کہ جس زمانہ میں ہوشہر پٹلیاں  
ہو رہی تھیں اس وقت بادشاہ کو دہلی کے حالات معلوم ہو چکا تھا اشتیاق رہتا تھا۔

مرزا حیدر معمولی شخص نہ تھا وہ بادشاہ کا عزیز یعنی بھتیجا تھا اور لکھنؤ میں اسے ایک  
ہزار روپیہ تنخواہ بھی ملتی تھی وہ پشتینی شیعہ تھا اس کے مذہب کی رو سے جو شخص کسی کو لاندہ  
کرے وہ غا بد از قابل قدر خیال کیا جاتا ہے اس نے بادشاہ کے مذہب بدلنے پر اپنا  
ذاتی فائدہ ضرور مد نظر رکھا ہو گا اور نیز یہ کہ بادشاہ کے شیعہ ہو جانے سے تین بادشاہ  
ایک مذہب کے ہو جائیں گے۔ یعنی شاہ دہلی و لکھنؤ و ایران۔

کچھ پیش نہیں کہ مرزا حیدر نے اپنے کثیر فائدے کی امید پر بادشاہ کو شاہ ایران سے

خط و کتابت کرنیکا خیال سمجھایا ہوا اور غالباً اُس نے یہ سمجھایا ہو گا کہ میرے بھائی کمزرا  
 مخف کے ایران بھیجنے سے پیشتر شاہ ایران کو بادشاہ کے شیعہ ہو جانے کا حال معلوم  
 ہو جائیگا اور اس صورت میں میرے بھائی کی بڑی قدر و منزلت ہوگی۔

بہادر شاہ اپنی تدابیر ملکی کے متعلق بہت کم احتیاط کیا کرتے تھے معمولی سے معمولی  
 ملازم بھی اُن پر حاوی تھا۔ خواجہ سرا ہر وقت اور ہر جگہ موجود رہتے تھے اس لیے اُن سے  
 کوئی بات پوشیدہ نہ رہتی۔ بادشاہ اپنی بیگمات سے بھی مصلحت ملکی میں رسلے لیا کرتے  
 تھے چنانچہ زینت محل سلیم کو خوش کرنے کے لیے اُس کے بیٹے جو ان بخت کے لیے جو کم  
 سنی کے سبب ولیعہدی کے قابل بھی نہ تھا اُس کے ولیعہد ہونے کی درخواست کی  
 ہر بھید کی بات خواجہ سراؤں کو معلوم تھی اور وہ خلوت خانوں تک میں آیا جابا کرتے تھے  
 اور خواجہ محبوب علی کے ہاتھ میں کل شاہی کاروبار تھے۔

جو خط بادشاہ نے شاہ ایران کو لکھا میں نے نہیں دیکھا۔ جو کچھ مجھے شاہزادہ علی بخت  
 کی زبانی معلوم ہوا وہ میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں۔ میرے خیال میں بادشاہ دہلی نے  
 روپے اور فوج سے مدد مانگی ہوگی۔ بادشاہ روپیہ پر جان دیتا تھا جس کا ثبوت یہ ہے کہ  
 اُس نے بڑھاپے میں جا کر لالچ کی وجہ سے ایمان بدلا۔

میں نے کبھی یہ نہیں سنا کہ اُس تحریر سے بادشاہ کا یہ ایسا تھا کہ ہندوستانی فوج کو  
 سرکار کے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ کیا جائے اور نہ میرا یہ خیال ہے کہ اس کا کچھ بھی  
 اشارہ ہو کیونکہ اس بات کا قلعہ میں کچھ بھی چرچا نہیں ہوا۔

میرے خیال میں جب بادشاہ نے شاہ ایران سے رسم اتحاد پیدا کرنیکا خیال کیا ہے  
 کسی کو بھی یہ نہ سمجھا ہو گا کہ ہندوستانی فوج کے دلوں پر قابو پائیں۔

مجھے خواجہ سراؤں سے دستبست اوکا لیاں سے جن سے مجھے شدید قہر کی معرفت کا خدا جانیکا حال معلوم ہوا تھا، یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ جب شدید قہر کو مستحکم کاغذات دیئے گئے تو بادشاہ نے اُسے ہدایت کی کہ یہ کاغذات مرزا نجف کو دیکھ اُسکے جواب اور زیرِ پستیر کی تحریرات کا جواب مانگنا۔

میرے خیال میں اس کے سوا کوئی اور خبر اس ضمن میں اخبارات میں شائع نہیں ہوئی اگر میں انہیں پڑھنا بھی تو مجھے خواجہ سراؤں سے اُس کا حال معلوم ہو جاتا۔ جب اخباروں میں مرزا نجف کے ایران پہنچنے کی خبر شائع ہو چکی تو شدید قہر یہاں سے روانہ ہوا۔ شدید قہر کے جانیکے ایک سال بعد صوبہ اودہ انگریزی حدود میں شامل ہوا۔ ہنومان گڑھی کا واقعہ بھی شدید قہر کے بعد ہوا۔

جس وقت بوشہر پر لڑائی ہو رہی تھی بادشاہ کی گفتگو سے ظاہر ہوتا تھا کہ اُسے ایران سے روپیہ اور فوج کی بہت کچھ امید تھی اور اُس زمانہ میں اکثر وہاں کے حالات دریافت کرتا رہتا تھا۔ چونکہ ہر ایک بات پوشیدہ رکھی گئی تھی اس لئے پہلی تحریر کے وقت تو بادشاہ کی امید کا حال نہ کھلا مگر جب مرزا نجف کے ایران پہنچ جانیکے خبر لگی اور ساتھ ہی بوشہر میں لڑائی کی اطلاع ہوئی تو یہ معلوم ہوا کہ بادشاہ کو وہاں سے مدد کی امید ہے۔

بادشاہ کا یہ خیال تھا کہ میرے بعد سرکار میرے خاندان کو قلعہ سے نکال دیگی کیونکہ سرکار کا یہ خیال مرزا فتح الملک کے حقوق تخت نشینی کے نصفیہ کے بعد ظاہر ہوا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ بادشاہ یہ بات تو بار بار کہا کرتے تھے کہ مرزا فتح الملک کو تخت نشینی کا لطف تو آجیگا نہیں کیونکہ بعد میرے میرے جانشینوں کے اقتیارات یا تو ضبط ہو جائیگے یا وہ قلعہ کے باہر نکال دیئے جائیں گے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرکار کا ارادہ قلعہ کے

خلار کے بارے میں بادشاہ کے انتقال ہی پر منحصر نہ تھا۔

جس زمانہ میں ایران سے انگریزوں کی لڑائی ہو رہی تھی بعض بعض شاہزادوں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں کہ اگر روس نے ایران کو مدد دیدی تو انگریز شکست پائیں گے اور ایرانی تمام ہندوستان پر قابض ہو جائیں گے۔ اور بادشاہ بھی انکی ہاں میں ہاں ملا دیا کرتے تھے۔ جہانک میں نے سنا مرزا نجف نے ایران سے کوئی خبر دہلی میں نہیں بھیجی اگر اُس نے بھیجی ہو تو شاید اپنے بھائی مرزا حیدر کے پاس لکھنؤ بھیجی ہو۔

جس زمانہ میں بادشاہ کو ایران سے مدد کی آس لگی ہوئی تھی اُس وقت بھی ہندوستانی شاہزادوں پر قابو پانے کی کوئی تدبیر نہیں ہوئی کجکی وجہ یہ ہے کہ مرزا حیدر لکھنؤ جانیکے بعد پھر کبھی دہلی میں نہیں آیا۔ یہ شخص بڑا مفسد تھا اُس نے پہلے تو بادشاہ کو شاہ ایران سے خط و کتابت کرنے پر آمادہ کیا اور اگر یہ پیمانہ ہوتا تو ضرور شاہزادوں کو اپنے بس میں رکھنے کی تدبیر بھی سمجھاتا۔

لارڈ ایلن بروئے عیدین و نوروز اور بادشاہ کی سالگرہ کے دن جو دیسیرلے بادشاہ کو نذریں دیا کرتے تھے اُس کو بند کر دیا اور اُس سے بادشاہ کی ہتک ہوئی۔ جواں بخت کے ولیعہدی ولے معاملہ میں بھی اُسکو بڑی ہتک ہوئی۔ اُسے انگریزی گورنمنٹ سے بالعموم اور کسی انگریزی افسر سے بالخصوص عناد نہ تھا مگر وہ مذہب عیسوی کا دشمن نہ تھا۔

مرید بننے میں بادشاہ مذہبی اصول کی پابندی کیا کرتا تھا نہ کہ دنیوی اور صرف ہندوستانی فوج کے سپاہی ہی اُس کے مرید نہ تھے بلکہ بہت سے آدمی اُسے اپنا پیشوا سمجھتے تھے بلوہ سے پیشتر ہی سے یہ رواج جاری تھا۔ بہادر شاہ کے والد بھی پیری مریدی کیا کرتے تھے۔ بہادر شاہ نے البتہ یہ جدت کی تھی کہ جو شخص اُن کا مرید ہوتا تھا اُسے گلابی رنگ کا ایکٹ مال

دیا جاتا تھا یہ سواج اس طرح جاری ہوا۔ وہلی کے پیر زائے جو بادشاہ کو روحانی تربیت دیتے تھے انھوں نے عوام الناس کے دلوں پر یہ نقش کر دیا تھا کہ بادشاہ دنیا کے روحانی معاملات میں نائب خدا ہے اور جو شخص اسکو اپنا پیشوا بنا لے گا اس کے لیے یہ بات باعث فخر ہے۔ اس طریقہ سے یہ ضرور فائدہ ہے کہ مرید اپنے پیر کے کل دینی یا دنیاوی معاملات میں اپنے ہادی کے حکم کی متابعت کرتے ہیں مرید بنانے کی رسم بہادر شاہ کے والد کے زمانہ میں ٹپی مگر بہادر شاہ کے زمانہ میں مریدوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ مرید بنانے میں صرف ایک طریقہ پر عمل درآمد ہوتا تھا۔

میں نے یہ کبھی نہیں سنا کہ بادشاہ کا ہندوستانی فوج کے مرید کرنے سے یہ منشا ہو کہ انھیں انگریزی گورنمنٹ سے برگشتہ کر دیا جائے مگر یہ بات صریح ہے کہ اس سے پیر کا یہ منشا ضرور ہوتا ہے کہ مرید اسکی ہر حالت کا شریک بن جائے۔

میں نے یہ بھی نہیں سنا کہ کسی سپاہی نے جو بادشاہ کا مرید ہو کبھی اس بات کا اظہار کیا ہو کہ میں تمھارا بادشاہ کا مرید ہونے کی وجہ سے ساتھ دیتا ہوں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان میں سے کوئی بھی اس غرض سے نہیں آیا اور نہ اس نے زوالی نشانی دکھائی۔ علاوہ ازیں انھوں نے اس پانچ ماہ کے عرصہ میں جس میں وہ وہلی پر قابض رہے بادشاہ کو اپنا پیشوا تک نہ سمجھا اور اسکی وجہ مجھے معلوم نہیں۔ غالباً بادشاہ کے مرید سپاہیوں میں سے اسوقت سب چھٹی پر ہوں کیونکہ جہانگیر بھی مرزا افضل کے کاغذات سے جو اس وقت گورنمنٹ کے قبضہ میں ہیں معلوم ہوا میں کہہ سکتا ہوں کہ بادشاہ کے مرید اس بلوہ میں شریک نہیں تھے اور ان میں سے کسی کی درخواست ان کاغذات میں نہ تھی۔ کار قوسوں کے معاملہ کے بعد پانچ مہینے تک کوئی سپاہی بادشاہ کا مرید نہیں ہوا۔ میں ہر وقت رہا کرتا تھا اگر کوئی مرید ہوتا تو مجھے

اُسکی خبر ضرور ہوئی۔ بادشاہ کے مرید صرف مسلمان تھے اور اُنکے سوا اور کوئی نہ تھا۔

بادشاہ نے کبھی ہندوستانی رسالوں سے خط و کتابت نہیں کی البتہ جب کبھی کوئی لڑائی ہوتی تھی تو ہندوستانی فوج کی خیریت کے خواہاں رہا کرتے تھے اور چونکہ انگریزی گورنمنٹ سے بد دل تھے اس لیے جب کبھی اُن کے پس پامونیکے خبر سنتے بد دل ہوتے۔ اُن کا گمان تھا جو سلطنت انگریزوں کو پس پا کر گئی وہ بوج شاہی خاندان سے ہونے کے میری بہت قدر عزت کر گئی۔ الغرض اُنھیں یقین تھا کہ انگریزوں کی بربادی پر میری اقبال مندی کا دار و مدار ہے۔ مجھے اچھی طرح تو یاد نہیں ہاں یہ اخیال ہے کہ پنجاب لے لینے کے بعد بھتہ رکنے کے سبب بعض ہندوستانی رجمنٹوں میں جو غرہوا اُسکی اطلاع بادشاہ کو ہوئی تھی اور بادشاہ نے اُسے بہت اطمینان سے سنا تھا۔

مجھے ٹھیک ٹھیک مہینہ تو یاد نہیں جس میں ملکہ کی رجمنٹوں نے جدید کار تو سوں کے لینے سے انکار کیا تھا یہ خبر بذریعہ اخبار کے آئی تھی اور جوں جوں یہ بحث بڑھتی جاتی تھی لوگ اُسے نزدیکی پہلو پر لیتے جاتے تھے یہاں تک کہ تمام ملک میں عام جوش پھیل گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیسی فوج نے انگریزی گورنمنٹ کو چھوڑ کر اُس کے خاتمہ کی فکر کی۔ بادشاہ نے اس صورت میں یہ خیال کیا کہ میری حالت اس طرح سنبھل جائیگی اور انگریزی سلطنت سے واسطہ بھی ہوا تو اُس کے نزدیک میری وقت زیادہ ہوگی۔

شاہزادوں کا یہ خیال تھا کہ دیسی فوج یا تو ایران جانیگی یا بینپال۔ چونکہ بادشاہ کے پاس نہ تو روپیہ تھا نہ فوج اس لیے اُن کا کبھی یہ خیال نہیں ہوا کہ وہ بادشاہ سے آکر مل جائیگی۔ اگرچہ غدر کی صریح وجہ تو نئے کار توں ہی ہیں مگر دراصل صرف یہی وجہ نہیں تھی ہندوستانی فوج کے بہت سے آدمی عرصہ سے انگریزوں سے خلاف اور بد دل ہو گئے تھے اُنکا خیال تھا

کہ ہم پر بہت سختی ہوتی ہے کافر نو سوں کا بہانہ انھیں چھال گیا۔ مفسد اور شریر آدمیوں کو تمام فرج کے بظہر کاٹنے کا اچھا موقع ہاتھ آیا اور مذہبی نمک مرچ چھڑک کر انھیں گورنمنٹ سے برکشتہ کر دیا۔ انھیں یہ وہم سمایا تھا کہ گورنمنٹ انگریزی ہماری ہی وجہ سے قائم ہے۔ انگریز ہمارے منقلب کی تاب نہ لاسکیں گے۔ لوگ تو جاہل تھے ان کا یہ خیال ہوا کہ واقعی گورنمنٹ ہمارے مذہب کو خراب کیا چاہتی ہے اور بیشک یہ بات بھی شہرت پکڑ گئی تھی کہ کانٹنٹریل سٹریٹس نے تمام ہندوستان کو دو سال میں عیسائی بنانے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ ہوشیار اور سکاٹا دیوں کے منصوبے پورے اترے اور جاہل ان کے ساتھ ہو گئے۔

ہندوستانی فرج کے خیالات گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے بہت خراب تھے۔ اگرچہ جدید کاتوس جاری بھی نہ ہوتے تو وہ غدار کرنے کے لئے اور بہانہ نکالتے کیونکہ اگر یہ باتیں صرف مذہبی امور کی وجہ سے ہوتیں تو وہ نوکری سے متعلق ہو جانے اور اگر انھیں ملازمت کرنی چاہتی تو کبھی غدار نہ کرتے۔

بادشاہ کی بھی یہی ریل تھی کہ گورنمنٹ دراصل رعایا کے مذہب میں دست اندازی کرنا چاہتی ہے مگر میں نے اکثر انھیں سمجھایا کہ یہ صرف بد معاشوں کی باتیں ہیں اور کچھ بھی نہیں ہے میں نے یہ بھی کہا کہ انگریز دانشمند ہیں وہ کبھی ایسی بات نہ کریں گے جس سے تمام رعایا کو نقصان پہنچے اور نہ یہ خیال تھا کہ فرج کے ساتھ کچھ زیادتی ہوئی ہوگی۔ میری اس قسم کی گفتگو سے بادشاہ کو اطمینان ہوا جانتا تھا مگر خواجہ سراؤں اور بیگمات کی گفتگو سے پھر اس کے ویسے ہی خیالات ہو جاتے تھے۔

میری موجودگی میں کوئی خبر میرے ٹھ سے نہیں آئی۔ پیر کی صبح کو بعد طلوع آفتاب ایک انڈین سپاہی نے جو قلعہ کے لاہوری دروازہ پر تعینات تھا بار خاص کے دربان سے آکر یہ کہا



کہ فوج نے میرٹھ میں اجاوت کر دی اور غنیمت سوار و پیادے دہلی میں پہنچا چاہتے ہیں اس خبر کے ایک ہی گھنٹہ کے بعد دہلی کی مقیم رحمت قلعہ میں داخل ہوئی اور پھر میرٹھ کے باغی رسالہ بھی قلعہ میں گھس گئے اس سے پہلے اس معاملہ کی کوئی خبر نہ تھی۔

میری موجودگی میں میرٹھ سے ان سپاہیوں کے کورٹ مارشل کی خبر نہیں آئی جنہوں نے جدید کار توں لینے سے انکار کیا تھا۔ ممکن ہے یہ خبر پانچ یا چھ روز بعد بذریعہ اخبار آئی ہو۔ میرے خیال میں بادشاہ نے کسی کو اس غرض سے میرٹھ نہیں بھیجا کہ وہاں سپاہیوں کے کار توں نہ لینے پر جو کچھ کارروائی ہوئی ہو اسکی خبر لائے۔

میں نے یہ بھی نہیں سنا کہ زینت محل نے میرٹھ تک کیوں اس غرض کے لئے بھیجا تھا۔ ہاں بادشاہ کو رسالوں کے اس طے کرنے پر حیرت ہوئی تھی۔ کیونکہ اس سے پہلے کسی قسم کی خبر نہ لگی تھی اس لئے مجھے بھی تعجب تھا۔ اگرچہ کار توں کے معاملہ کی خبر یہ یقین تھا کہ ضرور کچھ کچھ خرابی پھیلے گی۔ جب دن رسالے پہنچے اس شام کو میں نے بادشاہ سے کہدیا تھا کہ جن آدمیوں نے اپنے آقاؤں سے بیوفائی کی ان سے بھلائی کی امید کرنا بیکار ہے۔ میں نے بادشاہ کی جانب سے ایک چٹھی فوراً نواب لٹنٹ گورنر آگرہ کو لکھی اس میں باغی رسالوں کے شہر میں پہنچنے اور انگریزی افسروں کے قتل کا حال تحریر کر دیا تھا اور اس بات کی استدعا کی تھی کہ بادشاہ تو اس قابل نہیں ہیں کہ اسکی مداخلت کر سکیں آپ انگریزی فوج مدد کے لئے روانہ کریں۔ صبح کو مجھے بادشاہ سے تخلیق میں گفتگو کرنا تو درکنار باغی رسالوں اور بادشاہی ملازموں کا قلعہ میں استدراجم تھا کہ مجھے سرسری طور پر بھی بادشاہ سے گفتگو کرنے کا موقع نہیں ملا۔

بادشاہ نے باغیوں کی آمد کے لئے پہلے سے کچھ تیاری نہیں کی تھی اور جس کا ثبوت

اس بات سے ہو سکتا ہے کہ جب میں نے اور غلام عباس کیل نے ہاوشاہ سے کہا کہ  
قلعہ کا کمانڈنٹ کارا اور ایجنٹ لفٹنٹ گورنر نے دو توپیں مع دو توپچیوں کے اور وہاں کیا  
سیوں کے واسطے سنگائی ہیں تو بادشاہ نے بلا غدر تعمیل کر نیک حکم دیدیا تھا۔  
کوئی شخص یہ نہیں بتا سکتا کہ چپائیاں کیوں تقسیم ہوئیں تھیں اور نہ یہ معلوم کہ کس کی تجویز  
معتی تمام قلعہ ملے اس بات پر تھیرتے تھے کہ ان سے کیا غرض ہے۔ مجھ کو اس بارے میں خود تو  
بادشاہ سے گفتگو کر نیک موقع ملا نہیں البتہ اور آدمیوں نے اس کا تذکرہ اس سے کیا تھا اور  
مطلب دریافت کیا تھا۔

میرے خیال میں چپائیوں کی ابتدا بھی غالباً ہندوستانی ہی فوج سے ہوئی۔ اولاً  
وہ اودہ میں تقسیم ہوئیں تھیں مجھے اس پر تعجب تو ہوا تھا مگر یہ سمجھ گیا تھا کہ کچھ بھید ضرور ہے  
بعض کی تو یہ رلے تھی کہ ہندوستانی فوج نے یہ چپائیاں کسی خاص بات کی علامت مقرر کی  
ہیں اور بعض کا یہ عقیدہ تھا کہ ان میں ضرور کچھ اسرار ہے کہ تمام ملک میں تقسیم ہوئیں اور یہ  
معلوم نہ ہوا کہ کون موجد ہے اور کہاں سے اسکی ابتدا ہوئی۔ لوگ یہ بھی گمان کرتے تھے  
کہ یہ چپائیاں بعض ضعیف الاعتقاد لوگوں نے اسوجہ سے ایجاد کی ہیں کہ ملک کے مذہب  
کو خراب ہوئیے بچائیں جسکی بابت یہ خبر اڑ چکی تھی کہ گورنمنٹ نے دو سال کے اندر تمام  
ہندوستان والوں کو عیسائی بنانے کا ارادہ کر لیا ہے۔

مجھے فوج کے افسروں نے یہ کہا تھا کہ ہم نے اس وجہ سے غار کیا کہ گورنمنٹ کا تو سول  
پر چڑی ملتی ہے اور کٹے میں پسپائی ہوئی پڑیاں اس وجہ سے ملائی ہے کہ ہم سب بیدین  
ہو جائیں۔ یہی وجہ گورنمنٹ کے خلاف ان کے ہتھیار اٹھانے کی کہی جاتی ہے مگر مجھے  
حیدر جن سے جس کا فوجی افسروں سے نلا ملا تھا یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ لوگ آپس میں تذکرہ

کیا کرتے تھے کہ اگر ہم میں اتفاق رہا تو ہمیں سرکاری رسالے شکست نہیں دلیکتے اور بالآخر ہم اس ملک کے مالک ہو جائیں گے۔

ہندوستانی رسالوں سے جو کچھ کیا محض دنیاوی فائدے کی اُمید پر کیا مذہبی ملاؤ سے تو اصل نشانہ چھپانا مطلوب تھا اگر وہ مذہب کی خاطر لڑتے تو لوگوں کے نہ تو مکانات بڑھتے اور نہ انھیں ادیتیں دیتے بلکہ صرف انگریزی گورنمنٹ کے خلاف ہی لڑتے۔ غدر کے ایام میں باغی رسالے کہتے تھے کہ ہم اس ملک کے مالک ہیں اور مختلف شاہزادوں کو مختلف صوبوں کا حاکم بنائیں گے۔

دہلی کی والینٹیر جیٹ نے یہ کہتے ہیں کہ غدر سے پیشتر میرٹھ و ملے رسالوں سے ملکہ اور تمام مقامات کے رسالوں کو خط بھیج کر دہلی میں اکٹھا ہونے پر آمادہ کر لیا تھا۔

جب فوج نے یونانی لگی تو میں سمجھ گیا کہ دہلی میں ضرور خطوط پہلے سے لکے ہیں اور انکے ذریعے سے آپس میں کچھ عہد و پیمان ہو گئے ہیں۔ باغیوں نے دہلی سے اور رجسٹروں کے نام بھی دہلی انیسکے لئے خط بھیجے تھے۔ بیشک باغی افسروں کی درخواست پر بادشاہ نے بیچ اور فیروز پور وغیرہ کے رسالوں کو بلائے کے خط لکھے ہوئے خط اس مضمون سے جایا کرتے تھے ہم میں سے اس قدر یہاں آگئے ہیں تم بھی حسب وعدہ جلد آؤ،

باغی افسروں کی درخواست پر بادشاہ منشیوں کو یہ حکم دیا کرتے تھے کہ جہ کہتے ہیں لکھ دو جو کچھ میں جانتا تھا میں نے بیان کر دیا اس کے علاوہ ہندوستانی رسالوں کی سازش کے متعلق مجھے معلوم نہیں۔

بلوہ کرنے سے پیشتر ہی ہندوستانی رسالوں نے کل انگریزوں کے خواہ مرد ہو یا عورت یا بچہ قتل کر نیکارا بدہ کر لیا تھا جو انتظامات باغیوں نے کیے انھیں میں تفصیل وار

بیان نہیں کر سکتا مگر میرے خیال میں جو کچھ تدابیر انہوں نے سوچی تھیں انکی تکمیل سے پیشتر ہی یہ واقعہ پیش آ گیا۔ میں نے یہ نہیں سنا کہ ان تدابیر کے اجرا کے لیے کوئی خاص دن مقرر ہوا تھا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ان خطوں میں جو دہلی کے باغیوں نے دوسرے رسالوں کو بھیجے کچھ نہ کچھ تذکرہ ہوتا مگر ان میں مطلقاً اس کا ذکر بھی نہ تھا۔ اگر انہیں اس کا اظہار کرنا ہوتا تو ان الفاظ میں خط لکھے جاتے تو تم نے فلاں تاریخ روانہ ہونے کا وعدہ کیا تھا مگر اب تک یہاں نہیں پہنچے اور اس لیے تم نے وعدہ خلافی کی۔“

جس واقعہ کا اوپر تذکرہ کیا ہے کہ تدابیر کے پختہ ہونے سے پیشتر ظہور میں آیا اس سے میرٹھ کا واقعہ مراد ہے۔

اگر میرٹھ والا واقعہ اس قدر جلد ظاہر نہ ہوتا تو کوئی شبہ نہیں کہ باغیوں کے منصوبے پورے اترتے اور جب قدر زیادہ زمانہ گزرتا اسے قدر ان کا اتفاق مستحکم ہو جاتا اس واقعہ کے جلد ہونے کی دو ہی وجہ ہیں یا تو میرٹھ کے رسالوں نے خود جلدی کی یا گورنمنٹ کی طرف سے ان کے ساتھ زیادہ سختی برتی گئی۔

گلاب شاہ نمبر ۳ کو لری کے افسر نے جو میرٹھ سے آیا تھا بیان کیا تھا کہ گورنمنٹ نے رسالوں کے ساتھ اس قدر سختی کی کہ ان سے ہتھیار رکھوائے اور سواروں کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں ڈال دیں تھیں۔

علاوہ کار تو سوں کے سپاہی گورنمنٹ سے بدل ہو جانے کے یہی سبب بیان کرتے ہیں کہ ہمیں تھوڑی تھوڑی خصتیں دی جاتی تھیں۔ ہمارا عہدہ بند کر دیا تھا۔ ہمیں سمندر میں کرنے کے لیے حکم دیے جاتے تھے اور بالآخر ہماری پہلی سی قدر و منزلت ہی نہ رہی تھی۔ مگر غدار کے لیے انہوں نے نانو سوں ہی کا بہانہ تو ہی سمجھا ان کے دیگر عزائم اس قدر قوی نہ تھے

اور اسکی صاف وجہ یہ ہے کہ کارنوسوں کے جھگڑے میں مذہبی پہلو شامل تھا اور جاہل آدمی  
 دھوکے میں بیٹھتے رہے کہ وہ (سپاہی) دراصل مذہب کی خاطر لڑ رہے ہیں اور اس لیے  
 اُنکے منصوبے پورے اُترے۔ جو بد معاش تھے اُنھیں فائدے کے خیال نے اندھا کر دیا  
 تھا باغی انگریزوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور اُنھیں نصاریٰ اور کافر کہتے تھے۔  
 مگر کسی نے اُنکی شان میں بدکلمات اپنی زبان سے نہیں نکالے۔ یہ اُن کا تکلیف کلام تھا  
 کہ گورنمنٹ انگریزی کے عہد میں کوئی رئیس با اختیار نہ رہے گا اور نہ کسی ہندوستانی کی عزت  
 ہوگی۔ ہندوستانی فوج کے سپاہی خواہ ہندو خواہ مسلمان دونوں گورنمنٹ سے بدل  
 ہو رہے تھے اور ہندوؤں کی تعداد بمقابلہ مسلمانوں کے زیادہ تھی۔ مگر شہر دہلی میں مسلمان  
 ہندوں سے زیادہ بدل تھے۔

مسلمانوں کے زیادہ تر مخالف ہونیکے وجہ یہ ہے کہ بقر عید کے موقع پر گاؤ کشی کے  
 معاملہ میں اُنکے خلاف فیصلہ ہوا تھا۔ علاوہ ازیں یہ بھی شہرت تھی کہ گورنمنٹ ہندوستانیوں  
 کو سور کا گوشت کھلا کر عیسائی بنانا چاہتی ہے۔

بعد میں یہ معلوم ہوا کہ سپاہی اپنی حرکات پر نادم ہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ بہتوں نے  
 تو پوشیدہ طور سے اپنی اپنی رجسٹریں چھوڑ دی تھیں۔ بعض نے اپنے افسروں کو ترقی رتبہ  
 اور اضافہ تنخواہ کے لیے درخواستیں دیں جب وہ نام منظور ہوئیں تو کھلم کھلا کنارہ کشی کی۔  
 قلعہ والوں اور شاہزادوں کو گورنمنٹ کے خلاف دہلی کی ولیٹر رجسٹ اور میرٹھ کے  
 رسالوں کی سازش کا حال پیشتر سے معلوم نہ تھا جب دہلی کے باغی افسروں نے اُن سے  
 تذکرہ کیا تو اُنھیں معلوم ہوا۔

میرے خیال میں بغاوت کے ظاہر ہونے سے پیشتر سپاہیوں اور ہندوستانی رئیسوں

میں خط و کتابت نہیں ہوئی اگر ایسا ہوا ہوتا تو جو چٹھیاں بعد سپاہیوں کی طرف سے  
ریسوں کو لکھی تھیں ان میں ان کا کچھ نہ کچھ ضرور حال ہوتا۔ اور کچھ باغی سپاہیوں کے  
درمیکوں کے پاس ضرور جاتے۔ اور ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہیں ہوئی۔

فوج نے غدر اپنی مرضی سے کیا کسی رئیس کے بہکائے سے نہیں کیا اگر ایسا ہوتا  
تو فوج اُنکے پاس چلی جاتی یا وہ فوج سے اکڑ جاتے۔

دیہاتی بھی فوج والوں سے ملے ہوئے نہیں تھے اگر ملے ہوئے ہوتے تو فوج اُنکے  
ساتھ سلوک کرتی اور ظلم و تعدی ان پر نہ کرتی۔

غدر ہونے پر فوج میں دہلی کے مسلمانوں سے بھی اتحاد نہیں ہوا تھا اور نہ اس صورت  
میں ان پر ایسی بیزاری نہ کرتی۔

شہر کے اور فرقوں کو بڑکانیکی ضرورت نہ تھی وقت ہی ایسا تھا کہ وہ خود سپاہیوں  
سے جاملے تھے۔ میرے نزدیک گوجرانوں اور باغیوں میں کوئی اقرار نامہ نہیں ہوا تھا بعد میں  
کچھ باغی افسروں نے بادشاہ سے لکھنؤ دہلی کے قرب و جوار کے دو گوجرانوں کو ایک ڈھول  
اور ایک لکڑی دلوادی تھی اور وہ انگریزوں کی رسد لٹنے میں شریک ہو گئے تھے۔  
اسی طرح سکندرہ ضلع بلند شہر کے قرب و جوار میں ایک راؤ کو بھی ایک ڈھول اور ایک لکڑی  
اسی غرض کے لئے دی گئی تھی۔

بلوہ کے ایام میں انگریزوں کے دیوانی انتظام کے متعلق کوئی شکایت نہیں ہوئی۔  
سپاہیوں نے تو اپنے ہی ظلم کیوجہ شکایت کی اور رعایا اسوجہ سے انتظام کی شاکہ تھی کہ  
حکام بالا کی غفلت سے سپاہیوں کا ظلم بڑھ گیا تھا۔

سوار افسروں میں گلاب شاہ اور پیدل رجمنٹوں میں رنیت اور انگریز رجمنٹوں کے

افسروں اور بادشاہی ملازموں میں نصیر خان اور بنت حبیبی نیزہ خواہ اور پچاس عیسائیوں اور انگریزوں کے قتل کی ترغیب دی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ گلاب شاہ اور اسکے ساتھی حیات بخش ولسے باغ میں مقیم تھے اور خواجہ سراؤں کے ساتھ شاہی محلات کے دروازوں پر بیٹھا کرتے تھے۔ شانہ زادوں میں مرزا ابوالباقر اور مرزا خیر سلطان قتل میں سرگروہ تھے اور باقی شہزادے انکی ہاں میں ہاں ملائے دے تھے۔

جب خواجہ سراؤں نے انگریزوں کے قتل کے لئے بادشاہ سے حکم طلب کیا تو یس نے انکی موجودگی ہی میں بادشاہ سے کہہ دیا تھا ہمارے مذہب میں عورتوں اور بچوں کا خون بہانا روناہ نہیں ہے علاوہ ازیں عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ قتل سے بچایا جائے یس نے بادشاہ کو یہ رے دی تھی علما سے ایک فتویٰ لیکر فوجی افسروں کو دکھا دیا جاسے اور عورتوں اور بچوں کو محکمے میں حفاظت کے ساتھ رکھا جائے۔ اس ترکیب سے جو بہتر نتائج پیدا ہوتے وہ یس نے سب سمجھا دیئے تھے اور جہاد یا تھا کہ جنگ افغانستان میں جب قہر انگریزی قیدی تھے سردار محمد اکبر خان نے انکے ساتھ کس طرح سلوک کیا اور اُس برتاؤ کی وجہ سے انکے باپ امیر دوست محمد خان کو جو انگریزوں کے قیدی تھے آزادی ملگئی اور امیر کو پھر تاج و تخت ویدیا گیا۔

یہ باتیں سنکر بادشاہ تو عیسائیوں کے قتل کی منظوری دینے سے باز رہا اور وہ دلی تک پہنچے۔ مگر بعد میں سائلوں نے بادشاہ پر رضامندی ظاہر کرنے کے لئے سخت زور دیا اور بنت اور شیدی سفیر خواجہ سراؤں نے انگریزوں کو گلاب شاہ کے حوالہ کر دیا اُس نے ان سب کو جو قریب قتل کر ڈالا۔

اگر بادشاہ عورتوں اور بچوں کو اپنی مجلس میں رکھتا اور سپاہیوں کے استدعا کو نہ پر

انہیں جواب دینا کہ جب تک میری مستورات اور بچے قتل نہ ہونگے میں مہموں اور بچوں کو تمہارے حوالہ نہ کروں گا تو غالباً سپاہی مجلس سرائے میں عیسائیوں کو قتل کرنے نہ گھستے۔  
بادشاہ کو ایسا ہی کہنا اور کرنا تھا اور بار بار اس نے اسی طرح سپاہیوں سے گفتگو کی۔  
اگر بادشاہ ہی کی مرضی نہ ہوتی تو سرکاری تحریات میں یہ نہ لکھا جاتا کہ بادشاہ سے منظور حاصل کر لی گئی ہے۔

رہنما اور الگزنڈر رجٹوں کے افسرانگریزوں اور عیسائیوں کے جانی دشمن تھے اور اگر گلاب شاہ اور نسبت اور نصیر خواجہ سراہوتے تو شاید وہ عیسائیوں ہی کو مارتے میرے خیال میں انکے سوا اور کوئی عیسائیوں کا اس قدر دشمن نہ تھا

سب سے پہلے باقاعدہ سوار اور اس کے بعد دہلی کی ولینٹر رجٹ قلعہ میں داخل ہوئی سواروں کے ساتھ ولینٹروں کی دو کمپنیاں تھیں جنہیں انھوں نے (سوار) قلعہ کے دروازوں پر تعینات کر دیا تھا۔ ولینٹر رجٹ کے افسر آواز بلند کر رہے تھے۔ میرٹھ سے سوار تو آگئے ہیں پیدل رجٹیں پیچھے آرہی ہیں،

دہلی کی رجٹ کے افسروں کی گفتگو سے میں سمجھ گیا کہ دہلی اور میرٹھ کے رسالوں میں کامل اتفاق ہے۔ چٹھیاں اور حکم جو دیگر چٹھیاؤں کی رجٹوں کو بھیجے گئے ان میں کبھی انکے وعدہ کا حوالہ نہیں دیا گیا صرف یہ مضمون ہوتا تھا کہ فلاں رجٹیں آگئی ہیں اور کیا تم بھی آؤ گے، میری ریلے میں باغی دہلی میرٹھ سے محض ان وجوہ سے آئے۔

(۱) دہلی میرٹھ سے قریب تھا اور دہلی اور میرٹھ کے رسالہ ہم خیال تھے۔

(۲) دہلی میں میگنیزین وغیرہ بہت تھا۔

(۳) دہلی میں شہر نپاہ تھی اور محافظت خوب ہو سکتی تھی۔



(۴) بادشاہ دہلی فرج نہ پوئی وجہ سے تہتا تھا

(۵) بادشاہ کے پاس خواہ ہندو خواہ مسلمان رئیس جمع ہونے میں اپنا فخر سمجھیں گے  
رسالوں نے نہ تو بادشاہ کو پہلے سے اپنے ارادہ سے آگاہ کیا تھا اور نہ بادشاہ کو یہ  
علم تھا کہ ولینٹر رحمت اور میرٹھ کے رسالوں میں ایسا ہو گیا۔

جہاں تک مجھے علم ہے کہ کوئی جاگیر ضبط نہیں ہوئی اس لئے شہزادوں کو انعام یا جاگیر  
کی ضبطی کے متعلق شکایت نہ تھی مگر سپاہی یہ کہا کرتے تھے کہ گورنمنٹ بتدیج کل انعامات  
نوشینیں ضبط کر لگی اور کسی کے پاس جاگیر وغیرہ نہ رہیگی۔

الحاق اودہ کی بابت دہلی میں بہت کچھ چرچہ ہوا تھا۔ دہلی والے بیشتر مسلمان اور سنی  
ہیں اور چونکہ بادشاہ اودہ کے حکم سے بہت سے سنی اور ایک مولوی بمقام ہنومان گڑھی  
توپ کے منہ اڑا دیئے گئے تھے اس لئے دہلی کے مسلمانوں میں الحاق اودہ پر شور و  
پیدا نہیں ہوئی تھی بلکہ برخلاف اسکے وہ سمجھے تھے کہ بادشاہ اودہ کو بگیاہ سنیوں کے  
خوں بہانے کی یہ سزا ملی ہے۔ دہلی کے ہندو تو کسی طرح اس افتہ سے بدول نہیں ہوئے  
تھے سپاہی یہ تو ضرور کہتے تھے کہ جس طرح انگریزوں نے اودہ لیا ہے اسی طرح ہندوستان  
کے تمام مقامات پر قبضہ کر لیں گے۔ الحاق اودہ پر زیادہ کبیدہ خاطر نہیں ہوئے تھے۔

اودہ میں انگریزوں کے انتظام مالگزاری کی شکایت بھی سپاہیوں نے کبھی نہیں کی۔  
میرے خیال میں اودہ کا الحاق غدر کا باعث نہیں ہوا۔ میرے نزدیک اس بارہ میں اُنکے  
رجحید ہونے کا کوئی سبب نہ تھا اودہ جانے پر اُنکی گرہ سے کچھ نہیں گیا بلکہ وہ سلطنت  
اودہ کے مظالم سے بچ گئے۔ دہلی والی رحمت نے بھی اودہ کے متعلق کوئی خاص شکایت  
نہیں کی البتہ اتنا کہا کہ جس طرح اودہ لیا گیا ہے اسی طرح اور مالک بھی ہندوستانیوں کے

قبضہ سے نکل جائیگا خواہ وہ لڑے یا نہ لڑے اور ایک دن دہلی بھی بادشاہ کے ہاتھ سے جاتی رہیگی۔ سپاہی بغاوت کے لئے آمادہ ہو چکے تھے اودہ اگر نہ بھی لیا جاتا تو بھی غدر ضرور ہوتا۔

تین یا چار باغی رجسٹوں نے لکھنؤ سے بادشاہ کو درخواست بھیجی تھی اور یہ تحریر کیا تھا کہ ہم او دہ لینے کے بعد دہلی روانہ ہونگے ہم نے اس وقت انگریزوں کو بلی گھاٹ پر گھیر رکھا ہے۔ قدرت اللہ خاں رسالہ دار جو سپاہیوں کے ساتھ اودہ کے رسالوں کی جانب سے یہ درخواست لایا تھا اسے بخت خاں نے بادشاہ کے روبرو پیش کیا اس نے بادشاہ کے نام کا نیا سکندر کیا جس پر یہ عبارت کندہ تھی۔

”سراج الدین بہادر شاہ غازی نے سونے کا سکدیا گار فتح تیار کرایا“  
سانکوں نے یہ بھی عرض کیا کہ ہم نے واجد علی شاہ کے ایک لڑکے کو جس شرط پر گدی نشین کر دیا ہے کہ لکھنؤ کا وزیر بننا ہوگا اور بادشاہ کی اطاعت قبول کرنی ہوگی۔ اور شاہزادے سے اس مضمون کا ایک اقرار نامہ تحریر کر لیا ہے اور اس سے یہ کہہ دیا گیا ہے کہ اگر بادشاہ دہلی بھاڑی گدی نشینی منظور کریں گے تو تم تخت نشین کر بیٹے جاؤ گے۔

بادشاہ نے بخت خاں کو حکم دیا اس درخواست پر ہماری طرف سے منظوری لکھو۔  
جواشر فیاں قدرت اللہ رسالہ دار نے بادشاہ کو نظردی تھیں وہ صاحب کشن دہلی کے پاس ہیں میرے نزدیک واجد علی شاہ اودہ نے اس کارروائی میں شرکت نہیں کی۔ اگر وہ علیشاہ یا علی نقی خاں سے سپاہیوں کی ساز باز ہو جاتی تو یہ معاملہ خفیہ نہ رہتا اور سپاہی لکھنؤ ہی جاتے اور واجد علی شاہ اور ان کے بڑے لڑکے کو محروم کر کے ان کے چھوٹے بیٹے کو تخت نشین کرتے۔ میری رائے میں اودہ کے رسالہ بلی گھاٹ پر قبضہ کرنے کے بعد دہلی روانہ نہیں

ہوئے کیونکہ وہ اودھ جیسے وسیع ملک کے انتظام میں بھنس گئے ہونگے۔ جہانگیر میں خیال کرتا ہوں واجد علیشاہ کے لڑکے کے اختیارات جسے سپاہیوں نے سخت نشین کیا تھا محض نام کے ہونگے۔

واجد علیشاہ کے قیام کلکتہ میں کوئی خط و کتابت اُن سے نہیں ہوئی۔ نہ علی نقی خاں سے سابق میں مرزا حیدر کی معرفت کچھ خط و کتابت ہوئی تھی مگر بعد میں اُس نے لکھنؤ میں بادشاہ کا شیعہ ہونا ظاہر کیا اور بادشاہ نے اُس سے انکار کیا اور اسکو آئینہ خط بھیجنے کی ممانعت کر دی تو اُس کے بعد نہ تو وہ دہلی آیا اور نہ پھر اُسکی معرفت مراد بادشاہوں میں خط و کتابت ہوئی چونکہ بادشاہ اودھ کے ساتھ وہ کلکتہ نہیں گیا تھا اس لئے واجد علیشاہ اور بادشاہ دہلی میں کبھی خط و کتابت نہیں ہوئی۔

میں نے کسی سپاہی سے بادشاہ اودھ کی نسبت یہ نہیں سنا کہ اُنہوں نے سپاہیوں کو بغاوت کے لئے شتعل کیا ہو۔ چونکہ اودھ رسالہ دہلی میں نہیں سکے اس لئے اُنکی بابت میں کچھ بیان نہیں کر سکتا۔ بلوہ کے زمانہ میں میں نے سنا تھا کہ مرزا حیدر لکھنؤ ہی میں تھا۔ مگر انگریزوں نے جیلی گھاٹ پر دیگر بااثر رئیسوں کے ساتھ اُس کا ذکر کیا ہے۔

زمانہ بلوہ میں بادشاہ و مرزا حیدر میں خط و کتابت نہیں ہوئی خط و کتابت تو واقعی ہیقت ترک ہو گئی تھی جب اُس نے بادشاہ کے شیعہ مذہب اختیار کر لیکر شہرت لکھنؤ میں کی تھی۔ میں اب اُن جمیوں اور مقامات کا نام بتاؤنگا جہاں جہاں سے درخواستیں آئی تھیں۔

پیچ

پیچ کے رسالوں نے بادشاہ کے پاس ایک درخواست اس مضمون کی بھیجی کہ ہینے اگر وہ آکے فتح حاصل کی اور انگریزوں کو قلعہ میں پٹا کر اُن کا محاصرہ کر لیا ہے مگر ہمارے پاس ٹہری تو نہیں

نہیں ہیں اس لیے ہمارا ارادہ دہلی آسکا ہے کہ وہاں سے بھاری توپیں لاکر قلعہ آگرہ کو فتح کریں۔ یہ درخواست غوث خان اور سینگھ صنوبر دار کی جانب سے تھی اُس میں انھوں نے اپنے انگریزی امیروں کے قتل کر ڈالنے کا تذکرہ بھی کیا تھا۔ شتر سوار کے ذریعہ سے جب یہ درخواست دہلی پہنچی تو تختِ خاں اُسے بادشاہ کے روبرو لایا بیچ کے رسالوں کی بڑی تعریف کی۔ بادشاہ نے کہا اُنھیں جواب لکھ دو کہ وہ سب دہلی چلے آئیں چنانچہ جواب بھیجا گیا۔

## جھانسی

جھانسی کے رسالوں نے ایک درخواست ہر کارہ کے ہاتھ بھیجی جسے خواجہ سراؤں نے بادشاہ کے سامنے پیش کیا اُس میں انھوں نے لکھا تھا کہ ہم نے اپنے انگریزی امیروں کو قتل کر دیا اور ہم دہلی آنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے انھیں بھی دہلی آنے کی ہدایت فرمائی تھی۔

## دانا پور

دہلی کے رسالوں کے ایک امیر نے غدر کے شروع ہونے کے دو یا ڈیڑھ مہینے بعد دانا پور والوں کی ایک درخواست پیش کی تھی جس میں سالکوں نے دہلی روانہ ہو جانے کا تذکرہ لکھا تھا۔ بادشاہ نے انھیں بھی دہلی آ جانے کے لیے جواب لکھوا دیا تھا مگر میں تحقیق کیا یہ نہیں کہہ سکتا وہاں سے کوئی رسالہ آیا بھی یا نہیں؟

## الہ آباد

مسافروں کے بھیس میں دو سپاہی الہ آباد کے رسالوں کی درخواست لائے تھے۔ وینڈر چٹ کے امیر نے اسے غدر کے ڈیر مہینہ بعد پیش کیا تھا اُس میں انھوں نے بادشاہ کی اطاعت اور اپنے دہلی روانہ ہونے کے ارادہ سے اطلاع دی تھی انھیں بھی یہاں آ جانے کے لیے

جواب لکھا گیا۔

## علی گڑھ

بلوہ کے کوئی ڈہائی ماہ بعد ایک باغی افسر نے علی گڑھ کے رسالوں کی طرف سے ایک درخواست پیش کی مجھے یہ نہیں معلوم کہ بذریعہ ہرکارہ آئی گئی یا بذریعہ ڈاک مگر مضمون ایسا ہی کچھ تھا کہ ہم دہلی روانہ ہو گئے یا روانہ ہونے والے ہیں۔ انہیں جواب میں یہ لکھا گیا کہ تمہیں یہاں آجانا چاہیے۔

## منٹھرا

غدر کے کوئی بیس دن کے بعد دو ہرکارے منٹھرا کے رسالوں کی درخواست لائے والی منٹھرا رجٹ کے افسروں نے اسے بادشاہ کے روبرو پیش کیا اس کا مضمون یہ تھا کہ ہم خزانہ لیکر دہلی آتے ہیں جواب حسب معمول دیا گیا اور وہ ایک لاکھ روپیہ لیکر دہلی میں آئے۔

## بلند شہر

مرزا مغل نے بلند شہر کے رسالوں کے ایک سپاہی کو جو ایک درخواست لایا تھا بادشاہ کے سامنے پیش کیا اس میں لکھا تھا جو کچھ خزانہ یہاں موجود ہے ہم اسے لیکر دہلی آ رہے ہیں چنانچہ تیس ہزار روپیہ اپنے ہمراہ لائے مگر مجھے بعد میں یہ معلوم ہوا کہ اس کا کچھ حصہ بھول کر راستہ ہی میں صرف کر دیا تھا۔

## رٹکی

مسافر کے بھیس میں ایک سپاہی رٹکی کے رسالوں کی درخواست لایا تھا جو بلوہ کے قریب ڈنیرہ ماہ بعد نمبر ۱۵ ہندوستانی پریل رجٹ کے افسروں نے بادشاہ کے روبرو پیش کی تھی اس میں دہلی آنے کی خواہش اور وفاداری سے کارگزاری کر چکا اظہار تھا حسب معمول

جواب دیا گیا اور قریب قریب تین سو سفر مینیا کے آدمی قادر خان کی ماتحتی میں دہلی آ گئے۔ اس امر کا مزاجیر سلطان سے بڑا خلا ملا ہو گیا اور بادشاہ کے مزاج میں بہت دخل حاصل کر لیا۔ فوجی امور میں بغیر اس کی صلاح کے کوئی کام نہ ہوتا تھا اور اس نے بخت خاں کے ساتھ ملکر بادشاہ سے بنکوں اور دو لقمندوں سے روپیہ مانگنے کی اجازت حاصل کر لی۔

## فرخ آباد

دہلی آنے سے پیشتر بخت خاں تھوڑی سی فوج فرخ آباد میں چھوڑ آیا تھا۔ بلوہ سے کچھ کمزور ماہ بعد اس نے بادشاہ سے اس کا تذکرہ کیا۔

## ہانسی

ہانسی سے ایک سوار درخواست لایا جس میں یہ تحریر تھا کہ ہم بادشاہ کی طرف سے انگریزوں سے لڑ رہے ہیں اور مذہب کے لیے لڑنے کی خاطر دہلی آ رہے ہیں۔ یہ درخواست شاید گلاب شاہ میرٹھ کے رسالوں کے کانڈر نے منصفہ کے کوئی چھ ہفتہ کے بعد بادشاہ کے روبرو پیش کی تھی۔ ہانسی سے تین سوار بھی لائے تھے۔



نذر کے قریب چھ ہفتہ کے بعد دوسرا کارے نین درخواستیں سرسہ سے لائے جن میں سے ایک گوری شکر بلگیر رجٹ کے امیر کی دوسری کولری کے ایک رسالہ دار کی طرف سے جب کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں اور تیسری شانزادہ محمد عظیم کی طرف سے تھی جو جھکڑہ کمریٹ میں ملازم تھا۔ ان درخواستوں میں یہ درج تھا ہم بادشاہ کی خدمت پہنچے بھی کر چکے ہیں اور اب جھکڑہ محصولات کا کل روپیہ لیکر دہلی آتے ہیں۔ معمولی جواب بھیج دیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سالے مع تیس ہزار روپیہ اور کوئی دو سو پیل اور پچاس یا ساٹھ بھیڑیں لیکر دہلی آ گئے۔

## کرناں

کرناں سے کوئی رسالہ نہیں آیا۔

## ضمیر آباد

دوسپاہی حسب معمول درخواست لائے جس میں سالوں نے اپنے دہلی روانہ ہو گیا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ مرزا منغل نے یہ درخواست بادشاہ کے سامنے پیش کی اور اس کا معمولی جواب بھیج دیا گیا۔ دو یا ڈھائی ہزار سوار و پیادے اس توپوں کے دہلی آئے۔

## ساگر و جلیو

ان دونوں مقامات میں سے بھی درخواستیں آئیں تھیں اور ان کا جواب گیا تھا۔

## پنجاب (فیروز پور)

ایک سپاہی ایک فقیر کے بھیس میں ایک درخواست فیروز پور کے رسالوں کی طرف سے لایا مرزا منغل نے اس درخواست کو مفندہ کے شروع ہونے کے قریب چھ مہینے بعد بخت خان کے کٹنے سے پہلے پیش کی۔ ہر کارہ کو حکم ملا کہ کل جواب دیا جائیگا اس نے مجھے تذکرہ کیا کہ میں فیروز پور کے رسالوں کی طرف سے ایک درخواست لایا ہوں مگر میں نے اس درخواست کو نہیں دیکھا اور نہ مرزا منغل نے مجھے اس کا تذکرہ کیا۔ صرف بیچ اور جھانسی کے رسالے بخت خان کے سامنے آئے باقی کل اس سے پہلے ہی آپکے تھے۔

## انبالہ

ایک سپاہی فقیر کے بھیس میں انبالہ کے رسالوں کی درخواست لایا تھا مگر مجھے اس معاملہ میں تحقیق نہیں ہے اور نہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس کا جواب گیا تھا۔

پھلوور۔ جہاں تک مجھے یاد ہے پہلی رحمت (نمبر ۲ ہندوستانی پریل) کا ایک افسر پھلوور کے

رسالوں کی درخواست لایا تھا سپاہیوں میں سے کوئی اُس کے ساتھ نہ تھا اُس کا مضمون یہ تھا کہ ہم پھلوں میں بادشاہ کی طرف سے لڑنے کے بعد دہلی روانہ ہونے حسب معمول جواب بھیج دیا گیا مگر عرصہ کے بعد اُن میں سے دو سو آدمی دہلی آئے تھے۔

## جالندہر

چند سپاہی مسافرانہ حیثیت میں جالندہر کے رسالوں کی درخواست لائے اور سیٹھ جھٹ نمبر لاہند دستانی پیدل کے کسی افسر نے اُسے پیش کیا تھا۔ مضمون معمولی تھا اور جواب بھی ویسا ہی دیا گیا تھا۔

## سیالکوٹ

سیالکوٹ سے ایک درخواست بلوہ کے دو بیٹے کے بعد بذریعہ ڈاک آئی تھی اور اس کو دہلی کی باغی جھٹوں کے کسی افسر نے پیش کیا تھا جواب اُس کا چلا گیا تھا مجھے یہ یاد نہیں کہ وہاں سے کوئی آیا ہی تھا یا نہیں۔

## جہلم

جہلم سے درخواست بہت بدیر یعنی بلوہ کے تین ماہ بعد آئی تھی اور رڑکی کے سفر مینا کے سفر قادیان بخش نے اُسے پیش کیا تھا اُس کا مضمون بھی مثل اور درخواستوں کے تھا اور معمولی جواب بھیجا گیا تھا۔

## راولپنڈی

دوسرا سپاہی زمین مسافروں کے بھیجیں میں راولپنڈی کے رسالوں کی درخواست لائے تھے یہ درخواست غدر کے کوئی دو بیٹے کے بعد میسر جھٹ کے کسی افسر نے بادشاہ کے سامنے پیش کی تھی۔ سالوں نے لکھا تھا کہ ہم دہلی روانہ ہونے اور بادشاہ کی خدمت کرنے کے لیے



تیار بیٹھے ہیں حسب معمول جواب گیا تھا۔

## لُہیانہ

لُہیانہ سے ایک درخواست آئی تو ضرور بھتی مگر یہ معلوم نہیں کہ کسی معرفت آئی تھی اور اس کا کیا مضمون تھا البتہ اننا سنا تھا کہ وہاں سے بھی رسالے آنے والے ہیں۔ یہ درخواست اگر آئی ہوگی تو بلوہ سے کوئی دو مہینہ بعد آئی ہوگی۔ جواب بھی غالباً دیا گیا تھا۔

نہ تو کوئی درخواست بنارس۔ عظیم گڑھ۔ گورکھپور۔ کاتپور۔ میرٹھ۔ سہارنپور۔ بجنور۔ مراد آباد۔ فتحگڑھ۔ فتحپور۔ بریلی۔ بدایوں۔ آگرہ۔ شاہجہانپور۔ غازیپور کے رسالوں کی آئی اور نہ امرتسر۔ مویشیادپور۔ کانگڑہ۔ لاہور۔ اٹک۔ پشاور۔ تلتان۔ گوگیرا۔ گجرات۔ ڈیرہ اسماعیلخان۔ ڈیرہ غازی خان۔ شاہجہاں پور۔ خانگڑہ یا لیہ کے رسالوں کی۔

اسی طرح کلکتہ یا بارکپور یا مشرقی صوبوں کی دیگر چھانوئیوں سے کوئی درخواست نہیں آئی۔ بٹنی یا سندھ کے رسالوں نے بھی کوئی درخواست نہیں بھیجی مگر باغیوں نے بادشاہ سے انکی درخواست آنے اور اُن کے دہلی روانہ ہونے کا تذکرہ کیا تھا۔ میں نے ایک بار دو مرتبہ اس کا تذکرہ سنا تھا میں تحقیق کے ساتھ درخواست کے آنے یا نہ آنے کی نسبت نہیں کہہ سکتا۔

گو الیار کے رسالوں کی درخواست چنبل پر سے کسی مقام سے سفر کے درمیان بعد آئی تھی اُنہوں نے لکھا تھا کہ ہمارے پاس سچاں تو ہیں اور سامان گولہ اندازی اس قدر سہیت کہ اسکی باربرداری کے لئے پانچ ہزار گناڑیاں درکار ہوگی مگر دیا اسوقت طیبانی پر پہنچا اور ہم اُسے عبور نہیں کر سکتے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا تھا کہ جب دریا اتر جائے اُس وقت تم لوگ آجانا نہ تو دہلی کے باغی رسالوں نے بیکانیر و جیسلمیر و جدپور والوں کو طایا بوندی خط بھیجے اور نہ

وہیں سے کوئی خط آیا۔

جھجھر و بلب گڈہ و فرخنگر کے رئیسوں اور دیر خان رئیس مالاکڈہ ضلع بلند شہر کی بستیں بادشاہ کے پاس بدیں مضمون آئی تھیں کہ ہم حضور کے تابع ہمار ہیں مگر بدانتظامی کے خیال سے اپنی برائیستیں چھوڑ نہیں سکتے۔ نواب جھجھر نے اپنے خسر عبدالصمد خاں کے زیرِ حکام تین سو اور در رئیس بلب گڈہ نے پندرہ بھیجے تھے۔ فرخنگر سے کوئی رسالہ نہیں آیا۔ اور ولید خان نے سواروں اور توپوں کی نسبت استفسار کیا تھا مگر غدر کے بہت عرصہ بعد تک بھی اُس نے کچھ نہیں بھیجا۔ اُسے حکومتِ دو اب کا فرمان پاتے ہی وہلی کو فوراً چھوڑ دیا۔ خان بہادر خان نے بخت خان کے توسل سے ایک درخواست اور کیل بھیجا۔ اور ایک ہاتھی اور ایک گھوڑا مع چاندی کے ساز کے اور ایک سو ایک اشرفیاں خزانہ میں بھیجیں راؤ ملارام نے کئی درخواستیں سواروں کے روانہ کرنے کی بابت بھیجیں اور چالیس ہزار روپیہ نقد بھیجے جو بخت خان کی معرفت خزانہ شاہی میں داخل ہو گئے۔ باغی رسالوں کے کہنے سے بادشاہ نے مندرجہ ذیل رئیسوں کو سوار اور سامان جنگ لیکر لے کے یے شقے بھیجے جھجھر۔ بلب گڈہ۔ فرخنگر خان بہادر خان و ایسے بریلی۔ و جیسپور و آلو وجود پور و بیکانیر و گوالیار۔ بیجا بائی اور جلیمر۔ بیجا بائی کے پاس دو شقے بھیجے گئے مگر اُس نے اُن میں سے ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔

بخت خان کی معرفت راج پٹیا لہ کو بھی ایک شقہ بھیجا گیا تھا اُس میں بادشاہ نے اُس کا فقور معاف کر کے روپیہ طلب کیا تھا اور انگریزوں کے برخلاف لڑنے کی خواہش کی تھی۔

ایک شقہ راجہ جوں کے نام بھی لکھا گیا تھا اور بخت خان کو روانگی کے یے دیا گیا تھا اس شخص نے ایک جعلی درخواست ہمارا جوہ کی طرف سے لکھ کر بادشاہ کو دی اور اُس میں

راجہ گلاب سنگھ کی جانب سے یہ لکھا تھا کہ میں غنقریب اپنے رسالوں سمیت دہلی روانہ ہونے والا ہوں اور راستہ میں مہاراجہ پٹیالہ کو تنبیہ کرتا ہوں کہ انچوں گا۔ چونکہ امیر دوست محمد خان کا اور میرا بہت اخلاص ہے اس لیے وہ بھی بادشاہ کی خدمت کرنے سے دریغ نہ کریں گے۔ اس شفقہ میں راجہ کومح سامان جنگ کے دہلی آنے کے واسطے لکھا گیا تھا۔

روساں جھجر بلب گڈہ و فرخنگر و خان بہادر خان و ایسے بریلی نے تو شفقوں کا جواب دیدیا مگر باقی ماندہ کامیلان بادشاہ کی طرف نہ تھا اس لیے انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا جو دہپورا و گوالیار انگریزی حکومت کی درستی میں مستحکم رہے اور ان کے رسالوں کی بغاوت سے بھی ان میں تغیر پیدا نہ ہوا۔

بھرتپور اس وجہ سے شفقہ نہیں گیا تھا کہ باغی رسالوں نے بادشاہ سے کہہ دیا تھا کہ وہاں کا راجہ بچہ ہے اور ریاست کا انتظام انگریزی افسروں کے ہاتھ میں ہے۔ نہ تو اندور سے ہی خط و کتابت ہوئی اور نہ کنور سنگھ شاہ آباد کے باغی سے۔ راجہ بنارہ راجہ ریوان۔ نواب باندہ و روساں ناگپور و نواب بہاولپور و کپور تھلہ و روساں شملہ ایجنسی و رئیس نیپال سے بھی خط و کتابت نہیں ہوئی۔

باغی فوج کے دہلی میں جمع ہونے کے بعد جن جن رئیسوں کے نام انھوں نے بتائے ان کے نام شفقہ بھیجے گئے اور چونکہ انھوں نے راجہ نیپال کے نام خط لکھنے کی کوئی ضرورت ظاہر نہیں کی اس لیے اُس کے نام کوئی خط نہیں لکھا گیا۔

ریشیان گجرات و دکن و بلوچستان و افغانستان و درہ خیبر کے رئیسوں سے بھی خط و کتابت نہیں ہوئی۔

ابتداءً باغی یہ کہتے تھے کہ شاہی ملازموں نے رئیسوں کو خط ہی نہیں بھیجے جو جواب

نہیں بھیجے مگر جب جواب انکی ہی تحریروں کے نہ آئے تو کہنے لگے تمام رئیس منکر ہوں گے  
انگریزوں کو مغلوب کر کے انکی بھی خبر لیجائیگی۔

باغیوں میں یہ بھی افواہ پھیلی کہ رئیس یہ دیکھ رہے ہیں کہ اونٹ کس کل بٹھینا ہے اور  
موجودہ حالات سے خائف ہو کر وہ قطعی ریلے قائم نہیں کرتے۔ گوری شنکر ایک نہایت  
ہوشیار افسر یہ کہا کرتا تھا کہ دہلی کے سامنے پہاڑیوں پر انگریزی فوج ہم لوگوں کے لیے  
سخت کاٹھا ہے جس وقت یہ یہاں سے ہٹا دیئے جائیں گے تو تمام معاملہ درست ہو جائیگا  
سپاہی یہ بھی کہا کرتے تھے کہ ابتدا میں انگریزوں کی صرف دو جہتیں پہاڑی پر تھیں  
جن میں سے اب صرف دو باتیں سوسپاہی رہ گئے ہیں جس وقت یہ لوگ بھی مرجائیں گے  
تو انگریز اسی وقت پہاڑی خالی کر دیں گے۔

فوج کے کسی افسر نے بادشاہ کو نواب بہاولپور سے خط و کتابت کرنیکی ریلے نہیں دی  
اور نواب نے خود بھی کوئی تحریر بادشاہ کے پاس نہیں بھیجی۔ اسکی زیادہ توجہ یہ ہے کہ نواب کو  
بادشاہ سے دلی رنج تھا جس کا سبب یہ ہے کہ ایک مرتبہ نواب بہاول خان سابق رئیس بہاولپور  
دہلی ہو کر گورا اُس وقت بادشاہ نے ممانعت کر دی کہ اُس کا بیٹا ناؤ فقیکہ اپنے ہتھیار نہ کھولے  
اور سامان زیبائش اپنے بدن سے دور نہ کرے دیوان خاص میں نہ گھسنے پائے۔

چکھہ دار یا حاکمان اودہ کی بھی کوئی درخواست نہیں آئی۔

اکہ آباد کے سرگروہ مولوی لیاقت علی کی بھی درخواست آئی تھی اُس میں لکھا تھا کہ  
میں دہلی آئے کے لیے تیار بیٹھا ہوں مہربانی کر کے اس علاقہ کے دبانیکے بے غور و بی  
فوج بھیج دیجئے۔ اُسکے آئیگی اسید پر اُس وقت کوئی جواب نہیں دیا مگر جب وہ دہلی آیا۔ تو  
نجات خان نے اُسے بادشاہ سے ملایا اور اپنے حاکم لکھنؤ ہونیکی سند لیکر واپس چلا گیا یہ

مفسدے کے تین ماہ بعد ہوا۔

نانا صاحب کے پاس سے کوئی درخواست تو نہیں آئی مگر غرض ہو نیکی دو ماہ بعد اس کے ایجنٹ (مرہٹہ) دہلی کو مرزا مغل نے بادشاہ کے روبرو پیش کیا۔ مرزا کے کہنے سے بادشاہ نے اسے ایک شقہ نانا صاحب کو دہلی آنے کے لیے لکھا اور ایجنٹ وہ دفعہ کے کر واپس چلا گیا۔

بنک والوں کی بھی درخواستیں نہیں آئیں البتہ سیٹھ لکھی چند سے فوجوں کے گنے پر ایک لاکھ روپیہ قرض منگا یا گیا تھا اسے یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اپنا ایک ایجنٹ خزانہ کی سپردگی کے لیے بھیج دو۔ قرضہ کے عوض میں وصولی مالگزاری اس کے سپرد کر دینے اور اس کے علاوہ سود دینے کا بھی وعدہ کیا تھا مگر سیٹھ نے کچھ جواب نہیں دیا۔

میرے علم میں کسی سرکاری ملازم کی درخواست نہیں آئی البتہ یہ سنا تھا کہ بلند شہر کا ایک مسلمان جو سرکار انگریزی کے ہاں ایک ممتاز افسر تھا ولید خان سے مل گیا تھا مجھے اس کا نام یاد نہیں۔ مفتی صدر الدین صدر امین اعظم و کرم علیخان مصطفیٰ مولوی عباس علی صدر امین دہلی اور مرزا محمد علی بیگ تحصیلدار مہرولی کے پاس شقے بھیجے گئے تھے کہ وہ انہی عہدوں پر جن پر وہ سرکار انگریزی کے ہاں ممتاز ہیں بادشاہی ملازمت اختیار کر لیں۔ مگر ان سب نے اٹھا کر دیا۔ میں نے سنا ہے کہ جب بخت خان نے کل دہلی کے مولویوں اور علماء کو جامع مسجد میں جمع کر کے انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ دینے کے لیے مجبور کیا تو بخت خان نے مفتی صدر الدین کو بھی فتوے پر دستخط کرنے کے لیے مجبور کیا۔ مولوی عباس علی بخت خان کے آنے سے پیشتر ہی دہلی چھوڑ کر جہنا پار پنے گھر چلے گئے تھے۔

اگر وہ سے کسی گروہ کی طرف سے درخواست نہیں آئی البتہ مولوی فیض احمد ملازم

صدر ہورڈ نے دہلی آکر شاہی ملازمت اختیار کی۔

نواب رامپور کو بھی شفقہ بھیجا گیا تھا مگر وہاں سے بھی کوئی جواب نہیں آیا۔ بخت خان نے وہاں بھی خط لکھنے پر بادشاہ کو مجبور کیا تھا اور کہا کہ جب میں رامپور گیا تو نواب صاحب نے کسی کی طرف داری نہ کر نیکا وعدہ کیا تھا۔

نواب امین الدین خان و ضیاء الدین خان جاگیر داران لومبارو حسن علیخان برادر نواب جھمڑ نواب حامد علیخان اُس وقت دہلی ہی میں تھے انھیں اور اجیت سنگھ مہلا جہ پٹیا نہ کے چچا کو بادشاہ سے ملاقات کرنے کے شفقہ بھیجے گئے تھے ان میں سے کسی نے شفقوں کا تحریری جواب نہیں دیا مگر تعیلاً بادشاہ سے ملاقات کرنے گئے اور جب فوجوں کے گئے پر ان سے روپیہ وغیرہ کی امداد مانگی گئی تو سب کچھ نہ کچھ بہانہ کر دیا اور کوئی رقم نہ بھیجی۔ اسی وجہ سے سواروں نے انھیں لوٹ لینے کا ارادہ کر لیا تھا اور چنانچہ ایک مرتبہ اپنے اس ارادہ کو پورا بھی کیا۔ مرزا ابوبکر بادشاہ کے چوتھے نے جو باقاعدہ فوج کے امیر تھے نواب علیخان کے گھر کو لوٹ لیا اور انھیں قید کر کے قلعہ میں بیٹھے۔ نواب ضیاء الدین خان اور امین الدین خان نے فوج کا مقابلہ کیا اور اس لئے وہ انکے جینگل سے بچ گئے۔

رئیس پیرو دی کو بھی شفقہ گیا تھا مگر اُس نے بھی جواب نہیں دیا۔ مجھے یاد نہیں کہ رئیس دو جہان کو بھی کوئی شفقہ لکھا گیا تھا مگر وہاں سے کوئی درخواست نہیں آئی تھی۔

اب میں اُن ضلعوں کا تذکرہ کروں گا جہاں کی رعایا کی طرف سے درخواستیں آئیں تھیں گوڑگانوہ۔ یہاں کے خاص زمینداروں نے ایک درخواست میں بادشاہ کو اطلاع دی کہ ضلع کی حالت خراب ہے آپ کسی امیر کو انتظام کے لئے تعینات کریں۔ سپر مولوی فیض الحق نے جو اور سے آئے تھے یہ تجویز پیش کی کہ لکھا بھانجا جس کا۔

نام مجھے یاد نہیں جو پیشتر انگریزوں کی ملازمت میں گوڑگانوہ میں تعینات تھا بھیجا یا جا سکے  
چنانچہ شخص ضلع دار یعنی اپنا چر ضلع مقرر کیا گیا۔ مگر مجھے یہ خبر نہیں کہ وہ گوڑگانوہ گیا  
بھی یا نہیں۔ دہلی فتح ہوئی تو صرف پندرہ یا بیس روز پیشتر ہی اس شخص کا تقرر ہوا تھا۔  
فیض الحق نے چند تحصیلدار بھی ضلع دار کے نیچے مقرر کیے تھے۔

ریواڑی راؤ تلارام ریواڑی کے استمراری بندوبست دار نے نجات خان کی معرفت اپنے  
ایجنٹ کے ہاتھ ایک درخواست بھیجی اور لکھا کہ میں علاقہ کا انتظام کر رہا ہوں اور جو اصلاحات  
فصل حال سے ہوئے تھے وہ فوج میں صرف ہو گئے۔ جاگیر مستقل طور سے ملجائی کی امید پر  
اُس نے پتیا لیس ہزار روپیہ بطور نذرانہ بھیجے چنانچہ نجات خان نے ایک پردانہ ریواڑی کی  
مستقل جاگیر داری کا تمارام کے نام حاصل کر لیا۔ یہ کارروائی غدر ہونے سے تین ماہ بعد  
ہوئی اور دہلی فتح ہوئی تو دس روز پیشتر چالیس ہزار روپیہ خزانہ شاہی میں داخل کر دیا۔  
بادشاہ پور بادشاہ پور کے زمینداروں نے ایک تحصیلدار کے لئے درخواست کی جس پر  
ضلع دار کو انتظام کرنے کا حکم دیا گیا۔

دہلی شہر کے باہر سے کسی گروہ نے کسی قسم کی درخواست نہیں کی۔  
رستنگ۔ یہاں والوں نے کوئی درخواست بادشاہ کو نہیں کی مگر انھوں نے رسد کا انتظام  
کیا تھا۔ حصار جلیخانہ حصار اور محکمہ پرمٹ کے حکام نے بادشاہ کو درخواستیں بھیجیں اور لکھا  
کہ ہمیں دہلی آنے کا شوق لگا ہوا ہے۔ درخواست کنندوں کے نام تو مجھے معلوم نہیں مگر  
یہ درخواستیں غدر سے دو مہینے بعد آئی تھیں۔

کرناٹل یہاں سے کوئی درخواست نہیں آئی۔  
سرسنہ شاہزادہ محمد عظیم کے چال چلن کا حال میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں اس ضلع کے

زمینداروں کی بھی کوئی درخواست نہیں آئی۔

میرٹھ: یہاں سے بھی کوئی درخواست نہیں آئی۔

بلند شہر: ولیداد خان کا حال میں بیان کر چکا ہوں اور یہاں سے بھی کوئی درخواست یا تحریر کسی فرقہ کے نام نہیں آئی۔

سہانر پور و مظفر نگر: اس ضلع سے کسی سے خط و کتابت نہیں ہوئی۔

بجنور: اس ضلع کے زمینداروں کی درخواست تھی کہ اس ضلع کا انتظام بادشاہ اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ انکو جواب دیا گیا تھا کہ فوج جبوقت تمھاری ضلع میں پہنچے گی اس وقت انتظام اختیار کیا جائیگا۔ غدر سے تین مہینے بعد یہ درخواست آئی تھی۔

مراد آباد: نہ تو وہاں سے کوئی درخواست آئی اور نہ دہلی سے کوئی تحریر وہاں گئی۔

بریلی: خان بہادر خان جسے بخت خان نے وہاں کا حاکم مقرر کیا تھا، نے ایک ایجنٹ کے ہاتھ ایک درخواست بھیجی اور ایک ہاتھی اور ایک گھوڑا اور سو اشرفیاں بادشاہ کے لئے نذرانہ بھیجیں۔ مجھے ایجنٹ کا نام تو یاد نہیں مگر بخت خان نے اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا تھا اس کے جواب میں ایک شفق گیا کہ ہم تمھارے انتظام سے بہت خوش ہیں اور اصلاحات سے بعد خرچ کے جو کچھ بچا ہو اسے فوراً دہلی روانہ کر دو۔

بدایوں و پیلی بھیت: ان ضلعوں سے بھی کوئی درخواست نہیں آئی۔

متھرا: ڈنڈے خان کے بھائی جاگیر دار گڑھی نے درخواست کی کہ جو جاگیر گورنمنٹ انگریزوں نے میرے ضبط کر لی ہے وہ چھوڑ دیجئے۔ بخت خان نے اس پر سفارش کی۔ یہ درخواست غدر سے کوئی تین مہینے بعد آئی تھی۔ بخت خان نے حامل درخواست کو فوج کے ساتھ انگریزوں پر ایک ہی حملہ میں شریک ہوئے کی درخواست کی مگر وہ شخص (امراؤ بہادر) اس موقع پر زخمی



ہو کر ایک ہفتہ میں مر گیا۔ بخت خان کے سائل کے حقوق استمراری کی نسبت ایک پروانہ حاصل کر لیا تھا مگر چونکہ امر او بہادر مر چکا تھا اس لیے وہ پروانہ عطیہ دار کے پاس نہ پونج سکا۔ اگرہ۔ اس ضلع سے کوئی درخواست نہیں لائی مگر میں گو پر کبہ چکا ہوں کہ وہاں سے مولوی فیض احمد ڈاکٹر وزیر خان (سب انسٹرکٹر سر جن) آئے تھے آج الذکر شخص انگریزی خوب جانتا تھا بخت خان نے اسکی سفارش کر کے گورنر آگرہ مقرر کر دیا تھا جب بخت خان دہلی سے بھاگا تو وزیر خان بھی اُس کے ساتھ ہی بھاگ گیا۔

علیگڈھ۔ کانپور۔ فتحگڈھ۔ ان ضلعوں سے بھی خط و کتابت نہیں ہوئی۔ مینپوری۔ راجہ مینپوری نے ایک درخواست میں فوج مانگی تھی۔ بادشاہ نے مرزا نعل کو حکم دیا کہ فوجی امسروں سے مشورہ کرنے کے بعد وہاں فوج بھیجنے کا بندوبست کرو و مگر دوسرے دن امسروں نے کہا فوج وہاں جانے پر بھی راضی نہیں ہے جب تک وہ انگریزوں کو یہاں سے نہ نکال نیگے وہاں نہ جائیں گے۔ چنانچہ اس مضمون کا جواب بھیجا گیا۔ وہاں سے اور آرمیوں کی درخواست آئی۔

گورکھپور۔ فتحپور۔ سہوا۔ جہانک مجھے یاد ہے نہ تو ان ضلعوں سے اور نہ ضلع کھاؤں سے کوئی درخواست نہیں آئی۔

اکہ آباد۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ آکھ آباد سے مولوی لیاقت علی لکے تھے اور انھیں وہاں کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ اوسکی درخواست نہیں آئی۔

راجہ ریوا۔ نہ تو کوئی شہد راجہ کو بھیجا گیا اور نہ اُس پاس سے کوئی تحریر آئی۔

اعظم گڈھ۔ شاہ جہانپور۔ اٹاوا۔ غازیپور۔ بنارس۔ گیارہ ان ضلعوں سے بھی کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی۔

بندلیکھنڈ۔ جلیپو۔ مالوہ۔ ملک کن۔ مجھے یاد نہیں کہ ان مقامات سے بھی  
آئیں تھیں یا نہیں۔

نظام حیدرآباد و کن۔ کچھ۔ گجرات۔ صوبجات مشرقی۔ کلکتہ۔ بارکیو  
منگیر۔ دینا پور۔ نہ تو نظام سے خط و کتابت ہوئی اور نہ کسی اور جگہ سے درخواستیں آئیں۔  
پٹنہ۔ نہ نواب ٹپہ ہی کی کوئی درخواست آئی اور نہ کسی اور شخص سے دہلی والوں کی خط و کتابت  
ہوئی پنجاب۔ نہ تو پنجاب اور نہ دوآب کے زمینداروں کے خط آئے اور نہ یہاں سے  
وہاں خط گئے۔ میں نے نہیں سنا کہ فوج نے پنجاب سے کرائے کے آدمی بلائے تھے۔  
اقوام بندیلہ کے پاس سے نہ تو خط لکے نہ جواب گئے۔ اور نہ ان میں سے کوئی آیا۔

بادشاہ اور سوات کے اخوند سے خط و کتابت نہیں ہوئی مگر سخت خاں نے دو آدمیوں کو یہ  
کہا کہ اخوند کے پاس سے آئے ہیں بادشاہ سے ملا یا تھا اور حسن عسکری انھیں بادشاہ کے دربار  
لے گیا تھا۔ یہ دونوں ولایتی (افغانی) تھے۔ ان میں سے ایک نے جو سید مرغز معلوم ہوتا تھا  
ایک تلوار اخوند کی طرف سے بادشاہ کو نذر کی اور ایک خط اخوند کا مہر بھی دیا تھا اس میں  
تحریر تھا کہ حامل اخوند کا خلیفہ ہے۔ اس نے التجا کی کہ شہر میں یہ بات مشہور کر دیجائے کہ اخوند  
کے پیروند بھی لڑائی میں شریک ہوئی کی غرض سے دہلی آرہے ہیں۔ اس بات کو بادشاہ نے  
مشہور کر دیا۔ مگر دوسرے دن ایک سید نے جس کا نام مجھے یاد نہیں، بادشاہ سے کہا کہ شخص  
اخوند کا بھیجا ہوا نہیں اور نہ اس کا پیروہے اور یہ تحریر بھی جعلی ہے۔ بادشاہ نے اس بات  
کی تحقیق کے لئے بخت خان کو حکم دیا مگر مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس معاملہ میں بخت خان نے کیا  
کاروائی کی۔ ہاں اتنا معلوم ہے کہ وہ آدمی تین دن کے بعد دہلی سے چلا گیا۔

بادشاہ کی انتظامی حکمت عملی۔ ایک دفعہ حکم جاری ہوا تھا کہ عام انتظام ریاست

اور فوج میں شانہ زادوں کو مداخلت کر لے کا حق حاصل نہیں ہے۔ انصاف کرنا مغتیبوں اور صدر صدور کا کام ہے اور فوج اور افسرانِ مال اُس میں مداخلت نہ کریں۔ مگر اس حکم پر کبھی عملدرآمد نہیں ہوا۔ شانہ زادے فوج کے معاملات میں برابر دست اندازی کرتے تھے۔

بادشاہ نے وصول مالگزاروں کے بیٹے خود کو کسی تحصیلدار کو تعینات نہیں کیا مگر بخت خان نے پاول پوٹل و شانہ زادے میں تحصیلدار مقرر کئے۔ اور گوڑگانوہ میں ایک ضلعدار تعینات کیا مگر مالگزاروں نے ذرا نہ وصول ہوئی۔ شانہ زادوں نے بھی وصول مالگزاروں کی غرض سے اپنی فوج بھیجنے کا ارادہ کیا مگر یہ ارادہ عمل میں نہیں آیا۔ مولوی خیر احمد آگرہ و لے و شانہ زادہ مرزا خیر سلطان و مرزا معلیٰ میر عدالت مقرر ہوئے تھے۔ کو تو ال و تھانہ دار شہر میں تعینات ہوئے تھے اُن میں سے مجھے ایک کا بھی نام یاد نہیں۔ ابتدا میں معین الدین جن خان سپہ نواب قدرت اللہ خان باشندہ دہلی کو تو ال شہر مقرر ہوئے تھے مگر جب انھوں نے رعایا کو دہانا شروع کیا تو انھیں علیحدہ کر دیا۔ اُن کے بعد یہ جگہ خاجواہ و احب الدین خان کی سفارت پر قاضی فیض اللہ کو دی گئی اور اُن کے بعد میر مبارک شاہ باشندہ علاقہ رامپور کو دیکھی۔ بخت گڈہ و مہرولی۔ و شانہ زادہ و پہاڑ گنج و بدر پور پر تھانہ دار مقرر ہوئے تھے۔ مگر مجھے اُن میں سے کسی کا نام یاد نہیں۔ بادشاہ زادوں کے علاوہ بخت خان بھی ان معاملات میں دخل دیا کرتا تھا۔ اُس نے تھانہ داروں کو یہ حکم تحریر کر دیا تھا کہ بخت خاں کے حکموں کی تعمیل کیجائے۔

سپاہی کہا کرتے تھے کہ جب تمام ملک کو فتح کر لینگے تو مختلف صوبے چند شہزادوں کے سپرو کوٹھے جائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ انتظام کے لیے بہت آدمی مقرر نہیں ہوئے تھے اور جب قدر تعینات ہوئے تھے وہ سب یا تو بخت خان کے مقرر کردہ تھے یا شہزادے تھے۔

میرٹھ میں کوئی عامل مقرر نہیں ہوا۔ بلند شہر کی گورنری ولیداد خان کو دی گئی۔ ڈاکٹر وزیر خان کے نام بھی اودہ کی گورنری کا پروانہ جاری ہو گیا تھا مگر وہ وہاں نہیں گیا۔ علیگڑھ کے یٹے کوئی نامزد نہیں ہوا۔ روسلکھنڈ میں خان بہادر خان گورنر تھا علاوہ اس کے اور تقرر نہیں ہوئے کوئی شخص راجپوتانہ نہیں گیا۔ اور اگرچہ ایک شخص ضلع گولڑ کا نوہ کے یٹے نامزد ہو گیا تھا مگر وہ ضلع کا چارج لینے کبھی نہیں گیا۔

اصولِ نوج کی بابت میں کوئی تفصیلی خبر نہیں ملے سکتا۔ بادشاہ سے کبھی ان معاملات میں مشورہ نہیں ہوتا تھا۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ جو فوج انگریزوں پر حملہ کرنے کی غرض سے لگائی گئی تھی اور لڑنے والی رجمنٹوں کے موافق تین یا چار سیکشن میں تقسیم ہوا کرتی تھی مثلاً نصیر آباد و نیچ سیکشن وغیرہ۔ اور اسی طرح حملہ ہونے کے ایک دن پیشتر افسروں نے مرزا منگل کے مکان پر مشورہ کر کے اس کا انتظام کر لیا تھا۔ باقی رجمنٹوں میں بلا تیز سپاہی جہاں جی چاہا رہے۔ گوری مشنڈ نے افسروں کو جمع کرنے اور انکو اس درجہ پر لگانے کی اجازت حاصل کر لی تھی جس درجہ پر وہ انگریزی ملازمت میں تھے۔ مگر یہ بات بھی نہیں چلی۔ ہر شخص اپنے رتبہ پر بے قرار رہا۔

فوج میں مناسب قاعدہ جاری رہنا میری رائے میں ناممکن تھا۔ بخت خان کے گورنر جنرل کیے جانے پر فوج بہت ناخوش ہوئی تھی۔ دراصل انھوں نے ایک درخواست بادشاہ کو دی تھی اور اس میں بخت خان کی ماتحتی میں رہنے سے ناراضگی ظاہر کی تھی اور یہ لکھا تھا کہ بخت خان جسٹس تو پہچانے گا افسر ہے اسے گورنری سے کیا کام؟ نہ وہ خزانہ اپنے ہمراہ لایا اور نہ بادشاہ کی تعظیم کرتا ہے۔ مرزا منگل بادشاہ کے صاحبزائے جنھیں فوج کے معاملے میں پورے اختیارات حاصل ہیں گورنر جنرل کے عہدے کے شایاں ہیں اور فوج بھی ان کی

مختی اختیار کرنے پر راضی ہے۔ بادشاہ نے یہ درخواست بخت خان کے پاس بھیج دی تھی۔  
 کہ اس کا کیا جواب دیا جائے۔ اُس نے یہ رائے دی تھی کہ فوج تین ڈویژن میں تقسیم کی جائے  
 پہلے ڈویژن میں دہلی و میرٹھ کی پیادہ جمہیں۔ دوسرے میں بخت خان کی ہمراہی فوج و نیچ  
 والی بریگیڈیر اور سرسہ کے آدمی۔ اور تیسرے میں باقی کل فوج۔ بادشاہ نے مرزا نعل کو  
 بلایا اور یہ رائے اُنکے سامنے بیان کی۔

بخت خان کے اس عہدہ پر ممتاز ہونے کی وجہ یہ تھی کہ جب وہ دہلی میں آیا تو اُس نے  
 بادشاہ کو یہ مشورہ دیا کہ اپنے بیٹوں کے ہاتھ میں اس قدر اختیار نہ دو اور سمجھایا کہ اگر کل احکام میرے  
 نام لکھے جائیں تو بادشاہ کے مقصد کے موافق کارروائی ہوگی۔

بادشاہ پہلے ہی سے اپنے لڑکوں کی عدول حکمی کی وجہ سے غیر مطمئن تھے اس لیے بخت خان  
 کی نصیحت بادشاہ کی خواہش کے موافق اُتری اور روز بروز بلو شاہ کی نظروں میں اُسکی  
 قدر بڑھتی گئی۔

## دہابی

مفسدہ کے زمانے میں ٹونک سے کچھ دہابی آئے اور یہ شکایت کی نو اہوا حبس نہ تو ہمیں کچھ  
 روپیہ دیا نہ کسی قسم کی مدد کی۔ یہ لوگ اور مقامات سے بھی آئے تھے۔

بخت خان و مولوی محمد تقی رسالدار و مولوی امام خان رسالدار و مولوی عبدالغفور و مولوی  
 سرفراز علی بھی دہابی تھے۔ بخت خان سرفراز علی کو مجاہدین کا پیشوا مقرر کر دیا اور اُن کی مدد  
 کرتا رہا۔ ان دہابیوں نے ایک اعلان چھپوا کے شائع کیا اور تمام مسلمانوں کو نہ بھی  
 لڑائی لڑنے کے لیے نوید دی۔ ایک فتویٰ بھی اس بارہ میں شائع ہوا تھا کہ تمام مسلمان  
 جہاد کریں اور جو جہاد نہ کر سکا اُس کا گھر بار لوٹ لیا جائیگا۔

اس اعلان میں اور بخت خان کے اعلان میں فرق تھا۔

وہابی کئی مقامات سے آئے تھے مثلاً۔ جیسور۔ بھوپال۔ ہانسی۔ حصار اور کچھ لائتی بھی تھے مگر مجھے کسی خاص مقام کا نام یاد نہیں جہاں سے وہ گئے۔ یہ تمام تفصیل مرزا مغل کے محافظ خانہ میں تھی۔

شہر کے باہر واندہندو بھی انگریزوں کے ایسے ہی دشمن تھے جیسے ابتدا میں مسلمان تھے مگر حبیب بخت خان نے ان مسلمانوں کو جمع کیا اور مولویوں کو فتویٰ دینے پر مجبور کیا جسکی رو سے انگریزوں پر مسلمانوں کو جہاد کرنا واجب ہو جائے تو مسلمانوں میں جوش بڑھ گیا اور انگریزوں کے خلاف غول کے غول کھڑے ہو گئے۔

بلند شہر علیگڑھ و میرٹھ وغیرہ میں ہندو انگریزوں کے ایسے دشمن تھے جیسے کہ مسلمان ایک مرتبہ بخت خان نے بادشاہ سے یہ بھی کہا تھا کہ اخوند سوات کے پاس سے ایک آدمی آیا ہے۔ دوسرے دن پیر زادہ جن عسکری نے دو آدمیوں کو پیش کیا ان میں سے ایک نے اخوند کی جانب سے ایک تلوار پیش کی۔

انیسویں دن مختلف تحریرات اور اس کے خلاصہ جو متعلق بلوہ تھے ترجمان نے قیدی کے روبرو پڑھے اور ترجمہ کر کے عدالت میں پیش کیے

بیسویں دن قیدی نے بریائیں اُردو جواب دعویٰ پیش کیا جو ترجمان نے بحسنہ عدالت کو قیدی کے روبرو پڑھا کر سنایا اور بعد میں ترجمہ کے لئے اسے دیا گیا۔

(اکیسویں دن کی کارروائی)

بج ایڈوکیٹ نے قیدی کا حسب ذیل جواب دعویٰ پڑھا

میں حسب ذیل واقعات پیش کرتا ہوں۔

بلوہ سے بیشتر بلوہ کے متعلق مجھے اصلاً خبر نہ تھی صبح کو کوئی آٹھ بجے بخیری کی حالت میں باغی سواروں نے میرے محل کے دیوچوں کے نیچے کھڑے ہو کر غل مچانا شروع کیا کہ انگریزوں نے کارٹوسوں پر گائے اور سور کی چربی ملکر ہندوں اور مسلمانوں کے مذہب میں خلل اندازی کرنی چاہی تھی اس لیے ہم تمام انگریزوں کو قتل کر کے میرٹھ سے چلے آئے ہیں۔ جب میرے کانوں میں انکی یہ صدا اپونچی تو میں نے حکم دیا کہ دریچوں کے زیرین دروازے فوراً بند کر دیئے جائیں اور اس بات کی خبر قلعہ کے افسر گارڈ کو کر دی جائے۔ یہ پیغام پا کر وہ فوراً میرے پاس آیا اور یہ خواہش کی کہ میں خود نیچے جا کر سواروں سے گفتگو کروں اور اُسے دروازوں کے کھولنے کے لیے کہا۔ میں نے جب اُسے اس حرکت سے باز رکھا تو اُس نے کٹھرے کے پاس جا کر سواروں سے گفتگو کی اور مجھے یہ کہہ کر چلا گیا کہ میں ابھی جا کر اس کا بندوبست کرتا ہوں۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد فریزر صاحب نے دو توپیں اور افسر گارڈ نے دو پاکلیاں منگا بھیجیں کہ جو میں اُس کے پاس تھیں وہ محکمہ میں چھپا دی جائیں۔ پاکلیاں تو میں نے فوراً بھجوا دیں اور توپوں کے لیے حکم دیدیا۔ پاکلیاں روانہ ہی ہوئی تھیں کہ مجھے فریزر صاحب و کمائنڈنٹ گارڈ اور ان میموں کے قتل کی جو کمائنڈنٹ کے ساتھ ٹھہری ہوئیں تھیں خبر لگی۔

اس خبر کو کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ باغی دربار خاص میں گھس گئے اور صحن و دربار خاص اور دارالریاضت پر قبضہ کر کے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا اور جا بجا سنتری تعینات کر دیئے میں نے ان کا مطلب دریافت کیا اور التجا کی تم یہاں سے چلے جاؤ!

اس کا جواب انھوں نے یہ دیا کہ تم خاموش تماشادیکھے جاؤ ہم اپنی جانوں پر کھیل رہے ہیں جو ہمارے اختیار میں ہے اُس کے کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھیں گے۔ جان کے خوف سے میں خاموش ہو کر اپنے زناخانہ میں چلا گیا۔ قریب شام مسند کچھ انگریزوں اور میموں کو

پکڑ لائے (جسکو انھوں نے میگزین میں سے گرفتار کیا تھا) اور انھیں قتل کرنا چاہا میں نے  
 انکو قتل کرنے سے روکا اور بارے وہ اس وقت مان گئے۔ مگر انھیں اپنی ہی نگرانی میں قید  
 رکھا اس کے بعد بھی دو مرتبہ انھوں نے انگریزوں کو قتل کرنا چاہا مگر میں نے انھیں منت  
 سماجت کر کے قتل سے باز رکھا مگر آخر مرتبہ باوجود میری منت سماجت کے انھوں نے کچھ  
 انکی اور ان پچاروں کو قید خانہ سے لاکر قتل کر ڈالا۔ میں نے اس قتل کے لئے خود کوئی  
 علم نہیں یا مرزا مغل اور مرزا خیر سلطان و مرزا ابوالقراہ بنت میرے مصاحب نے جو  
 سپاہیوں سے ملے ہوئے تھے ممکن ہے میرا نام لے دیا ہو مگر جہاں تک مجھے علم ہے  
 انھوں نے ایسا نہیں کیا اور نہ مجھے یہ علم ہے کہ میرے مسلحہ ملازم بغیر میرے حکم کے  
 اس قتل میں شریک ہوئے ہوں اگر انھوں نے ایسا کیا بھی ہوگا تو مرزا مغل کے کہنے سے  
 شاید کیا ہو۔ بعد قتل کے مجھے نہیں معلوم کیا ہوا۔ باوجود اس امر کی شہادت کرنے کے کہ سٹر  
 فریز اور کمانڈنٹ کارڈ کے قتل میں میرے ملازم شریک تھے میں یہی جواب دوں گا کہ میں نے  
 کوئی ایسا حکم نہیں دیا۔ اگر انھوں نے ایسا کیا تو اپنی ہی مرضی سے کیا ہوگا مجھے نہ اس کا  
 علم ہوا نہ اطلاع ملی۔ میں خدا کو گواہ کر کے حلفیہ کہتا ہوں میں نے فریز صاحب اور انگریزوں  
 کے قتل کے لئے کبھی کوئی حکم نہیں دیا۔ مکنڈلال وغیرہ گواہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ  
 محض غلط ہے۔ مرزا مغل اور مرزا خیر سلطان و ابوالقراہ غیوں سے ملے ہوئے تھے۔ اگر  
 انھوں نے کوئی حکم دیا ہو تو تعجب نہیں اسان واقعات کے بعد باغی مرزا مغل مرزا خیر سلطان  
 و ابوالقراہ کو میرے پاس لائے اور کہا کہ ہم انھیں اپنا امیر بنانا چاہتے ہیں۔ اول تو میں نے  
 انکی یہ درخواست نامنظور کی مگر جب انھوں نے اصرار کیا اور مرزا مغل بھی ہرگز اپنی ماں کے  
 پاس چلے گئے تو میں خاموش ہو رہا اور پھر طرفین کی رضامندی سے مرزا مغل فوج کے سپہ سالار



مقرر ہو گئے۔

میری مہر اور میرے دستخطی احکام کے متعلق صاف صاف بات تو یہ ہے کہ جس دن سپاہیوں نے انگلیزوں کو قتل کیا اسی دن انھوں نے مجھے بھی اپنا قیدی بنا لیا اور جیسا کہ اب تمہارے قابو میں ہوں اس طرح اس وقت ان کے بس میں تھا جس طرح کے احکام انھوں نے چاہے لکھو لائے اور ان پر مجھے بیکر مہر کرائی۔ کبھی تو وہ احکام کے مسودے میرے پاس لاتے تھے انھیں میرے دست سے صاف کرتے تھے اور کبھی صاف شدہ حکم لاتے تھے اور مسودے دفتر میں چھوڑ آتے تھے اسی سبب سے مختلف خطوں کے مسودے اس کارروائی میں شامل ہیں۔ اکثر سائے لفافوں پر انھوں نے مہر کرائی جس میں مجھے نہیں معلوم کیا کیا کائنات کس کس کے نام انھوں نے بھیجے۔ اسی کارروائی میں ایک یہ درخواست بھی ہے جو کتنی نامعلوم گروہ کے نام کنڈلال نے لکھی تھی اور جس میں فہرست احکام ہے جو اس دن جاری ہوئے تھے۔ چنانچہ اس میں تشریح موجود ہے کہ اس قدر احکام فلاں فلاں شخص کی ہدایت سے جاری ہوئے اور اس قدر فلاں شخص کی ہدایت سے اور ایک بھی میرے حکم سے نہیں جاری ہوا چنانچہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس نے جو احکام چاہے بلا اجازت میرے جاری کیئے اور ان کے مضمون سے بھی مجھے آگاہ نہ کیا اور میں اور میرا دسترا اپنی جانوں کے خوف کے مارے کچھ کہہ بھی نہ سکتے تھے۔ جن درخواستوں پر میرے حکم تحریر ہیں انکی بھی یہی حالت ہے۔ جب کبھی سپاہی یا مرزا مغل یا مرزا خیر سلطان یا ابوالہر کوئی حکم میرے پاس لائے تو اپنی مرضی کے احکام بھی علیحدہ کاغذ پر لکھتے لائے اور انکو تجسّہ و خواستوں پر لکھا دینے کے لئے مجھے مجبور کیا۔ نوبت بنیچا رسید کہ وہ لوگ اس قسم کی دھمکیاں بھی دیا کرتے تھے کہ جو شخص ہماری مرضی پر نہ چلے گا پتھریکا اور جان کے خوف سے میں کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ ساتھ ہی اسکے وہ میرے

ملازموں خصوصاً حکیم احسن الدخان محبوب علیہاں اور ملکہ زینت محل کو انگریزوں سے سازش رکھنے کا الزام بھی لگاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم انھیں اس حرکت پر مار ڈالیں گے چنانچہ انھوں نے ایک دن حکیم احسن الدخان کا مکان گھوٹ لیا اور مار ڈالنے کے ارادہ سے قید بھی کر لیا مگر جب انھوں نے بہت سنت و سماجت کی تو اس ارادے سے باز رہے مگر اب تک قید کر رکھا تھا۔ اسکے بعد انھوں نے میرے اور ملازموں مثلاً شمشیر الدولہ ملکہ زینت محل کے والد کو قید کیا۔ وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ مجھے تخت سے اتار کر مرزاغل کو تخت نشین کر دیں گے ایسی حالت میں یہ امر غور طلب ہے کہ میرے کسفر و اختیارات تھے اور میں کیونکر ان سے مطمئن ہو سکتا تھا۔

افسران فوج اس قدر گستاخ ہو گئے تھے کہ انھوں نے مجھے درخواست کی کہ ملکہ زینت محل کے تعلقات انگریزوں سے دوستانہ ہیں وہ ہیں دیدیجائی کہ ہم انھیں قید کر لیں۔ اگر اُس وقت میرا اختیار ہوتا تو یہ ممکن تھا کہ حکیم احسن الدخان اور محبوب علیہاں قید ہو جاتے اور احسن الدخان کی جائد اولٹ جاتی۔

باغی سپاہیوں نے ایک اجلاس قائم کر رکھا تھا جس میں تمام امور پر بحث ہو کرتی تھی اور جو بات بن بحث قرار پاتی تھی اُس پر عمل درآمد ہوتا تھا مگر میں کبھی اسکے ان جلسوں میں شریک نہیں ہوا۔ اسی طرح انھوں نے نہ صرف بہت سے آدمیوں ہی کو گھوٹا بلکہ چند بازار کے بازار نوکلر جسکو چا مار ڈالا اور جسکو چا قید کر لیا اور سوداگروں اور شہر کے مغز اشخاص میں سے جس کا مال اچھا پایا ضبط کر لیا۔

جو کچھ ہوا وہ باغی فوج کی وجہ سے ہوا میں اُنکے ہاتھ میں تھا کیا کر سکتا تھا۔ انھوں نے تو مجھے خجری میں آکر قید کر لیا تھا۔ میں بالکل بے بس تھا اور مجھے کچھ ایسا خوف طاری ہو گیا تھا

کہ کچھ وہ کہتے تھے کہنا تھا اگر ایسا نہ کرتا تو کبھی کا وہ مجھے مار چکے ہوتے اور یہ حال سبکو معلوم ہو  
میرے اہلکاروں کو بھی جاں بری کی امید نہ تھی اور میں تو اپنی جان سے یہاں تک عاری ہو گیا  
تھا کہ بادشاہت پر گدائی کو ترجیح دیتا تھا اور ازادہ کر لیا تھا کہ گیر واکپڑے پہن کر پیٹے قطب جیسا  
کے مزار پر جاؤں اور وہاں سے حمیر شریف اور پھر کعبۃ اللہ چلا جاؤں مگر فوج والوں نے  
مجھے نہ جانے دیا۔

باغی سپاہیوں نے میگزین اور خزانہ سرکاری لوٹا اور جو چاہا سو کیا نہ تو لوٹ مار میں سے  
میں نے ان سے کچھ لیا اور نہ خود انھوں نے ہی مجھے کچھ دیا۔ ایک دن وہ زمین محل کے مکان  
کے ٹوٹنے کے ارادے سے بھی گئے تھے مگر کامیاب نہ ہوئے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر  
وہ میرے اختیار میں ہوتے یا میں ان سے ملا ہوا ہوتا تو ایسی حرکتیں کیوں ہوتیں اور وہ مجھ  
میری بیوی کو قید کرنے کے لیے مانگنے کی جرأت کیسے کرتے۔ چہ جائیکہ ایک غریب آدمی کی  
بیوی کو بھی کوئی نہیں مانگ سکتا۔

قبر حبشی نے مجھے ملکہ جانکی حضرت حاصل کی تھی میں نے اسے ایران نہیں بھیجا اور  
نہ کوئی خط شاہ ایران کو اسکی معرفت روانہ کیا۔ جس کسی نے یہ فردی ہو غلط ہے۔ محمد درویش  
والی درخواست میری تحریر نہیں ہے کہ اس پر اعتبار کیا جائے۔ اگر میرے یا میاں حسن عسکری  
کے کسی دشمن نے اس درخواست کو بھیجا ہو تو وہ قابل اعتبار نہیں۔

باغی فوج کی یہ حالت تھی کہ اس نے کبھی مجھے سلام تک نہیں کیا اور نہ میرا کبھی ادب کیا  
وہ جوتیاں پہنے دربار خاص اور دارالریاضت میں پھرا کرتے تھے۔ جس حالت میں کہ انھوں نے  
اپنے آقاؤں کو قتل کیا میں کیونکر ان پر بھروسہ کر سکتا تھا جس طرح انھوں نے انھیں قتل کیا  
اسی طرح مجھے قید کیا۔ مجھ پر ظلم کیے۔ اپنی حراست میں رکھا اور میرا نام کرنے کے لئے جو کچھ چاہا

میرے نام سے کیا۔ جبکہ انہوں نے اپنے افسروں اور بااختیار حاکموں کو قتل کر ڈالا میں  
 بلا فوج و خزانہ اور بغیر گولہ و بارود کیونکر ان کا اسناد کر سکتا یا نجات لے سکتا تھا۔ جب پہلے  
 باغی رسالہ لکے جھروکوں کے دروازے میرے بس میں تھے انھیں فوراً میں نے بند کر دیا  
 تھا۔ قلعہ کے کمانڈنٹ کارڈ کو بلا کر اس معاملہ کی اطلاع کر دی تھی اور اسے باغیوں میں جانے  
 سے روک دیا تھا۔ میں نے قلعہ کے کمانڈنٹ گارڈ اور ایجنٹ لفٹنٹ گورنر کی تعمیل حکم میں  
 دو پالکیاں سمیوں کے لیے اور دو توپیں قلعہ کے دروازوں کی محافظت کے لیے بھیج دی  
 تھیں۔ ماسوائے اسی دن آؤنٹنی سوار کے ذریعہ سے نواب لفٹنٹ گورنر اگرہ کو اس واقعہ  
 کی اطلاع کرادی تھی۔ جو کچھ میرے اختیار میں تھا وہ میں نے کیا۔ جلوس میں بھی میں اپنی  
 خوشی سے نہیں نکلا۔ میں سپاہیوں کے بس میں تھا جو کچھ چاہا انہوں نے مجھ سے کرایا۔ چنگم  
 باغی رسالوں کی طرف سے مجھے بہت خوف تھا اس لیے جو چند آدمی میں نے ملازم رکھے وہ  
 اپنی جان کی حفاظت کے لیے رکھے تھے۔ جب یہ رسالے بھاگنے شروع ہوئے تو میں بھی  
 موقع پا کر کھڑکی کی راہ سے نکل کر سپاہیوں کے مقبرہ میں جا کر پھیرا وہاں مجھے جب یہ حکم ملا کہ  
 پٹھاری جاں بخشی کیجاتی ہے تو میں اسی وقت سرکاری حفاظت میں آگیا۔ باغیوں نے  
 تو مجھے اپنے ہمراہ لیجا نا چاہا تھا مگر میں نہیں گیا۔

مندرجہ بالا جو کچھ میں نے لکھوایا ہے اس میں ذرا بھی جھوٹ نہیں ہے اور نہ کوئی بات  
 سچائی کے خلاف ہے۔ اس بات کو خدا جانتا ہے اور وہی میرا گواہ ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے  
 وہ بالکل صحیح ہے اور اس سے زیادہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ میں ابتدائیں حلف اٹھا چکا ہوں  
 کہ جو کچھ کہوں گا بلا کم و کاست سچ سچ کہوں گا اور ایسا ہی میں نے کیا ہے۔

دستخط بہادر شاہ

مکر یہ کہ جو اُنکے نقل حکم کے جس میں میں نے مرزا مغل سے سپاہیوں کی حرکات کی شکایت کی ہے اور خود قطب صاحب اور وہاں سے مکہ شریف جا نیکا ارادہ ظاہر کیا ہے اور جو شامل مثل ہے مجھے یاد نہیں کہ ایسا حکم میں نے جاری کیا ہو۔ یہ حکم بزبان اردو ہے اور میرے سکتر کے دفتر میں کل کام فارسی میں ہوا کرتا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ کہاں اور کس طرح تیار ہوا۔ چونکہ فوج سے تہنگ آ کر میں نے دنیا سے ہاتھ اٹھائے اور فقیری اختیار کرنے اور مکہ چلے جا نیکا ارادہ ظاہر کر دیا تھا ممکن ہے کہ مرزا مغل نے یہ حالت دیکھ کر اپنے دفتر میں ایسا حکم لکھوایا ہو اور میری مہر اُس پر کرائی ہو۔ بہر حال میری ناراضگی اور باپوسی اس حکم سے بھی ثابت ہے اور اس سے میرے قول کی تائید ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں دیگر کاغذات لینے نقول و مراسلات جو راہ گلاب سنگھ کے نام میں و بخت خان کی درخواست جس چیری دستخطی مہر ہے اور اُن کاغذات جو شامل مثل ہیں اُنکی بابت میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے کچھ یاد نہیں جو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ افسران فوج نے جن کاغذات پر چاہا الا علی میں مجھے دستخط کر لئے اور اُن پر مہر ثبت کرائی اور مجھے یقین ہے کہ یہ کاغذات بھی اُسی ذیل سے ہیں اور جو حکم اُنھوں نے مجھے بخت خان کی درخواست پر لکھوایا وہ مثل دیگر درخواستوں کے لکھا گیا

دستخط  
بہادر شاہ

## بحث حج ایدو کیٹ

صاحبان! اس بحث سے میرا یہ منشاء ہے کہ دوران کارروائی میں مختلف واقعات متفرق طور پر ظہور میں آئے ہیں وہ یکجا ہو جائیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو اصل صورت میں آپ کے سامنے پیش ہوں۔ جس وقت کہ اس شہر میں بلوہ کی حملہ داری تھی ہماری تحقیقات کئی مہینہ تک جاری رہی اور مجھے پھر وہ ہے کہ ہمیں مذکورہ بالا زمانہ میں مختلف واقعات کے دریافت کرنے میں

اگر مشکل کے ساتھ کامیابی بھی ہوئی مگر جو واقعات ہو گئے اُنکے مقابلہ میں ہماری محنت کچھ بھی نہیں ہے۔ اِن کے تعلق میں وہ الزامات ہیں جن پر قیدی ملاحظہ ہوا ہے اور اگرچہ اُس کے سابق مرتبہ اور بادشاہت کی وجہ سے فیصلہ آخری جو آج آپ کو لکھنا پڑے گا بے شبہہ معمول زیادہ ضروری ہو گا تاہم خواہ وہ بریت پر مبنی ہو یا اگر قتاری پر میرے خیال میں اُن بڑے بڑے امور کے مقابلہ میں جنگی طرف اس قدر توجہ مبذول ہے اور ابھی عرصہ تک رہے گی اصلیت ثابت ہو جائے گی۔ میں بلا شک اُن کا بے خواہ بعد خواہ قریب کی طرف اشارہ کرتا ہوں جنگی وجہ سے بغاوت پھیلی جنگی نہ تو سنگدنی میں اور نہ اُس بخبری کی جو کسی مذہب نے روا نہیں رکھی صفحہ تاریخ پر مثال نہیں ہے یہ وہ دنوں باتیں اُس مذہب کے مقابل مشترکہ جہاد میں جو بلحاظ اس ملک کے باشندگان کے خواہ مسلمان خواہ ہندو ہرگز مضمرہ پوزیشن تھا ایک جگہ اکٹھی ہو گئی تھیں۔ مگر مجھے اندیشہ ہے کہ یہ مضمون ابھی تک پورا پورا واضح نہیں ہوا اور اگر میں پیسوں کی اُس تحریک کو جو اُنھوں نے اُن لوگوں کو جو مذہب میں خون میں رنگ میں۔ عادات میں۔ خیالات میں۔ غرض ہر ایک بات میں اُن سے غیر ہیں اپنے ملک سے نکال کر قوت و ملک حاصل کرنے میں کی مذہبی غلبہ سے منسوب کروں جو بعد میں ملکی ثابت ہو تو شاید اُس میں بیک غلطی پر ہوں۔ اس بارہ میں آخری رسلے کچھ ہی ہو مگر وہ سوالات جہاں تک یس واقف ہوں ابھی تک اطمینان کے قابل صاف نہیں ہوئے ہیں کہ کن واقعات کے باعث یہ غوغا و بغاوت جس میں مسلسل کشت و خون ہوئے پیدا ہوئی اور کون اس کے اصلی محرک تھے مجھے یقین ہے کہ ممبران عدالت کی بھی یہی رسلے ہو گئی کہ ہمارے سوالات کے کامل جوابات دستیاب نہیں ہوئے اور کیوں نہ ہوئے اسکی بابت میرا خیال یہ ہے کہ محض مقامی تحقیقات سے مختلف مقامات اور ذریعوں سے جو بے شبہہ ہیں پورے پورے طور پر معلوم ہو سکتے ہیں

شہادت دستیاب نہیں ہو سکتی۔ تاہم ہم امید ہے کہ ہماری کوششیں بالکل رائیگانہ نہیں  
 لگیں اگر ہمیں کامل کامیابی نہیں ہوئی تو اس کے لگ بھگ ضرور پونچ گئے میرا لگان ہے  
 کہ چند ہی آدمی اس ضخیم کارروائی کو ملاحظہ کرنے وقت نتیجہ نکالیں گے کہ دربار دہلی میں عرصہ  
 سے دغا و فریب پھیلا ہوا تھا۔ طاہری قوت کیسی ہی خفیف اور قابلِ خفارت کیوں نہ ہو۔  
 مسلمان بچہ بھی اس فرضی بادشاہ کو اپنے دین کا پیشوا اور سمتِ الٰہیہ کے خیال کرتے تھے  
 اور لاکھوں آدمیوں کی امیدوں اور آرزوں کا مرکز تھا۔ وہ اُسے ذریعہِ عزت بلکہ اس سے  
 بھی زیادہ خیال کرتے تھے اور یہ قابلِ مزاح بات نہ صرف مسلمانوں ہی کے دل پر جمی ہوئی  
 تھی بلکہ ہزاروں اور آدمی بھی اس کے معتقد تھے جن سے کسی موقع پر ساتھ دینے کی امید  
 ممکن تھی۔ اس بات کی تشریح ایک دن کیا ایک مہینہ میں بھی نہیں ہو سکتی۔ زمانہ جو بھید  
 کا بڑا افشا کر رہا تھا۔ لاریب دیر یا بجلدی برائی اور بد نصیبی کے چشموں کو ظاہر  
 کر دیا تھا۔ اور اس وقت تک ہمیں اپنی تحقیقات کے نتائج پر قناعت کرنی چاہیے۔ مجھے یقین ہے  
 کہ جلد رسائی میں ہم نے توڑی ہیں وہ سب تسلیم کیا جائے گی اور مجھے اُسکے بارے میں پیشینگی  
 کرنی ضرورت نہیں۔ اسی بنا پر میں چند شہادتیں پیش کروں گا مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ  
 شروع میں ان واقعات کا ٹھیک ٹھیک حال بھی بیان کر دوں۔ مجھے یہ کہنا ضروری  
 ہے کہ کارنوس نے لینے کے سبب مئی گزشتہ میں بمقام میرٹھ ۱۸ آدمیوں کا جو نمبر لاٹ  
 کیولری کے غیر کمیشن افسر اور سپاہی تھے کورٹ مارشل ہوا۔ مئی کی صبح کو پریڈ میں اُنھیں  
 حکم سن کر حوالات میں بند کر دیا اور اُنکی کی شام کو ساڑھے چھ بجے میرٹھ کی تین جیلوں نے  
 حکم کھلا بغاوت کر دی۔ چھپتیس گھنٹہ کا وقفہ اس قدر کافی تھا کہ میرٹھ والے رسالے اُن راتوں  
 سے جو بعد میں اُن سے میرٹھ میں اکڑے بغوی خط و کتابت ہو سکتی تھی۔ گھوڑا گاڑی میں

ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں معمولاً پانچ گھنٹے صرف ہوتے ہیں اور باغیوں کو ایک دوسرے کی ملاقات کے لئے جو سہولت حاصل تھی وہ کپتان ٹائمر کے اظہار سے ظاہر ہے اس اظہار میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ اتوار کی شام کو میرٹھ کے باغی ایک گاڑی میں بیٹھ کر اڑتیسویں ہندوستانی پیدل کی لیں میں بظاہر اس غرض سے گئے تھے کہ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ اپنے باغی ساتھیوں کے لئے پیر کی صبح کو مناسب انتظام کر لیں۔ اگرچہ کوئی پختہ شہادت اسکی نہیں ہے کہ اسی اتوار کو یہ کارروائی ہوئی بلکہ یہ مان لینا چاہیے کہ ہر اتوار کو مفسدوں کے خفیہ جملے ہو ا کرتے تھے۔ یہ بات تحریر میں آچکی ہے کہ جس عدالت نے میرٹھ کے باغی سواروں کا مقدمہ کیا تھا اس نے اس کا اندازہ کر لیا تھا کہ اگر کار تو سوں کے استعمال پر زور دیا گیا تو دہلی اور میرٹھ کے رسالوں میں اتفاق کر لینے اور ایک دم بغاوت کر دینے کا معاہدہ ہو لیا ہے۔ اس انتظام کی یہاں تک تکمیل اور موافقت ہوئی تھی کہ قلعہ کے دروازہ کے گارڈ نے اتوار کی شام ہی کو اپنے ارادوں کو خفیہ نہ رکھا بلکہ جو کچھ کل ہو گیا تھا اس کا آپس میں تذکرہ کر دیا۔ اس معاملہ کے واقعات و خلاف واقعات کے سمجھنے وقت یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس وقت ان منصوبوں کی تکمیل ظہور پذیر ہوئی اس وقت نہ تو میرٹھ کی جمیٹوں کے کسی میگزین میں اور نہ دہلی کے میگزین میں چربی کار کارٹوس تھے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہندوستانی آدمیوں کے سوا اور دوسرا آدمی ان امور سے بخوبی واقف نہ تھا کہ جو کارٹوس ان کے استعمال کے لئے کسی وقت بنے وہ انھیں کے ہمرٹ ہمدب آدمیوں نے بنائے۔ یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ ناپاک چیز وہو کے سے انکو دیجاتی رہیوں کے خلاصی جو کارٹوس بنائے پر تعینات تھے اگر ان میں کچھ بھی خرابی ہوئی تو کبھی کا اس کا تذکرہ کر چکے ہوتے اور قابلِ غدر کارٹوس (جن سے میری یہ مراد ہے کہ



مسلمانوں اور ہندوؤں کے مذہب پر اثر پڑتا ہے ہرگز رجسٹروں کے میگزین میں تیار نہ ہوتے کیونکہ اول تو مزدور ہی انکے بنانے سے انکار کرتے علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمانوں کا مذہب کچا نہیں ہے کیونکہ وسط ہندوستان کے آدمی جو آدھے مسلمان اور آدھے ہندو ہیں سو رکاوشت تک چھو لیتے ہیں اور مذہب میں نقص واقع ہونیکا بہانہ نہیں کرتے۔

ہم میں سے کون ایسا ہے جو اس کا روز مشاہدہ نہیں کرتا کہ یہی مسلمان بحیثیت انسان اس چیز کی قابض اور رکابیاں بہری ہوئی اٹھاتے ہیں جس کا بہانہ انھوں نے کارٹوسوں کے معاملہ میں کیا تھا۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ کھانوسوں میں اول سے آخر تک سو راور گائے کی چربی لگی ہوئی تھی تو بھی مسلمانوں کو اس کے استعمال کرنے میں مذہبی لحاظ سے بھی عذر نہ ہو سکتا تھا۔ انکے بھائی ہندو کو افسروں کی رنج کی ملازمت میں ہر قسم کے کھائے پکائے اور انھیں میزوں پر بچنے میں کبھی دیر لے نہیں ہوتا۔ اس بارہ میں مسلمان سپاہیوں کے عذرات صریحاً ایسے لغو ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی معزز اور سمجھ دار آدمی ان کارٹوسوں کی اصلیت خواہ سچ یا جھوٹ دریافت کر سکی کوشش کرے جنکو وہ اپنے مذہب کی خرابی کا ذریعہ سمجھتے تھے تو ہنسی معلوم ہوتی ہے۔

کم بلکہ بہت کم معزز آدمیوں نے اپنے بھائیوں کے چال و چلن سے پہلو تہی اور روشنی اختیار کی مگر ایسے آدمیوں کو اس معاملہ میں جو سب پر ظاہر تھا نہ فوضمانت اور بیان کی ضرورت ہوئی بلکہ انھوں نے اس مضمون پر جس میں جھوٹ کی گنجائش اور غلطی کا موقع نہ تھا خود نتیجہ نکال لیے۔ میرٹھ یا دہلی کے مسلمان اور ہندو جبکہ انگریزوں کے قتل کے لیے کارٹوس ذوق و شوق سے لینا اور استعمال کرنا چاہتے تھے یا قیدی کے جھنڈے کے نیچے

جو اس وقت عدالت میں حاضر ہے اُس سلطنت کے خلاف جسکی وفاداری اور اطاعت کا اقرار وہ خود کر چکے تھے لڑنے لگے تھے اُس وقت اُنکے عدالت کہاں گئے تھے۔

اُن بشارتوں میں سے جو دوران کارروائی میں عدالت کے روبرو پیش ہوئی ہیں عدالت کو تعجب ہو گا کہ اُن میں سے شاید کسی میں بھی سپاہیوں نے کسی خاص اور شدید ظلم کا اشارہ نہ کیا جس سے یہ الزام عائد ہوتا ہو۔

ہم نے عدالت کے روبرو ایک سوائسی سے بھی زیادہ درخواستیں پیش کی ہیں جو ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ مضمون کی ہیں جو سالوں کی تک حلالی کا نمونہ ہیں مگر باوجود آزادانہ تحریرات کے جن میں انھوں نے اپنے خیالات کو اپنے فرضی بادشاہ کے روبرو پیش کیا۔ اور اپنے قدیم آقاؤں کے خلاف اپنی مخالفت ظاہر کرنے میں اپنی طلاقت لفظ و خیالات پر قابو نہیں رکھا۔ ہمیں نہ تو اصل تصور کا پتہ چلتا ہے اور نہ چادر نکھرا می پر چکے وجہ نظر آتے ہیں۔ مگر عبرت انگیز تو یہ واقعہ ہے کہ باوجود ہماری نسبت الفاظ ملعونہ ناری کا فقر استعمال کرنے کے وہ اس مصرعہ ابتدائی جرم سے دست بردار ہوتے ہیں جسکے سبب انھوں نے غدرو بغاوت کے ایسے جرائم کا ارتکاب کیا جس کا خیال کر نیسے بدن کا پنتا ہے۔

باوجود اس خیال کے کہ انگریزی انسر انکی وفاداری اور اطاعت کی بابت کسی قسم کی غلط و تشویش نہ تھی انھوں نے چربی دار کارٹوسوں کے معاملہ میں اسکی بھی پروا نہ کی۔ ہم نے کوئی شکایت ایسی نہیں سنی جو واقعی ہوتی اور ہر وقت اُنکے ذہن نشین کر کے خیالات خراب کر دیتی اور اُنکے دماغ میں لہجہ ہوتی اور ہمارے خون کا پیاسا بناتی اور اُن کے یہ تخفیف سزا کا باعث ہوتی جو اس وقت انھیں جرم سے دور کرتی ہے۔

جو تقریریں انھوں نے انگریزوں کو سنانے کی غرض سے کیں اُنکا کیا علاج۔ چربی دار

کار توں اُس وقت ہمیشہ ہر بات پر پیش کیے جاتے تھے۔ اُنکے استعمال نے سپاہیوں کی  
 برہمی کا مسلسل خوف پیدا کر دیا تھا۔ اگر ہم فکر و غور کریں اگر ہم یاد کریں کہ اُن تینوں رجمنٹوں  
 میں جنہوں نے پہلے پہل غدر کیا اور نہ صرف مردوں ہی کو قتل کیا بلکہ عورتوں اور بچوں پر بھی  
 دستِ ظلم دراز کیا ایک بھی چربی دار کار توں نہ تھا اور اس سے وہ خود بھی بخوبی واقف تھے  
 تو جب ہم خیال کرتے ہیں کہ اگر چربی دار کار توں ہوتے بھی اور انہیں مرد و دودوں کے ہاتھ  
 سے چھو لے بھی جاتے تو کسی مسلمان کو بھی قومی تعصب کے سبب تکلیف پہنچنی ممکن نہ تھی۔  
 یا مذہبی عقیدے کے مطابق انہیں دقت ہوتی۔ اور جب ہم وہ بات بھی کہیں جو ہندوستان  
 میں خواہ ہندو خواہ مسلمان خواہ انگریز سب کو معلوم ہے یعنی ہندوستانی سپاہی نے زمانہ امن  
 میں ان ہی کار توں کے چھوڑنے کی ہلاکسی تحقیق و بصیرت کے خواہش کی جو پوری کی گئی  
 تو کسی واقعی یا فرضی رنج کے سبب اُنکے ایسے سخت بغاوت کرنیکی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی۔  
 یہ مان لیا جائے کہ توہمات و مذہبی جوش و شہارت یا حماقت کے عینِ کرنے والے خواب ایسے  
 ہی تھے جیسا کہ خیال کیا گیا۔ یہ مان لیا جائے کہ بُرائی کی تحریکیں ایسی ہی سخت تھیں جو ممکن  
 ہو سکتی ہوں اور سپاہی جن پر اُن کا اثر تھا جہالت کی وجہ سے سریع الاعتقاد ہو رہے تھے  
 تو بھی اگر چربی دار کار توں اُنکے ترکش کا ایک زہریلا تیران کارروائیوں میں ان مجرموں کا  
 ہتھیار ہوتا تو علاج کس قدر آسان تھا۔ اُنہیں یہ جاننے کے لیے نہ زیادہ علم کی ضرورت تھی  
 اور نہ کسی فلسفی کی کہ صرف برطانی کی درخواست کر دینے سے بھی وہ ان سب پریشانیوں سے  
 نجات پالیں گے۔

اوصاحبان! مجھے نہیں معلوم کہ آپ اس تکلیف دہ سوال کا کیا نتیجہ نکالیں مگر ہر پہلو پر  
 غور کریجئے بعد میں یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ چربی دار کار توں کے استعمال سے زیادہ عسیت اور

قوی کچھ اور ہی چیز تھی جس پر یہ کارروائی ہوئی۔

وہ سنتری جس نے اتنی بڑی بغاوت اور قتل کو حرکت دی اور جسکی حرکت ایک ہی وقت میں ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک محسوس ہوئی اگرچہ دوراندیشاں دانائی کے ساتھ نہیں تاہم ہولناک حزمزدگی اور نہایت کامیاب ہونیوالی مکاری پر مبنی تھی۔ اس مضمون پر غور کرتے وقت ہمیں یہ بات بھی یاد کر لینی چاہیے کہ بہت سے مقامات پر جہاں ہندوستانی فوج نے اپنے انگریزی افسروں کے ساتھ زیادتی کی کار تو سوں کا بہانہ بالکل نہ تھا۔ اکثروں نے تو بغاوت کر نیچے لیئے اس موقع کو اچھا سمجھا کیونکہ انکی تعداد ایک کے مقابلہ میں سو بھٹی سافھوں نے خیال کیا انھیں تاخت و تاراج کرنے و لوٹنے اور قتل کرنے سے نہ صرف نجات ہی پائیں گے بلکہ کچھ فائدہ بھی ہوگا۔

کار تو سوں کے سوال پیدا ہونے سے پیشتر اگر ہندوستانی فوج میں رابطہ و اتحاد نہ ہوتا تو کیا یہ خوفناک نتیجہ یکدم تکمیل پا جاتے؟ کیا کوئی شخص یہ خیال کر سکتا ہے کہ یہ کینہ و رجا ملک گیر تھی جسکے مسبب ثبوت حال میں ہمارے ہاتھ لگے ہیں ان خیالات کا نتیجہ ہے جو یکایک و ناگہانی طور پر فروخت کیے گئے ہوں۔ کیا حوادث زمانہ کا یہی اثر ہے کہ صرف ذرا سے اشتعال طبع پر اس قدر سخت عداوت پیدا ہو جائے؟ یا ہندوستانیوں کی عقل حیوانی یا روایات یا طبعی عقل یہی خاصہ ہے کہ بے احتیاطی و بلا تحقیقات اور بلا خیال کسی امر کے انسان کے خون میں اپنے ہاتھ آلودہ کر لیں اور اس آدمی وفائدے کو جسکے سبب وہ ترتیب رکھنے اور گورنمنٹ کی خیر خواہی کرنے کے پابند ہوں نظر نہ کر دیں۔ یا سب سے بڑھ کر یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ میرٹھ کی تین رجمنٹوں نے دہلی کی رجٹ سے ملکر اپنی ہی قوت پر سلطنت برطانیہ ہند کو نکال دینے کا یقین کر لیا ہو۔

صاحبان! میرے خیال میں ہر شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر میں اس منصوبے کی کوئی شہادت نہ ملتی اور اس سازش کی پہلے سے خبر نہ لگتی تو اس بلوہ سے یہ نتیجہ ہونا کہ ہم میں سے ایک تنفس بھی نہ بچتا۔

اخلاقی اور مادی دنیا میں ہر ایک بات کا سبب اور نتیجہ ضرور ہوتا ہے اور اگر ہم گزشتہ سال کے ہولناک قتل کی سرغرسائی صرف کارٹوسوں ہی پر محدود کر دیں اور مضر اور پوشیدہ اسباب کو نہ تلاش کریں تو یہ واقعہ ہمیشہ کے لیے بیفائدہ اور مخفی رہ جائیگا۔ یہ بات قابل مشاہدہ ہے کہ کارٹوسوں والا معاملہ جس پر اسٹی سے قبل میرٹھ اور مقامات پر حکم کھلا اور بار بار اصرار تھا سازش کے مضبوط اور پختہ ہونے کے ساتھ غیر میسر ہوتا گیا اور جسوقت باغیوں نے دہلی میں اول لڑائی کا شور وغل کیا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے جو منشاء کھائی تھا وہ پورا ہو گیا اور اس کے بعد ہی دلوں سے یہ خیال مٹا دیا گیا۔ کیونکہ یہ خیال بہت ہی کمزور یا یوں ہی سمجھا اس لیے جلدی سے جاتا رہا اور اس سے منشاء اور پختہ ارادہ ظاہر ہو گیا۔

اگر ہم ان باغیوں کے افعال و حرکات کو ذرا غور سے دیکھیں تو ہرگز غوراً معلوم ہو جائیگا کہ اس معاملہ میں ابتداء ہی سے مکاری اور سازش سے کام لیا گیا تھا۔ مثلاً ان کے ۸۵ ساتھیوں کو ان کے سامنے ہتھیاریاں ڈال کر وٹکی کی صبح کو جیل میں بھیجا۔ مگر اس سے کوئی جوش پیدا نہ ہوا۔ ان آدمیوں نے نہ تو کوئی بے اطمینانی ظاہر کی جو اس وقت بلعصرہ سے اُن کے دلوں میں بغاوت کی آگ بھڑک رہی ہو اور نہ کوئی ایسی حرکت نمایاں ہوئی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ انہیں ملوہوں سے یہ ہمدردی ہے۔ اور واقعی اُن کے چہروں سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ میرٹھ کی پیدل جھپٹ اور ہر سڑک لاری کا باقی ماندہ حصہ ایسا ہی وفادار اور تاجدار ہے

جیسا کہ ہونا چاہئے تھا۔ اور یہ حالت جب تک کہ سازش یک نہ لگی اور حکم کھلا بغاوت کا وقت نہ پہنچ گیا اس طرح قائم رہی۔

۹ مئی کی رات کو منبر کو لڑی کے باغیوں کے قید ہونے کے ۱۲ گھنٹہ بعد بھی ایسی ہی قابل اطمینان رہی جیسی کہ قریب ہی کے میگزین پر کوچ کرنے کے وقت پیشتر کی رات رہی تھی مگر ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا کہ دہلی کے سپاہی اس حرکت کی تیاریاں کرتے جس کا اظہار میرٹھ کے واقعات نے انکی امیدوں سے پیشتر کر دیا۔ اس لیے دہلی سے از سر نو خط و کتابت کرنی اور سپاہیوں کو اس سوانگ کی خبر دینی جو اسی کو پیر کے دن ہونیوالا تھا ضروری معلوم ہوئی اس کا ثبوت کپتان ٹالکر کے اظہار سے بخوبی ہوتا ہے کیونکہ اتوار کی سہ پہر کو سپاہیوں کا کھڑی میں بیٹھ کر میرٹھ سے دہلی آنا اور سیدھے اڑتیسویں ہندوستانی پیڈل کی لیں میں جانا کسی اذربات کا یقین نہیں دلاتا۔

مکر یہ کہ جو وقت میرٹھ میں بلوہ کرنے کے لیے مقرر کیا گیا تھا اس سے بھی اس مکاری اور حزمہ کی کا ثبوت ہوتا ہے۔ میرٹھ کی چھاؤنیوں کی تجویز سے بھی اس سازش میں بہت سہولت ملی۔ ہندوستانی فوج کی لینیں انگریزی رسالوں سے اس قدر فاصلہ پر ہیں کہ حکم کھلا بے چینی اور بغاوت کے غل غبار سے کی آواز بھی سنائی نہیں دے سکتی یا اسوقت تک اسکی خبر نہیں ہو سکتی جب تک کہ اسکی اطلاع نہ دی جائے۔

افسر غالباً اپنے ماتحتوں کے دلوں سے بغاوت کے دور کرنے میں ایسے سرگرم رہے ہوں کہ انھیں یقین ہو کہ ہمیں فوراً اسکی اطلاع ملی گی۔ کچھ ہی ہو کار نو سوں کے نکالنے اور انگریزوں کو بیٹے اور افسروں کو جمع کرنے اور کم از کم دو میل کوچ کر لینے میں توقف ہوا۔ اور توقف اور توقف در توقف کا اندازہ باغی ہی خوب کر سکتے ہیں کیونکہ ڈیڑھ گھنٹہ تک بلا حرج و

اور اس سے تیاریاں کر لینے پر ان سب کو حیرت تھی کیونکہ شورش سارٹھسے چھ بجے شروع ہوئی تھی اس لئے انھوں نے اندھیرے ہی اندھیرے میں سب کارروائی کر لی۔ اور یہی دراصل ہوا بھی۔ جب انگریزی امنر ہندوستانی فوج کی لین میں پہنچے۔ ابھی اندھیرا ہی تھا پھر بھی کوئی سپاہی دکھائی نہیں دیا اور نہ کوئی یہ کہنے والا نکلا کہ وہ کہاں گئے۔

بعد کی تحقیقات سے ظاہر ہوا کہ باغیوں نے بڑی ہوشیاری یہ کی تھی کہ جب میرٹھ سے دہلی روانہ ہوئے تو نہ سیدھی اور خاص سڑک اختیار کی اور نہ فوجی ترتیب قائم رکھی بلکہ اندھیرا ہوتے ہی دس دس پانچ پانچ منزل مقصود کی طرف چل پڑے۔

میرٹھ سے انکی روانگی تو دہرانہ تھی مگر دہلی میں داخل ہونا جہاں محافظت کے لئے انگریزی رسالہ کوئی نہ تھا خلافت مصلحت تھی اس موقع پر انھیں ذرا ضبط اور سمجھ سے کام لینا تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انھوں نے جوق کے جوق اور مکمل فوجی ترتیب میں چل عبور کیا اور ایک حصہ کو لڑی کو باقاعدہ آگے بھیجا۔

اب ہم پہلے پہل یہ ثابت کرتے ہیں کہ باغی اس قیدی سے جو اس وقت عدالت میں موجود ہے ملے ہوئے تھے۔ پہلا نقطہ جسکی طرف وہ رجوع کرتے ہیں اور پہلا شخص جسکو وہ اپنا مخاطب بناتے ہیں دہلی کا خطابى بادشاہ ہے۔ یہ واقعہ مطلب خیر ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں پہلے سے ساز باز تھی۔ قیدی کا طرز و روش فوراً ہی ظاہر ہونے لگا۔ بغاوت اپنی مہیب صورت اختیار بھی نہ کرنے پائی تھی کہ اس کے خاص ملازموں نے قلم کے حدود کے اندر ہی اس کے آنکھوں کے سامنے جو انگریز اس کے سامنے پڑے اس کے خون میں اپنے ہاتھ رنگنے کے لئے دوڑے۔ جب ہم مقتولین میں دو جوان اور نازک اندام میموں کا خیال کرتے ہیں جن کا کوئی تصور نہ تھا اور جن پر سولے ان انسانی بھوتوں کے جنھوں نے انھیں برباد کیا ہر شخص رحم کھاتا۔

ہم ان مصنوعی اثرات کے کچھ حصہ کو جو مسلمانوں میں جبلا ہوتے ہیں ظاہر کرنے پر مجبور ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ باوصف تعلیم و شاہی خاندان اور متین و مہذب ہونی کے اس طبقے اور سفید سردی نے انسانیت سے گزرے ہوئے اور غیر مانوس جنگلیوں کے وحشیانہ فعلوں میں کس طرح ساتھ دیا۔

ہم اس بات کے دریافت کرنے کے لیے جو برسوں بعد ویرانی جا بگی ذرا تامل کرتے ہیں کہ کیا عدالت کو یہ ثابت ہو گیا کہ خاندان تیموریہ کا آخری بادشاہ اس بد معاشی میں شریک تھا یہ حالات مفصل بیان کیے جائیں گے۔ قتل کھلم کھلا دن کے وقت درجنوں شاہدوں کے روبرو ہوئے جیسا کہ خاص قیدی کے ملازموں نے بیان کیا یہ قتل قلعہ کے حدود کے اندر ہوئے جہاں باوجود کمپنی کی حکومت کے قیدی کے اختیارات سب سے بڑھے ہوئے تھے میں اس سے ہرگز یہ تاویل نہ کروں گا کہ ان کے قتل کے لیے پہلے سے قیدی کی منظوری حاصل کر لی گئی تھی کیونکہ اسی تاویلات کو منصف عدالت کبھی تسلیم نہ کریگی۔ بلکہ شاہدوں میں پیش کیا جانیگی حکیم حسن امدهال اکامیان ہے کہ جبوقت یہ خبر مل گئی کہ سالہ والوں نے مسٹر فریزر کو قتل کر دیا اور کپتان ڈوگلز کے قتل کرنے کے لیے اوپر گئے ہیں اور جسکی صداقت پالکی والوں نے واپس آکر کی کہ فریزر صاحب حملہ سے سانسے ہی قتل ہوئے انکی نعش دروازے میں پڑی ہے اور سوار بالا خانہ فالوں کے قتل کرنے کے لیے اوپر چڑھے ہیں۔ میں اور غلام عباس وکیل قیدی اس وقت بادشاہ ہی کے پاس تھے۔ یہ بات سبھوت خیال میں آسکتی ہے کہ جن بادشاہی ملازموں نے اس قتل میں شرکت کی انکے نام گواہ نے کیوں نہ ظاہر کیے۔ گواہی کے آخری حصہ میں اس نے یہ کہا ہے کہ شاہی ملازموں کی شرکت کی مجھے خبر نہیں بلکہ اس سے بڑھکر یہ کہ عام طور پر یہ مشہور نہیں ہوا کہ قاتل کون تھے۔ خاص شاہی طبیب کا یہ بیان ہے



جو بلاشبہ اس بارہ میں کل ضروری خبروں سے واقف تھا۔ قاتلوں کے نام تو عام طور پر مشہور ہوئے ہی تھے مگر اس قدر عرصہ کے بعد بھی چنے ہر متنفذ اور اس کا نام دریافت کر لیا یہ تو مشہور تھا ہی نہیں کہ بادشاہ کے خاص ملازم ہی قاتل تھے مگر اسی وقت شہر کے اردو اخبار نے اس واقعہ کو بالخصوص چھاپا تھا۔

اسکے بعد مجھے اُن لوگوں کی شہادت کر ذکر کرنے کی ضرورت نہ رہی جنہوں نے صاف صاف بیان کر دیا ہے کہ بادشاہ کے ملازم ہی قاتل تھے اور انکی شہادت مستحکم اور اٹل ہے۔ یہ کافی ہو گا اگر میں اُن میں سے ایک کا بیان نقل کروں جو حسب ذیل ہے۔

”اس وقت مسٹر فریزر بلوہ کے دفع کرنے کے لئے نیچے رہے اور جب وہ اس میں مشغول تھے میں نے غور سے دیکھا کہ حاجی اور جوہری نے اُسکو تلوار سے قتل کیا اور تقریباً اسی وقت بادشاہ کے چند ملازموں نے اُسکی طرف تلوار چلائی اور اُس کا کام تمام کر دیا۔ مسٹر فریزر کے قاتلوں میں سے ایک عیشتی تھا۔ اس کے بعد وہ اوپر کے درجہ میں گھس پڑے اور میں فوراً دوسرے دروازے سے دوڑا اور زینے کا سب سے اوپر کا دروازہ بند کر دیا۔ میں تمام زینے کے دروازے بند کرنے میں مشغول تھا کہ یہ جنوبی دروازے سے آگئے اور اُس طرف کا ایک دروازہ بچھو لکھو وہ لوگ اندر آ گئے اور جن لوگوں نے مسٹر فریزر کے قتل کرنے میں مدد کی تھی اُنکو اندر لے دیا۔ یہ لوگ فوراً اُن کمروں میں گھس پڑے جن میں کپتان ڈگلس مسٹر چیمپس۔ اور مسٹر جگلس آرام کر رہے تھے اور تلوار سے حملہ کر کے اُنکو اور دو جوان لیڈیوں کو مار ڈالا۔ اس میں زینے سے نیچے اتر جب میں نیچے آ گیا تو مجھے محو بادشاہ کے ملازم نے پکڑ لیا اور مجھے پوچھا کہ بتاؤ کپتان ڈگلس کہاں ہیں؟ تم نے اُسکو پناہ دی ہے وہ مجھ کو زبردستی زینے کے اوپر لے گیا۔ میں نے اُس سے کہا تم نے

سب صاحب لوگوں کو آپ پہنچی تو مارا ہے لیکن جب میں کپتان ڈوگلز کے کمرہ میں گیا تو میں نے وہاں اُسے سسکتا ہوا پایا۔ مدو نے یہ دیکھ کر اُس کے ماتھے پر سونٹا مارا اور وہ فوراً مر گیا۔ چونکہ اب یہ ثابت ہو گیا کہ سیموں کے قاتل قیدی کے خاص ملازم تھے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حکیم احسن اللہ خان کی شہادت پھر دیکھیں اور معلوم کریں کہ قیدی نے ان قتلوں کی اطلاع پر کیا کارروائی کی۔

اس موقع پر جو کچھ اُس نے حکم دیا وہ محل کے دروازے بند کر کے کا تھا جس سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ قاتلوں کے بچانے کی غرض سے تھا مگر شہادت اسکے خلاف ہے حکیم صاحب نے آئندہ استفسار پر مجبوری یہ اقرار کیا کہ قیدی نے مجرموں کے دریافت کرنے یا سزا دینے کے لیے یا گرفتار کرنے کے لیے کوئی کارروائی نہیں کی اور اسکی وجہ اسوقت کی پریشانی بتائی۔

اگر بادشاہ کے اختیارات واقعی اُس کے ملازموں نے بالائے طاق رکھ دیئے تھے تو دوبارہ بااختیار بن سکے۔ لیکن سب سے قوی دلیل یہ تھی کہ اُسکو فوراً ملازموں کو سزا دینا تھا یہ وہیں معلوم ہو گیا کہ یہ کارروائی نہیں کی گئی اور ہم اس سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ اگر اُس نے ان افعال پر اپنے ملازموں کو ترغیب نہیں دی تھی تو بھی اسکی پہلے سے یہی خواہش تھی۔ اور اس کے ثبوت میں ہم یہ کہتے ہیں کہ کوئی ملازم نہ تو برخاست ہوا اور نہ اسکی کوئی تحقیقات یا تفتیش کبھی ہوئی۔ گواہ کا بیان ہے کہ بادشاہ قاتلوں کو بڑبڑتواہ دیتا رہا اور اُنکو اپنی ملازمت میں رکھا اور واقعی یہی خبر ہم نے اُس وقت ایک اخبار میں بھی پڑھی۔ اس کے بعد کیا یہ سوال کرنا ضروری ہے کہ یہ فعل خاص اُس کے نہیں تھے یا تھے۔ مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ اس بارہ میں قانون ملکی کیا تھا کیونکہ عقل و تمیز کا قانون اُسکو بری کرنے

یالزم ٹھہرانے کے لئے اعلیٰ قانون ہے جسے ہر شخص والا اعلیٰ میں لاسکتا ہے اور جس کا فیصلہ قانونی مجموعہ یا فوجی قانون سے زیادہ سخت ہے۔ یہ قانون ملکی ضوابط۔ انسانی فطرت یا مذہبی فرقوں کا پابند نہیں ہے یہ قانون خالق نے ہر شخص کے دل میں ودیعت کیا ہے۔ اور کیا اس موقع پر اسے بالاسے طاق رکھا جاسکتا ہے۔

اگر اس وقت ہم میگزین کا کچھ حال بیان کریں اور دیکھیں کہ وہاں باغیوں نے کیا کیا کارروائی کی تو شاید کچھ سچا نہ ہو۔ کپتان فورسٹ نے بیان کیا ہے کہ صبح کے نو بجے ہندوستانی رسالوں کا بڑا حصہ سنگین چڑھائے اور ہتھیار آراستہ کئے فوجی ترتیب سے پل پر سے اُترا۔ اس میں سمارا گئے تھے۔ اس بات کو ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ کڑتسیوں ہندوستانی پیدل کے صوبہ دار نے جو میگزین گارڈ کا کمانڈنٹ تھا کپتان فورسٹ وغیرہ سے کہا کہ بادشاہ نے میگزین پر قبضہ کرنے اور انگریزوں کو گرفتار کر کے قلعہ میں لے آئیگی گارڈ بھیجے ہیں اور انکو یہ ہدایت کر دی ہے کہ اگر وہ نہ آئیں تو انھیں میگزین سے باہر نکال دینا۔ کپتان فورسٹ نے اس وقت تو گارڈ کو نہیں دیکھا مگر شخص یہ پیغام لایا تھا اُس نے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ وہ خوش لباس مسلمان تھا مگر اس کے کچھ ہی بعد ایک بادشاہی افسر گارڈ کو لیکر پہنچا اور صوبہ دار نے کور اور غیر یکدش افسروں نے کہا کہ مجھے بادشاہ نے تم لوگوں کی سبکدوشی کے لئے بھیجا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ میگزین پر قبضہ کرنے کے لئے کس قدر عجلت اور پھرتی لگی۔ اس سے یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ فوری اور محرک فیصلہ یا تو خود بادشاہ کی طرف سے تھا یا عدالت کی طرف سے۔ اس قسم کی کوئی بات اُن پر محمول کرنی گویا اُنکو اس کے اندازہ کی بے اعتنائی کی شائبہ دینی ہے جو خوف سے ملی ہوئی ہے اور جو نسل انسانی کے زیادہ اعلیٰ درجہ ہیں

میں پائی جاتی ہے۔ تجویز کے مقصد اور ترقی سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی منصوبہ پہلے سے باندھا گیا تھا اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سے خیالات چند آدمیوں کی صلاح سے پکائے گئے تھے۔

بیشک یہ خیال کرنا بہت مشکل ہے کہ وہ شخص جو پہلے سے اس راز سے واقف نہ ہوتا وہ اس قدر خوبی اور استعداد کے ساتھ کیونکر ان اجزا کو اس کام کے عمل لانے کے واسطے اختیار کرتا۔ یہ کمون فیلڈ کی غایت قدر اور اغراض کی قدر کا پھر خیال آ سکتا ہے۔ ایسے بے ترتیب اندازہ کے خلاف بہت سی قوی دلیلیں ہمارے خیال میں آونگی۔ بیشک بادشاہ کو بے اختیار اور مجرموں کے ساتھ اتفاق کر سکی ترغیب ملی تھی جسکی نہ کو پہنچنا اسکی سمجھ سے باہر تھا۔ بے شک بادشاہ نے ایسے سخت کام میں مشغول ہو کر ہر چیز اپنی جان اور ان سب لوگوں کو جو اس سے تعلق رکھتے تھے معرض خطر میں ڈال دیا اور یہ سب کچھ اس نے تاج حاصل کرنیکی امید پر کیا۔

کیا یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اس کمزور اور لاغر بڑھے آدمی نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر جبکہ بلوہ و فساد برپا تھا اپنا مطلب حاصل کرنیکی غرض سے میگزین کو قبضہ میں لینے کے لیے افواج کو فوراً روانہ کر دیا ہو۔ اور کیا ہمارا خیال صحیح ہے کہ فوج پہلے سے اس غرض کے لیے آمادہ تھی اور جو جہتیں پیچھے سے آرہی تھیں وہ اسی کا حصہ تھیں اگر یہ مان لیا جائے کہ بادشاہ اور قرب و جوار کے آدمیوں میں پہلے سے ساز باز نہیں ہوئی تو کیا ہم ان باتوں کو ضعیف اعتقادی اور خواب کی تعبیر پر محمول کریں۔

یہ ایسی باتیں ہیں جو کسی زیادہ سنجیدہ طریقہ سے دل کو متکین نہیں دے سکتیں اس حالت میں ہم نے ایک طوفان کی بابت جو خراب میں دکھائی دیا تھا سنا ہے جو مغرب سے بہت سے

پانی کے طوفان کے ساتھ تمام ملک کو برباد کرتا ہوا ٹھٹھنے والا تھا اور جیسا حسن عسکری نے بیان کیا ہے اُس (خواب) سے کافر انگریزوں کے بربادی کے نشانات بادشاہ فارس کے ہاتھوں سے ظاہر ہوئے جس نے (یعنی بادشاہ فارس نے) ہندوستان کے فرمانرواؤں کو دوبارہ اُنکے ملک دیئے۔ کیا اس پر بھروسہ کرنے کے سبب ایشیائی دوسری قوتوں کو حرکت ہوئی اور وہ اپنے فیصلوں پر دلیر ہو گئے، ہم کو معلوم ہے کہ اور حالتوں میں اور ہر ملک میں سولے مشرقی ملک کے ایسی دل خوش کن حالت خیال کر نیچے کیے بہت ہی بے اصل ہے اور تفریح کرنے کی کشش کے لئے بالکل بے بنیاد ہے۔ لیکن اس مقام پر فوجی بغاوت کی ترقی اور نوعیت پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہزاروں پر برائی کے کاموں کا اثر ڈالنے کا دخل رکھتے ہیں۔

غیر معمولی طاقت یا قوت جو کہ میگڈین کے ذریعہ حملہ بنانے میں ظاہر کی گئی اُس سے یہ باتیں نکلتی ہیں مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں صرف سپاہیوں ہی کے اتفاق پر دلالت نہیں کرتیں کیونکہ بادشاہ کے اپنے ترپ تھے جنہوں نے اول اول قبضہ کرنا چاہا قومی دستور کے موافق جس طریقہ سے یہ کارروائی ہوئی اُس سے حکومت ظاہر ہوتی ہے یہاں کسی قسم کی اتہری نہ بھٹی ٹوٹ کے لئے کوئی کوشش نہیں کی گئی میگڈین کے مختلف دروازوں پر حفاظت کیواسطے غیر کمیشن افسر مقرر کیئے گئے جو سامان اندر سے باہر مزدوروں کے ذریعہ سے رکھوا رہے تھے اور ذخیرہ اٹھوا رہے تھے جو باہر پڑا تھا۔ بادشاہ کے ترپ بغیر کسی قسم کے حکم کے ایسے کام کے لئے کیونکر تیار ہو سکتے تھے۔ اگرچہ میں خود بادشاہ کو پیش آنے والے واقعوں کی بابت جو کہ اُنسی کو ہونے والے تھے پہلے سے خبر دینے میں کامیاب نہیں ہوا مجھے بھروسہ ہے کہ یہ بُرا ہوا کہ بھید محل کے مغزر رہنے والوں کے قبضہ

میں تھا۔ شہزادہ جو اس بخت کی گفتگو سے کافی طور سے یہ سب باتیں معلوم ہوتی ہیں اسکی خوشی انگریزوں کے قتل کرنے کی پیشقدمی کرنے میں اسقدر ہے کہ وہ اُس کے اظہار کو چھپا نہیں سکتا۔ مگر میرا برا مقصد یہ ہے کہ اُس بات کو صاف کر دوں جو کہ مخفی ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ یہ منصوبہ شروع ہی سے صرف سپاہیوں ہی پر محدود نہ تھا اور انھیں سے یہ پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ شہزادہ قلعہ میں بھی جال بندی تھی اور قاتل جن کا ابھی ذکر ہوا ہے اس بات کا یقین دلاتے ہیں۔ ہیکو یقین ہے کہ میگزین اڑنے سے پہلے نمبر ۱۱ و نمبر ۱۲ فرج کے باغیوں نے اُس پر حملہ کیا اور جب یہ وقوع ہوا تو بادشاہ کو ہم نے اول اول دیکھا جو باغیوں کے ساتھ حکومت کی بابت صاف عہد و پیمان کر رہا تھا اُس وقت سے پھر کوئی بات نہیں چھپائی گئی اور نہ اس کی کوشش کی گئی۔

خاص طرح بغاوت کی ندی میں گر کر وہ طغیانی کے سبب سے جلدی اُبھرا یا جو کہ اُسکو نہ سنبھال سکی جیسا کہ سخت ہندوستان کو وہ خیال کرتا تھا۔ بلکہ اپنے بہاؤ میں اسکو ایک بکسی کی حالت میں خاک پر چھوڑ دیا۔

میں ایک لمحہ کو غفلت و لف بائی اور اُن بہادر لوگوں کے بیان کرنے کے لیے ٹھہر گیا جو کہ اُنکے ماتحت تھے اور جو اتنے عرصہ تک اتنے بشمار باغیوں کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ میگزین اُن کو دیدیا گیا۔ ہم میں اب ایک بھی شکل سے نہیں جان سکتا کہ اُن میں کون سب سے زیادہ تعریف کے قابل تھا۔ فراست اور عقلمندی جس نے ایک ہی نظر میں اپنی بربادی کی ممکن ضرورت کو پہلے سے دیکھ لیا اور موافق انتظامات کر لیے یا وہ دلیر تدبیر جس کے نتیجے سے آخری قتل ختم ہوا۔ ایسی بہادری کا انصاف کرنا تاریخ نویسوں کا عمدہ فرض ہوگا میں اُسکو ایک سرسری نظر سے دیکھ سکتا ہوں کیونکہ مجھے اور باتوں کا تذکرہ کرنا ہر جو کہ

ہمارے سامنے واقعات کے متعلق ہیں۔ دہلی میں میگزین کے اڑنے کے ساتھ ہی بغاوت کے دفع ہونے کی ہر ایک امید جاتی رہی اور بہت مدت تک رہی۔ یہ قتل آخری تھا جب سے انگریز لوگوں کی طاقت کا نشان نہ رہا۔ اگرچہ علیحدہ علیحدہ جنگوں میں تھے اور ابھی تک گورنمنٹی ویدہہ رکھتے تھے۔ ان کا ایک جلد باز گشت سے اپنی جانبیں بچانے کا فرض ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دہلی بد معاشوں سے بھر گئی تھی جنہوں نے ۲۴ گھنٹے میں بہت قتل کیے اور جو شکل سے تمام پچھلی شرارت کی فہرست میں لگائے جاسکتے ہیں۔

یہ وقت اب ہے کہ بادشاہ سلامت بذات خود ایک بڑے نمائندہ کرنے والے کی طرح تماشے میں آتے ہیں جس میں صرف انگریز اور یورپ کے لوگ ہی تماشہ دیکھنے والے نہ تھے بلکہ بہت سے مہذب اور غیر مہذب لوگوں نے بہت بڑے شوق سے دیکھا جو حتیٰ ہر اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ اسی کی سہ پر کہ بادشاہ دیوان خاص میں گئے اور تخت پر بیٹھ گئے جب کہ سپاہی افسر اور سب لوگ باری باری سامنے آئے اور ان کے آگے کورنش بجالائے اور ان کے آئینے سایہ عاطفت میں آئینکی درخواست کی۔ بادشاہ نے یہ بات مان لی اور سب لوگ جو کچھ ان کے دل میں آیا کہتے ہوئے چلے گئے۔

گواہ یعنی غلام عباس قیدی کے وکیل سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے فوج کے سربراہ تھے کہنے کی تقریب انکی نوکری اور فرماں برداری کے ماننے کے برابر ہے اور وہ آگے بیان کرتا ہے کہ اگرچہ بادشاہ کسی باقاعدہ منادی سے ناواقف ہے جو کہ دہلی میں بادشاہ کے عثمان حکومت ہاتھ میں لینے کے سبب سے ہوئی ہے تو بھی انکو اسکی خبر موہنی کے متعلق تہبیری باتیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن اسی لڑائی کے دن سے بادشاہ کی حکومت قائم ہوئی اور رات کو ۱۱ توپوں سے بادشاہ کی سلامی ہوئی۔ یہ اسکو قیدی کی تہمت کی طرف لیجاتے ہیں۔

اور شاید اس وقت انکی بابت سوچنا سچی اچھا ہے ان تاریخوں کا لحاظ رکھ کر جن میں وہ واقع ہوئے ہیں۔ یہی تہمت بہادر شاہ دہلی کے مغرور شاہ کی طرف ہے کیونکہ انھوں نے برٹش گورنمنٹ کا نظر بند ہو کر بہت دفعہ دہلی میں اسی اور اکتوبر ۱۷۵۷ء کے درمیان میں محمد نجات خان حبیب کے صوبہ دار و دیسی افسروں اور اؤرنا معلوم فوج کے سپاہیوں کو اسٹیٹ کے خلاف بغاوت کے جرموں میں مدد دی۔ یہی عدالت کو ثبوت کا دسواں حصہ بھی بیان کر کے تکلیف دینا نہیں چاہتا وہ ثبوت جن کے سبب یہ تہمتیں قائم ہوئیں لیکن شاید ان کا ثبوت دینا ضروری ہے۔

مسٹر سنڈر لٹمنٹ گورنر کے بحیث اور کشر نے بیان کیا ہے کہ کن شرطوں سے یہ قیدی برٹش گورنمنٹ کے نظر بند بن گئے۔ یعنی ان کا دادا شاہ عالم مرہٹوں کے قبضہ میں نصاب مرہٹوں نے سن ۱۷۵۷ء میں انگریزوں سے شکست کھا کر تو اسے مرہٹوں کے قبضہ سے نکل کر انگریزوں کی پناہ میں آئی درخواست کی۔ اس وقت سے صرف نام کو دہلی کے بادشاہ انگریزوں کی نشن خوار رعایا بن گئے۔ یہ خیال کرنے کی بات ہے اور بغور دیکھنا چاہیے کہ اس خاندان کو برٹش گورنمنٹ سے کسی طرح کی شکایت نہ تھی صرف فائدے ہی فائدے تھے جو یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

قیدی کے دادا شاہ عالم نے صرف اپنے ہاتھ سے تخت ہی نہیں کھویا بلکہ ان کو اپنی آنکھیں نکھلوانی پڑیں اور طرح طرح کی بے عزتی کا شکار ہونا پڑا۔ اور ابھی وہ قیدی ہی میں تھے کہ لارڈ لیک نے انھیں اس سے آکر نجات دی اور انکی بدقسمتیوں کے بدلے فیاض چہری کے ساتھ انکو عہدہ اور نشن دیدی جو اس کے جانشینوں تک جاری رہی۔ اور جس نے انکو عزت بخشی کہانی کے سانپ کی طرح انھوں نے اپنا پھن ان پر مارا جنکو انھوں نے انکی زندگی



کے وسیلے بخشنے۔

ثبوت جن سے کہ مجھ بخت خان کو قیدی کے ساتھ شامل کیا اور چونکہ خود قہمت سکے واسطے کافی ہو گا اول سے آخر تک قیدی کے اپنے ہاتھ کی ایک سند ہے۔

خاص غلام۔ گورنر بخت خان بہادر کو

ہمارا احسان قبول کرو اور سمجھو جبکہ بیچ کی فوج علی پور پہنچ گئی ہے اس کا اسباب بھی سب موجود ہے اور اس لیے شکو حکم دیا گیا ہے کہ دو سو ترپ والے پانچ یا سات پیادوں کی کمپنیاں اپنے ساتھ لو اور تمام سامان مثلاً خیمے وغیرہ اور کمرٹ جی علی پور لے گئے تھے وہ بھی لے لو۔ اور تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ باغیوں کو عید گاہ میں آگے بڑھنے کے لیے کہڑے رہنے کی اجازت نہ دو اور آگے شکو یہ بھی واضح رہے کہ اگر فوج بغیر فتح کے واپس ہوئی اور لڑائی کے سامان کو خرچ کر دیا تو نتیجہ بہت برا ہو گا شکو پہلے سے آگاہ کر دیا ہے۔ اور تمہیں ان احکامات کو تاکید می سمجھنا چاہیے۔

یہ سچ ہے کہ اس بات کی کوئی تیاری نہیں ہے لیکن اشارات جو کہ اس میں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جب کبھی گئی ہے جبکہ پہلی بخت کی شرط قبول کی گئی تھی۔ شاید یہ جگہ چند باتوں کے لیے جو جگہ نپاہ کی بابت پیش کرنی ہیں سب سے عمدہ ہوگی۔

قیدی اوروں کی طرح اپنی جہالت کا آپ شکار ہوا ہے۔ بیان کرتا ہے کہ مجھ کو اس اندر سے پہلے ذرا علم تھا کہ باغی سپاہیوں نے دفعہ آکر جگہ چاروں طرف سے گھیر لیا اور سنہری کھڑے کر دیئے۔ اپنی جان کا خوف کر کے میں چپکا ہوا رہا اور اپنے علمیہ محل میں چلا گیا اور یہ کہ باغیوں نے مرد و عورت و بچے قید کر لئے۔ میں نے دوبار منت و مساجت سے انکی جان بچائی اور پھر بار بار جو کچھ مجھ سے ہو سکا انکے بچانے کے لیے کیا لیکن باغیوں نے خدا توجہ

نکی اور میرے حکم کے خلاف ان لوگوں کے قتل کرنے میں اپنا ارادہ پورا کیا۔

اب اس پر بہت بڑا الزام یہ ہے کہ صرف ثبوت ہی سے یہ نہیں اُبھانا گیا بلکہ پوری پوری گواہی سے جو تقریریں یا زبانی اُسکے اپنے نوکروں نے دی ہے اس گواہی کی پناہ لے کر جرم کا محض انکار کیا گیا ہے۔ اُس کے متنازعہ ہونیکا اقرار اور اپنی باجلیٹی کا الزام اوروں پر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یاد رکھیے وہ برخلاف اپنے لکھے ہوئے اور اپنی بھری سند کے ہماری دوستی اور اپنی مجبوری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اور یہ کہ اسکی تحریر جو دعوے میں شامل ہے اور جو کچھ کہ اُس نے تحریر کیا زبردستی سے کیا اور اسکی مہر بھی کس طرح ہوئی اور جو شک کہ وہ اپنی آزادی کے ناقابل ہونے میں اس طرح ظاہر کرتا ہے کہ وہ ہمایوں کے مقبرے گیا اور پھر واپس قلعہ میں آگیا قابلِ سماعت نہیں ہے۔

بیشک یہ ریاست کے واسطے بہت ضروری تھا کہ آخری کام اسکی اپنی پسند اور مرضی سے ہوا اور شکل سے ممکن ہے کہ اُس کا باہر جانا عارضی تھا کہ اگر سپاہی زبردستی سے اُسے باہر لیجانے تو اُسے شکل سے بھی واپس نہ لے دیتے۔ اس طرح جھکو ذیل کا عجیب واقعہ ہوتا تھا۔

”جب باغی فوج موقعہ پا کر بھاگنے کے لئے تیار ہوئی میں پوشیدگی سے محل کی کھڑکیوں کے نیچے اُتر آیا اور جا کر ہمایوں کے مقبرے میں ٹھہرا، کسی نے خیال کیا ہوتا کہ اگر وہ باغیوں سے علم نہ ہونا چاہتا تو سب سے عمدہ تدبیر یہ تھی کہ دہلی میں ٹھہرنا بجائے چھپکار واپس جانیے جبکہ باغی بھاگنے کی تیاری کر رہے تھے۔ مگر میری مراد پناہ کی بابت بہت کچھ کہنے کی نہ تھی ہے۔ میں یقین کرتا ہوں میرا عمدہ جواب یہ دکھلانا ہوتا کہ کیسے پورے طور سے یہ ہمتیں ثبوت کو پہنچی ہیں۔ اور اس کام کی بابت میں اپنی طرفِ مخاطب ہوتا ہوں اور دوسرے

معاملہ کی باتوں کی طرف مائل ہوتا ہوں جو اگر ممکن ہو تو پہلے سے زیادہ طور سے قائم ہوئی ہیں۔ حسبِ میل بیان قابلِ غور ہے۔

۱۰۔ اسی اور یکم اکتوبر ۱۹۵۷ء کے درمیان یہ لوگ گورنمنٹ کے خلاف بغاوت کرنے اور لڑنے کے لیے مجتمع رہے ہیں۔ مرزا منغل قنیدی کا لڑکا۔ برٹش گورنمنٹ کی رعایا دہلی کے باشندہ۔ ۱۱۔ اور مالک مغربی و شمالی کے لوگ ثبوت اور سندیں اس تہمت کے قائم کرنے میں اس قدر پیش کرتے ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اخبارات سے مرزا منغل کی سپہ ساری کی نسبت ہکو معلوم ہوتا ہے اس مضمون پر ایک زبانی سند بہت قوی ہے جبکہ ظاہری خط و کتابت سے بھی پایا جاتا ہے کہ مرزا منغل اپنا ثانی باپ تھا۔ اس کا باپ دہلی کی بغاوت میں رہبر سردار تھا۔ میں مولوی مجید ظہور علی جو نجف گڑھ میں پولس کے منبر تھے انکی درخواست میں سے کچھ حال بیان کرونگا۔

بادشاہ جہاں پناہ کی خدمت میں

بہت ادب سے اظہار کرتا ہوں کہ بادشاہ کے تمام احکامات ٹھاکروں۔ چودہریوں اور نجف گڑھ کے چٹواریوں کو سنا دیئے ہیں اور عہدہ انتظامات کر دیئے گئے ہیں اور حضور کے حکم کے مطابق پیادہ و سوار جمع کیے جا رہے ہیں اور حکم انکو سنا دیا ہے کہ انکو اس ضلع کی مالگزاری سے تنخواہ دیا جائیگی مگر حضور کے غلام دینی بادشاہ جب تک کچھ غازیوں کو جو پہلے سے لڑ رہے ہیں یہاں نہ بھیجیں گے عام لوگوں کو یقین ہوگا۔

ڈاکو ٹپن اور پاس کے گاؤں کی بابت آپکا غلام خود وہاں جاتا ہے وہاں باشندوں نے مسافروں کو کوٹنا شروع کر دیا ہے مگر نتائج کے خوف سے گھبرا رہے ہیں۔

میں خیال کرتا ہوں کہ یہ بات تہمت کے لفظوں کے لیے ایک کافی نتیجہ دینے والی

ہوئی۔ مرزا مغل اس کا لڑکا اور نامعلوم لوگ دہلی اور ممالک مغربی و شمالی کے بغاوت میں مدد دینے کی بابت یہاں تک کہ اس درخواست میں جس کام میں ذکر کر رہا ہوں قیدی کے تحت خاص کا حکم ہے جس میں اس نے مرزا مغل کو یہ حکم دیا ہے کہ بہت جلد پیادوں کی ایک رجٹ بچ گڈہ بھیج دے اور یہ اس نے اپنی خواہش کے مطابق کیا۔ اور جنھوں نے پیادوں اور سواروں کو بٹھار کا کے انگیزیوں کے خلاف لڑنے کی تدبیر سوچی تھی ان کو مدد دی۔ اس کے علاوہ ایک اور درخواست ہے جو ابھی تک عدالت میں پیش نہیں ہوئی ہے جو مدت ہوئی کہ ہاتھ لگی تھی اور جو اب شروع کی جاوے گی۔

یہ امیر علیخان ولد نواب خراج پور کی طرف سے ہے بتایا ۱۲ جولائی بادشاہ کے روئے پیش ہوئی۔ مضمون مفصل ذیل ہے۔

### بادشاہ جہاں پناہ کی خدمت میں

مودبانہ عرض کرتا ہے کہ حضور کا درخواست کرنیوالا اس شاہی دربار میں جس میں دارا دربان ہے اپنا عزت دار گھر چھوڑ کر حضور کے لئے اپنی جان لڑائے کو آیا ہے اور بہت محم ہے کہ وہ اس دن کے دیکھنے کو زندہ ہے جب کہ انگیزیوں نے حضور کے محل کے مقابلہ پہ توپیں لگادی ہیں اس محل کے مقابلے میں جس کے فرشتے نگہبان ہیں۔ اول روز سے آپ کے درخواست کرنے والے کو لڑائی کے لئے شیر کی طرح تربیت دی گئی ہے۔ اور وہ لڑائی کی طرح اپنی جان کا خیال نہیں کرتا ہے۔

”چیتے پہاڑوں کی چوٹیوں پر شکار کرتے ہیں“

”اور مگر مچھ انکو مریا کے کناروں پر کھا جاتے ہیں“

درخواست کرنیوالا یہ امر پیش کرتا ہے کہ اگر اسکی درخواست منظور ہو گئی اور وہ تدابیر جو اس

لڑائی میں ضروری ہیں حضور کی مدد کے ساتھ اُس کے فیصلہ پر چھوڑ دی گئیں تو وہ صرف  
تین روز میں ان سپہ رزمگ اور سپہ تقدیر والے لوگوں کو بالکل جڑ سے اکھیڑ دیگا۔ یہ  
ضروری تھا اور اس لیے میں نے اسے پیش کیا ہے (سلطنت کی بہبودی کے لیے دعا  
اور جو اس سلطنت کا بڑا چاہیں اُن پر لعنت)

آپ کے غلام میر علیخان ولد نواب سلیمان ولد نواب نجابت خان نواب خراجہ پورا کی  
درخواست۔ (بادشاہ کا پتیلی حکم)

مرزا ظہور الدین اس درخواست کے متعلق تحقیقات کر کے سائل کے لیے ملازمت کا بندوبست  
کریں۔ (تیسرا الزام یہ ہے)

کہ باوجود رعایائے سلطنت برطانیہ ہند ہونیکے اُس نے حق اطاعت کا لحاظ نہ کیا اور  
اسی عہدہ کو دہلی اور گرد و نواح میں سلطنت کے خلاف فساد کر کے اپنے کو بادشاہ  
وشہنشاہ ہند شہر و ظاہر کیا اور شہر دہلی پر ناجائز قبضہ کر لیا اور مرید برائے اسی اور یکم  
اکتوبر عہدہ کے درمیانی زمانہ میں مرزا مغل اپنے لڑکے اور محمد نجات خان صوبہ دار حجت  
نوجوان سے وقتاً فوقتاً مسندائے سازش رکھی اور مشورہ اور اتفاق کیا اور دیگر نامعلوم مفید  
کو سلطنت کے خلاف چڑھائی کرنے بلوہ کے لیے جمع ہوئے اور لڑنے کے لیے آمادہ کیا اور  
گورنمنٹ برطانیہ ہند کو مغلوب اور برباد کرنے کے لیے اور اپنے منصوبے میں کامیابی حاصل  
کر نیکو دہلی میں سکھ فوجوں کو جمع کیا اور سلطنت سے ہشت مشت اور جنگ کرینکے لیے بھیجا۔

یہ بات پہلے الزام پر بحث کرتے ہوئے ظاہر ہو چکی ہے کہ قیدی گورنمنٹ برطانیہ ہند کی  
نیشن خوار رعایا تھا۔ دراصل ایک سلطنت برطانیہ سے اُسے یا اُسکے کسی خاندان والے کو  
حسب مراتب اغراضے محروم نہیں کیا بلکہ برخلاف اسکے انکو مصیبت اور مظالم سے بچان

و سچو لکھوں روپیہ کی پیشکش اور جاگیریں عطا کیں جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا مگر لئے  
لپٹے حسدوں کی سلطنت کی تیغ کشی اور جنگ بندی کا پہلا موقع بھی ہاتھ سے نجانے دیا۔ بلوہ کے  
اول ہی روز سہ پہر کو اس نے نانی ٹیج کی اندریں قبول کیں اور انکے سروں پر دست شفقت  
بکھیرا اور انکے ساتھ ملکر گھینٹ بن گیا۔

اس نظارہ کا نقشہ کھینچنا مشکل کام ہے۔ ایک کمزور لرزتے ہوئے آدمی کے لئے یک  
ایسے طاقتور ہمسایہ سلطانی کو اپنی کمزور گرفت میں لینے کے لئے اپنا کانپتا ہوا ہاتھ پھیلائی  
کوشش کرنا اور باوجود عمر و ضعیفی سے دوسرا ہوا جانیکے لباس شاہی زیب تن کر کے نہایت  
ذلیل سازش و قتل کے وجود کو سجد و سبارک خیال کرنا تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے اور  
اس بقلیت جہریاں پڑے ہوئے شخص کو جسکے دل میں وٹو لوں کی پیدائش مسدود ہو گئی  
ہو اپنے کو ان بد محاشوں کا جنموں نے اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا نامناسب  
مرکز ہرگز نہ بننا تھا۔

اس امر کے چنگو گواہ ہیں کہ قیدی نے اپنے کمر بادشاہ مشہور کیا اور اس کا اظہار  
مختلف سوتوں پر مختلف طور سے ہوا اور یہ واقعہ بالکل صحیح ہے۔ دہلی جیسے شہر کے لئے  
صرف ایک دو مرتبہ کی شہرت کافی ہے۔ قیدی کا مختار ہی خود کہتا ہے کہ اسی کو بادشاہ کے  
احکام جاری تھے اور گلاب سنگہ ہر کارہ سے جب یہ سوال کیا گیا تو کیا بلوہ کے بعد ہی بادشاہ  
حکمران مشہور ہوا تھا؟ تو اس نے یہ جواب دیا تھا ”ہاں بلوہ ہی وٹے دن سہ پہر کو یہ  
ٹوٹھنڈ وراپٹ گیا تھا کہ اب شاہی عہداری ہے“ اور جتنی باطنی ایک اور گواہ اس طرح بیان  
کرتا ہے ”امی کو کوئی آدھی رات گئے قلعہ میں میں تو میں فیر ہوئی تھیں میں نے توپوں  
کی آواز گہر پر سنی تھی اور دوسرے دن صبح کو یہ ٹوٹھنڈ وراپٹ گیا کہ ملک اب بادشاہ کے قبضہ

میں آگیا ہے۔

الزام کی بابت دوسرے فقرے میں شہر کو مفسدانہ بیٹھنے اور اس پر ناجائز قبضہ کر نیکانڈ کو ہے جس کے ثبوت میں مجھے شہادت پیش کرنیکی ضرورت نہیں۔ بغیر سمجھے ثبوت کے کسی طرف دھلنا مشکل کام ہے۔ اس الزام سے ہمیں یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ قیدی نے امسئ اور یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء کے درمیانی زمانہ میں مختلف اوقات پر مرزا مغل اپنے بیٹے اور محمد بخت خان صوبدار رحبٹ نوجوانہ سے مسدانہ سازش کی اور مشورہ و اتفاق کیا اور دیگر نامعلوم مفسدوں کو گورنمنٹ کے خلاف بلوہ کرنے اور لڑنے کے لیے آمادہ اور تیار ہونے کی ترغیب دی۔ مرزا مغل کھلے خزانے سپہ سالار مقرر ہو گیا تھا اور بلوہ کے چند ہی روز بعد اس کا شاہی جلوس نکلا تھا چنی لال گوہر نے یہ واقعہ بیان کیا مگر اسے ٹھیک تاریخ یاد نہیں کہ کس روز جلوس نکلا۔

اس کے بعد مرزا مغل کے اختیارات مکمل اور خاص کر فوجی معاملات میں بخت خان کے آنے تک جب وہ گورنر جنرل و کانڈر انچیف مقرر ہوا غیر محدود تھے۔ بخت خان یکم جولائی کو آیا اور اس کے بعد دو کانڈر انچیفوں میں اختیارات کی بابت حد پیدا ہو گیا جیسا کہ مرزا مغل کی ۱۷ جولائی کی تحریر سے جو اس نے اپنے باپ کے نام لکھی تھی معلوم ہوتا ہے اس میں اس نے لکھا ہے کہ میں آج فوج تیار کر کے انگریزوں پر حملہ کے لیے باہر نکلا کہ جنرل بخت خان نے مداخلت کی اور تمام فوج کو عرصہ تک بیکار رکھا اور دریافت کیا کہ کس کے حکم سے تم باہر آئے چونکہ چار کوئی حکم اس کی بابت نہیں ہے اس لیے واپس چلے جاؤ اور سب کو ٹوٹا دیا۔ کیونکہ اس قسم کی کارروائی سے افسروں کے دل میں شبہ ہونیکا اندیشہ ہے اس سے یہ بات ظاہر ہو جانی چاہیے کہ فوج پر واقعی اختیارات کس کو حاصل ہیں۔

اس جھڑپ پر کوئی حکم نہیں ہے اور نہ ہمیں یہ خبر بالضمیمہ کیا ہوا مگر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے

کہ کچھ نہ کچھ بہتر انتظام ہوا ہے کیونکہ دوسرے دن ۸ جولائی کو مرزا مغل اور بخت خان نے ملکر کام کیا جس کا اظہار مرزا مغل کی مندرجہ ذیل چٹھی میں ہے جو بادشاہ کے نام تھی یہ ۱۵ جولائی کو تحریر ہوئی۔ مغل سے انتظامات ٹھیک ہو گئے ہیں اور رات دن کام جاری ہے اگر علی پور کی جانب سے مدد بھیج دی جائے تو خدا کے فضل اور حضور کے اقبال سے کاہل فتح کی امید ہو سکتی ہے۔ اس لئے ملتی ہوں کہ حضور بریلی والے جنرل کو حکم دیں کہ وہ فوج سیکر علی پور چلے جائیں اور اس طرف سے کافروں پر حملہ کر دیں اور حضور کا غلام اس طرف سے حملہ کرتا ہے تاکہ دونوں فوجیں ملکر ایک یا دو دن میں کل نامعلوم جہنمی کافروں کو جہنم واصل کر دیں۔ فوج کے علی پور جانے سے ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ غنیم کی رسد بند ہو جائیگی۔ ضروری ہو چکی وجہ سے گزارش کیا گیا۔

اس چٹھی پر بادشاہ کا دستخطی حکم حسب ذیل ہے۔ ”مرزا مغل علیا مناسب سمجھیں ویسا انتظام کر لیں“ اس کے بعد مرزا مغل کا حکم ہے ”بریلی کے جنرل کو حکم لکھا جائے“ میرے نزدیک یہ تحریریں سازش و مشورہ و اتفاق کے ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔ مگر اس وقت ان تحریروں کا جو ایک عدالت میں پیش نہیں ہوئی ہیں درج ہو جانا بھی ضروری ہے۔ ان میں ایک بخت خاں کی جانب سے اعلان ہے جو ۱۲ جولائی کو تحریر ہوا اور جو دہلی کے اردو اخبار کا خلاصہ ہے اور جس کا مطلب حسب ذیل ہے۔

”مجلد باشندگان شہر و مضافات خصوصاً جاگیرداران و منشی داران و معافیہ داران وغیرہ مطلع ہوں کہ اگر اپنی آمدنی کے اندیشہ سے وہ انگریزوں کے طرفدار ہوں یا انکو خبریں دیتے ہوں یا رسد بہم پہنچاتے ہوں تو انکے ایک کے فعل نظر انداز کیے جائیں گے۔ اور اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ متاثر الیہ آگاہ ہو جائیں کہ آخری اور کامل فتح پر انکے کا غدت خطاب



پورے پورے طور سے پرتال ہونگے اور علاوہ موجودہ جاگیر وغیرہ قائم رہنے کے ان مدیوں کے جو موجودہ بلوہ کے زمانہ میں غیر موثر رہی ہونگی، پورے معاوضہ دیئے جائیں گے مگر جو شخص اس حکم سے واقف ہو کر بھی انگریزوں کو خبریں پہنچائے گا یا رسد رسانی وغیرہ کریگا تو اسکو سخت سے سخت سزا دی جائیگی جو سلطنت تجویز کریگی۔ شہر کے اعلیٰ افسر پولیس کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ جملہ جاگیرداروں و معافداروں و نشن داروں کو اس حکم سے مطلع کرے اور اطلاع یابی کے دستخط اعلان کی پشت پر کرنا کہ ہمارے پاس واپس کرے۔

دوسری تحریر ایک شاہی حکم ہے جو ہستمبر ۱۸۵۷ء کو شہر کے اعلیٰ افسر پولیس کے نام لکھا گیا تھا اور جس کا مضمون یہ ہے۔

وونٹھکو ہریت ہوتی ہے کہ شہر میں بذریعہ ڈھنڈور کے یہ بات مشہر کرادو کہ یہ لڑائی مذہبی لڑائی ہے اور مذہب کی وجہ سے کیجاتی ہے۔ نیز یہ کہ خواہ شہر والے خواہ دیہات والے ہندو یا مسلمان و نیز وہ ہندوستانی جو ہمارے متقابلہ پر پہاڑی پر جمع ہیں یا وہ لوگ جو انگریزوں کی فوج میں ہیں خواہ وہ صوبجات مشرقی کے رہتے والے ہوں یا سکھ یا غیر ملکی یا چالیہ والے یا نیپالی اگر انھیں اپنے دین و ملت کی سچائی کا خیال ہے اور انگریزوں کو قتل کرنا چاہتے ہیں ان سب پر اس حکم کا عملہ آدیکسان ہے۔

اور یہ بھی اعلان کر دو کہ جو لوگ اس وقت پہاڑی پر انگریزی فوج کے پاس ہیں خواہ وہ ہندوستانی ہوں یا غیر ملکی پہاڑی ہوں یا سکھ کسی ملک کے ہوں۔ مسلمان ہوں یا ہندو افسرین غنیم سے ذرا بھی خوف نکرنا چاہیے جو وقت وہ ہمارے پاس آئیں گے انکے ساتھ عتقیں کیے کیجائیں گی اور وہ اپنے ہی دین و ملت میں رہیں گے۔ یہ بات اعلان کر دینی چاہیے کہ جو لوگ خواہ ملازم ہوں یا غیر ملازم ہمارے ساتھ غنیم پر حملہ کریں تو جو مال غنیمت انکو ہاتھ آئے

وہ انہیں کاہنگا اور بادشاہ کی طرف سے بھی انعامات دیئے جائیں گے اور انکے ساتھ خواہ مخواہ رعایتیں ہوں گی۔

جو کاغذ میں نے ابھی سنایا ہے وہ دفتر کی کاپی ہے اور مجھے بادشاہ کی کوتوالی کے دفتر میں سے دیگر کاغذات کے ساتھ حال ہی میں دستیاب ہوا ہے۔ اس پر اس افسر کی ہرک اور بہادر سنگھ کے دستخط سے تصدیق شدہ ہے جو پولیس کے بڑے افسر کا نائب تھا۔ اس سے زیادہ قابل اعتبار تحریر شاید ہی عدالت میں پیش ہو۔ اس سے تیسرا الزام پورے پورے طور سے ثابت ہو جاتا ہے اور آئندہ کسی اور کاغذ کے پیش کرنیکی ضرورت بھی نہیں پائی جاتی اور اس سے چوتھے الزام کا آخری حصہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔

میں اپنی توجہ اب اس الزام کی طرف پھیرتا ہوں۔ اس سے قیدی پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ اس نے بمقام ۱۲ مئی یا اس کے قریب کی تاریخوں میں قلعہ کی چار دیواری کے اندر وہ متفصلوں کو جن میں بالخصوص میں اور بچے تھے قتل کروایا۔ ان غریب قیدیوں کے قتل کے بارے میں میں کچھ بیان نہیں کرتا۔ عدالت کے روبرو واقعات خود اس تفصیل سے بیان ہو گئے ہیں کہ ان میں زیادہ بیان کی ضرورت نہیں۔ اور دلوں سے جلد دور نہیں ہو سکتے جس سنگم دی سے عورتوں اور بچوں کو فوج کرنا پھر اس خیالی غلطی یا تدبیر دیوانگی کے غلط جوش کی معافی نہ مانگنی کچھ ایسی ہیرمانہ کارروائی ہے کہ کسی صداقت کا یقین نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر ایک ہی طرح کے خیالات و صریح شہادت و واقعی ثبوت اور ان خوفناک واقعات کا متواتر جوش یہ یقین کرنے پر مجبور نہ کرتا اور طرہ یہ کہ مندرجہ بالا واقعات تسلیم نہیں کیے گئے اور مجبوراً مجھے انکے ثابت کرنے کے لیے آنا پڑا۔ مگر واقعات نے ایسی تکلیف دہ سخت سمیرت اختیار کی کہ بغیر مزید ثبوت دیئے چارہ نہیں۔ مگر اب صرف یہ ظاہر کرنا رہ گیا ہے کہ

کہ قیدی نے اس وحشیانہ بغاوت میں کس حد تک ساتھ دیا۔ اور جبکہ الزام بیان ہوا کیا واقعی وہ  
 وہاں آدمیوں کے قتل میں شریک تھا اور کیا یہ قتل اسکی وجہ سے ہوا۔ اس بات کے ثبوت  
 کرنے میں ہرگز اس قافلوں کی تائید نہ کروں گا جسکی رو سے کل آدمی جو بلوہ یا بغاوت میں شریک  
 رہے ہوں ہر ایک زیادتی کے جو ان لوگوں سے سرزد ہوئی ہو یا جس کا انھوں نے ساتھ  
 دیا ہو خواہ وہ فعل انکی مرضی کے خلاف یا انکی لاعلمی میں واقع ہوا ہو فرداً فرداً ذمہ اربوں  
 لکھ میری یہ مراد ہے کہ ان عورتوں اور لڑکوں کی موت کے متعلق ہر واقعہ جس کا تعلق  
 قیدی سے ہو جداگانہ غور کے قابل ہے۔ اس لیے اب پھر انکی گرفتاری کی شہادت  
 و مقام قید اور سخت ظالمانہ برتاؤ جو انھوں نے ابتدا گرفتاری سے برداشت کیا اور جو انکے  
 مقدر کی پیشین گوئی تھی فرداً فرداً تذکرہ کروں گا۔

پہلے پہل میں حکیم احسن اللہ خان کی شہادت سے اقتباس کروں گا جس نے اس سوال کا  
 ”استفسار میں اور بچے کیونکر قلعہ میں لائے اور قید کیے گئے“، یہ جواب دیا ”و باعی تمغیں  
 اپنے ہمراہ لائے تھے جب انھوں نے قلعہ میں اپنے ٹھکانے درست کر لیے تو پھر اپنے قیدیوں  
 کو بھی وہیں لے گئے“ آئندہ استفسار پر اس نے یہ بھی کہا ”کہ باغیوں نے اپنے قیدیوں کی خود  
 نگہ رانی نہیں کی بلکہ جو قیدی آتا تھا اسکی اطلاع بادشاہ کو گنجانی تھی جو اسکو باور چخنانہ میں لیجا کر  
 قید کرنے کا حکم دیتا تھا“ جب زیادہ استفسار ہوا تو اس نے یہ بھی بیان کیا کہ ”انگریزوں کے  
 قید کرنے کے لیے باور چخنانہ خود بادشاہ ہی نے تیار دیا تھا لہذا اس وقت خود معائنہ کر لیا تھا  
 کہ وہ جگہ بہت وسیع ہے، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قیدی نے یہ جگہ صرف اس وجہ سے  
 محدود عورتوں اور بچوں کو ایک جگہ بند کرنے کے لیے مقرر کی تھی۔ وہ قلعہ کے اندر ہے اور اسکی  
 ہیئت بیان کر رہے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ خود اسکی حالت سے بخوبی واقف تھا۔ وہ اسے

ایک سیع عمارت بتاتا ہے مگر یہ اصطلاح اس کے بیٹے موزوں نہیں ہے اور اگر لیتے ہی الفاظ مختلف  
 باتوں کے لئے استعمال کیے جائیں تو اس کے مطالب میں زمین آسمان کا فرق ہو جائے۔  
 اس قسم کے غلط خیال دور کرنے کے لئے اسن الدخان کے اظہار کے بعد میں نے خود جا  
 اس جگہ کو دیکھا اور اس کی پیمائش کی یہ عمارت چالیس فٹ لمبی بارہ فٹ چوڑی اور دس فٹ  
 بلند ہے یہ پانی غلیظ اور ویران عمارت ہو اور اس کی دیواروں پر چونہ کا پلاٹا طر بھی نہیں  
 ہے اور سب سے بڑھ کر نقص یہ ہے کہ بالکل تاریک ہے۔ تو اس کا فرش ہی درست  
 ہے اور نہ روشنی وہو اس کے لئے تابان ہیں۔ اس میں صرف ایک پتلا سا تابان ہے  
 اور ایک چھوٹا سا لکڑی کا دروازہ۔ نگاہ میں اس انول کے الفاظ نقل کرتا ہوں۔  
 ”ہم سب ایک تاریک کمرہ میں بند کر دیئے گئے تھے اس میں سولے ایک دروازہ کے  
 نہ تو کوئی کپڑی تھی اور نہ روشندان تھا یہ عمارت اس قابل نہ تھی کہ انسان اس میں سڑ  
 کجا کہ اس قدر آدمی اس میں بھر دیئے گئے رہا و جو دکھیا کچھ بہرے ہو نیچے سپاہی حب  
 کبھی مذاق عورتوں یا بچوں کو ڈراتے تھے تو ہم بارہا اس ایک دروازہ کو بھی بند کر لیا کرتے  
 تھے جسکی وجہ سے روشنی اور ہوا رہی تھی بھی جاتی رہتی تھی۔ سپاہی بھری ہوئی اور سنگین در  
 بندوقیں لیکر ہمارے پاس آتے تھے اور ہم سے پوچھا کرتے تھے اگر بادشاہ متھاری  
 جان بخشی کر دیگا تو کیا تم اسلام قبول کر لو گے یا غلامی تسلیم کر لو گے؟ مگر بادشاہ کے جاس  
 سلج سپاہی تنگی طرف سے ہم گارو کی تعیناتی تھی سپاہیوں کو منع کرتے تھے کہ انکو جان بخشی  
 کی امید نہ دلاؤ ہم تو ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے چیلوں اور کوتوں کو دیئے گئے غذا بھی ہما  
 خراب ملتی تھی صرف دو مرتبہ بادشاہ نے ہمکو عمدہ کھانا بھیجا تھا۔“  
 اس نغمہم نے اس فیاضی کا جو انگریزی گورنمنٹ نے لاکھوں پونڈ سے اس کے

اور اُس کے خاندان کے ساتھ کی یہ بدادیا۔ جیسا کہ ایک گواہ نے بیان کیا ہے۔ اُس کے ملازمین کے زنانہ خانوں میں اسقدر گنجائش تھی کہ ہمیں اور بچے باسائش رہ سکتے، اور گواہ نے یہ بھی بیان کیا کہ ”جہاں ایسے چور خاٹے تھے کہ اگر پانچ سو آدمی اُس میں چھپ جاتے اور باغی زنانہ خانوں کی تلاش ہی لینا چاہتے تو اُن کا پتہ نہ چلتا“ اور بقول ایک اور گواہ کے کہ ”قلعہ میں اسقدر دوا فرجہ کھڑی تھی کہ اگر عورتیں اور بچے رکھے جاتے تو انکو ہر طرح کی آسائش پہنچتی“ مگر اس احسان فراموش نے ان لوگوں کے لیے وہ جگہ تجویز کی جہاں گنہگار اور مجرم رکھے جاتے تھے اور جہاں انھوں نے مجرموں سے بھی بدتر برتاؤ سہے۔ کیونکہ اول تو یہ چھوٹی سی جگہ انکی اقدادہی کے لیے کافی نہ تھی دوسرے ہر کس و ناکس کے ظلم و گستاخی کا نشانہ بہت ہوئے تھے۔

شاہی پنشن اور محل کے عرص میں انگریزوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ ہونا چاہیے تھا۔ احسن امد خان اور مسر الاول کے بیانات سے یہ بات ظاہر ہوگی کہ یہ دونوں شخص اس بات پر متفق ہیں کہ جو کچھ ہوا بادشاہ کی طرف سے ہو اور جب ہم یاد کرتے ہیں کہ معمولی سے معمولی بات بھی جب کبھی اُس کے سامنے پیش کی گئی تو جب عدالت کو ثابت ہو چکا ہے اُس پر وہ محض توجہ ہی نہیں کرتا تھا بلکہ اپنی تنعم سے اُس پر احکام لکھ دیتا تھا۔ ایسی صورت میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اہم معاملات اُس کے اختیار میں نہ ہوتے تھے۔ گواہوں کی متفقہ شہادت اور نیز اسکی تحریر کی شہادت جسے کوئی توڑ نہیں سکتا جو اس واقعہ کو ثابت کرتے ہیں۔ اور بادشاہ کے خاص مسلحہ ملازموں کا قیدیوں کی نگرانی پر ہونا۔ بادشاہ کا خود خراب اور دو مرتبہ ذرا بہتر خوراک بھیجنا۔ اور سپاہیوں کا قیدیوں سے یہ کہنا کہ اگر بادشاہ تمھاری جان بخشی کرے تو تم مسلمان ہو جاؤ گے؟ ایسی باتیں ہیں

کہ ہمیں گمان ہوتا ہے کہ بادشاہ نے خود یہ قید خانہ پسند کیا تھا اور ان شہادتوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد کون اس میں شبہ کر سکتا ہے۔ کیا کوئی ایسی بات بھی اس درمیان میں ہوئی کہ بادشاہ نے تو انہیں بچانا چاہا تھا یا کسی قسم کی مہربانی ہمدردی ان سے کی تھی؟ نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوا جن لوگوں نے قیدیوں کے ساتھ وحشیانہ برتاؤ کیئے انکی روک ٹوک ذرا نہ ہوئی۔ عیسائیوں کو دانہ پانی دینے کی سخت منراہیں دگیئیں اور مسلمان عورت محض اسی وجہ پر قیدیوں کے ساتھ بند کی گئی۔ کیا کینہ کا اثر اس سے بھی زیادہ ہو سکتا ہے۔ یا یہ ممکن ہے کہ میموں اور بچوں کے مقام و قسم قید کو معمولی خیال کریں اور نتیجہ نہ نکالیں کہ ظالمانہ موت ابد سے اُنکے لیے مخصوص کر دی تھی؟ مکند لال گلوہ کی یہ شہادت ہے کہ وہ محض ایک جگہ جمع کیئے سکے تھے۔ کوئی شک نہیں کہ تلوار کی دھار ہی تلکتی ہوئی موت سے رحمانہ رہائی تھی۔ ایسے قابلِ نفرت غار میں ایسے موسم میں قیدیوں پر اس قید میں کیا اثر پڑا ہوگا۔

مجھے اب قیدی کے خلاف عدالت کے فیصلہ کا انتظار کرنا چاہیئے۔ مگر جوں جوں جستجو کی جاتی ہے مزید ثبوت ملتا جاتا ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کامل ثبوت حاصل ہو جائے کیا یہ سچا ہے اسی بنا پر کارہ سے صحافت شرافت بیان کر دیا ہے کہ قتل سے دو روز قبل یہ مشہور ہو گیا تھا کہ دودن میں انگریز قتل ہوئے تھے اور چنانچہ جسدِ قتل ہوا جو ق کے جوق آدمی قلعہ کے اندر لائے تھے ہر گواہ نے اس نظر کا تذکرہ کرتے وقت بیان کیا ہے کہ اس صبح کو بہت سے آدمی بطور تماشاخی اور فاعلوں کے جمع ہوئے تھے اور چونکہ صبح کے آٹھ و نو کے درمیان ہوا اس لیے کوئی شبہ نہیں کہ اسکی خبر پہلے سے مشہور ہو گئی تھی۔ کسی بات سے غماہ نہیں ہوتا کہ عوام ہا فوج نے کثرتِ جوش میں کوئی اور ایسی خوفناک حرکت کی ہو۔ ہر طرف

اُسکے ایک گواہ صاف صاف کہتا ہے کہ بغیر احکام ہونا ممکن نہیں اور ایسے احکام کے صرف دو ذریعے تھے پہلے اول بادشاہ اور دوسرا اُس کا بیٹا مرزا مغل۔ مگر مجھے معلوم نہیں عیلم کس کا تھا۔ اُس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ انگریزی قیدی میرے سامنے قتل ہوئے مہضیں بادشاہ کے خاص مسلحہ ملازم یا باڈی گارڈ کے سپاہی اور کچھ باغی پیدل گھیرے ہوئے تھے اور اگرچہ میں نے کوئی حکم اور اشارہ ہوتے نہیں دیکھا تاہم ایک دفعہ سب نے تلواریں کھینچ کر قیدیوں پر حملہ کر دیا اور یہاں تک تلواریں ماریں کہ ان سب کا کام تمام ہو گیا ایک دوسرے گواہ مسیحی جی لال اخبار نویس نے استفسار پر بیان کیا ہے کہ یہ بادشاہ کے حکم سے ہوا اور اُسکے سوا ایسا حکم دینے والا اور کون تھا۔ اس گواہ نے اور اور گواہوں نے بالاتفاق بیان کیا ہے کہ مرزا مغل اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہوئے اس منظر کا تماشا دیکھ رہے تھے۔

اُس وقت اخبارات میں بادشاہ کے بعد مرزا مغل ہی کا نمبر تھا۔ ایسی حالت میں کیا یہ بات قابل پذیرائی ہے کہ بادشاہ کے حکم بغیر یا اسکی خواہشوں کے خلاف اُسکے باڈی گارڈ والے ایسے خوفناک خونریزی کرنے کی جرأت کرتے۔ اگر اس بارہ میں کچھ شبہ بھی ہو تو وہ ان تحریرات کے ملاحظہ سے جو قیدی نے منظور کر لی تھیں اور جن میں انگریزوں کے خلاف خونخواری اور خونریزی کا نمایاں تذکرہ ہے یہ خیال بہت جلد دور ہو سکتا ہے۔ اس موقع پر مرزا مغل کی موجودگی اور اس حکم کے خاص بادشاہ کی طرف سے ہونیکے ثبوت میں بلند لال خاص شاہی سکتر کی گواہی نقل کرنا ہوں۔

”جب اُس سے سوال کیا گیا کہ ”میں اور بچے جو قلعہ میں تھے کس کے حکم سے قتل ہوئے“ تو وہ جواب دیتا ہے ”ان لوگوں کو قید میں تین دن گزر گئے تھے جو تھے دن پیدل اور

سوار مرزا منغل کو ابیکر بادشاہ کے خلوت خانہ پر گئے اور بادشاہ سے ان لوگوں کے قتل کی اجازت چاہی بادشاہ اُس وقت خلوت خانہ ہی میں تھے مرزا منغل اور نسبت علیخان اندر گئے اور سپاہی باہر کھڑے رہے۔ کوئی بیس منٹ کے بعد اندر سے واپس آئے اور نسبت علیخان نے عام طور پر آواز بلند کہا کہ بادشاہ نے انکے قتل کی اجازت دیدی اور تم انکو لیجا سکتے ہو۔ چنانچہ بادشاہ کے باڈی گارڈ والوں نے جنگلی نگرائی میں قیدی تھے انھیں قید خانہ سے لاکر تھوڑے سے باغیوں کے ساتھ قتل کر دیا،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا منغل اسی وقت بادشاہ کے پاس آئے تھے اور درپردہ اس خونریزی کے کام میں ملے ہوئے تھے۔ اگر اسکے سوا کچھ اور بیان کیا جائے تو بیکار علم کا ہوتا ہے مگر جو ثبوت قیدی کے روزنامچہ سے معلوم ہوا ہے وہ ایسا ضروری اور یقین دہ ہے کہ اس کے نقل کرنے پر میں مجبور ہوں۔

اس بارہ میں حکیم احسن اللہ خاں کی شہادت حسب ذیل ہے ”دیکھا بلوہ کے زمانہ میں ان افغان کا کوئی عدالتی روزنامچہ بادشاہ کے حکم سے لکھا جاتا تھا“ (جواب) بلوہ سے کہیں پیشتر سے دستور کے مطابق عدالتی روزنامچہ تارخوار رکھا جاتا تھا“ (سوال) اس ورق کو دیکھو تم پہچانتے ہو یہ کیسی تحریر ہے“ (جواب) ہاں یہ روزنامچہ نویس کی تحریر ہے اور یہ ورق روزنامچہ کا ہے“

۶ مئی ۱۸۴۷ء کے عدالتی روزنامچہ کا خلاصہ

دو بادشاہ نے دربار خاص میں دربار کیا ۴۹۔ انگریز قید تھے اور فوج نے انکے قتل کے پے دینے کی درخواست کی بادشاہ نے انکو انکے عہد کر دیا اور کہا ”موج کا جودل چاہے انکے ساتھ کرے“ چنانچہ وہ قیدی، تہ تیغ کر دیئے گئے۔



اس موقع پر دربار میں بڑا مجمع تھا اور کل رئیس۔ افسر۔ امیر۔ مضاف وغیرہ حاصر تھے اور سب کو درباریانی کا فخر حاصل ہوا۔ اس بارے میں ہمارے پاس زبانی اور الزام سے بری تحریریں شہادت موجود ہے اور اگر قیدی کا تحریری اقبال نہ ہوتا تو الزام کا زیادہ صریح ثبوت حاصل کرنا ناممکن ہوتا۔ اس تحریر سے اُس کا جواب دعویٰ مراد نہیں ہے جو اس عدالت کے لئے تیار ہوا اور محض جھوٹا انکار ہے جس میں اُس نے اس سخت الزام سے بری ہونے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی۔ میری مراد اُسکی اُس لمبی چٹھی سے ہے جو اُس نے مرزا منگل کو عیالوں کے قتل کے بارے میں تحریر کی تھی اور لکھا تھا کہ سپاہی میرے حکم کی چھی طرح تعمیل نہیں کرتے اس کے بعد اس مضمون پر مزید بحث کرنا نامناسب معلوم ہوتا ہے۔

اب صرف چوتھے الزام کا آخری حصہ بغیر بحث رہ گیا ہے اور اُس کے ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس اُن چھپیوں کی نقلیں ہیں جو بادشاہ نے راؤ بہادر کو ایسے کچھ بھیج دیں کہ رئیس جیلویر راجہ گلاب سنگھ کو ایسے جموں کے نام لکھی تھیں۔ اُنکا مندرجہ ذیل خلاصہ کا بیان کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے۔

راؤ بہادر کو ایسے کچھ

ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تم نے کل کافروں کو تیغ کر کے اپنے ملک کو آئسکے ناپاک وجود سے بالکل پاک صاف کر لیا ہے۔ ہمیں تمہارے اس فعل سے کمال درجہ مسرت ہوئی اور تمہیں اس خطاب سے غرت دیجاتی ہے اور امید کیجاتی ہے کہ تم اپنے تمام ممالک میں ایسا انتظام کرو گے کہ کسی بندہ خدا کا دل میلانہوگا اور اس پر بے جالعدی نہوگی۔ مزید برآں یہ کہ اگر کوئی مخالف تمہارے ملک میں براہ سمندر پہنچے تم اسے قتل کر دینا۔ اگر تم ایسا کرو گے تو ہماری خوشی کا باعث ہوگا۔

رجبت سنگھ رئیس جیلبر۔

ہمیں یقین ہو کہ تمہارے حدود مملکت میں ان بدشگون کافروں یعنی انگریزوں کا نام و نشان بھی نہ ہوگا اگر باتفاق ان میں سے کچھ چھپ چھپا کر بچ گئے ہوں تو اول انہیں قتل کرو اور بعد میں اپنی ریاست کے انتظام کا بندوبست کر کے اپنی تمام فوج لیکر ہمارے حضور میں حاضر ہو۔ تم پر سید نورش واکرام ہوگا اور تمہارے مرتبہ و مقام میں وہ وہ ترقیاں کیجائیگی جن کا اندازہ کرنا تمہارے احاطہ قابلیت سے باہر ہے۔

راجہ گلاب سنگھ و ایسے جموں۔

ہمیں تمہاری درخواست سے تمہارے ملک میں بد رجبت انگریزوں کے قتل کا حال معلوم ہوا۔ تم قابل ستائش قرار دیئے گئے ہو۔ تم نے اس معاملہ میں وہ کام کیا ہے جو بہادر آدمیوں کے شایاں ہے۔ خدائیں زندہ با اقبال رکھے۔ مگر یہ کہ ہمارے حضور میں آؤ اور بد رجبت انگریزوں اور دیگر تمام دشمنوں کو جو ہاتھ لگیں قتل کر دو۔ اس صلیب جن مارج و نرسیوں کا ننگو گمان ہوگا وہ اس سے بدرجہا زیادہ ہونگی اور تمہیں خطاب راجہ سے بھی عزت و بجا لگیگی۔

ایک اور درخواست پر جو نمبر ۱۰ بقاعدہ کولیری کے دفعتدار نے بادشاہ کو بھیجی تھی۔ اور جس میں اُس نے مطغرنگر میں اپنے افسروں کے قتل کرنا حال لکھا تھا۔ اُسکی کارگزاری کے صلہ میں اُسکو ایک عہدہ دیئے جائیگا حکم بھی قیدی ہی کی قلم کا ہے۔

صاحبان! میں الزام کے متعلق آپکے مشاہدات کو ختم کرنا ہوں۔ اب آپ کا یہ کام بیگیا۔ ہے کہ یا تو آپ فیصلہ آخری سے قیدی کو عزت و تنہائی میں اُن اغزاز کا جو ایک تخت سے اترے ہوئے بادشاہ کے لئے زیبائیں مستحق قرار دیں یا اُسے صفحہ تاریخ میں بڑے ملزموں میں جگہ دیں۔ یہ ظاہر کرنا بھی آپ ہی کا کام ہو کہ خاندان تیموریہ سے اس آخری بادشاہ کو جو غرور

ہستی کے سبب خمیدہ پشت، مگر شاید اپنی تکالیف اور اپنی قوم کے مصائب کے سبب متفقہ ہوتا ہے آج اپنا آبائی قلعہ یا محل چھوڑنا ہو گا۔ یہ شاندار و بارعام کی عمارت۔ یہ انصاف کے اعلیٰ مدارج کا جہد اس فیصلہ سے اس وجہ کو ماحصل کر چکا جس میں موجودہ وکل زمانوں کی بابت یہ تحریر کیا جائیگا کہ بادشاہ جرم کی وجہ سے قید کیے جاتے ہیں اور ایک خاندان کی برسا برس کی شان و شوکت ایک دن میں صفحہ روزگار سے ناپید کر دی جاتی ہے۔

چونکہ قیدی کے خلاف الزامات کی بحث تو ختم ہو گئی اگر میں گزشتہ بلوہ اور سازش کے اسباب کے متعلق جو شہادت دستیاب ہوئی ہے اسے عدالت کے روبرو پیش کر دوں تو بیجا خیال نیکی جائیگی۔ میں اس اڈر میں کے ابتدائی حصہ میں اس بات پر بحث کر چکا ہوں کہ اگر کار تو سوں کا معاملہ میں پیشتر ہندوستانی رجسٹروں میں باہمی اتفاق اور باقاعدگی ہوتی تو کبھی ایسی خوفناک اور عالمگیر بغاوت نہ ہوتی اس لیے یہ بات لازمی ہے کہ کوئی اور زیادہ مخفی قوت تھی جسکے زور پر کلکتہ سے پشت و ترک شتاف جہادیوں کی متفرق فوج نے اس طرح کام کیا۔ میرے خیال میں یہ کام پوشیدہ من جمہوری اور پیشتر کی تیاری بغیر تکمیل نہیں پاسکتا تھا اور اس کارروائی کو اگر سازش کے لحاظ سے چکاریں تو نامناسب نہیں ہے۔

میں یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ محض کار تو سوں کے معاملہ کی وجہ سے اس قدر بغاوت اور خونریزی نہیں ہوتی اگر میں اس معاملہ کے ساتھ ساتھ ان وسائل کا جو ہمارے خاندان کے لیے اختیار کیے گئے تھے ذکر نہ کر دوں تو گوگیا میں نے تمام کارروائی آنکھ بند کر کے کی۔ یہ آگ بھڑک نہیں بھڑکی تھی بلکہ پیشتر ہی سے تیار شدہ سرنگ اڑانے کے لیے رکھی ہوئی تھی۔ سازش کے ثابت کرتے وقت میں کسی خاص گروہ کا نام جسے ہندوستانی فوج میں بغاوت کرنے کے لیے تجویز کیا ہوا اس طرح صاف نہیں بتا سکتا جس طرح کہ اس کا ظہور ہوا مگر جو شہادت

ہمیں دستیاب ہوتی ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسی سے بہت قبل سے انگریزوں کے خلاف مسلمانوں میں بڑا جوش اور بددلی پھیلی ہوئی تھی اور یہ بددلی اُن چالاک اور بد معاش آدمیوں کی وجہ سے تھی جنہوں نے اپنے فائدہ کے موقع کو کسی طرح ہاتھ سے نجانے دیا۔ ان اسباب میں الحاق اودہ بھی ایک سبب ہے۔

مسلمانوں کی ناراضگی تو خاص کر آخری اسلامی سلطنت کے برباد ہو جانے کے خیال سے تھی اور ہندو سپاہیوں کی اور کسی وجہ سے مگر اس معاملہ میں دونوں برابر تھے۔ اس سے غالباً اُن کے کمپنی کے مستحق ملازمت ہونے میں کمی ہوئی اور انھوں نے زمینداروں کے جھگڑوں اور معاملوں میں انگریزی گورنمنٹ کے رسوخ اور حکمت عملی پر اعتماد کیا اور اپنے کو انگریزوں کے اختیار میں سمجھا۔

جٹل گواہ نے ہندو سپاہیوں اور ہندو تاجروں کے خیالات کا پتہ فریق بیان کیا ہے اور ممکن ہے کہ علاوہ اور اسباب کے الحاق اودہ بھی ایک سبب ہو گیا ہو۔ جب اس سے یہ سوال ہوا کہ اس معاملہ میں مسلمان اور ہندوؤں کے خیالات میں کچھ فرق تھا تو اُس نے یہ جواب دیا ”ہاں مسلمان تو سب انگریزی حکومت کی بیچ کنی پر خوش تھے مگر ہندو بساطی اور تاجروں کو اس سے خوف ہوا تھا“ مگر آگے چل کر اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ فوج میں ہندو و مسلمان دونوں انگریزوں سے کبیدہ خاطر ہو رہے تھے اور یہی بات ہمارے تجربہ سے بھی ثابت ہوئی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہندوستانی فوج میں ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ تھی مگر اس وحشیانہ بغاوت میں کوئی روک نہیں پڑی اور جہاں تک فوج کا تعلق تھا ہندو اور مسلمان دونوں ایک ہو رہے تھے مگر فوج کے علاوہ سازش میں مسلمان ہی شریک تھے اور میرے خیال میں

مسلمانوں کی سازش کیوجہ سے فوج کے دلوں سے بوسے وفاداری چھپنے لگے ناز و غرور  
تھا جاتی رہی تھی۔ یہ ایسی بات نہیں ہے جسکے لیے گزشتہ سالوں کا حوالہ دیا جائے اور ان  
اسباب کا کھوج لگایا جائے جو ان لوگوں کا اعتبار کھولنے کے لیے جواب موفیائی میں مشہور ہیں  
جمع ہو گئے تھے۔

ان میں سے بعض اسباب جو سلسلہ اعظیمن کی مخالفت کی وجہ سے ہوئے گورنمنٹ کے  
اعتقاد سے باہر ہیں۔ مگر اس موقع پر بلوہ سے کچھ ہی پیشتر کے واقعات کا جب ہندوستانی فوج  
کی جھڑپوں کی حالت مشکوک ہوئے لگی تھی تذکرہ کر دینا کافی ہوگا۔ یہ حالت نہ صرف انگریزی  
افسروں ہی کو معلوم ہوئی تھی بلکہ سب کو اس کا حال کھل گیا تھا۔ قاصدوں یا بذریعہ تحریکات  
کے آپس میں خط و کتابت جاری ہو گئی تھی اور جو نصیحت اس سے حاصل ہوئی وہ جان نہیں  
بھولنے کی۔ اس بحث سے میری یہ مراد نہیں ہے کہ ہندوستانی فوج اس وقت سے بحث کرنا چاہی  
سوسائٹی ہو گئی تھی۔ نہیں ہرگز نہیں۔ میرا یقین ہے کہ اکثر سپاہی اپنے رنگ میں گورنمنٹ کے  
عمدہ ملازم تھے۔ الفاظ ملنے رنگ میں، ”میں اس وجہ سے استعمال کرتا ہوں کہ میرے نزدیک  
قدربے استحقاق کی ان میں کمی ہے اور اخلاص اور رہنمائی کا مضبوط خیال ان میں نہیں  
ہوتا۔“ انکی وفاداری اصول سے زیادہ عادت پر مبنی ہوتی ہے جس پر توہمات کا زیادہ اثر  
پڑتا ہے۔ گروہ سے مذہب کی قوت کو قائم نہیں رکھ سکتے۔ ایسے گروہ میں کچھ نہ کچھ طمع مفسد  
ضرور ہونے چاہئیں اور جو شخص ذرا بھی ایشیائی طرز سے واقف ہو وہ جلد اور خاصکر ہندوؤں  
کے متعلق اس بات کو تسلیم نہ کر سکا جن میں سے بہت کم بڑائی کی طرف راعب ہوتے ہیں مگر  
بیشتر نیکی کی طرف۔ آؤ صرف تین یا چار مرگروہوں کو ارتکاب جرم میں شکیہ کر دیں یا اسخلافات  
کی خفیہ سازشوں میں یکجا کر دیں تو باقیانہ اگر فوراً پریشاں نہیں بھی تو انکے روکنے اور

دبا لے کا خیال بھی نہ کرینگے۔ ممکن۔ ہے وہ اپنے کو ان سازشوں سے الگ ٹھلگ رہے  
 کی وجہ سے بری کرینگے۔ مگر یہ ہرگز ظاہر نہیں ہوتا کہ مذہبی یا ملکی خیال سے انھوں نے بلوہ  
 یا قتل کے روکنے کے لیے فوری کارروائی کی ہو۔ سخت سے سخت جرموں میں بھی اس طرح  
 ٹھہریل ملی ہے اور چند آدمیوں کی خرابی کی وجہ سے سب پر یہ بربادی نازل ہوئی۔ انھیں جرموں  
 کی وجہ سے بغاوت میں بھی روز افزوں ترقی ہوئی اور میرے خیال میں اس بات سے کوئی  
 انکار نہیں کر سکتا۔ اس بارہ میں نہ تو کوئی تحریروں اور نہ کوئی شہادت اتیک عدالت میں پیش ہوئی  
 ہے۔ بٹیک سپاہیوں کے بارے میں ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی ہمارے ہاتھ نہیں  
 آئی تاہم یہ بات صحیح ہے کہ بلوہ سے ایک یا دو مہینہ پیشتر ہمارے سپاہیوں میں خط و کتابت  
 معمول سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ اس واقعہ سے اور ان واقعات سے جن کا ہمیں علم ہو چکا  
 معلوم ہوتا ہے کہ ضرور کوئی نہ کوئی ایسا جو شیلہ کام ہو رہا تھا جسکی وجہ سے بددلی اور بے تربتی  
 پیدا ہوئی۔ اوپر میں کہہ چکا ہوں کہ جو کچھ ہوا وہ مفسدوں کے زیرِ ہیلے اثر کی وجہ سے ہوا شاید  
 اس سے یہ سوال پیدا ہو کہ اور باتوں سے زیادہ اس کا اثر کیوں ہوا۔ بعض اس بات کی  
 ذکر کر چکا ہوں مثلاً الحاق اودھ انگریزی تہذیب کی زیادتی اور سید ترقی جسکی قدرتی رو میں  
 اُن چھوٹی چھوٹی روکوں کے بہ جانے کا اندیشہ ہوا جو عظیمین نے جہالت، قانم رکھنے کے  
 لیے بنائی تھیں اور جو قدرتی علوم کی روشنی سے بے بہرہ رکھنے کے ساتھ مذہب کی بربادی کا  
 سبب بنتی ہیں۔

میرا یہ بھی یقین ہے کہ ان بغاوت پیدا کرنے والوں نے مذہبی معاملات میں گورنمنٹ کی  
 آئندہ سخت دست اندازی کا حوالہ دیکر گورنمنٹ کے جدید کاموں پر چینی اور پریشانی پھیلانی  
 ہوگی۔ ہندو بیواؤں کا ازواج ثانی۔ عام ملازمت کے لیے اندراج اور کار تو سوں کے

متعلق کا ذکر کرتا ہوں مگر مجھے اس بارہ میں لوگوں کی طرف سے معافی پیش کرنے کی ضرورت  
 نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اُن کا برتاؤ نہایت قابلِ نفرت رہا ہے۔ وہ غور میں ایسے بہرے  
 اور جہالت میں ایسے ڈوبے ہوئے تھے کہ فوج سے مقابلہ کرنے کی اطاعت سے منکر ہونے  
 میں اُنھوں نے اپنے کو بہت کافی سمجھا۔ باہمی تعلقات کے تجربہ کی وجہ سے اُنھوں نے  
 گورنمنٹ سے اپنے خیالی تکلیفات کی شکایت کی تدبیر سوچی مگر کل فوج نے بیاہ کہو سندھو تانوں  
 نے نمبر ۱۳ لائٹ کولری کے سواروں کے مقدمہ میں تجویز سنائی جانے سے پیشتر ہی کھلم  
 کھلا بغاوت کرنے پر کمزور ہونے لگی تھی جس کا ثبوت میرے نزدیک کما حقہ طور پر دستیاب  
 نہیں ہوا ہے۔

کوئی شہر نہیں کہیں کرنے والے خیالات اور پریشان کن خوف اور غرر کی ہوائیں  
 اس وقت تک عمائدین کے دماغوں میں چکر لگا رہی تھیں سپاہیوں کا بھی غالباً یہ خیال  
 تھا کہ اگر ہم ظاہر میں سلامی ادا کرتے اور تابعی راری کی صورت بنائے رہیں گے تو فوجی  
 احکام نہ ماننے میں زیادہ جرم نہ ہوگا۔ اُنھیں اپنی جتہ بندی اور تعداد پر بھروسہ تھا۔ سبیلے  
 بعد میں اُنھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ شکایت کے کسی موقع کو ہاتھ سے بچانے دیتے  
 تھے اور یکجائی درخواستیں کر دیتے تھے۔

ایسی صورتوں میں مسلمان اور ہندوؤں میں کچھ تمیز نہ رہی تھی وہ فوراً سمجھاتے تھے اور  
 گستاخانہ تحریریں لکھا کرتے تھے۔ اگر ہم پُرانی تاریخ اُٹھا کر دیکھیں تو ہمیں معلوم ہو جائیگا  
 کہ شرفی فوج کتنی عام عادت رہی ہے اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ جاہلوں و بیوقوفوں  
 و بد مذہبوں کو قوت و اختیارات دیئے جاتے ہیں۔ تعلیم و وفاداری و مذہبی اصول کے  
 بغیر فوجی اختیارات بہت خوفناک ہو جاتے ہیں اور جو لوگ ایسے اختیارات دیتے ہیں وہ

اول نشانہ تیر بنتے ہیں۔ اس کے برعکس یہ دیکھا گیا ہے کہ ہنسنے اور جاہلوں نے فساد بہت کم کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے ہندوستان کے بیشتر کے بادشاہوں کے زمانہ میں ہندوؤں کو زبردستی مسلمان کرنا بھی انکو مخالفت پر آمادہ کرنے کے لئے کافی نہ تھا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت کے خلاف جو کچھ کوشش ہوئی وہ سپاہیوں ہی کی طرف سے ہوئی۔ سابق زمانوں میں ملکی یا دیگر اغراض کے لئے مختلف فرقوں کے آدمیوں کے اتفاق کرنے میں شاید مذہب کی غیر سخت مانع آتی ہوگی مگر ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ قومی اتحاد کی وجہ سے بہت سی خود مختار مغز سوسائٹیاں بن گئی ہیں۔ یعنی ہندوستان کے آدمی خفیہ میٹنگ کرنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ جن میٹنگ میں انہیں رسم و اتحاد کے ابتدائی سبق پڑ پائے جاتے ہیں اور اس میں انکو خفیہ اور راز کے معاملوں میں اتفاق کرنے میں سہولت ملتی ہے۔

ایسی حالت میں اتفاق کرنے کے لئے صرف وسائل اور موقع کی ضرورت ہوتی ہے اور کوئی شخص اس بات کو نہیں جانتا کہ فوج نے ایک بات کی تو حوادث زمانہ نے دوسری بات پیش کر دی۔

اس موقع پر برہمن اور مسلمانوں میں بغیر ضابطہ اتفاق تھا۔ فوج میں وہ ہمیشہ لباس اور انعام کے لحاظ سے بھائی بھائی تھے۔ وہ ایک دوسرے کے تنہا روں میں اکثر شریک ہو کر کرتے تھے اور اس اتفاق پر گورنمنٹ کی چشم پوشی کا یہی نتیجہ ہونا تھا۔ میں وہ کل باتیں جن کے سبب یہ مصیبت پیش آئی اس جگہ بیان نہیں کرنا چاہتا۔ شاید بے محل ہونے کے سبب نامعلوم کیجاویں۔ مگر میرا خیال ہے کہ کار تو سوں کے معاملہ میں بات نے طول نہیں پکڑا۔ سپاہیوں میں پیشتر ہی سے اس معاملہ میں تیاریاں ہو رہی تھیں اور تمام ملک اور خاصہ مسلمانوں میں چینی پھیلی ہوئی تھی۔ میرے نزدیک جو واقعات اس معاملہ میں



ہوئے انھیں مسلمانوں کی سازش سے موسوم کرنا چاہیے۔ اس سے خاص نشانہ تھا  
 کہ انگریزی سلطنت کی طرف سے بددلی و بے اعتدالی پھیلا دیں اور جیوٹی اور بری خبریں  
 اڑا کر گورنمنٹ کی نہایت سچی مہربانی پر افترا پرداز کر کے انقلاب اور بلوہ کے لئے  
 لوگوں کو آمادہ کر دیں۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اسکی ابتدا قیدی اور اس کے معتمدوں  
 سے ہوئی جو اس کے خفیہ اور راز کے جلسوں میں شریک ہوتے تھے مثلاً حن عسکری وغیرہ  
 میرے خیال میں کوئی آدمی اس بارے میں شبہ نہیں کر سکتا کہ شدید قنبر کو خطوط دیکر  
 فارس اور قسطنطنیہ اس ملک کے بادشاہ کے پاس بطور ایچی بھیجا اور اس سے مدد اور  
 تخت نشینی کی التجا کرنا قیدی کی خاص سازش تھی جو ضعیف حال کے خوفناک بلوہ اور اس کے  
 ہولناک نتیجوں میں ختم ہوتی۔

مئی ۱۸۵۷ء سے ٹھیک دو سال پیشتر شدید قنبر کا روانہ ہونا اور جن دنوں میں بلوہ  
 ہوا انھیں دنوں میں اس کے واپس آنیکا وعدہ کرنا قابل لحاظ بات ہے۔ اگر ہم اس بات کو  
 مسلمانوں کی پیشین گوئی سے مقابلہ کریں کہ جنگ پلاسی واقعہ ۱۸۵۷ء سے ایک صدی  
 بعد انگریزوں کی حکومت ہندوستان سے جاتی رہے گی تو ہمیں دوبارہ ہندوستان کی  
 بادشاہت حاصل کرنے کے متعلق اس کے تعصب کا یقین ہو سکتا ہے۔

میں حسن عسکری کے خواب اور اسکی تعمیر کا تذکرہ کر چکا ہوں بادشاہ اور اس کے لوہجین  
 کی خواہشات کے مطابق تھا۔ شاید یہ واقعہ ہمیں ضعیف معلوم ہو مگر مخاطبین کے وہی دماغ  
 پر گہرا اثر کرنے اور ان باتوں پر یقین کرنے کے لئے خوب بنایا گیا تھا جو ایسے شخص  
 کی زبان سے نکلیں تھیں جسے صاحب معجزہ اور حکم اللہ مانا گیا تھا۔ ہمیں یہ درویش کی  
 درخواست سے جو اس نے مٹر کو لون لفظ گورنر کو بھیجی تھی معلوم ہوا تھا کہ حسن عسکری نے

اُس وقت بادشاہ کو یقین دلایا تھا کہ اُسے خبر لگی ہے کہ شاہِ فارس نے ہوشنہ کو فتح کر کے اُس پر قبضہ کر لیا ہے اور عیسائیوں کو بالکل خارجِ یاسب کو قتل کر دیا ہے۔ اور بہت سوں کو قید کر لیا ہے اور بے شبہ ایرانی فوج براہِ کابل و قندہار دہلی روانہ ہونے والی ہے۔ اس کے علاوہ اُس نے یہ بھی لکھا تھا کہ قلعہ میں اور بادشاہ کے خاص محلات میں دن رات ایرانیوں کی آمد کے تذکرہ ہوتے ہیں۔ حسنِ عسکری نے بادشاہ کے یہ بھی ذہن نشین کر دیا ہے کہ مجھے مکاشفہ سے معلوم ہوا ہے حکومتِ ایران لاریب دہلی تک یا کل ہندوستان تک پھیل جائے گی اور سلطنتِ دہلی کی شان و شوکت پہر تازہ ہو جائیگی کیونکہ شاہِ ایران تاجِ شاہی بادشاہ کے سر پر رکھ دیں گے۔ محرر یہ بھی لکھتا ہے کہ تمام قلعہ بلکہ خاص کر بادشاہ کو اس گفتگو سے کمالِ مسرت ہے اور نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ دعائیں مانگی اور منتیں مانی جاتی ہیں اور ساتھ ہی حسنِ عسکری غروبِ آفتاب سے قبل ڈیڑھ گھنٹہ تک روزانہ ختم پڑھتا ہے کہ ایرانی جلد آجائیں اور انگریزوں کو نکال باہر کریں۔ ہر جمعرات کو کھائے۔ روٹیاں و تیل و پیسے و روپے و کپڑے ٹھیلے کے ٹھیلے بہر بہر کہ بادشاہ کے ہاں سے حسنِ عسکری کے ہاں ختم کی زکوٰۃ میں جاتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اس معاملہ میں و اعلیٰین کو کس قدر دل چسپی اور مصروفیت تھی اور مسلمانوں کی سازش کیسی صریح اور کامل تھی۔ اگر ہم پس پردہ ان رسموں کو ہوتے دیکھتے اور دعاؤں اور منتوں کو اپنے کانوں سے سنتے جو ایرانیوں کی آمد اور عیسائیوں کے خروج کے لیے ہوتی تھیں تو ہم بلاشبہ ان دہشتناک نموں کے پیشِ خیموں کی تصویر پہنچ لینے جبکی وجہ سے آٹھ ششہ سال ہمیشہ کے لیے غم کی یادگار بن گیا۔

جب ہم ان مسلمانوں کی نہ صرف حرکات کو بلکہ انکی عام نفرت کو جو انکی درخوستوں سے

مترشح ہے جو اسی دنیا پر ختم نہیں ہوتی بلکہ آخرت میں بھی ہمارے لیے دائمی نکاح کا ایسا ثبات کرتی ہے تو ان کے بغض کو خیال کرتے ہوئے ہم اپنے آپ میں نہیں رہتے

سامع یہ بات دریافت کیجئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کیا انگریزوں کے متعلق ایسے خیالات رکھنے والے آدمی ہندوستان میں لاکھوں ہیں؟ میں ان لوگوں کا انکار نہیں کرتا جو یہ بات سن کر فوراً رائے قائم کریں اور انہیں میری رائے کی ضرورت نہ ہو۔ مگر ہمیں مسالوں سے معلوم ہوا ہے کہ محرم میں انہوں نے مسلمانوں کی عورتوں کو اپنے مذہب کی کامیابی اور انگریزوں کے غارت ہونے کی دعا کی مانگتے اور بچوں کو انہیں دعاؤں کی تلقین کرتے سنا تھا۔ بسکس عورتوں اور بچوں کی خالمانہ موت اور نکاح لیف سے بھی مجھے کہنے کی آگاہی اور ان کے دلوں میں رحم و رجا بھی نہ پیدا ہوا۔ کیونکہ ہمیں مقامی اخبار کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ جس وقت قتل ہوئے گونڈا کوئی دو سو مسلمان حوض سے لگے ہوئے کھڑے تھے۔ اور قیدیوں کو نہایت قبیح کاریاں دے رہے تھے۔ اگر اس بات کی اچھی طرح تصدیق نہ ہوتی تو ایسے سخت کہنے کا یقین مشکل آتا۔

اس اڈیس میں میں نے ان واقعات کو اپنی نظر رکھا ہے جس نے یہ معلوم ہوا ہے کہ خاص کر مسلمانوں کے فساد اور سازش کی وجہ سے شہرہء عریٰ و شہنائک آفات واقع ہوئی ہیں نے حتیٰ الوسع اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قیدی ہندوستان میں اسلامی پیشوا ہونے کی حیثیت سے اس سازش کے ترتیب میں خواہ بطور پیشوا یا بطور رفیق مذہب کس قدر تعلق رکھتا تھا۔

ہندوؤں کو بالعموم بلوہ کرنے اور فوج کو بالخصوص بغاوت پر آمادہ کرنے میں ہندوستانی مطایع اور مسلمانوں نے جو کچھ حصہ لیا ہے اس کا بھی میں تذکرہ کر چکا ہوں اور ان واقعات

کی مزید تصدیق سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو جائیگی کہ مسلمانوں ہی کی نمبر ۳ لاکھ کو لری نے میدان پر بیڑ پر کار توں لینے سے انکار کیا تھا۔ ان میں سے ۵۰ یعنی بیشتر مسلمان تھے ان لوگوں کا کچھ مذہب نہ تھا اور انکے نزدیک سور کی چربی یا گائے کی چربی کا ملا ہوا ہونا یا ہونا برابر تھا کپتان ماسٹینویم سے بیان کرتا ہے کہ انبالہ ڈپو میں جہانگیر کار توں کے معاملہ کا تعلق تھا مسلمان سپاہی اس کا مضحکہ اڑاتے تھے اور اس طرح ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے بلا کسی بہانہ یا غدر کے کھلم کھلا بغاوت پر مکر باندھ لی تھی۔ انکی بناوٹی تکلیفوں میں کچھ کمی نہ آئی اور انھوں نے ہمارے خلاف بلوہ کرنے میں فوراً اتفاق کر لیا اور ہندوؤں کو زبردستی مذہب ترک کرنے کے خیال پر طاہر داری سے جوش دیکر اپنے ساتھ ملجائیں کی تعجب دی۔ اس بارہ میں ہمارے پاس شہادت ہے اور یہ ایسا جلد تھا جس میں ہندوؤں کے ساتھ ذابھی ہمدردی نہیں پائی جاتی اور نہ ہندوؤں نے اُسکے دریافت کرنے میں کوشش کی کیونکہ جو شہادت ہم نے بارہ نقل کی ہے اُس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے وہ سپیڈن کی لڑائی کے ہی بعد انھوں نے معاملات کے پہلو بدل لینے پر بہت افسوس کیا مسلمانوں کو دہوکہ دینے پر رخصت ملامت کی اور اس بات پر مشکوک معلوم ہوتے تھے کہ واقعی انگریزی گورنمنٹ کا یہی نشانہ تھا کہ ہمارے مذہب میں مداخلت کرے بہت سے ہندو سپاہیوں نے اُس وقت یہ ظاہر کیا کہ اگر ہماری جاں بخشی ہو جائے تو نجوشی سرکاری ملازمت کرنے کے لیے واپس چلے جائیں۔ مگر مسلمان برخلاف اس کے اسی بات پر چمکے ہوئے تھے کہ انگریزوں کی نوکری سے شاہی ملازمت بدرجہا بہتر ہے اور یہ کہ نواب راجہ بادشاہ کو اگر فوجیں مل گئیں وہ ایک دم فتح حاصل کر لیں گے۔

اگر ہم مختلف حالات پر جو ہمیں دوران تحقیقات میں معلوم ہوئے ہیں قدیم زمانہ کے

متعلق نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ اس کل کارروائی میں مسلمان ہی سب کچھ تھے۔ یعنی مسلمانوں کا صاحب مکاشفہ و صاحب معجزہ واعظ۔ مسلمان بادشاہ اور اس کے اہل حق و رفیق۔ مسلمانوں کی نتیجہ خیز خفیہ سفارت ایران اور ترکی کی مسلمان قوتوں کے پاس۔ ہمارے زوال کے متعلق مسلمانوں کی پیشین گوئیاں۔ مسلمان سلطنت کا ہمارے بعد ہونا۔ مسلمان قانونوں کے ہاتھ سے نہایت بی رحمی کا قتل۔ اسلامی عروج کے لیے مذہبی لڑائی۔ بڑی مدد دینے والے اسلامی مطالع اور بغاوت کی ابتدا کر نیوالے مسلمان سپاہی۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں ہندو مذہب پر نہ کہیں الزام دیا گیا اور نہ اُسکی تائید کی گئی اگر انھوں نے کہیں سر پٹھی اٹھایا ہو تو محض اپنے مفید عیسائیوں کی حکم برداری کی وجہ سے ہوا ہو۔

مسلمانوں کی سازش کے متعلق جب قدر بحث تھی وہ اب ختم ہو گئی۔ ممکن ہے کہ اس کارروائی میں اور بھی نکات پیدا ہوں مگر میں صرف وہ باتیں چھانٹ کر بیان کرتا ہوں جو سیرے نزدیک نہایت ضروری معلوم ہوئیں۔ مگر بحث ختم کرنے سے پیشتر میں ایک سوال اور کپتان مارٹینو کا جواب نقل کرنا چاہتا ہوں۔

”کیا تم نے ویسیوں کو عیسائی کرنے میں انگریزی مشنری کی کوشش کے متعلق سپاہیوں کو شکایت کرتے سنا؟“

(جواب) ”نہیں میں نے اپنی عمر میں نہیں سنا میرے خیال میں کبھی انھوں نے اس امر کی پروا بھی نہیں کی۔“

میرے نزدیک افسر کو سپاہیوں کے چال و چلن کا تجربہ نہیں ہوا اور نہ اُسکے خیالات اور اعتقادات کا علم ہو اگر اس لئے کی صداقت بہت جلد ثابت ہو جائیگی۔ ہندوستان میں علانیہ مشنری سے کچھ خوف نہ تھا۔ جس بات سے سپاہیوں یا ہندوستانیوں کو خوف تھا وہ مذہب

عیسوی میں سچی تبدیلی نہ تھی۔ اگر یہ بات پنہ و مثال کی ترغیب کی وجہ سے ہوتی جسکے سوار اور کوئی صورت نہیں ہے تو اس سے کسی مذہب کے اعتقاد پر حملہ نہیں ہوتا اور نہ جوشیلی مخالفت پہنچا ہوتی ہے جہاں تک مجھے علم ہے عیسائی بنائے کی کوشش پر کسی ہندوستانی نے ناراضگی ظاہر نہیں کی اور اگر انکی نظروں میں یہ سہا ہوا ہو تو کون اس تاریک اور ذلیل غلطی کو دور کر سکتا ہے کہ عیسائی مذہب خود ایسا ہے اور اس کے معنی اصول ایسے ہیں کہ ہر شخص اسکی طرف مائل ہوتا ہے۔

اگر یہ سب خیال ان کے دلوں سے دور ہو جاتا تو ہندوؤں کا بڑا خوف اس کے ساتھ ہی جاتا رہتا۔ ان کو یہ بات جتنا دینی چاہیے کہ زبردستی عیسائی کرنا ناممکن ہے اور تم باغیوں کو انکی شرارت کے سخت حربہ سے محروم کرتے ہو۔ مذہب عیسائی کی اگر اصل شان معلوم ہو جائے تو ہندوستانیوں کے دلوں سے اسکا خوف جاتا رہے تا ریکی ہونے کی وجہ سے اس کا نام مڑائی کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ اگر اس معاملہ میں زیادہ گفتگو کروں تو سلطنت کی پاسی میں دست اندازی ہوگی۔ اس لیے اب میں حالت کا خاموشی کے ساتھ اس بحث کی سماعت کر نیکی عوض اور مٹھ مرنی تر جان کا انکی قابلا نہ مدد کے بدلے جو اس معاملہ اور دیگر سرکاری تحقیقات میں دی شکریہ ادا کرتا ہوں بحیثیت ایشیائی عالم اسکی قابلیت مشہور ہے۔ وہ بلا تامل ان زبانوں کو بول سکتا ہے۔ اس نے ہر قسم کی تحریرات کو آبائی چڑھا اور بلا وقت ان کا صحیح مطلب سمجھا۔ اور ترجمہ کیا۔ اسکی اردو اور فارسی میں کامل واقفیت مانی ہوئی ہے۔ جو نوٹ اکثر کاغذات پر لگائے گئے ہیں وہ قابل قدر ہیں اور خود انکی قابلیت کا اور محنت ترجمہ وغیرہ کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر میں اس طرح انکی شکرگزاری کرتا تو مجھے نزدیک اور خود اپنے نزدیک مجھ میں نقص ہوتا۔

مرقومہ دہلی ۹ مارچ ۱۸۵۷ء

{ دستخط ایف۔ بے۔ ہیریٹ میجر  
ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل کبلس ہارڈ  
عدالت اپنی تجویز پر غور کرنے کے لیے بند ہوئی۔

تجویز

جوشہادت عدالت کے روبرو ہے اُسکی روسے اُسکی رسلے یہ ہے کہ عید می محمد ہادشاہ  
دہلی کا خارج شدہ بادشاہ اُن کل اور جزو الزامات کا جو اُس پر لگائے گئے مجرم ہے۔

{ دستخط۔ ایم۔ ڈاس۔ لفٹنٹ جنرل  
پریسیڈنٹ

{ دستخط۔ ایف۔ بے۔ ہیریٹ میجر  
ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل

میں تجویز کو مستحکم کرتا ہوں

{ دستخط۔ این۔ مینی۔ میجر جنرل  
کمانڈنگ فٹمنٹ میجر

{ مورخہ ۲۔ اپریل ۱۸۵۷ء  
کمپ سہارون

مقدمہ کی کارروائی کو ناظر نے سخت افسوس اور تعجب سے پڑھا ہوگا اور کم سے کم اس سے یہ نتیجہ تو ضرور نکالا ہوگا کہ انگریزی فوجوں کی بغاوت کے اسباب خود کچھ ہی کیوں نہ ہوں لیکن یہ تو ضرور پتہ چلتا ہے کہ بغاوت ہونے سے پہلے اہل قلعہ یا خود بہادر شاہ کی کوئی سازش سرکاری فوج سے نہ تھی رہا یہ کہ بہادر شاہ کے کسی ملازم نے کسی انگریزی افسر کو بہادر شاہ کی ملازمت کے لیے ترغیب دی یہ ایسی معمولی بات ہے جو ذرا بھی سازشی کارروائی پر روشنی نہیں ڈالتی۔ ہاں یتیم کرنا پڑے گا کہ جب بغاوت کو عروج ہوا ہے اور باغی سپاہ جوق جوق دہلی میں چلی آئی ہے تو اہل قلعہ خود بہادر شاہ کو محض اس لاعلمی کی وجہ سے جو وہ انگریزی قوت کی رکھتے تھے یہ یقین ہو گیا ہو کہ پہرہ ساری حکومت ہندوستان میں قائم ہو جائے گی اور محض اس لغو خیال نے انھیں باغیوں کے ساتھ سازش کرنے کا موقع دیا ہو۔ خاص قلعہ میں عورتوں اور بچوں کا قتل واقعی ایک ایسا ناقابل معافی اور غیر رحمانہ فعل ہے کہ جس کی فیکہ دنیا میں نہیں مل سکتی اسی وجہ سے جج ایڈوکیٹ نے اپنے ایڈریس میں بہادر شاہ اور سلطانوں کی نسبت یہاں درشتہ **نعمت** کا استعمال کیا اور یہ ایک فطری امر کہ ایسی حالت میں طیش اور غضب کی یہی حالت ہو جاتی ہے۔ غرض جو کچھ خدا کو منظور تھا وہ ہوا، ہمیں اس کے متعلق زیادہ تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے واقعات سب قلمبند کر دیے ہیں ناظرین خود نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ ہاں اتنا ہم ضرور کہتے ہیں کہ ظلم خدا کو پسند نہیں ہے اور اسکا عملی ثبوت خدا میں پورا پورا ہو گیا۔



## پانچواں باب آثار الصنادید

از نقش نگار در دیوار سکتہ آثار پدیدست صناید عجم را  
لال قلعہ

اس قصر یا لال قلعہ کو شاہ جہاں نے بنایا تھا اور اس کی تعمیر سنہ ہجری ۱۶۶۷ء  
میں ختم ہوئی اس کی نسبت فی الواقع یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس سے زیادہ پریشان  
کوئی ہندوستانی قصر ہندوستان و ایران میں نہیں ہے۔ اس کے ایوانوں  
کی مختلف لادوان پتھروں کی چچی کاری سرملک میں گنگا جمنی کا لطف دکھائی ہے  
اُن کل جشی اقوام کے ہاتھوں سے جنہوں نے متعدد اوقات میں دہلی کو لوٹا ہے  
یہ قصر جو فی الواقع عجائبات دنیا میں سے ہے بیچ رہا لیکن عذر کے بعد بعض  
انگریزی حکام کی بے احتیاطیوں نے اس پر مطلق رحم نہ کھایا انہوں نے کل اُن  
حصوں کو جو کام میں نہ آسکے منہدم کر دیا اور اُن کے سارے سے پورے پارکین  
بنالین انہوں نے فقط اُن ہی دیوانوں کو قائم رکھا جو کہی اُن کے کام میں آتے تھے  
چونکہ ان میں نہایت نازک نگین پتھر چڑے ہوئے تھے اور فوجی طویلے اور گورون  
کی خواجگاہیں بننے کے بعد اُن کا صاف کرنا کسی قدر دشوار تھا اسلئے انہوں نے  
بہت اہتمام کے ساتھ اُن پر تحلف دیواروں پر چونا پھر دیا مگر اُن کی اس حرکت  
پر اس قدر شور و خفا ہوا اور منصف مزاج انگریزوں اور قدر دانوں نے وہ دوا  
کیا کہ آخر اُن جدید ملک گیر ان ہندوستان کو ضرور ہوا کہ اپنے جہانے ہوئے  
چونے کو کھرج ڈالیں اس طرح سے جو کچھ بیچ گیا ہے اس سے یہ کافی انداز

ہو سکتا ہے کہ اس قصر کی حالت بربادی سے پہلے کیا تھی۔

موسیوروسے بیان کرتے ہیں، اس قصر کا اندر دنی حصہ ایسا پر تکلف ہے کہ نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا۔ ستونوں محرابوں اور لداؤ کی چیت کے تخت پر عجیب و غریب عربی حروف کی گلکاریاں رنگ برنگ کے قیمتی پتھروں کی جو سنگ مرمر میں جڑے ہیں بنی ہوئی ہیں۔ آفتاب کی کرنیں جسوقت ان محرابوں میں سے ہو گئے اس وجد میں لانے والی سچی کاری پر پڑتی ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پھولوں کے مار جو سنگ زنگار و مختلف اقسام کے بلور اور دوسرے پتھروں سے بنے ہوئے ہیں گویا زندہ ہو گئے۔

اس قصر کو اس کے زمانہ عروج میں دو فرانسیسی سیاحوں نے دیکھا ہے ایک ان میں برنیر طبیب تھا جو سند حاصل کرنے کے بعد دہلی آیا اور شاہجہاں کا طبیب بن گیا اور دوسرا ٹورنیر جو ہری تھا ان کے سفر نامے ۱۶۷۷ء اور ۱۶۷۸ء میں شائع ہوئے اور ان سفر ناموں میں مشرقی تکلفات کا پورا بیان ہے۔ ٹورنیر کو تو اجازت مل گئی تھی کہ محل شاہی جو اہرات کو جانچے اور ان کا نقشہ کھینچے اس نے اپنی کتاب میں ان میں سے بیش بہا جو اہرات کی تصاویر اور قیمتیں درج کی ہیں اس قصر میں ستائستخت تھے جو ہیروں سے جڑے ہوئے تھے ان میں سب سے بڑے تخت کی قیمت کا اندازہ سولہ کروڑ پانچ روپیہ کیا تھا۔

ایک یورپی سیاح جو اول درجہ کا متعصب ہے اور جس نے واقعات کے قلم بند کرنے میں شاہان مغلیہ کی توہین کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا زمانہ عالمگیری کے قلعہ کی حالت سب ذیل لکھتا ہے یہ قلعہ کی دروازہ کی عمارت میں کوئی چیز قابل ذکر نہیں بجز اسکے کہ دونوں طرف

دروازہ کے پتھر کے دو بڑے بڑے ہاتھی کٹڑے کیے گئے ہیں ایک ہاتھی پر چوڑے  
مشہور و معروف راجہ پھل کی مورت بنی ہوئی ہے اور دوسرے پر اس کے بھائی قتال کی  
یہ دونوں بڑے بہادر تھے چونکہ یہ شاہی فوجوں سے کٹ کٹ کے لڑے تھے ہر بیٹے شاہان  
مغلیہ نے محض ان کی بے نظیر شجاعت کی داد دینے کی غرض سے بطور یادگار ان کی مورتیں  
بنائے قلعہ کے دروازہ پر کھڑی کر دی تھیں تاکہ عالمگیر میں لکھا ہے اور گنے بے  
اپنے گیارہویں سال جلوس مطابق مشعلہ ہجری میں پتھر کے دو پورے قد کے ہاتھی جو تہتا  
عمد صنعت کے بنے ہوئے تھے اور دروازہ قلعہ کے دونوں جانب نصب تھے اور اسی جو  
سے اس دروازہ کو ہتھیار پول کہتے تھے مشرعیہ کے لحاظ سے اٹھواویسے نعمت خاں  
عالی نے اپنی مشہور کتاب وقائع میں ان ہی ہاتھیوں کے متعلق یہ شعر لکھا ہے۔

آن صورت مہاوت فلان ہتھیار پول

مارا چیل بسند حساب و کتاب کرد

یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ہتھیار پول کس دروازہ کا نام ہے بعض نقار خانہ کے دروازہ کو  
اس نام سے پکارتے ہیں اور بعض کسی دوسرے دروازہ کی نسبت لکھتے ہیں بہر حال  
یہ بات تو پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ عالمگیر کے وقت میں قلعہ کے ایک دروازہ پر ہاتھی ضرور  
تھے پھر یورپی ساح کہتا ہے کہ اس دروازہ سے قلعہ میں داخل ہونے کے ایک لکھا اور  
دو سیر راستہ ملتا ہے جسکے بیچ میں ایک نہ جاری ہے اور دونوں جانب پانی  
یا چھوٹا نہا اور چار فٹ چوڑا ایک چوترا بنا ہوا ہے جس کے آگے دو طرف  
برابر برابر محراب دار دالان چلے گئے ہیں جن میں مختلف کارخانہ کے داروہ اور کم و جہ  
کے عہدے دار بیٹھے ہوئے اپنا کام کیا کرتے ہیں اور صوبہ دار جو شب کو پہرہ دیتے آتے

ایں وہیں سی جو تہہ پر کھڑے پہرے کے پہرہ دیتے ہیں۔ وہ غمناک نہر جو دروازہ کے  
 پہنچ میں۔ سے کافی گئی ہے اس کا پانی اول سسرے میں جاتا ہے اور پہرہاں سے  
 موقع موقع کل مکانوں میں پہنچتا ہے اور اس کے بعد قلعہ کی خندق میں جا کر تابت  
 یہ نہر مثل انجینروں نے دہلی سے ۱۵۰ یا ۱۶۰ میل کے فاصلہ سے دریائے جمنائے کافی سر  
 اور بڑی محنت اور انجینیری کی بے مثال قابلیت سے میدان اور پہاڑی سخت زمین  
 سے لائی گئی ہے۔

قلعہ کے دوسرے دروازہ کے اندر قدم رکھتے ہی ایک صاف اور طبی شرک دکھائی  
 دیتی ہے اس راستہ کے بھی دونوں جانب ویسے ہی چوترے بنے ہوئے ہیں لیکن  
 بجائے محراب دروازوں کے یہاں دکانیں تعمیر ہیں اصل میں قلعہ کا یہ بازار ہے  
 جس کی بلن چھت لداؤ کی ہے اور جس چھت میں ہوا کے لیے بڑے بڑے  
 روشن دان ہیں چل چلاتی گریسوں میں یہاں خوب تھنڈک رہتی ہے اور برسات میں  
 بھی خوب آرام تھا ہے ان دونوں رستوں کے سوا دینیں بائیں اور بھی چھوٹے چھوٹے  
 راستے ہیں اور یہ راستے ان مکانوں کی طرف جاتے ہیں جہاں باری باری سے ہر  
 امیر بختہ میں ایک بار آئے پہرہ دیا کرتا ہے۔ یہ مکانات جہاں امر پہرہ چکی دیا کرتے  
 ہیں نہایت خوبصورت اور آراستہ ہیں کیونکہ امر ان مکانوں کو اپنے خرچ سے آراستہ  
 رکھتے ہیں۔ یہ مکان کئی معمولی حیثیت کے نہیں ہیں بلکہ خاصے دیوان خانے ہیں  
 جن میں چوٹی چوٹی نہرین بہی ہیں۔ خوبصورت حوض بنے ہوئے ہیں خوارے چھل  
 ہے ہیں اور ایک عجیب روحانی تازگی یہاں بیٹھ کے ہوتی ہے جس امیر کا جس دن پہرہ  
 ہوتا ہے وہ شب کو بادشاہی مہمان تھوڑے ہوتا ہے اور شاہی مطبخ سے اسکے لیے خاں

میں پر تکلف کھانا آتا ہے جس وقت کہار بیگیان لے کے پہنچتے ہیں میرے سر ناپا تعظیم کو کھڑا ہو جاتا ہے اور شاہی محل کی طرف منہ کر کے تین بار سلام کرتا ہے۔

پھر سرکاری دفاتر کے لیے مختلف مقامات میں ایوان بنے ہوئے اور عیسے استاد ہیں اور ان میں سے جن بڑے والانوں میں کاریگر بیٹھے ہیں وہ مختلف کارخانوں کے نام سے موسوم ہیں کسی والان میں چکن دوز، کارچوب اور زردوزوں کا کارخانہ ہے کسی میں سنار ہی سنار بیٹھے ہیں کسی میں مستور اور نقاش بکھرے ہوئے ہیں کسی میں روغن ساز اور کسی میں بڑھئی اور خردی کسی میں درزی اور سوچی کسی میں دارمی اور چڑیا کھواب اور باریک تن زیب بننے والے جلا ہے جو گڑیاں بنتے اور کمر باندھنے کے پھول دار زری کارٹیکے تیار کرتے ہیں ان کی ہنرمندی سے عقل بکا میں آتی ہے کہ یہ زرائے پادشاہوں کے لیے ایسا نازک ادب ایک کیڑا بنتے ہیں جو صرف مثل کیڑوں کے ہاکے ایک ہی رات کے استعمال میں بیکار ہو جاتا ہے اور بہر لطف یہ کہ ایسے باریک کیڑے پرسونی سے زری کا کام ہی بخوبی سے کیا جاتا ہے کہ دیکھ کے جی عیش عیش کرنے لگتا ہے یہ کیڑا جس پر زری کے پھول بوٹے ہوئے ہیں پچیس تیس روپیہ گز آتا ہے اور زری والے کی قیمت اس سے کمین زیادہ دے یہ تمام کاریگر بیچ کو آتے اور سارے دن کام کر کے شام کو اپنے اپنے گھر چلے جاتے ہیں۔

ان شاہی کارخانوں کو طے کرنے کے بعد دیوان عام اور دیوان خاص نظر پڑتے ہیں جن کا ذکر کبھی لکھی سے خالی نہوگا۔ عام و خاص کی عمارتیں بلاشبہ عجیب و غریب خوبصورت اور شان <sup>نشان</sup> ہیں۔ عام و خاص ایک بڑا وسیع مربع مکان ہے اس کی محرابیں اس صلیب سے بنی ہوئی ہیں کہ ایک محراب میں سے دوسری محراب میں جاسکتے ہیں ایک بڑا دروازہ جو اس کے سامنے ہے اس پر ایک بالا خانہ بنا ہوا ہے اور یہ نقار خانہ شاہی ہے جہاں فیروزیان، شہنائی اور نقارے وغیرہ

پانچ وقت بجا کرتے ہیں۔ مجھے پہلے پہل ترنا کی آواز بری معلوم ہوتی لیکن جب کان  
 آشنا ہو گئے تو ایسی بھلی معلوم ہوتی تھی کہ سننے ہی جاؤں جہاں نقارخانہ رکھا ہوا  
 ہے وہ جگہ بھی بلند ہے اور شاہی محل سے اس کا فاصلہ بھی زیادہ ہے تاکہ شاہ کو کسی  
 آواز سے تکلیف نہ ہو اس دروازہ کے مقابلہ میں پر نقارخانہ ہے صحن سے گزر کر ایک بڑا  
 دالان ہے جس کے ستون اور چھت طلائی نکل بوتلوں اور نشت کاری سے لیس ہوئی  
 ہے اور جس پر مشرقی صنعت کو پورے طور پر خم کیا گیا ہے۔ کرسی بہت اونچی دی ہوئی  
 ہے نہایت ہموار ہے اور تین طرف سے کھلا ہوا ہے اور اس دیوار کے وسط میں جو  
 محلہ لڑے کی حد فاصل ہے قہ آدم سے بھی اونچا ایک وسیع شہ نشین بنا ہوا ہے اس  
 یورپی سیاح کو چونکہ فنون تعمیرات سے بالکل منہ نہیں تھا اور یہ محض ایک معمولی طیب تھا  
 اس لیے قلعہ کی حالت اس نے نہایت بھڑے اور بھونڈے الفاظ میں بیان کی  
 ہے ناچار جا بجا اس کے بے معنی ناموں کی جو یہ دیوان شاہی کے مقامات کے لیتا  
 ہے تشریح کرنی ضرور پڑی۔ جس مقام کو یہ شہ نشین کہتا ہے اس کا اصلی نام شہین نخل  
 الہی ہے اور اس کی اصلی کیفیت یہ ہے جسے یورپی طیب بیان نہ کر سکا۔ دیوان عالم  
 کے مکان کے بیچ میں مشرقی دیوار سے ملا ہوا سنگ مرمر کا چار گز کا مربع تخت ہے  
 جس پر چار ستون لگا کے بنگلہ کے طور پر چھت بنائی ہے اور قہ آدم سے زائد گری دی ہے  
 اور اس کے پیچھے سنگ مرمر کا سات گز لمبا اور ڈوبائی گز چوڑا ایک طاق بنا ہوا ہے اس  
 ہر قسم کے پرندوں اور چرندوں کی تصویریں رنگین پتھروں سے بنی ہوئی ہیں اور ساتھ ہی  
 ایک آدمی کی تصویر ہے جو دو مار بجا کے گارہا ہے اس طاق کی نل میں ایک دروازہ ہے  
 اور اندر سے بھی آنے کا راستہ ہے پادشاہ اس تخت پر دربار عام کے دن اجلاس کرتے تھے

اس تخت کے آگے ایک تخت سنگ مرمر کا بچھا ہوا ہے اور اس سے جس کسی کو کچھ عرض کرنا ہو یا تھا اس پر چڑھ کے بادشاہ سے عرض کرتا تھا مگر بادشاہ کے بیٹھنے کا تخت آٹنا اور بچلے ہے کہ اس تخت کے چڑھنے پر یہی آدمی کا صرف گلا تخت تک پہنچتا ہے اس تخت کے آگے سر گوشہ والا ن ہے جو سترٹھ گز لمبا اور چوبیس گز چوڑا ہے اور ہر ایک دالان کے نو نو ذین اور ان سب کے ستون سنگ سرخ کے مین اور ان پر بہت خوبصورت محراب بنائی گئی ہیں۔ باہر کے دالان میں بیچ کے درجہ پڑے سنگ مرمر کا کھڑا لگا یا ہے جس پر بہت خوشنما سنہری کلیاں چڑھی ہوئی تھیں جن میں سے ایک بھی اب نہیں دکھائی دیتی۔ یہ دالان امر اور راکلا کے حسب مرتبہ کھڑے رہنے کا تھا۔ یہ دربار کا دالان درحقیقت ایک چوتراہ پر بنا ہوا ہے جس کا طول ایک سو چار گز اور عرض سبائے گز ہے باقی تین طرف چوتراہ ہے جس کے گرد قد آدم سنگ سرخ کا کھڑا لگا ہوا ہے اس پر یہی سنہری کلیاں چڑھی ہوئی تھیں گران کا نشان بھی نہیں ہے یہ جگہ چوہدر اور نقیب اور اصدی وغیرہ لوگوں کے کھڑے رہنے کی تھی اور کچھ گلال بازی کہتے تھے۔ اس کے آگے ۲۰۴ گز لمبا اور ۶۰ گز چوڑا صحن ہے اور اس کے چاروں طرف قرینہ اور موقع سے مکانات بنے ہوئے ہیں اور شمال کی طرف دیوان خاص میں جانا کا دروازہ ہے۔ پھر یورپی سیاح لکھتا ہے، "نیشمن ظل اللہی پر ہر روز دوپہر کے وقت بادشاہ اگر بیٹھتا ہے۔ دائیں بائیں شہزادے ہوتے ہیں۔ خواجہ سرا اور جھل ہلاتے یا بڑے بڑے بچے جھلنے یا اولے خدمت کے لئے دست بستہ گردنیں جھکائے ہوئے بڑے ادب سے کھڑے رہتے ہیں تخت کے نیچے چاندی کا جھگلا لگا ہوا ہے جس میں تمام امرا اور راجہ اور غیر ملکوں کے سفیر انجھیں نہی کئے ہوئے اور ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے رہتے ہیں اور تخت سے کسی قدر فاصلہ پر یہی طرح منصب دار بیٹھے چھوٹے چھوٹے امرا حسب مراتب ایستادہ

رہتے ہیں۔ اور ان سے ج جگہ خالی رہتی ہے وہ اور بلکہ تمام صحن سب قسم کے لوگوں اعلیٰ اور اعلیٰ سے بھر رہتا ہے کیونکہ یہی مقام ہے جہاں عایا کا ہر متنفس اپنے عرض حال کے لیے باریاب ہو سکتا ہے اور کسی شخص کے آنے کی مانعیت نہیں ہے اسی وجہ سے اس کو عام و خاص کہتے ہیں۔ کمال ڈیرھ دو گھنٹے تک لوگوں کا حجاز اور سلام ہوتا رہتا ہے اس موقع پر مستغیث جو عرضیاں پیش کرتے ہیں وہ تمام و کمال بادشاہ کے ملاحظہ اور رعیت میں آتی ہیں اور بادشاہ بذات خاص مستغیثوں سے دریافت حال کرتا اور اکثر ستم رسیدہ لوگوں کی فوراً داد دیتا ہے اور ہفتہ میں ایک دن خلوت میں کمال دو گھنٹے تک ایسے ہی غریب کی عرضیاں سنتا ہے جو مستغیثوں میں سے چن لیے جاتے ہیں اور جن کے پیش کرنے کا کام ایک نیک۔ دولتمند اور بوڑھے شخص کو سپرد ہے اور ایک دن عدل و انصاف کے کمر دیں جسکو عدالت خانہ کہتے ہیں دو بڑے قاضیوں کے ساتھ بیٹھ کے داور رہتی کرتا اور اس میں کبھی ناغہ نہیں ہونے دیتا۔

عام و خاص کے بڑے دالان کی بغل میں ایک خلوت خانہ ہے جسکو غسلیٰ انہ بھی کہتے ہیں یہ دھت میں اگرچہ عام و خاص کے برابر نہیں ہے مگر نہایت خوبصورت۔ وسیع۔ روغنی اور سنہری کام کا ہے اور ایک بڑے شہ نشین کی طرح چار یا پانچ فٹ کا اونچا ہے جہاں بادشاہ کبھی بڑیچھ کے وزیر سے جو ادھر ادھر کھڑے ہوتے ہیں تخلیق میں ام اور صوبداروں کے عریض سنتا اور سلطنت کے اہم معاملات پر غور کرتا ہے۔

پھر یہی سیاح لکھتا ہے۔ اب میں نہایت خوشی سے آپ کو بادشاہی مجلس کے کیسے کرانا ہوں جو سب سے زیادہ دلکش عمارت ہے لیکن کوئی سیاح وہاں کی کیفیت چشم دید نہیں بیان کر سکتا کیونکہ بادشاہ کے دہلی میں موجود ہونے کے وقت اگرچہ مجھے کئی بار وہاں جانا



موقع ملا اور میں خیال کرتا ہوں کہ ایک دفعہ ایک بڑی بیگم کے علاج کے لیے جو سخت  
مرض کی وجہ سے محمول کے موافق باہر کے دروازہ تک نہیں لائی جاسکتی تھی بہت دو  
تک اندر جانے کا اتفاق ہوا مگر میرے سر پر ایک کشمیری مثال اس طور سے اڑا ہادی  
گئی کہ برقع کی طرح پاؤں تک لٹکتی تھی اور خواجہ سرسے ہاتھ پکڑے ہوئے مجھے طرح  
لجارتا تھا جیسے کوئی اٹھنے کو لیجاتا ہے اس لیے میں نے محاسرے کی کیفیت جو کچھ خواجہ  
سراؤں کی بنانی سنی ہے وہ عرض کر دیتا ہوں ان کا بیان ہے کہ محاسرے میں بیگما کے  
بلبرج جنیت اور معاشرت کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ بہت خوبصورت اور بڑے بڑے  
محل بنے ہوئے ہیں جن کے دروازوں کے سامنے عرض ہر طرف باغیچے۔ لکھپٹن  
اور سایہ دار آرام گاہیں۔ نہرین اور فوارے۔ گرمی کے لیے عمیق معدن اور مزین بیچانے  
اور لٹ کو خنکی میں آرام کرنے کے لیے اونچے اونچے معنے اور صحن چوڑے بنے ہوئے ہیں  
غرض ایسے دلکش مکانات ہیں کہ ان میں اس ملک کی تکلیف دہ گرمی کو ذرا بھی دخل نہیں  
ہے اور یہ لوگ ایک چھوٹے سے برج کی جو دریا کی طرف ہے حد سے زیادہ تعریف کرتے  
ہیں جن میں آگرہ کے دونوں برجوں کی طرح طلائی لاجوردی نقش و نگار بنے ہوئے ہیں اور  
چاروں طرف سونا ہی سونا پھرا ہوا ہے اور قد آدم آئینے لگے ہوئے ہیں۔

اس وقت ان عمارتوں میں ایک عمارت ہی لال قلعہ میں نہیں ہے اور اگر کوئی شخص وہاں  
نہایت بنانی چاہے تو ہو نہیں سکتا کیونکہ اول تو وہ پرستان کے سے محلات کسی نے پہچانی  
نہیں اور دوسرے ان کا کوئی صحیح نقشہ ہمارے پاس موجود نہیں ہے لاکھوں روپیہ صرف  
کرنے کے بعد ہی وہ عمارتیں بن نہیں سکتیں نہ اس ڈھنگ کے کاریگر ہیں اور نہ دیسا مال  
سالہ ہے ابھی تک یہ تو معلوم ہی نہیں ہوا کہ پرانے لوگ چوہن میں کیا چیز ڈالتے تھے کہ

کہ صدیوں پر صدیان گزرنے پر یہی چونکہ ابھی تک نہیں مرا اور خاندان تغلق کی صدہا برس کی عمارتوں کا پڑا ناچو نہ نئے چوئے میں صرف اس سے ملا یا جاتا ہے کہ وہ مضبوط ہو جائے۔ جب یہ یہ مشکلات ہیں تو پھر کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ویسی عمارتیں بن سکیں  
(در بار)

قلعہ کی سیر کے بعد جشن کی کیفیت ملاحظہ ہو جو چشم دید ہے یعنی جس کو ایک یورپی سیاح نے دیکھ کے لکھا ہے، ”جشن کے دن بادشاہ نہایت ہی عمدہ لباس پہنے دیوان عام و خاص کے صدر میں مرصع تخت پر بیٹھا ہوا نظر آیا اسکی پوشاک نہایت نازک اور بھولکہ ریشمی کپڑے کی تھی جسپر بہت ہی عمدہ زری کا کام ہو رہا تھا اور جواہر نگار منبیل سر پہٹی جسپر بڑے اور نہایت قیمتی ہیروں کا طرہ لگا ہوا تھا ان کے بیچ میں ایک ایسا پیکھراج جڑا ہوا تھا جو لاثانی کہا جاسکتا تھا۔ اسکی چمک ایسی تھی کہ اسپر آنکھ نہیں ٹھہرتی تھی کل جواہرات میں آفتاب کی طرح درخشاں تھا۔ اسکے علاوہ بڑے بڑے موتیوں کا ایک کنٹھا لگے میں تھا

جس تخت پر شاہ جلوہ افروز تھے اس کے چھ پائے ہیں جو بالکل ٹھوس ہیں جن میں باقوت زمرہ اور ہیرے بڑے ہوئے ہیں مگر میں انکی تعداد اور قیمت بیان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ کسی کی مجال نہیں کہ پاس جاسکے لیکن یقین کیجئے کہ ہیرے اور جواہرات بہت ہی ہیں اور مجھے خوب یاد ہے کہ اس کی قیمت کا اندازہ پانچ کروڑ کئی لاکھ کا کیا گیا تھا۔ دو مور جو تخت کے پاؤں پر بنائے گئے ہیں ان کی صنعت کاری اور جواہرات کی کثرت حیرت میں ڈالتی ہے بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مور موتیوں اور جواہرات کے بنے ہوئے ہیں۔ ان امور کی قیمت کا اندازہ الضاف تو یہ ہے کہ نہیں ہو سکتا، ”یورپی سیاح کا تخت کے

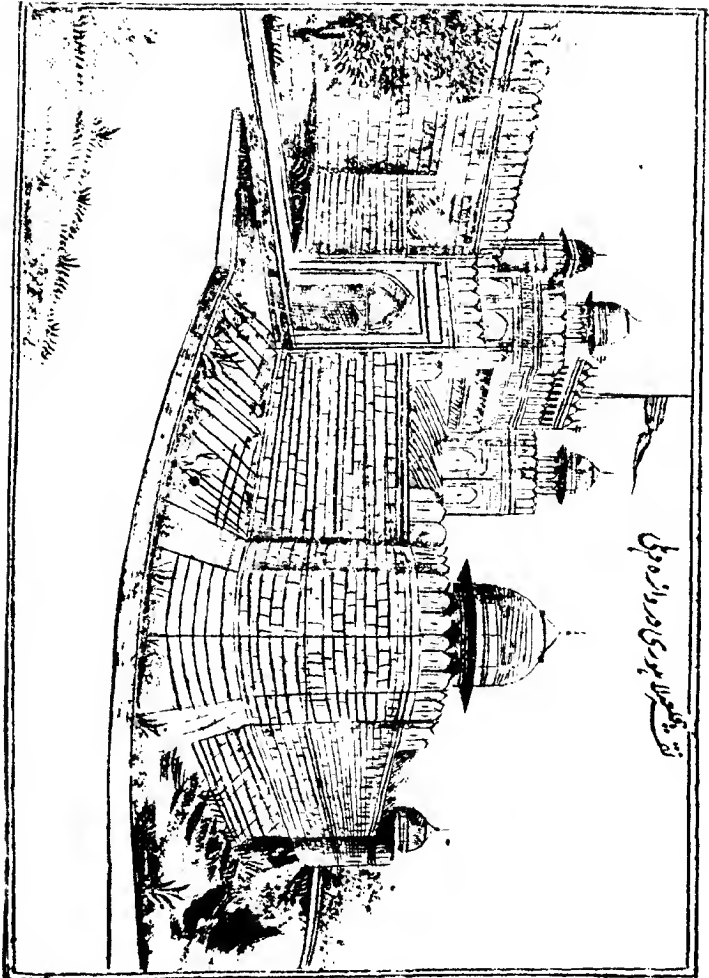
متعلق بیان ختم ہوا۔ لیکن ملا عبد الحمید مورخ شاہجہانی نے بادشاہ نامہ میں اس تخت کی جو کیفیت بیان کی ہے وہ کچھ سی خالی نہیں اس لیے اس کا اختصار درج ذیل کیا جاتا ہے۔ وہ ہوندا

جب بیش قیمت جواہرات بکثرت اکٹھے ہو گئے تو شاہ جہاں کے دل میں یہ بات آئی کہ ان جواہرات کو اس کام میں لانا چاہیے کہ اور لوگ بھی دیکھ کے طبیعت خوش کریں چنانچہ حکم دیا کہ تخت بنایا جائے اور کل جواہرات جو شاہ عباس و ایسے ایران اور شاہان دکن وغیرہ نے ہدیے بھیجے ہیں نہایت کاریگری سے جڑے جائیں چنانچہ وہ تخت بلکہ اس کے علاوہ کچھ تخت اور بن کے تیار ہو گئے۔

## قلعہ کے باہر

قلعہ محلے کے لاہوری دروازہ سے نکل کر ایک بہت وسیع میدان پڑا ہوا ہے جو شمال کی جانب چاندنی چوک تک اور جنوب کی جانب فیض بازار اور دریا گنج تک اور مغرب میں جامع مسجد تک چلا گیا ہے کسی زمانہ میں اس میدان میں بڑے بڑے باغ اور بازار اور مسجد بنی ہوئی تھیں۔ اب صرف ایک منار شاہ کریم اللہ جہاں آبادی کا اور زیر جامع مسجد ہرے ہرے صاحب کی اور سردکی قبریں باقی ہیں بچنے گرد صرف زمین دوز چوڑے اور گردیں کھڑے لگے ہوئے ہیں۔ اگر انہیں بھی کوئی بلند عمارت بنی ہوئی ہوتی تو یہ بھی منہدم کر دیے جاتے کیونکہ سرکار انگریزی کو منظور نہیں ہے کہ قلعہ کے سامنے کوئی عمارت رہے شاہجہاں کے وقت میں قلعہ کے لاہوری دروازہ کے باہر ایک ترونازہ باغ لگا ہوا تھا جو گلابی باغ کہلاتا تھا یہ باغ اور گلابی کے زمانہ میں

یا اسے بعد برباد ہو گیا تھا پہلا لڑا الہ ننگ کے زمانہ میں یہاں مسکر کار انگریزی نے ایک ص  
 ننگ مشرخ کا پچاس ہزار روپیہ کی لاگت سے بنوایا تھا جو لالہ دگی کے نام سے مشہور  
 تھا یہہ حوض یا صوفٹ طویل اور ڈیڑھ صوفٹ عرض تھا اور چارہن کو فون پر چار  
 نوشتا بر حیان بنی ہوئی تھیں اور عرض میں دونوں جانب سینے آگرتے کی سی سیڑیاں تعمیر ہوئی  
 تھیں لالہ دگی سے آگے سعد اللہ خاں کا چوک تھا اور اس کے آگے فیض بازار تھا جہاں  
 راستہ خانم کے بازار کو اور خانہ دو راخان کی حویلی کو جاتا تھا جنوب کی طرف آگے  
 بڑھ کر اکبر آبادی بیگم کی مسجد تھی جو وسعت میں فقہری کی مسجد کے ہم پاتھی اور فصیح  
 پر بنی ہوئی تھی۔ اکبر آبادی بیگم شاہ جہاں کی بیوی تھیں۔ فقہوری کی مسجد کی طرح چاروں  
 طرف طالب علموں کے رہنے کے مکانات بنے ہوئے تھے اس مسجد کے پاس بگوا باڑی  
 میں جہاں بگوا بیگم کی قبر تھی۔ اب یہاں سولے ایک لکھ و دق میداں کے چھبھی نہیں  
 رہے ہیں کل میں علیہا فان و بقی وجہ ربک ذوالجلال والا کرام۔



## جامع مسجد دہلی

اس بڑے میدان کو طے کر کے دہلی کی جامع مسجد پر پہنچتے ہیں جس کا جواب دنیا میں نہیں ہے اگر نیکو جامع مسجد کی پوری خوشنمائی دیکھنی ہو تو صبح کے وقت اُسکو دیکھو جبکہ نکلنے ہوئے سورج کی کرنیں اُس پر پڑتی ہیں یا تم اُسکو چودھویں رات کے چاند کی پوری چاندنی میں دیکھو اور سب سے بہتر منظر اُس وقت نظر آتا ہے کہ برسات میں صبح کو اُسکے پیچھے سیاہ باد کی گہری گہٹا ہو۔

مسٹر فرگسن صاحب اس جامع مسجد کی بابت تحریر کرتے ہیں کہ یہ مسجد اگرہ کی مسجد سے داسکو بھی شاہجہاں نے تعمیر کرایا ہے، مٹی جلتی ہے لیکن یہ مسجد موتی مسجد سے بہت زیادہ بڑی ہے اور اس میں دو عالیشان منارے موجود ہیں جو اگرہ کی جامع مسجد میں نہیں ہیں مگر چونکہ یہ مسجد بالکل سنگ و مرمر کی بنی ہوئی ہے چھین سنگ مرمر سے پورا پورا کام نہیں لیا گیا ہے۔ ایسے موتی مسجد کی صفائی اور خوشنمائی جو بالکل سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ دہلی کی مسجد میں پیدا نہیں ہوئی۔ پہرہی اس کے تینوں دروازے اور دو نو منارے اور چار کونوں کی چاروں برجیاں اور تینوں برج اور پنج کے بڑے در کی بلند محراب سب ملکر بہت خوشنما ہیں اور سب حصوں میں موزونیت باہمی تناسب موجود ہے۔ اس کا بڑا مشرقی دروازہ اگرچہ فتح پور سیکری کے دروازہ کا ہم پلہ نہیں مگر پہرہی تھا خوشنما ہے اور مسجد کے لیے زیادہ مناسب ہے تعجب کی بات ہے کہ کبھی فتح پور سیکری کے قلعہ میں ایک عالیشان مسجد بنوائی اور خود شاہجہاں نے اگرہ کے قلعہ کو موتی مسجد سے مزین کیا مگر انھوں نے دہلی کے قلعہ میں کوئی مسجد نہیں بنوائی۔ جو چھوٹی سی موتی مسجد

سنگ مرمر کی قلعہ میں موجود ہے وہ اورنگ زیب کی بیوائی ہوئی ہے اور گو بہت خوش نما اور خوبصورت ہے لیکن قلعہ کے لیے بہت ہی چھوٹی اور نامناسب ہے دو محبت میں صرف ساڑھے فٹ مربع ہے۔ شاہجہاں کے وقت کی قلعہ میں کوئی مسجد نہیں ہے اور نہ ظاہر کوئی مسجد بنوانے کا ارادہ تھا شاید اس لیے کہ جامع مسجد قلعہ سے استقدر قریب تھی کہ گویا وہ قلعہ کے کل نقشہ کا ایک جزو تھی اور اس سبب سے قلعہ کے اندر کسی مسجد کے تعمیر کرنے کی ضرورت نہ تھی،

جامع مسجد کے باسے میں برنیر صاحب فرانسیسی سیاح کی لے بھی بہت دلچسپ ہے وہ تحریر کرتے ہیں کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ عمارت ان قواعد فن تعمیرات کے موافق تھیں بنائی گئی تھی موجود کی ہمارے نزدیک ہر عمارت میں ہونی چاہیے لیکن میں کوئی نقص ایسا نہیں دیکھتا جو فن تعمیر کے مذاق کے برخلاف ہو سائے نقشہ کا ہر حصہ بہت خوبصورت نہایت موزون اور بہت مناسب ہے۔

ٹامار نیر صاحب سیاح اورنگ زیب کے زمانہ کا حال اس مسجد کے متعلق یوں تحریر کرتے ہیں کہ ہر جمعہ کو بادشاہ پالگی میں سوار ہو کر قلعہ سے جامع مسجد کو جاتے ہیں انکا بیٹا گھوڑے پر سوار پالگی کے ساتھ ہوتا ہے اور بہت سے امرا پایادہ جلو میں ہوتے ہیں جو جلوس کے آگے آگے چلتے ہیں پریشان بنے ہوئے اور چار ہاتھی عمدہ ہودوں سے آراستہ ہوتے ہیں۔ ہاتھیوں کے پیچھے پانسو بجالے بردار اور تین چار سو بندوچی ہوتے ہیں۔ اگر کبھی بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں امرا پایادہ ہوتے ہیں اور اگر وہ ہاتھی پر سوار ہوتے ہیں تو امرا گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں۔

لال قلعہ کے دو برس بعد دس لاکھ روپیہ کی صرف سے یہ مسجد بنائی گئی۔

اس کی تعمیر شروع ہوئی اور پانچ دروازوں اور دروں کی محنت سے چھ برس میں کیا  
 ہوئی سعد اللہ خان دیوان اور فاضل خاں خالسا ماں اسکے مہتمم تھے۔ یہ مسجد ایک  
 پہاڑی پر سنگ مرخ کی بنی ہوئی ہے تینتیس میٹر چوڑائی کے مشرقی دروازہ  
 پر جو سب میں بڑا دروازہ ہے پہنچتی تو یہ دروازہ کی قدر مشیت ہل ہے یعنی یہ کہ  
 چارہل ٹرے اور چارہل چھوٹے ہیں چھوٹے پہلوں کے سروں پر چھوٹے منارے  
 ہوئے ہیں جو دروازہ سے ظلاً زیادہ بلند ہیں اور مناروں پر چھوٹی برجیاں سنگ مرخ  
 کی بنی ہوئی ہیں جس پر سنگ مرخ کی دھاریاں ہیں دروازہ کے کنگرہ پر بھی چھوٹی چھوٹی  
 برجیاں سنگ مرخ کی بنی ہوئی ہیں جو نہایت خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ دروازہ کی دوسری  
 محراب ہے پہلی محراب بہت بلند اور دوسری چھوٹی۔ چھوٹی محراب میں نہایت خوبصورت  
 اور دبیر بنجی کواڑ چڑھے ہیں۔ یہ کواڑ ہمیشہ سے بند رہتے ہیں صرف بادشاہ کے لیے  
 کھولے جاتے تھے۔ دروازہ کے وسط میں ایک وسیع گنبد ہے اور دونوں پہلوؤں  
 میں چھوٹے چھوٹے گنبد ہیں ان تینوں گنبدوں سے دروازہ میں ایک وسیع چوک  
 بن گیا ہے اس کے بعد پھر اسی طرح دوسری محرابیں ہیں ایک اُست اور ایک بلند دروازہ  
 کے اندر دونی طرف یعنی مسجد کے صحن کی طرف دونوں پہلوں میں سے دونوں طرف اوپر جانے  
 کی میڑھیاں ہیں اندر دنی کلاں تر محراب پر سنگ مرخ کی آفتابی بنی ہوئی ہے  
 جس کی برجیاں سنگ مرخ کی ہیں۔ یہ آفتابی مسجد کا شاہجہانی مکبر ہے۔ اس آفتابی کی  
 بلندی کچھ ایسی مناسب رکھی گئی ہے کہ امام کی قرأت اور تجسیرین وہاں سے بہت  
 صاف سنائی دیتی ہیں گو بیچ کے وسیع صحن میں نہ سنائی دیں۔ دروازہ کے شمال چوک  
 میں دالان بنے ہوئے ہیں جس کے دونوں طرف محرابیں ہیں اور دونوں طرف سے کھلے ہوئے



ان دالانوں کے آخر میں جہاں شمال و جنوب کے محراب وارد الان آکر ملتے ہیں مربع مقام بن گیا ہے جس پر سنگ مرمر کی چوکور برجیاں ہیں ان دالانوں کے آگے صحن میں دو چھوٹے چھوٹے ستون ہیں جن میں سے ایک پر دائرہ ہندی اور دوسرے پر کرہ زمین سنگ مرمر پر کھدایا ہوا ہے مگر یہ شاہ جہاں کی وقت کے نہیں ہیں۔ جنوبی مشرقی دالان میں کچھ تبرکات رکھے ہیں جبکی زیارت کے لئے دور دور سے لوگ آتے ہیں۔

دروازہ کے آگے تقریباً چار سو فٹ کا مربع صحن ہے جس میں کل سنگ مرمر کا فرش ہے اس صحن کے وسط میں پندرہ گز سے بارہ گز کا سنگ مرمر کا حوض ہے اور اس کے وسط میں فوارہ ہے اس حوض کے مغربی کنارہ پر ایک چھوٹا سا کٹھن سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے جسکو محمد بخش بادشاہی محل نے بنوایا ہے اس پر یہ کتبہ ہے کوثر محمد رسول اللہ ﷺ

|                                   |                                  |
|-----------------------------------|----------------------------------|
| رسول دیدہ اند آبخا ولی و اہل اللہ | بحاست گرشود این سنگ ہم زیارت گاہ |
| بنائے سال تجسین و آفرین ہاتھ      | بگفت احاطہ جائے نشست رسول اللہ   |

شمال اور جنوبی دالانوں کے سلسلہ کے وسط میں جامع مسجد کے شمالی اور جنوبی دروازے ہیں جو مشرقی دروازہ سے بہت چھوٹے ہیں۔ ان دروازوں میں بھی برجی کوٹھڑی ہے جو سے ہیں اور دونوں دروازوں میں سے اوپر جانے کا راستہ ہے۔ ان دونوں دروازوں کے آگے بھی مشرقی دروازہ کی طرح سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں ان ہی دروازوں سے نمازی مسجد میں پانچون وقت آتے ہیں جنوبی دروازہ کے سامنے پائے والوں کا بازار ہے۔ مشرقی دروازہ کے چوتھرہ پر کبوتروں کی خرید و فروخت سے شہر کے کبوتر باز شام کو جمع ہوتے ہیں اور جنوبی دروازہ کے نیچے گدڑی بازار لگتا ہے۔

شمالی جنوبی دالانوں کے مغربی کنارہ پر بھی مشرقی کناروں کی طرح سنگ مرمر کی

برجیان ہیں ان برجیوں اور مسجد کے مابین اتنی جگہ ہے کہ مسجد کے دونوں یعنی شمالی و جنوبی سروں پر پانچ پانچ در کے دالان بنے ہوئے ہیں جو صحن کی طرف کھلے ہوئے اور مغرب کی طرف بند ہیں۔

اگر صحن میں کھڑے ہو کر ان دالانوں کے پار دیکھا جائے تو عجب دلکش منظر نظر آتا ہے مسجد کے گیارہ در ہیں۔ پانچ پانچ در دونوں جانب چھوٹے ہیں اور بیچ میں بہت بڑے در ہیں اندر کے در میں سات محرابیں ہیں۔ بغلی دروں کے وسط میں اور بیچ کے بڑے در کے سامنے سیرھیاں بنی ہوئی ہیں جن پر چڑھ کر صحن سے مسجد کے اندر جاتے ہیں بیچ کے بڑے در کے سامنے سیرھیاں ہیں پر مرزا سلیم پیر اکبر شاہ ثانی نے سنگ باسی کا ایک مکبر بنوا دیا ہے تاکہ کھجور کی آواز سب نمازیوں کو باسانی پہنچے یہ مکبر نہایت بے بیچ اور نامناسب ہے اور سنگ باسی کے ہونے سے مسجد کو دہشتہ لگ گیا ہے اور مسجد کے بڑے در کی خوبی اور خوشنمائی میں فرق ڈالتا ہے ساری مسجد میں سنگ مرمر کا فرش ہے اور سنگ موٹی کی بچہ کاری سے مصلے بنائے گئے ہیں پیش طاق اس قدر خوشنما اور خوبی کے ساتھ سنگ مرمر کا بنایا گیا ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے ایک پتھر کا تراش کر بنایا گیا مگر افسوس ہے کہ اب کی دفعہ نواب رام پور کے ایک لاکھ روپیہ کے عطیہ سے جو مرمت ہوئی ہے اس نے پیش طاق کو بالکل خراب کر دیا چھوٹے چھوٹے مکوشے سنگ مرمر کے اس طرح جا بجا لگا دیے ہیں کہ الگ جڑ معلوم ہوتے ہیں اور جو اصلی خوبی اسکی تھی وہ بالکل جاتی رہی اس دفعہ کی مرمت میں اور بھی ایسی ہی خرابیاں تمام جامع مسجد میں پیدا ہوئی ہیں مثلاً سنگ مرمر کی بچی کاری جو کل دیواریں تھیں وہ اس سبب سے کہ گرد کے سنگ سرخ کو کمرج ڈالا ہے بہت اہترائی ہے اور

گئی ہے چاہیے تھا کہ شور خوردہ پتھر کو نکال کر اسکی جگہ دوسرا پتھر نصب کر دیا جاتا  
مگر افسوس ہے کہ اس کارروائی کے بدلہ سنگ سُرخ کو کھینچ کر پچی کاری کے کام  
کا بالکل ستیاناس کر دیا گیا مشرقی دروازہ پر جو خوشنما آفتابے بنے ہوئے تھے  
اسکے نیچے سنگ باسی کے توڑے لگا کر اسکو دو کوڑی کا کر دیا ہے آفتابی میں جو  
کھڑا تھا ہمیں سادے سنگ مرمر کے پتھر لگے ہوئے تھے انکی جگہ نہایت بہتر  
جالیان سنگ مرمر کی لگائی گئی ہیں۔

سنگ مرمر کا منبر پیش طاق کے برابر میں کہا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک بہتر کا  
بڑے در کی مٹیانی پر یا ہادی کا طفراسنگ موسے میں بنا ہوا ہے بیچ اوغلی کے چھوٹے  
درون کی مٹیانی پر سنگ موسے سے کتبہ شاہجہان کے نام کا اور تاریخ تعمیر اور تعداد  
مصارف کہدا ہوا ہے حال کی مرمت میں یہہ حروف سیاہ سالے کے بنا دیئے گئے  
ہیں جو دوپ یا ہمیشہ سے کیس قدر ہلکے ہو گئے ہیں اور سنگ مرمر پر روشنائی  
کی سیاہی فوٹ گئی ہے اور وہ لک کے لفظ سے نیچے کی طرف روشنائی اس طرح ہوئی  
ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ لک کے آسٹوپک رہے ہیں کہ ہائے شاہجہاں  
کی دس لاکھہ کی لاگت اب کی دفع بالکل برباد ہو گئی مسجد کے شمال و جنوب کی قطر  
دو منائے سنگ سُرخ کے بنے ہوئے ہیں جنہیں اسقدر پاس پاس دہاریاں سنگ  
مرمر کی دی ہیں کہ وہ پٹری وار معلوم ہوتے ہیں ان کے اندر اوپر چڑھنے کے لیے  
بیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ سناروں کی بلندی ایکسوتیس فٹ کی ہے سناروں پر سے  
شہر کا منظر دیکھنے کے قابل ہے سناروں کے اوپر سنگ مرمر کی  
برجیاں بنی ہوئی ہیں۔ اکسیر شاہ کے زمانہ میں کتبہ کی بڑی خوبی یہ ہے

ہی کہ اس طرح حساب سے عبارت بنائی گئی ہے کہ جتنی جگہ تہی اٹھیں پوری اُترے  
ہے تحریر سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کشتوں سے عبارت کو زبردستی اس طرح بڑھا  
گیا ہو یا چھوٹا کیا گیا ہو کہ پوری اُترے کہتے حسب ذیل عبارت کے کندہ ہیں۔

## کتبہ در اول از طرف شمال

بفرمان شہنشاہ جہاں بادشاہ زمین و زمان گہان خدیو کشورستان گیتی خداوند گردوں  
توان موس قوائین عدل و سیاست مشید ارکان ملک و دولت بسیار دان عالی نظر  
قضا فرمان قدر قدرت فرخندہ راسخ تہ منظر فرخ طالع بلند اختر آسمان شہست  
انجم سپاہ خورشید عظمت فلک بارگاہ۔

## کتبہ در دوم

منظر قدرت الہی موسد کرامت نامتناہی منظر کلمۃ اللہ علیا مروج الملتۃ الخفیۃ البیضا  
لجوار الملوک و السلاطین خلیفۃ اللہ فی الارضین الخاقان الاعل الاعظم والقاآن الابل  
الاکرم ابوالمظہر شہاب الدین محمد صاحب قرآن ثانی شاہجہان بادشاہ غازی لازالت  
ریایات دولۃ منصورۃ و اعداء حضرتہ مقہورۃ کہ دیدہ بصیرت حق منیش از شعشۃ انوار است  
انما یرسعہ مساجد اللہ

## کتبہ در سوم

من آمن باللہ و بالیوم الآخر مستیزرست و آیینہ ضمیر صدق گزینش از شیعہ مشکات است  
اجب الاملا والی اللہ مساجد با فروغ پذیر این مسجد کوہ اساس گردوں حماس کہ کریمہ مسجد

اس علی التقوی بیان بنیان پائدار اوست ونبیه والقی فی الارض رد اسی ان تمینکم  
کتاب ایوان استوار اوقمہ قبه فلک شائش از طبقات آسمان گذشته و شر و طاق  
پہر نشانش با وج کیوان پیوستہ

### کتابہ در چہارم

گر ز طاق و قبه مقصورہ شش جوشان  
بیچ نتوان گفت غیر از کھنشان و آسمان  
فرد بودی قبه گر گردون نبودے نشانی  
طاق بودی طاق گر جفتش نبودی کھنشان  
فروغ شمسہ پیش طاق جہاں تابش بر شنی بخش مصالح سہ است پر تو کس گنبد عالم آتش  
نور افروز عالم کتاب سترنگ مدرسہ چون تو بہر قبه مرقات

### کتابہ در پنجم

مقام قاب تو سین او ادنی محراب فیض گسترش مانند صبح صادق کشادہ پیشانی نبات  
رسان و اللہ جاہم من ربہم اللہ کے ابواب رحمت آگاہیش ملامی واسعہ یعولکے دار السلام  
مباح خاص و عام رسانیدہ منار سپہدارش نمائے دیکھنے کے الذین احسنوا بالحقنی ازین  
رواق گنبد فیروزہ فام گذرانیدہ سقف رفیع باصفائش تماشا گاہ روحانیان کرہ افلاک  
بر در ششم کتبہ یا مادی بخط طغرا نوشتہ۔

### کتابہ در ہفتم

صحن وسیع و کشائش سجدہ گاہ پاک نژادان معمورہ خاک روح فضائے فیض استا طیب  
ہولے روح افراش از روضہ رضوان حکایت کردہ و عذبت ما و معین حوض دلیشن نشان  
آگاہیش از خیمہ سبیل خبر دادہ در روز جمعہ دہم شہر شوال سال ہزار ہشت ہجری موافق

سال چهارم از دور سوم جلوس میمنت مانوس بساعت هجده

## کتابه هشتم

وطلع شایسته سرمایه اینا و پیرایه تائیس یافت و در عرض مدت شش سال بحسن  
سمی کار پردازان کاروان کار گزار و فطر اعتنا و اهتمام کار فرمایان صاحب اقتدا  
و بذل جهد و جهد ستادان ماهر و دانشور و دوفور کوشش پیشه کاران چابک دست و حفا  
هنر و اتفاق مبلغ ده لکھ روپیہ صورت انجام و طراز اختتام پذیرفت و مقدار اتمام روز فطر

## کتابه در نهم

بغر قدوم اقدس پادشاه ظل الله صافی نیست خدا آگاه زبیب و زینت گرفت و آفاست  
نماز عید و لوس و ظائف اسلام چون مسجد الحرام در روز عید الصبح مرجع طوائف انام گرد  
و مبانی اسلام و ایام رامتانت و رصانت کرامت سیاحان مع سکون و مساک  
نور و ان کوه و دامول را آراسته عمارتی باین رفعت و حصانت در آئیند بصر

## کتابه در دهم

و مرآت خیال مر قلم نگشته و حقایق گذاران و قائل و هر و فکر پردازان نظم و نشر را که  
سوخ نگارایان بدیع ارباب ملک و دولت و صنائع شناسان صاحب کنت و قدرت اند  
افراخته بناس باین شکوه و عظمت بر زبان قلم و قلم زبان نگذشته فزانه کاخ استی و طراز  
بندی و پستی این بنیان رفیع را که قره بعین بنش و زینت بخش کارخانه آفرینش است

## کتبہ دریازدہم

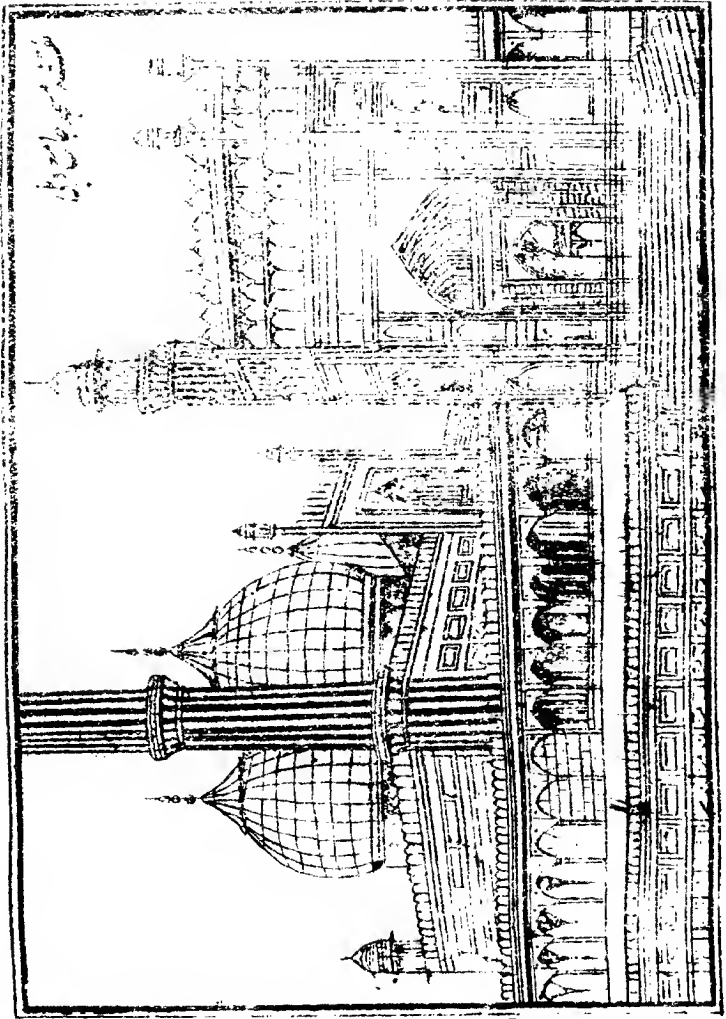
پایدار داشتہ صدائے تسبیح سبحان را ہنگامہ آرائی ذاکراں مجامع ملکوت و دوزخ تہلیل  
 مہللانش را نشاط افزائے برغفلگان جوامع جبروت دارد و روش منابر جمورہ جہان را خطبہ  
 دولت جاوید طرز این بادشاہ داوگر دین پرور کہ میامن ذات مقدس مبارکش ابواب امن  
 امان بر روی روزگار کشادہ است آراستہ دارد بحق الحق و اہل کتبہ نور احمد ان درون  
 کے دونوں طرف مینار ہیں نہایت بلند اور بنایت خوشنما اور مسبین نحینے بنے ہوئے ہیں  
 کہ اُس ستہ سے مینار کے اوپر چلے جاتے ہیں میناروں کے اوپر بارہ دری کی برجیاں سنگ  
 سے نہایت دلکش و لربانی ہوی ہیں ان میناروں پر چڑھنے سے شہر کی عجب کیفیت معلوم  
 ہوتی اور خوبصورت دکھائی دیتی ہے تمام شہر مثل کٹورہ کے معلوم ہوتا ہے اور درختوں کی رونق  
 اور مکانوں کی خوشنمائی سے ایک عجیب عالم دکھائی دیتا ہے شملی مینار سبب بجلی کے گر پڑا تھا  
 اور اس عمارت عالی میں چشم زخم پہنچ گیا تھا اور صحن کا فرش بھی کہ تمام سنگ سُرخ کا ہے  
 جا بجا سے بگڑ گیا تھا سرکار دولت لدا انگریزی نے معین الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ کے عہد  
 میں کہ اُسکو آج تک قریب تیس برس کے عرصہ گزرا ہے اس مینار کو بنوا دیا اور فرش بھی درست  
 کر دیا اکثر نمازیوں کی ماشار احمد اس مسجد میں مور و مخ سے زیادہ ہوتی ہے اور چونکہ نام  
 آواز تکبیر سب نمازیوں کو نہیں پہنچ سکتی اس واسطے شاہنوازہ مغفور مرزا سلیم ابن معین اللہ  
 محمد اکبر بادشاہ عرش آرا محاکہ نے بڑے در کے بیچ میں ایک کبر سنگ باسی کا بہت خوشنما  
 بنوا دیا ہے کہ اُس کبر پر کبر کھڑا ہو کر آواز اُٹھائے اور بنا لک الحمد سب کے کان کا آویزہ  
 کرتا ہے اس کبر کو بنے ہوئے اٹھارہ برس کے قریب عرصہ گزرا ہے مسجد میں تمام فرش

سنگ مرمر کا ہے اور اس میں سنگ موسے کی سنت کاری اور پرحین سازی سے مصلے  
 بنا دیے ہیں منبر اس مسجد کا سنگ مرمر کا ہے اور ایسا خوش قطع بنا ہوا ہے کہ جس کا  
 بیان ممکن نہیں۔

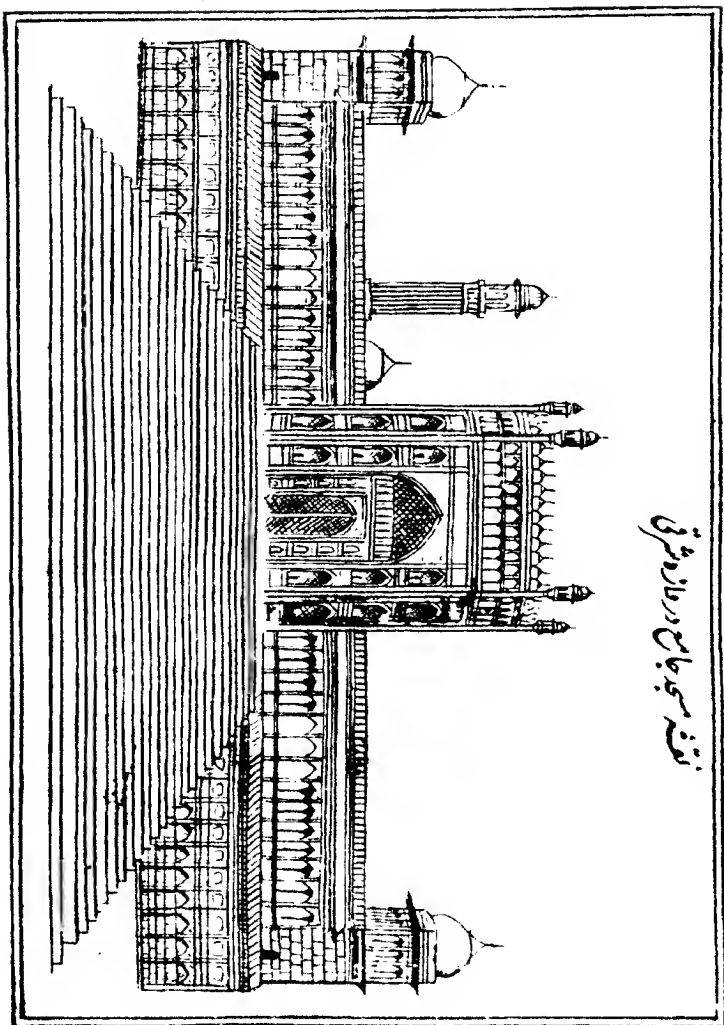
اس میں شمالی منار اور سندھ میں جنوبی منار بجلی سے مہندم ہو گئے تھے شمالی منار سرکار  
 انگریزی نے مع فرش وغیرہ کے مرمت کیا تھا۔ اور جنوبی منار نواب صاحب دہلوی  
 کے رویہ سے حال میں درست کیا گیا ہے۔ اب انہی بجلی کا تار لگا دیا گیا ہے تاکہ آئندہ  
 بجلی سے محفوظ رہیں۔ مناروں کے بیچ میں تین برج سنگ مرمر کے بنے ہوئے ہیں  
 منار کی برجوں کی طرح انہیں سنگ موسے کی دھاریاں پڑی ہوئی ہیں جس سے انکی  
 خوشنمائی بہت بڑھ گئی ہے اگرہ کی مسجد کی طرح یہ برج چبوت سے نہیں شروع ہوئے  
 بلکہ چبوت کے اوپر ایک گولہ ہے اور گولہ پر سے مثل غبارہ کے اٹھائے گئے ہیں۔

۱۷۷۷ء سے پہلے جامع مسجد کے مغربی مثلثوں میں ایک دارالشفاء اور ایک مدرسہ  
 دارالبقائے ہوئے تھے عذر سے پہلے دارالبقائے مفتی صدرالدین صاحب درس  
 دیا کرتے تھے اور اس مدرسہ کی مرمت بھی انہوں نے کی تھی جامع مسجد کا اہتمام اب  
 ایک کمیٹی کی نگرانی میں ہے۔ جامع مسجد کے شمال و مغرب کی طرف دو سو گز کے فاصلہ  
 پر محلہ دہم پورہ میں جینوں یعنی سرائیکیوں کا بڑا مندر ہے یہ عمارت بہت عمدہ ہے  
 حلی الخاص دروازہ پر جو کام بنا ہوا ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے۔ مندر میں یہ مندر  
 بننا شروع ہوا اور سات برس میں بن کر تیار ہوا۔ اس کے بنانے میں سرائیکیوں کا پانچ  
 لاکھ روپیہ خرچ ہوا۔ لالہ ہر سکھہ رائے اور لالہ موہن لال نے بنوایا ہے۔ اسکے پانچ  
 جینوں کا ایک اور چھوٹا مندر ہے جس کو سب سرائیکیوں نے ملکر بنوایا ہے۔ جامع مسجد کے





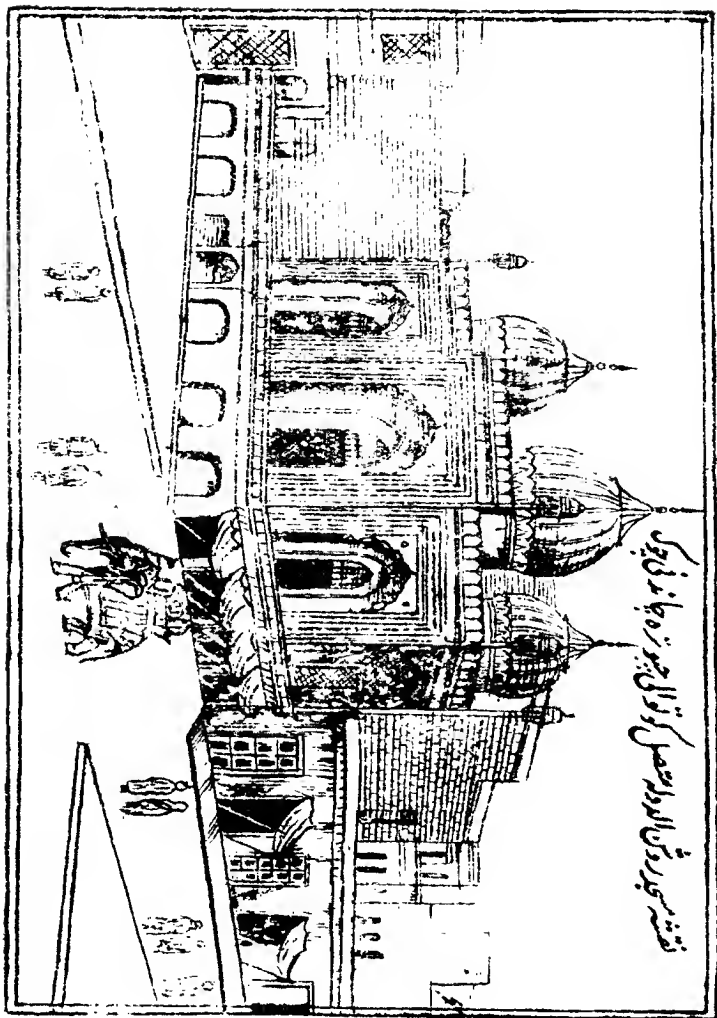
نقشه مسجد جامع در ملا مشرقی



جامع مسجد کے شمال و مشرق میں لارڈ ڈفرن کا ہسپتال بنا ہوا ہے۔  
 ہسپتال کے سامنے دریہ کا بازار ہے جسکی انتہا پر خونی دروازہ تھا جس کے پاس  
 نادر شاہ کے وقت میں قتل عام ہوا تھا اس طرف ایک انگریزی دستہ فوج کا  
 جامع مسجد تک پہنچ گیا تھا مگر یہاں سے اُسکو لوٹنا پڑا تھا خونی دروازہ سے  
 شرق کی طرف چاندنی چوک کا بازار ہے۔ خونی دروازہ کے  
 مقابل شرق و شمال میں شمر کی بیگم کی کوٹھی اور باغ ہے جہاں لندن بنک ہے  
 یہاں غدر میں بنک کا منیجر قتل ہوا تھا خونی دروازہ سے کو توالی تک پھول کی  
 منڈی کا بازار کہلاتا ہے اُسکے بعد جوہری بازار کا حصہ ہے اور جوہری بازار  
 کے بعد اصل چاندنی چوک ہے اب سارا بازار فتح پوری تک چاندنی چوک کہلاتا  
 ہے کو توالی کے سامنے فوارہ ہے اور مغرب میں روشن الدولہ کی سنہری مسجد ہے  
 روشن الدولہ محمد شاہ کے بخشی تھے اسپر یہ کتبہ کندہ ہے

|                            |                         |
|----------------------------|-------------------------|
| در زمان شہ خورشید سریر     | خل حق ماہ زمین شاہ زماں |
| ناصر الدین کہ محمد شاہ است | تیغ او کفر شکن در دوراں |
| شرف الدولہ بنا فرمودہ      | مسجد و مدرسہ عالیشان    |
| این دو بیت الشرف علم و دل  | ہیچو سعدین فلک کرد قرائ |
| سال تایخ بنا گفت خسرو      | قبلہ حج ارادت کشیاں     |

کو توالی کے پس پشت مولانا فخر الدین صوفی کا مکان تھا کو توالی کے سامنے بازار  
 کے بیچ میں شہنشاہ میں پھانسیاں گڑھی ہوئی نہیں جہاں مفسدوں کو پھانسی ملی  
 یہیں نواب جہو عبدالرحمن خاں اور راجہ بلب گڈہ راجہ ناہر سنگھ کو غدر کے بعد



پہانسی دی گئی تھی اور بہن تین ستر او دل کی لاشیں لٹکانی گئی تھیں جنکو مہجر بادشاہ نے ۱۸ ستمبر کو گولیاں مار دی تھیں۔ کو توالی کے پاس سنہری مسجد میں قتل عام کے وقت نادر شاہ مارچ ۱۷۲۲ء میں اس کے بیٹھا تھا۔

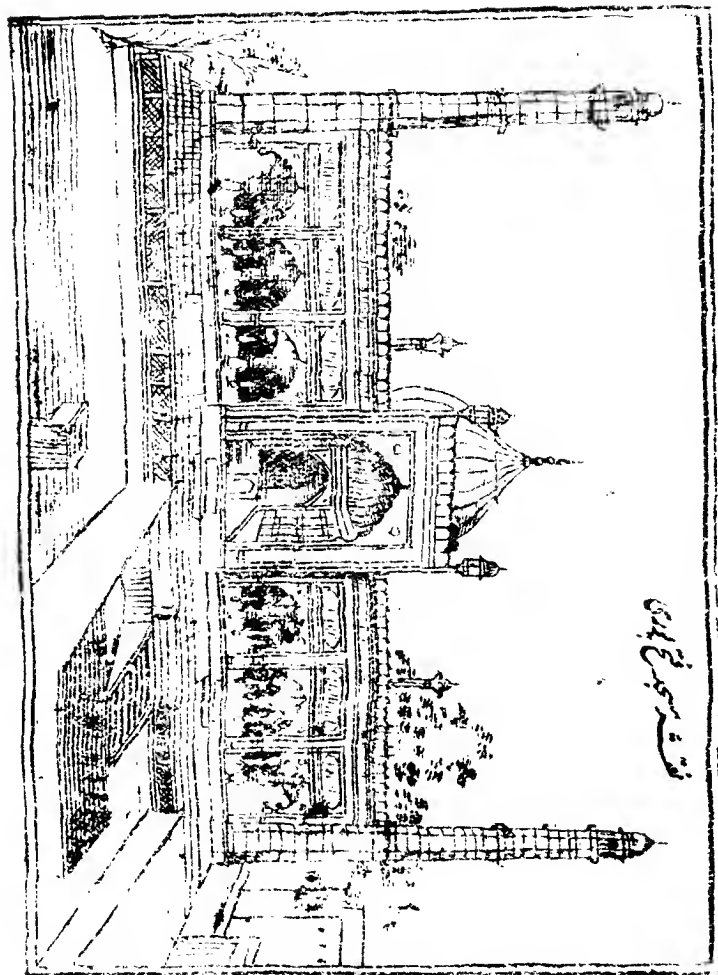
### سنہری مسجد

جب مارچ ۱۷۲۲ء میں نادر شاہ نے دہلی میں قتل عام کا حکم دیا تھا تو وہ اسی مسجد میں اس کے بیٹھا تھا۔ ایک شخص نے چشم دید حال اس قتل عام کا اس طرح لکھا جو ہم انگریزی کتاب سے ترجمہ کر کے یہاں درج کرتے ہیں۔ انکی صبح کو ایرانی بادشاہ کا حکم جاری ہوا کہ باشندوں کو قتل کیا جائے۔ حکم کے جاری ہوتے ہی ایک لمحہ میں قتل و غارت شروع ہو گیا۔ چاندنی چوک بازار درمیانہ اور مسجد جامع کے گرد کے مکانات کو آگ لگا دی گئی اور وہ سب جل کر خاکستر ہو گئے اور یہاں کے کل باشندے قتل کیے گئے۔ کہیں کہیں کسی نے کچھ مقابلہ کیا لیکن اکثر مقامات میں لوگ بے لڑائی کے ذبح کر دیے گئے۔ جو کچھ اور جو شخص ہاتھ آیا اسکو ایرانیوں نے پکڑ لیا یعنی کپڑے زور سونے چاندی کے برتن بہت لوٹے گئے۔ میں اس مصیبت کو دیکھ کر دل پورہ کے محلہ میں اپنے محل سے دیکھ رہا تھا اور صمیم ارادہ کر لیا تھا کہ اگر ضرورت ہوگی تو لڑ کر جان دوں گا اور خدا کی مدد سے عزت کے ساتھ مرد ہوں گا۔ حضرت صاحبقران امیر تیمور کے زمانہ سے جنہوں نے ایرانی دہلی کو فتح کیا تھا اور باشندوں کو قتل کرنا تھا اس زمانہ تک اس کے بعد جسکو ۳۴۸ برس کا زمانہ گزرا دہلی پر ایسی مصیبت نہیں پڑی۔ برسوں کی محنت کے بعد کہیں پھر عمارتیں اور بازار درست ہو گئے۔ آدھے دن تک قتل عام ہوتا رہا اس کے بعد

ایرانی بادشاہ نے حاجی نولا دغاں کو توال کو حکم دیا کہ چند ایرانی نقیبوں کو ساتھ لیکر  
 انان کا اعلان دو کہ قتل عام بند ہو رفتہ رفتہ آتش فرو ہو گئی مگر جو خوزیری برابجا  
 اور خاندانوں کی بغیرتی ہو گئی وہ ہو گئی ایک عرصہ تک سرکوں پر نعشیں اس طرح پڑی  
 تھیں جیسے باغ کی روش پر مردہ پھول اور پتے بڑے ہوتے ہیں شہر حاکم میدان گیا  
 ایک ہو کا مقام نظر آ رہا تھا کرب و بلا کی صدا میں چاروں طرف سے اٹھ  
 رہی تھیں سکاۃ الموت کی بھیاں آوازوں نے کمرہ باد کو بہر دیا تھا۔ آسمان سے  
 خون برس رہا تھا اور دہلی کی شاہراہیں انسانی گرم گرم خون سے افشان  
 ہو رہی تھیں۔ ملک الملو کا پنجہ سب پروراز ہو رہا تھا جس طرف نظر پڑتی تھی مرگ نہ  
 جسنے دار و کامضون چڑھتا تھا قلعہ کے تمام شاہی زیورات اور سامان اور خزانہ ایرانی  
 بادشاہ نے لے لیا اس طرح ہزار ہا اشرفیان اور ساٹھ لاکھ روپیہ اور ایک کروڑ  
 روپیہ کے سونے کے برتن چپاس کروڑ کے جواہرات جبکہ ثانی دنیا میں نہ تھا نادشاہ  
 کے ہاتھ لگے صرف تخت طاوس جو شاہجہان نے بنوایا تھا کئی کروڑ روپیہ کا تھا  
 ہاتھی گھوڑے کپڑے جو کچھ اس کے پسند آیا فلاح نے لے لیے غرضکہ ۳۴  
 برس کی دولت دم بہر میں اس کے ہاتھ آگئی یہاں سے آگے چل کر نارہتہ و کسر صاحب  
 کا گھنٹہ گہر ہے جس میں سین پل کیٹی کے چپیس ہزار روپیہ صرف ہوئے تھے اور بیکوٹا  
 فٹ بلند ہے یہاں پہلے جہاں آئرلینڈ کی کاروانسرانے بنی ہوئی تھی جن کا لقب شاہ سلیم تھا  
 اور وہ شاہجہاں کی بیٹی تھیں اور ان کی بہن روشنار بیگم تھیں جن کے باج کا ذکر آگے  
 آئے گا برنیر ستیاج اس سرانے کی عمارت کی بہت تعریف لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ  
 پارس کے شاہی محل سکیم ملہ تھی۔ برنیر صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں

دہلی کی آبادی پارس کی آبادی کے برابر تھی۔ کارواں سرے کے سامنے شمال کی طرف جہاں آسایگم کا بلخ تھا جو نو سو ستر گز لمبا اور دو سو چالیس گز چڑا تھا۔ جو خوبصورت بارہ دریاں وغیرہ اس بلخ میں بنی ہوئی تھیں اب انکا نشان بھی نہیں رہا۔ اب اسکی جگہ زیادہ قطعہ میں ملا کر ملکہ کا باغ انگریزی قطع کا بنا ہوا ہے گہنٹا گھر کے سامنے ملکہ وکٹوریہ قیصر منڈ کا سنگ مرمر کے چوڑے پرست استادہ کیا گیا ہے۔ اسکے پس پشت ٹاؤن ہال کی عمارت بنی ہوئی ہے جس میں میونسپل کمیٹی کے ایک لاکھ پینتیس ہزار چار سو ستاون روپیہ خرچ ہوئے ہیں۔ ٹاؤن ہال کے پیچھے ریل کے اسٹیشن تک ملکہ کا بلخ چلا گیا ہے جس میں شاہ یگم کے قدیم بلخ کی زمین بھی شامل ہے بلخ میں ایک ہاتھی سنگ مرمر کا بنا ہوا کھڑا ہے یہ ان دو ہاتھیوں میں سے ایک ہاتھی ہے جو کسی زمانہ میں قلعہ کے دلی دروازہ کے سامنے کھڑے تھے۔ گہنٹہ گھر کے آگے فتح پوری بازار ہے جسکی انتہا پر فتح پوری کی مسجد واقع ہے یہ مسجد شاہجہان کی بیوی نواب فتح پوری یگم نے سن ۱۰۲۷ تعمیر کی تھی اس مسجد کا طول ۵۴ گز کا اور عرض بائیس گز کا ہے یہ سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے اسکا ایک برج جو چوٹی کا دھاری دار بنا ہوا ہے اور دو منارے چلتیں گز بلند ہیں مسجد کے سامنے صحن پینتالیس گز لمبا اور پینتیس گز چڑا سنگ سرخ کا ہے۔ صحن کے آگے اگر تیرے چوہ گز کا حوض ہے اس مسجد کی چاروں طرف طالب علموں کے رہنے کے کھانا بنے ہوئے ہیں اس کے تین دروازے ہیں ایک شمال میں کہاری باولی بازار کی طرف ہے یہ باولی اب دوکانوں میں دب گئی ہے یہ شاہجہان آباد کی آبادی سے پہلے کی تھی سن ۱۹۵۷ء میں شہ شاہ کے عہد میں بنی شروع ہوئی تھی اور چھ سال میں تمام ہوئی تھی اسکا کتبہ یہ تھا۔

نقشه مسجد فتح آبادی





## کتابہ دروازہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ يَا اللّٰهُ

## کتابہ اندرونی پیشانی چوکھٹ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ بِرَبِّ بَاشْفِیْ رَبِّ بَعُوْنَتِیْ تَمَامِ شَدِیْنِ بَادِرِیْ دِجَاہِ دِرْمَادِیْ رَمَضَانَ  
سَنَةِ نَبِیْنِ دِیْجَاہِ دِیْشَہِ سَہْجِیْ رُوحِ مُحَمَّدٍ صَلَّیْ رَسُوْلٌ دِرْگاہِ حَضْرَتِ اَلدِّیْنَ  
عَادِلِیْ سَلَامِ شَاہِ بِنِ شَیْرِ شَاہِ بِنَاکِرْدِہِ کَاکِرْدِیْنِ اِرْحَمَہِیْ شَیْ خَواجہِ عَمادِ الْمَلِکِ عَرَفِ عَبْدِ  
لَاذِرِ قُرْشِیْ بِنْدِہِ گَانِ کَر بَادِرِیْ اُمِیْدِ دَارِ غَنَایِیْتِ دِیْ مَرْحَمَتِکِ کَر دِیْ بَاہِ سَرِیْ بَاہِیْنِکِ

## کتابہ دیوار شمالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ دِرْ عَمِدِ وَ زَمَانِ شَاہِ سُلْطَانِ السُّلْطٰنِیْنِ دِلْمُظْفَرِ سَلَامِ شَاہِ بِنِ شَیْرِ شَاہِ  
سُلْطَانِ خَلدِ سُلْطَانِکِ دِلْمُظْطَانِہِ بِنَاکِرْدِہِ اِیْنِ چَاہِ تَوْفِیْقِ اِسْمِ دِیْ رُوحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَلِکِ عَمَادِ  
الْمَلِکِ عَرَفِ خَواجہِ عَبْدِ اِسْمِ لَاذِرِ قُرْشِیْ بَدَارِ الْمَلِکِ حَضْرَتِ دِہْلِیْ فِیْ سَنَةِ اَشْنِیْ دُخْمِیْنِ دِیْ سَمَاعَتِ

دوسرا دروازہ شرق میں چاندنی چوک کی جانب اور میتر جنوب میں بازار لال چاہ کی  
طرف ہے جو کمرہ چاندنی چوک کی جانب ہے اب اُسپر دوسری منزل بنا دی گئی ہے  
تاکہ کرایہ کی آمد فی ٹرہ جائے طالب علموں کے مکانات کے سامنے باغیچہ تھا جو اب  
خراب ہو گیا ہے شہر کے بعد یہ مسجد ضبط ہو گئی تھی جب ملتان میں حضور  
قیصر ہند دہلی میں بحالت ولیعهدی تشریف لائے تھے تو یہ مسجد از سر نو مسلمانوں کی  
عبادت کے لیے واگذار شد کر دی گئی تھی اب اسکا انتظام ایک کمیٹی کے سپرد ہے  
راج پوری کے سامنے سے سید ہی سترک بیل کے اسٹیشن کی سترک سے جا ملی ہے۔  
اس سترک کے بائیں طرف کیمیزجیشن کا مکان ہے جو پہلے ذاب معذور جنگ کا

محل تھا جبکہ اب ریل کا اسٹیشن ہے وہاں پنجابی کٹرہ میں نواب اورنگ آبادی سکیم کی  
بنوائی ہوئی بہت بڑی مسجد تھی یہہ خاتون اورنگ زیب بادشاہ کی بیوی تھیں یہ مسجد سرخ  
رنگ کی بنی ہوئی تھی

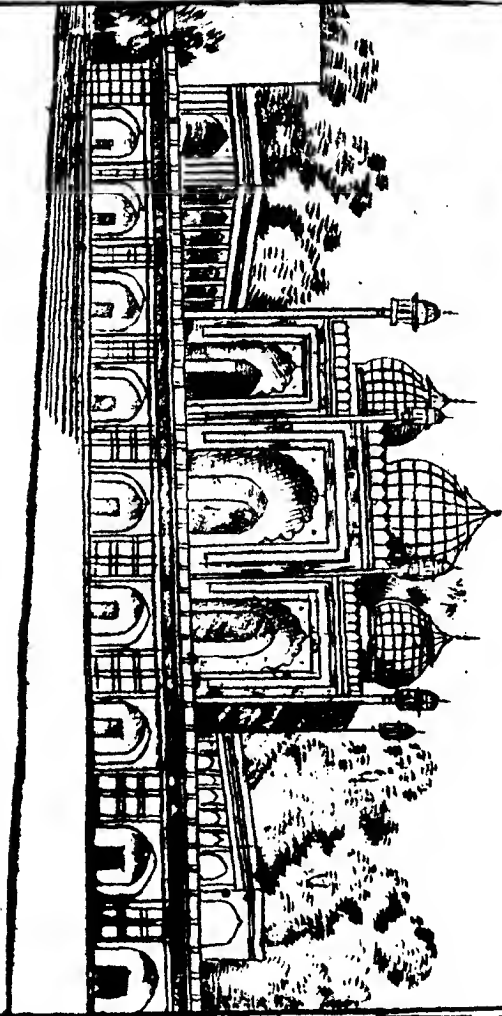
### فخر المساجد

لب شرک کشمیرید روانہ کے پاس فخر المساجد بنی ہوئی ہے یہہ ایک چھوٹی سی نہایت خوشنا  
مسجد ہے کرسی میں کئی دوکانیں ہیں مسجد کی روکار سنگ مہر کی ہے اور سنگ سرخ کی پچی  
کاری ہے مسجد کے اندر اجارہ تک سنگ مرمر ہے۔ اسکے بروج سنگ مرمر کے ہیں جنہیں  
سنگ موسے کی دھاریاں بنی ہوئی ہیں بروجوں پر سنہری کلس ہیں اندر کا فرش سنگ مرمر  
کا اور باہر کا سنگ سرخ کا ہے جنوبی ضلع میں نہایت خوبصورت دالان سنگ سرخ  
کے بنے ہوئے ہیں شمال کی طرف ہی جواب میں دالان ہے اُسی طرف حوض اور فوارہ  
تھا۔ یہ مسجد فاطمہ فخر النساء بیگم زوجہ نواب شجاعت خاں نے اپنی یادگار میں ۱۲۸۵ھ  
میں بنوائی تھی اس پر یہ کتبہ کندہ ہے

### کتبہ

|  |  |
|--|--|
| <p>بلد صاف حق تعالیٰ از طفیل مرتضیٰ<br/>یادگار ش ساخت این مسجد بفضل مصطفیٰ</p> | <p>خان دین پرورش شجاعت خاں تحت قیادت<br/>صدر خاتونان کنیز فاطمہ فخر جلال</p> |
|--|--|

## نقشه فخر المساجد



## کرنیل جیسکس کا اگر جاگھر

اسکے سلسلے کرنیل جیسکس کا بنایا ہوا اگر جاگھر ہے اسکی عمارت میں اتنی ہزار روپیہ خرچ ہوا تھا اگر جاگھے احاطہ میں کرنیل جیسکس کی اسکر کی اور سن فریزر کی قبرین جن جو ششہ میں دہلی میں ڈال گیا تھا یہیں سرٹاس مسکف صاحب کی بھی قبر ہے جنہوں نے مسکف کیس کی عمارت بنائی تھی۔

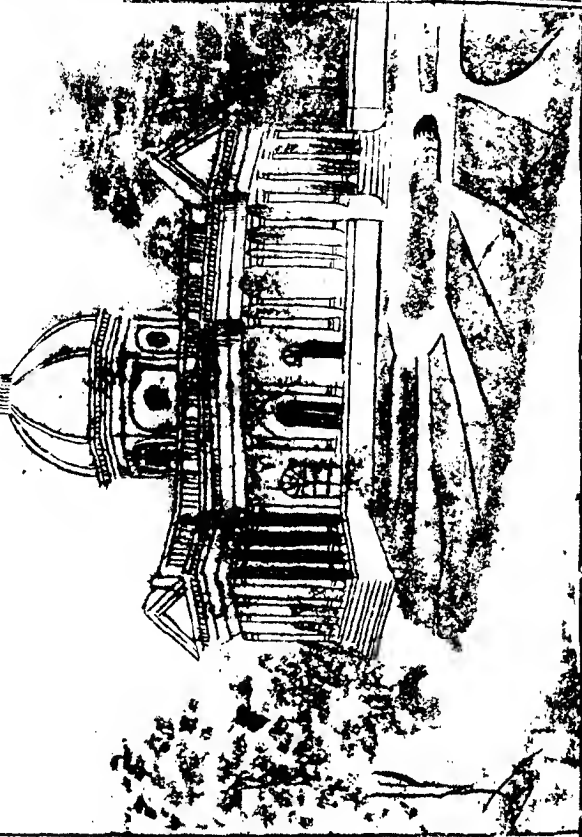
## محل مردان علی خان

جو شکر یہاں سے جامع مسجد اور لال قلعہ کو لگی ہے اسکے کنارہ پر مردان علی خان کا محل تھا جہاں ہائی اسکول ہے اسی مکان میں ششہ کے بعد بہت دن تک دہلی کے میڈیٹ برہا کیے اور اسی مکان میں دہلی کالج تھا جو ششہ میں بند ہو گیا۔

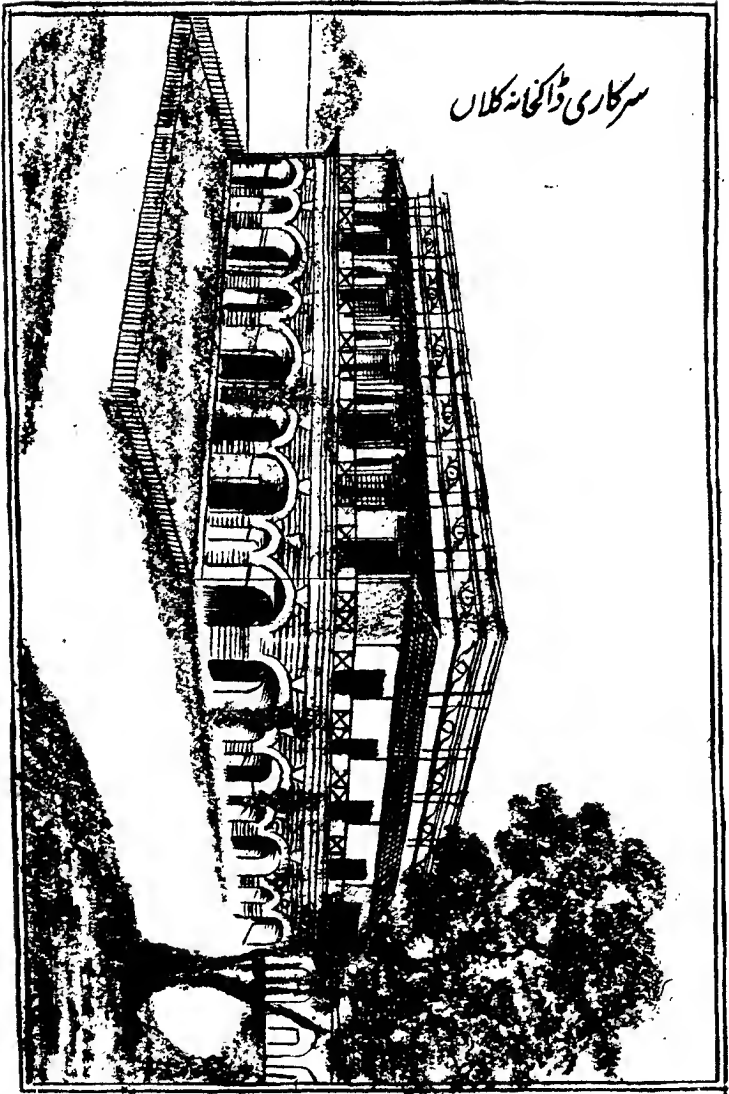
## سرکاری ڈاکخانہ

اسکے بعد سرکاری ڈاکخانہ کی عمارت ہے جہاں حذر میں چند اہلکار بہت مردانگی کے ساتھ آخر وقت تک کام کرتے رہتے تھے اور حال میں انکی ایک یادگار وہاں بنائی گئی ہے۔ ڈاکخانہ کے قریب پرائیویٹ میگزین کا دروازہ ہے جسکو ملازمین سرکاری بہت ہی بہادری کے ساتھ باغیوں سے بچایا تھا اور آخر کار میگزین کو اڑا دیا تھا یہاں سے شکر جنوب کو ریل کے پل کے نیچے سے مڑ کر سیدھی قلعہ کے نیچے ہوتی ہوئی قلعہ کے لاہوری دروازہ کے سامنے سے گزر کر فیض بازار میں جا ملی ہے جو قلعہ کے دہلی دروازہ کے اوپر شہر کے دہلی دروازہ کے بائیں اس طرح واقع تھا جسکی قلعہ کے لاہوری دروازہ کے اوپر مسجد

نقشه کر جاکه متصل  
در دوازده شمیری بی



سرکاری ڈاکخانہ کلاں



کے مابین خاص بازار واقع تھا۔ قلعہ کے دہلی دروازہ کے سامنے دو پتھر کے ہاتھی کھڑے تھے جن کا ذکر لال قلعہ کے بیان میں ہو چکا ہے جو اگر وہ سے لائے گئے تھے اور جن کی باتا بیان کیا جاتا ہے کہ چتوڑ کے محافظین کے ہمت اُن پر سوار کیے گئے تھے ان ہاتھیوں کے کچھ اجزاء قلعہ میں سے دستیاب ہوئے تھے جسے ایک ہاتھی مرتب کیا گیا ہے اور وہ ملکہ کے یلغ میں موجود ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

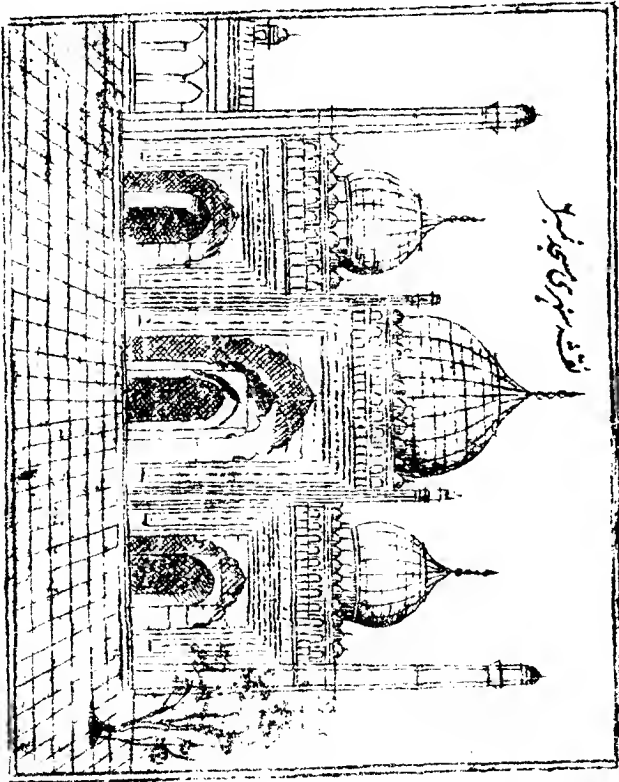
## جواد خان کی سنہری مسجد

دہلی دروازہ کے سامنے تھوڑی دور پر جواد خان کی سنہری مسجد ہے جو شہداء میں تعمیر ہوئی تھی۔ یہ مسجد سنگ باسی کی بنی ہوئی ہے جواد خان قدس سید بگم والدہ احمد شاہ کا شیر تبار جب احمد شاہ تخت سے اُتارے گئے اور انکی آنکھیں نکال ڈالی گئیں تو جواد خان بھی قتل کر ڈالا گیا تھا اسکے دو نو مینار سنگ جہی کے ہیں اسکے تینوں بُرج کاٹ کے بنے ہوئے تھے جن پر موٹے موٹے تانبے کے پتھر اُتارے پر سونے کے پتھر چڑھائے گئے تھے۔ جب کاٹ لگایا تو بُرج اُتار ڈالے گئے مسجد کی بائیں طرف کاٹ کے دالان میں کچھ تبرکات رکھے رہتے تھے اس پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

خلقی پروردادگر شاہان عالم را پناہ  
باددائم فیض عام آن ملائک سجدہ گاہ  
ساخت تعمیر جنین جاوید عالی دست گاہ  
ہر کرد انہش طہارت کرد شد پاک از گناہ  
مسجد بیت مقدس مطہر نور آتہ

شکر حق در عہد احمد شاہ غازی بادشاہ  
مسجد سے کردہ بنا نواب قدسی عزوجاہ  
سمی نواب بہادر صاحب لطف و کرم  
چاہ و حوض و صاف و صاف آبروئے نکست  
سال تارخیش چہ غم یافت از الہا غم

نقش سهروردی مجید





## زینت المساجد

خیراتی دروازہ کے پاس زینت المساجد ہے جس کا مسئلہ عین زیب النسا بکلم اور رنگ کی بیٹی نے بنوایا تھا اٹھارہ فن شمال کی طریت اس مسجد میں ہے خدر کے بعد جب مسجد فوجی قبضہ میں آئی تھی تو قعود اکھیر ڈالا گیا تھا یہ مسجد سات در کی ہے چوک در بڑا در اس پاس کے در چھوٹے ہیں اس کے مناسے بہت بلند ہیں کل شک مٹرخ کی بنی ہوئی ہے اور بہت خوبصورت ہے اسپر یہ کتبہ کندہ ہے۔

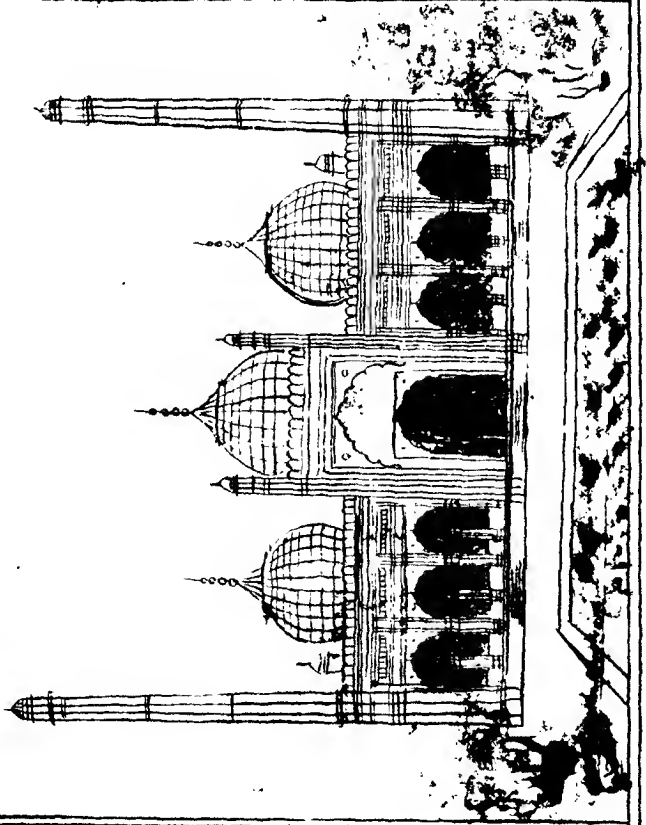
موسس مادر لکھ فضل خدا تھا بس ستا سایہ انداز ابرجت قبر پوش مابن است

## روشن الدولہ کی سنہری مسجد

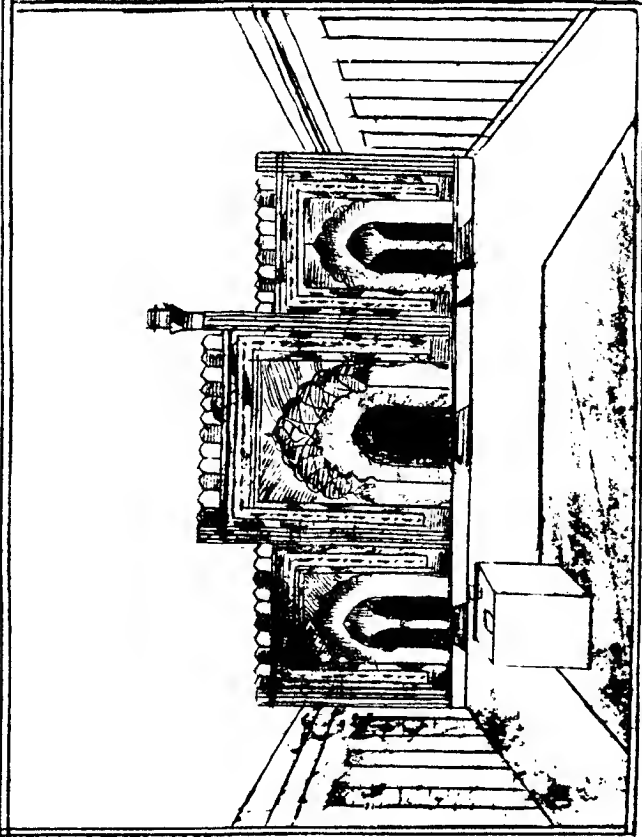
قبض ہمار میں قاضی دارم کے پاس روشن الدولہ کی سنہری مسجد تھی جس کے من سنہری چ تھے ان مسجد کے ستے کو توالی کے قریب کی سنہری مسجد روشن الدولہ نے بنوائی تھی۔ اسپر یہ کتبہ کندہ تھا

|                                     |                                     |
|-------------------------------------|-------------------------------------|
| شاہ بھیکو ان مرشد کامل ولایت و نگاہ | شکر حق کریمین فیض سید عرفان پناہ    |
| محدث گستر محمد شاہ غازی بادشاہ      | در زمان شاہ اسکندر نشان ہمیشہ قدر   |
| کرہ تمیز طائی مسجد عرش اشتباه       | روشن الدولہ ظفر خان صاحب جود و کرم  |
| کرہ از نذر شعلی ہر روز و شب گاہ     | مسجد کے کاغذ فدا سے حق تعالیٰ شہادت |
| ہرگز از آتش وضو ساز شود پاک گاہ     | حوض صاف اور نشان از چشم کردار       |
| مسجد چون بہت اقصیٰ بہت نورالہ       | سایہ انداز سامی یافت از الوہابیم    |

## نقشه زینت المساجد



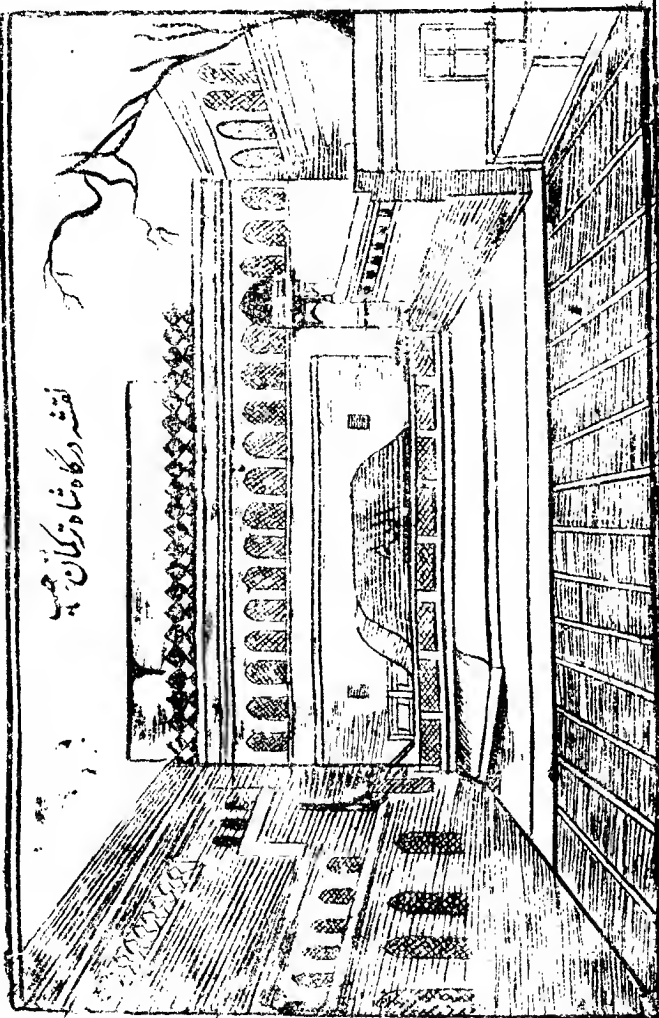
## مسجد روشن الدوله



## اولیا مسجد

فیض بازار سے جسکے چھ میں مثل چاندنی چوک کے نہر ہستی ہے اور اس نہر کا نام فیض نہر ہے  
 دہلی طرف رستہ بہرام خاں کے تراہہ کو موڑ جانا ہے۔ اس رستہ میں اولیا مسجد <sup>۱۲۶۱</sup>  
 کی بنی ہوئی اور اس کے آگے درسی کی مسجد <sup>۱۲۶۲</sup> تہ جری کی ایک برج کی بنی ہوئی ہے جو  
 سے رستہ فیض اند خان بخش کے کمرہ کے نیچے ہوتا ہوا چٹلی قبر کو آیا ہے دست رست کی طرف  
 نواب غلام خاں کی جو ملی ہے جہاں اب تک محلہ آباد ہے اور دست چپ کی طرف ترکمان دروازہ  
 کو رستہ گیا ہے چٹلی قبر کی بابت مشہور ہے کہ یہ سید روشن صاحب شہید کی ہے جن تعمیر کو  
 ساڑھے پانسو برس ہوئے جو رستہ ترکمان کو گیا ہے انہیں میر محمدی صاحب کا مزار ہے یہاں  
 مرزا سلیم بن کبیر شاہ ہی مدفون ہیں اس سے آگے غلام علی صاحب کی خانقاہ ہے۔ علاوہ  
 شاہ صاحب کے یہاں مرزا جان جاناں مظہر اور شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار ہیں اور اس  
 سے آگے شاہ کلن کی ڈگڈگی یعنی مزار ہے اور اس سے آگے ترکمان دروازہ کے پاس شاہ  
 ترکمان کا مزار ہے یہاں بانی کی درگاہ ہے اور اسی درگاہ کے سبب سے اس دروازہ  
 کا نام ترکمان دروازہ رکھا گیا ہے۔ ایک احاطہ میں آپ کا مزار ہے جسکے گرد سنگ مرمر  
 کا کھانگہ ہوا ہے اور تھوڑی دور تک سنگ مرمر کا فرش ہے باقی سنگ مرمر بچھا ہوا ہے  
 اور درگاہ میں ایک کھڑکی کا درخت ہے جسکی بابت یہاں کیا جاتا ہے کہ حضرت مرزا دم جاناں  
 یہاں گت کا ہوا ہوا ہے۔ تاریخ وفات آپ کی ۱۰۴۰ھ ہے اس تاریخ پر ہر سال  
 بہت ہجوم ہے آپ کا عرس ہوتا ہے چٹلی قبر سے دو سو لاکھ سید ہاجا زن سب کو  
 جاتا ہے

نقشه درگاه شاه و ترکمان



## مسجد سید رفائی صاحب

اس آستانہ میں سید رفائی صاحب کی مسجد ہے جو بہت قدیم زمانہ کی بنی ہوئی ہے مگر چونکہ خدر سے پہلے یہاں سید صاحب سکونت پذیر تھے اور انکی کچھ مرمت ہی انھوں نے کرائی تھی اس سے انکے نام سے مشہور ہو گئی آثار الصنادید میں لکھا ہے کہ ان سید صاحب کے ہاں ایک مجلس بنا حضور ہوا کرتی تھی اور اس مجلس میں خاص مریدوں کے ہاتھ پر چمڑے ہوتے تھے اور وہ حالت وجد میں ایک دوسرے کو پھرے مارتے تھے مگر کوئی زخمی نہ ہوتا تھا اور اگر ہوتا بھی تھا تو سید صاحب لب لگا کر اسکو مٹا دیتے تھے مجلس کی بڑی شرط یہ تھی کہ اسکے گرد پیش میں کوئی عورت نہ ہو۔ نواب مصطفیٰ خان اور محمد امیر خوشنویس کے مکاتبات بھی اسی شرک پر واقع تھے اسکے بعد نواب عزیز آبادی کی جو بی بی ہے جہان اب ایک محلہ آباد ہے آگے چل کر شیدی فولاد خاں کا بنگلہ تھا شیدی فولاد محمد شاہ کے وقت میں شہر کے کوتوال تھے اسکے آگے مفتی صدر الدین خان کی جو بی بی ہے جواب تک موجود ہے یہ جو بی بی اصل میں لالہ ہزارہ بیگ کی جو بی بی تھی جو مفتی صاحب نے خرید لی تھی اسکے آگے ثیا محل کا محلہ ہے جسکی وجہ تسمیہ کسی کتاب سے دریافت نہیں ہوئی چلی قبر سے ایک راستہ چوڑی والوں کے محلہ کو گیا ہے اور ایک راستہ شاہ کلن کی دگدگی سے چلی جاؤ محلہ ہوتا ہوا سیارام کے بازار کو نکل گیا ہے۔

## رضیہ سلطانہ کا مزار

بللی خانہ کے پاس رضیہ سلطانہ بیگم کا مزار ہے آپ کے مزار کے گرد ایک مختصر سا احاطہ

جو بہت خراب حالت میں ہے قبر کا تقوید یہی باقی نہیں رہا اس احاطہ میں ایک دوسری  
 قبر ہے جو جیوہ بیگم کی ہے دونوں قبریں رچی رچی کی درگاہ کے نام سے عوام میں مشہور  
 ہیں رضیہ سلطانہ بیگم سلطان شمس الدین التمش کی بیٹی تھیں سلطان شمس الدین کی وفات  
 کے بعد ان کا بیٹا سلطان رکن الدین تخت نشین ہوا اُس نے اپنی بہن رضیہ سلطانہ بیگم کو  
 قید کرنا چاہا۔ مگر رضیہ سلطانہ نے اپنے باپ کی فوج کو اپنی طرف کر لیا اور رکن الدین  
 قتل ہوا۔ ساڑھے تین سال تک وہ ہندوستان کے تحت پرتگن رسی یہ ہندوستان  
 کے اول ملک قیصر ہند نہایت عقلمند عادل اور سچی ملک تھی اور میدان جنگ میں اپنے  
 لشکر کی انگریز آپ کرتی تھی چونکہ ملک نے اپنے ایک حبشی غلام کو امیر الامرا کا خطاب یا  
 تہا دربار کے امرا کو بھیہ امر ناگوار ہوا اور ملک کی جانب بدگمانی پیدا ہو گئی۔ ایک ترکی سردار  
 التونی نامی نے جو سیٹھ کا حاکم تھا بغاوت کی۔ اس بغاوت میں حبشی مارا گیا اور ضعیف  
 رضیہ سلطانہ کو التونی نے قید کر لیا۔ جب رضیہ سلطانہ نے کوئی چارہ نہ دیکھا ناچار اُس  
 ترکی سردار سے نکاح کر لیا اور اُسکی مدد سے اپنے بھائی معز الدین بہرام سے دو وزیر  
 لڑائیاں لڑیں آخر لڑائی میں رضیہ سلطانہ اور امکا شہر قید ہو گئے اور مرواؤ لے  
 گئے۔ مسند جہری کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ وہ فیروز آباد میں مدفون ہوئیں جزیکہ یہ  
 تحقیق ہے کہ کالی مسجد بیشک شہر فیروز آباد کی جامع مسجد تھی اسلئے کوئی وجہ نہیں  
 معلوم ہوتی کہ اس مزار کی بابت عام روایت کو یقین نہ کیا جائے کہ یہ خراب و خستہ  
 مزار حقیقت اول ملک ہندوستان رضیہ سلطانہ کا ہے۔

### کالی مسجد

بلبل خانہ اور ترکمان دروازہ کے بیچ میں کالی مسجد ہے شاید اصل میں کلاں مسجد اسکا

نام ہوا اور شہر فیروز آباد کی یہ جامع مسجد اور کلان ترین مسجد ہو کچھ تعجب نہیں کہ فیروز آباد کا شہر جن کے کنارے ایک آباد ہوا اور فیروز شاہ کا کوٹہ اس کے جنوبی حدود سے باہر ہو کیونکہ عموماً محل شاہی شہر سے علیحدہ ہو کر رہتا ہے اس مسجد کی کرسی بہت بلند ہے ایک میسٹریٹھریاں ہیں جو تانہ جان جہان ابن خان جہاں وزیر نے فیروز شاہ کے عہد میں درخشندہ تعمیر کرائی تھی یہ مسجد گہبی ہے ہر گز میں پانچ درہن - اس مسجد کا طول ۱۷۰ فٹ اور عرض ۴۱ فٹ ہے ہر در پر چھوٹے چھوٹے برج ہیں اور بیچ کا برج بڑا ہے کل بندرہ برج ہیں - ایک دیوار بن شرک سے ۶۶ فٹ بلند ہیں اور ان کی طرف پسواں بنی ہوئی ہیں اور مسجد کا دالان زمین سے ۴۰ فٹ کی گہبی پر کسی زمانہ میں اس کی استرکاری کے نقش و نگار بہت خوبصورت تھے اسکے صحن میں کئی قبریں ہیں بچلے ایک جان جہان بانی مسجد کی ہے اور دوسری خان جہان ان کے والد کی ہے مسجد پر کیتبہ کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفضل و عنایت آفریدگار در عہد دولت بادشاہ دین دارالوائق تباہید الرحمن ابوالمظفر فیروز شاہ سلطان خلد اللہ ملکہ ابن مسجد بنا کردہ بندہ زادہ درگاہ جو تانہ مقبول الخا طب خان جہاں خدایرین بندہ رحمت کندہ کہ درین مسجد بیاید بدعاے خیر بادشاہ مسلمانان دین بندہ بفتح و اخلاص یاد کند حق تعالیٰ این بندہ را بیاورد و بجزرتہ الہی وآلہ مسجد مرتب شد تباہید ہم باد جمادی الآخر سنہ تسع و ثمانین و سبعۃ ہجری



جامع مسجد کے پیچھے چاوڑی بازار ہے اس بازار کے وسط میں شاہ بولا کا ٹہر ہے  
 بڑا اب باقی نہیں رہا یہاں ایک فقیر شاہ بولا نامی رہا کرتے تھے یہاں سے سید ہارتم  
 قاضی کے حوض کو گیا ہے یہ حوض اب باقی نہیں ہے صرف نشان رہ گیا ہے۔  
 قاضی کے حوض سے ایک رستہ لال چاہ کو گیا ہے اس بازار میں ایک چھوٹی سی مسجد  
 سنگ سرخ کی مبارک بیگم کی بنوائی ہوئی ہے۔ یہہ انگریزی سپاہ سالار اختر لونی کی بنوائی  
 تھیں یہ مسجد اب شکستہ حال ہے اور وہی کے یتیم خانہ کے سپہو ہو گئی ہے لال چاہ سنگ  
 سرخ کا بنا ہوا ہے اس سب سے اسکا نام لال کنواں ہے۔ اس بازار میں لال دروازہ  
 بدل بیگ خاں کی حویلی اور زینت محل کا مکان مشہور مکانات ہیں جہاں اب محلے  
 آباد ہیں قاضی کے حوض سے دوسرا رستہ سید ہاجہ میری دروازہ کو گیا ہے اس رستہ  
 پر رضیہ بیگم کی حویلی ہے جہاں ایک محل آیا وہ ہے اور گلی شانتہاں جہاں ایک فقیر  
 سارا شاہ رہتے تھے نامی محلے میں جہنا کے پل کے رستہ میں سب سے پہلے قابل ذکر  
 نگبہ ود کا گھاٹ اور دس سو امیدہ مقام ہے ان مقامات کا تعلق قدیم ہندو تواریخ  
 سے ہے اندریت کے بانڈرے بادشاہ دس سوہ میدہ پر یودشتر کی پوجا کی تھی اور  
 نگبہ ود گھاٹ پر شیوا دیوتا کو دیدہ کا دوبارہ علم دیا گیا تھا نگبہ ود گھاٹ اب دریا کے  
 بہٹ جانے سے خنکی میں ہے اسکے قریب نیلی چتری کا گنبد یا سنگھ ہے بعض کا قول ہے  
 کہ یہہ ہندوؤں کے زمانہ کا مندر ہے اور اسکو ہمایوں بادشاہ نے توڑ کر ازبیر نو بنوایا  
 انکی صرف مرمت کی تھی اور جہانگیر نے پھر اسیں کچھ مرمت کر کے یہ عبارت سنگھ کے اندر  
 لکھوادی تھی یہیہ جہانگیر شاہ ابن اکبر شاہ عجب پرفیض جائے کامرانی نشین کا جنت  
 ایشیانی اینست۔ چونکہ جہانگیر کا لقب بعد وفات کے جنت ایشیانی قرار پایا تھا اس لیے

معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت پوری کھجانی تھی۔ آخر زمانہ میں مرہٹوں نے بھی اس نیلی چمتری کی مرست کرائی تھی۔

### تعمیرات بیرون شہر

کشمیری دروازہ کے باہر قدسیہ باغ ہے پہلے اس باغ کے مشرق کی طرف دریائے جمنہ بہتا تھا مگر اب وہاں سے بہت دور بہتا ہے اس کے چاروں طرف دیوار تھی وہ بھی توڑ ڈالی گئی ہے صرف باغ کا دروازہ شکستہ حال موجود ہے کسی زمانہ میں نہایت خوبصورت بنا ہوا تھا۔ قدیم عمارت میں سے اس باغ میں صرف ایک خوشنما مسجد سنگ سرخ کی بنی ہوئی باقی ہے جس پر خدر کے زمانہ کی گولہ باری کے نشانات موجود ہیں اس باغ میں ان تو بچانوں کے مقامات بنے ہوئے ہیں جہاں سے انگریزوں نے شہر کی فصیل پر گولہ باری کی تھی اور جنوب و مغرب کے کونوں میں جنرل نکلسن کی قبر ہے باغ کے شمال و مغرب کے کونوں میں لڑو کیسیل ہے جہاں مسٹر سن فریزر صاحب کمشنر رہتے تھے اور اب وہاں دہلی کلب ہے۔ شہر کی موجودہ فصیل اور وادی انگریزی گورنمنٹ سائنس اور سائنس کے مابین بنوئے تھے اور اسی زمانہ میں کشمیری دروازہ بھی از سر نو تعمیر کیا گیا تھا تاکہ آئندہ مرہٹوں کے حملوں سے شہر محفوظ رہ سکے۔ کیونکہ جب سائنس میں جنونٹ راؤ ہلکے شہر پر حملہ کیا ہے تو انگریزوں کو اسکی حفاظت میں بہت مشکل پڑی تھی۔ انگریزوں کی طرف سے کرنیل اختر لونی داؤڈ لونی اور کرنیل برن صاحب شہر کے محافظ تھے مرہٹوں نے سترہ اکتوبر اور ایک سوسیس ضرب توپ سے سات روز تک یعنی ۸ اکتوبر سے پندرہ اکتوبر تک شہر پر تواتر حملے کیے مگر انگریزوں نے بہت تھوڑی سی فوج سے انکے حملوں کو پس پا کر دیا اور وہ اپنے نیل و مارہ واپس گئے ظاہر شاہی فصیل کہی مکمل نہیں ہوئی اور جو کچھ بھی ہو سکوتا تھا

زلزلہ میں بہت صدمہ ہو چکیا تھا اور جو اس قابل ہرگز نہ رہی تھی کہ دشمن کو روک سکتی  
 کابلی دروازہ کے باہر قدسیہ باغ کے برابر تیس ہزاری کا میدان ہے کسی زمانہ میں یہاں ایک  
 نہایت پر فضا باغ اور ملکہ زمانی بیگم کی قبر تھی جو محمد شاہ کی والدہ تھیں جنہوں نے بادشاہ  
 کو سیدوں کے بچے سے نجات دی تھی قدسیہ باغ سے آگے پہاڑی ہے جہاں شاہی کھلی تھی  
 لڑائی ہوئی تھی اور انگریزی فوج کے مورچے بنے ہوئے تھے عذر سے پہلے پہاڑی  
 سے لیکر مشکان صاحب کی کوٹھی تک انگریزی گورنمنٹ کے دفاتر شل تار گبر وغیرہ کے بنے  
 ہوئے تھے اور اسکے پاس پرانی چھاؤنی کا بازار تھا اس پہاڑی پر ایام غدر کی مختلف یادگار  
 سرکار انگریزی نے بنوا دی ہیں جہاں چٹھس ہلاک ہوا ہے وہاں پتھر پر اسکا نام وغیرہ لکھ دیا  
 گیا ہے ان کے علاوہ ایک منارہ بنا ہوا ہے جسکی چاروں طرف ان لوگوں کے نام لکھے  
 ہیں جو اس جگہ لڑائی میں مارے گئے تھے منارہ کے اندر اوپر جانے کی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں  
 علاوہ ان مقامات کے جنگو صرف ایام غدر سے تعلق ہے پہاڑی پر بعض قدیم مقامات موجود  
 ہیں اس پہاڑی پر فیروز شاہ کی شکار گاہ تھی جسکو کوشک شکار کہتے تھے۔ یہاں فیروز شاہ نے  
 میرٹھ سے بہتر کی لاٹ لاکر کبڑی کی تھی جو کولہ کی لاٹ سے کب قدر چھوٹی ہے اور اس  
 رصد گاہ پر ایستادہ ہے جو اس زمانہ میں بغیر غیب کے نام سے مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ  
 اس رصد خانہ کے ترخانوں میں سے نیچے نیچے میلان کو رستہ چلا جاتا ہے اسی مقام پر  
 ایک عمدہ بادلی ہے جو فیروز شاہ کے وقت کی تھی اور شکار گاہ کے ساتھ تعمیر ہوئی تھی  
 اس شکار گاہ کو جہاں ناہی کہتے تھے جس نام سے وہاں کا موضع اب تک مشہور ہے  
 اس شکار گاہ کی تعمیر کا حال مورخ نے یوں بیان کیا ہے کہ سترہ ہجری میں وزیر ملک  
 مقبل یعنی خان جہاں کا انتقال ہو گیا اور اسکی جگہ اسکا بیٹا جو نہ شہ وزیر ہوا سترہ

بادشاہ کا پیارا بیٹا فتح خاں مر گیا جس کا بادشاہ کو اس قدر رنج ہوا کہ اس نے ملکی کاروبار بالکل چھوڑ دیے۔ بادشاہ نے فتح خاں کو اپنے باغ میں دفن کیا۔ جواب قدم شریف کے تمام سے مشہور ہے۔ دوزانے بادشاہ کو بہت کچھ سمجھایا اور عرض کیا کہ حضور اپنا دل بیابا<sup>مین</sup> اور شکار میں کچھ دن تک مصروف ہیں۔ بادشاہ نے دوزانے کی صلاح قبول کی اور نئی دہلی کے پاس ایک شکار گاہ تعمیر کی جسکی دیوار دو درمیں دو تین فرسنگ تھی اور اس احاطہ میں سایہ درخت لگوائے اور شکار چھوڑ دیا جو لاٹ یہاں استاد ہتھی وہ اٹھارہویں صدی کے شروع میں گر پڑی تھی اور دیر سو برس تک زمین پر پڑی رہی تھی اس سبب سے اس لاٹ کی سطح کو کھدائی کی لاٹ کی بہ نسبت کس قدر ناموا ہے اور حرف بھی جو افسدہ کندہ ہیں اس قدر صائب نہیں ہیں کیونکہ کوئلہ کی لاٹ ساٹھے پانچ سو برس سے سیدھی کھڑی ہے اور اس کے علاوہ جہانگیر لائی گئی تھی سو لہا سو برس سے وہاں بھی سیدھی کھڑی تھی۔

لونی کو فتح کر کے جہاں نما پر تیور نے شہ<sup>۱۳۷۱</sup> لیں دریا جمنہ کو عبور کیا تھا۔ لونی ایک مختصر گاؤں کی حیثیت سے اب تک موجود ہے سلطان محمود خاں اور اسکے وزیر بلو خاں نے تیمور کے لشکر پر حملہ کیا اور یہ حملہ جہاں نما کے مقام پر ہوا تھا لیکن اس کو کامیابی نہیں ہوئی غالباً کوئٹہ شکار سے باہر چڑھتی مسجد تھی جواب تک شکستہ حالت میں موجود ہے یہ عمارت فیروز شاہ کے زمانہ کی ہے شہ<sup>۱۳۷۱</sup> کے بعد جو کچھ تعمیر و تبدل اس میں ہوئے ہیں اس سے اسکی صورت بالکل بدل گئی ہے۔

پہاڑی کے شمالی سرے پر جہاں وہ دریا کے کنارے پر یکایک ختم ہو گئی ہے موضع وزیر آباد کی حد میں شاہ عالم نامی درویش کی ورگاہ ہے۔

یہ عمارت فیروز شاہ تغلق کے زمانہ کے تھی یعنی شہ<sup>۱۳۷۱</sup> تیمور نے دہلی کو تباہ کر کے وزیر آباد

کے قریب جتنا کو عبور کیا تھا دیکھ جنوری ۱۹۳۹ء کو وزیر آباد سے مغرب کی جانب وہ میدان ہے جہاں ۱۸۷۱ء میں اور ۱۸۷۲ء میں قیسری دربار ہوئے۔ یہاں سے دو میل مغرب کی طرف بادی کی سرے اور موضع میل تہلا ہے جہاں ۱۸۷۳ء کو باغیچہ اور سرکاری فوج سے ایک خزانہ لڑائی ہوئی تھی۔

بادلی کی سرے سے شمال و مغرب کی طرف ایک میل پر شالا مار باغ ہے۔ اس باغ کی تعمیر شاہجہاں نے ۱۶۷۳ء میں شروع کی تھی۔ یہ باغ ویران پڑا ہوا ہے ابھی یہاں شیش محل کے کھنڈرات موجود ہیں۔ اس باغ کا نام شاہجہاں نے خانہ شیش و عشرت رکھا تھا برنیر صاحب سیاح اس باغ کی بہت تعریف لکھتے ہیں۔ خیر اختر لونی داکٹر لونی یہاں گریسوں میں آکر رہا کرتے تھے۔

شالا مار سے شہر کی طرف آتے ہوئے سڑک کی ایک جانب مبارک باغ یعنی خیر لونی کا باغ ہے سبزی منڈی کے قریب تر پولیہ کے دروازے میں جنکو محلہ ارخاں محمد شاہ رنگیلے کے ناظر نے ۱۸۷۲ء میں تعمیر کیا تھا یہاں ایک بازار بنا ہوا تھا جسکے کئی دروازے تھے اور اسی کے پاس محلہ ارخاں کا باغ اب تک موجود ہے یہاں سے آدھیل پر مہلی کی طرف روشن آراہیم کا باغ ہے شاہجہاں کی بیٹی روشن آراہیم نے یہ باغ ۱۸۷۳ء میں تیار کرایا تھا روشن آراہیم اورنگ زیب کی طرفدار تھیں اور انکی بہن جہاں آراہیم دراشکوہ کی اورنگ زیب کی تخت نشینی کے تیرہ برس بعد انکا انتقال ہوا اور اس باغ میں مدفون ہیں جس طرح نظام الدین میں انکی بہن کی قبر بچ میں سے خام ہے اسی طرح انکی قبر بھی بچ میں سے خام ہی ہوئی ہے۔ قبر کے چاروں طرف مختصر سا خوبصورت سنگ بنایا ہوا ہے۔ باغ کے مشرقی دروازہ پر ایک زمانہ میں عمدہ کام بنا ہوا تھا روشن آرا

سرکاری باغ ہے اور کئی باغات ملا کر انگریزی طور پر آراستہ کیا گیا ہے۔

اسکے قریب نہر کے اُس پار قدیم ارمنی عیسائیوں کا قبرستان۔ اور ارباب و خاندان کا قبرستان کہلاتا ہے جو شاہی ملازم تھے۔

روشن اہلک ایک آستہ سبز میڈی ہوتا ہوا گنج کو آیت ہے جہاں ۱۹۵۴ء کی لڑائی کی یادگار موجود ہے یہاں کپتان بارنٹ مارے گئے تھے یہاں سے سید ہارستہ لاہوریدر وادہ کا ہے جسکے باہر سرسندی مسجد سنگ مرخ کی بنی ہوئی ہے جسکو سرسندی بیگم نے جوڑا تھا کی بیوی تھیں بنایا تھا نکل شاہجہانی عمارات کے بنیت یہ عمارت معمولی سی ہے۔ اسکے برج سنگ مرخ کے بنے ہوئے ہیں اور بہت بڑے ہیں پہلے بیان اکرام کی ایک سرس بنی ہوئی تہی غدر سے پہلے انگریزوں نے سرے اور مسجد کی چار دیواری کو توڑ ڈالا سرس کی تاریخ کسی نے خوب کہی تھی بد اشب کرے کن لبرے کرام پلاہوری دروازہ ہے جنوب و مغرب میں عید گاہ کی عمدہ سرے بنی ہوئی ہے جو قابل دید ہے اُس سے جنوب کی طرف پہاڑ پر عید گاہ تعمیر ہے اور اس سے جنوب کی طرف بولی بھٹاری کے محل کے کنڈرات پہاڑ پر واقع ہیں جسکو بقول صاحب آثار الصنادید بولاخاں ٹہا نے تعمیر کیا تھا مگر بعض کے نزدیک اصل نام پوعلی بھٹاری خدانا ہے جو کثرت استعمال سے بھوری بھٹاری مشہور ہو گیا انکا مزار کنڈرات کے سامنے میدان میں بنا ہوا ہے اب کنڈرات کے پاس ایک باغیچہ ہے جس میں متعدد کوئیں تعمیر تھیں جو چٹکیوں کے نام سے اپنے پانی کے عمدگی کے لیے مشہور ہیں اکثر شہر کے لوگ صبح کو اس باغیچہ میں ہوا کھانے جاتے ہیں اور وہاں کا پانی پیتے ہیں جو بہت باضم ہے اس سے تھوڑے فاصلہ پر حیدر رسول نمائی درگاہ ہے۔ آپ کا مزار کہلاتا ہوا ہے اور سرمانے یہ شعر کندہ ہے۔

حسن رسول نما افتخار آل حسن | اولش قرنی ثانی و ثالث حسنین

درگاہ کے پاس شہر کی طرف پہاڑ گنج کا محلہ آباد ہے اور اُس کے پہلو میں قدم شریف کی مشہور درگاہ ہے جہاں پہلے فیروز شاہ کا باغ تھا جب ۳۷۵ھ یعنی سنہ ۹۸۱ھ میں فیروز شاہ کے چاہیتے بیٹے فتح خان کا انتقال ہوا فیروز شاہ نے اُسکو یہاں دفن کیا اور اُسکا مقبرہ بنوایا اور اُسکے سینہ پر قدم مبارک رسول مقبول کا نصب کیا جو خلیفہ بغداد نے فیروز شاہ کو تحفہ بھیجا تھا۔ تغلق کے مقبرہ کی طرح اُسکے گرد فصیل بنی ہوئی ہے شاید فصیل مخلوں کے حملہ سے محفوظ رہنے کے لیے بنائی گئی تھی کیونکہ شہر فیروز آباد فصیلوں کے باہر واقع تھا فصیل سے قبر کا راستہ دو نہایت عمدہ بنے ہوئے دروازوں میں سے ہے قبر کے گرد محراب دار دالان میں چٹائی قطع قابل دیدنی اُنکے ستون چوکور ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی مندر کے ہیں فصیل کے باہر ایک بہت بڑا سنگین حوض ہے یہاں بارہویں بیع الاول کو بہت بڑا میلہ ہوتا ہے اور گیارہویں کی شب کو قوالی ہوتی ہے دروازہ پر یہ کتبہ ہے

|                            |                           |
|----------------------------|---------------------------|
| ترہی گم کنناں رہنمائے محمد | ہدایت دہندہ برائے محمد    |
| خوش آن مدرسہ منبر و بارگاہ | کہ مدعے باشد نشانے محمد   |
| عرش گشتہ در زبیر یا اوسلم  | ہر آں کو شدہ خاکپاے محمد  |
| منم از سگان سنگ کوئے او    | شدہ شیر و اں از گدھے محمد |

قدم شریف کے پاس خواجہ باقی باسد کی درگاہ ہے جہاں اکثر مراد مند جاتے ہیں اس درگاہ کے ستون سنگ ابری کے ہیں اس پر یہ کتبہ لکھا ہے۔

|                          |                     |
|--------------------------|---------------------|
| خواجہ باقی آن امام اولیا | عارف باسد اسرار ہفت |
|--------------------------|---------------------|

|                           |                           |
|---------------------------|---------------------------|
| نخبت لبستان سرودہ نیا     | از نہال جعفری خوش گل شکفت |
| چونکہ بد شرب فنا اندر بقا | محقق گشتہ ز اسرارِ صفت    |
| رخت بستہ زین سرے بے بقا   | چوں ندے ارجی از حق شنففت  |
| سال تاریخ و صالحش خسروی   | باقی بالہ نقشبند وقت گفت  |

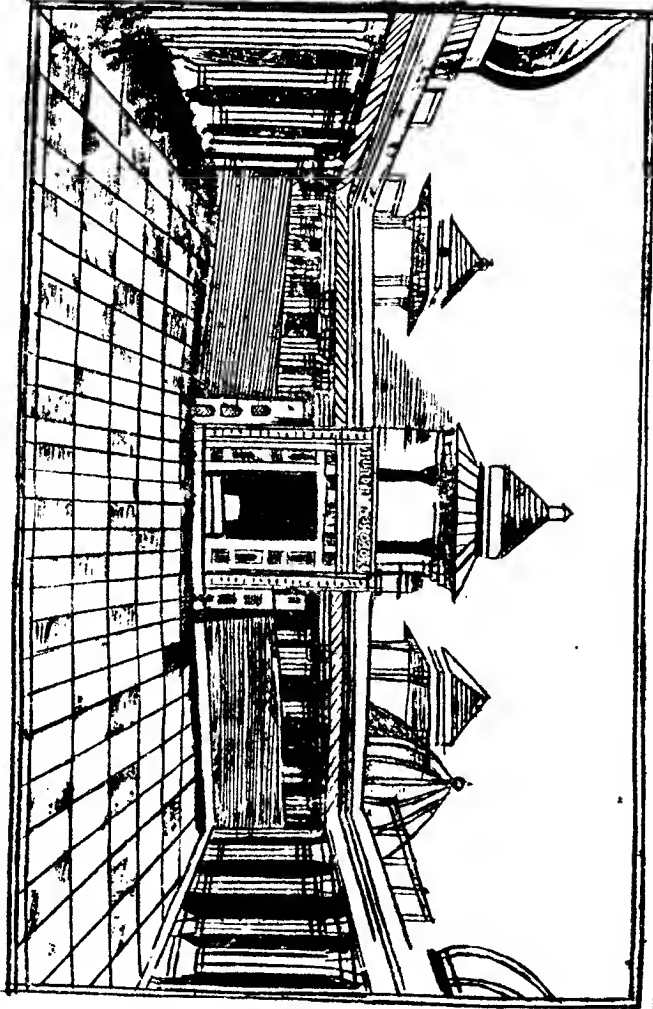
یہاں سے توڑی دور پر جمیری دروازہ کے باہر غازی الدین خاں کا مدرسہ ہے جس میں مسجد بھی ہے باقی کی قبر بھی ہے اور طلبہ کے رہنے کے مکانات بھی ہیں غازی الدین خاں نظام الملک کے فرزند تھے جب ۸۳۹ھ کے واقعات کے بعد اسکے والد کن کی صوبہ داری پر چلے گئے تو یہ دہلی کے دربار میں بہت با اثر وزیر ہو گئے ۸۵۷ھ میں انھوں نے وفات پائی۔

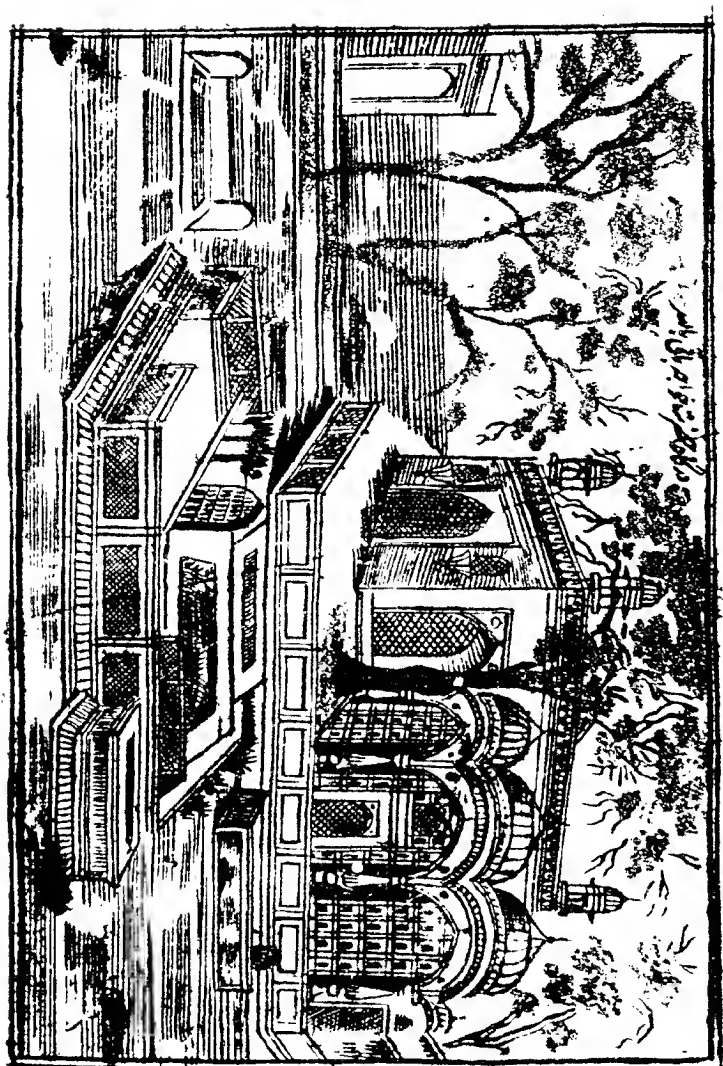
دروازے کے دونوں بازو گے کوڑھے ہوئے ہیں صحن کے تین طرف دوسرے حجرے طالب علموں کے رہنے کے لیے بنے ہوئے ہیں جس طرح ہرمقصد و بخار کے مدارس میں ہوتے ہیں مغربی سمت میں ایک نوٹھا مسجد سنگ سرخ کی تعمیر ہے۔ جامع مسجد کی طرح مسجد کے دونوں پہلوؤں میں کچھ صحن چھوڑ کر سنگ پتھر کے دالان اور مسجد کے مابین سنگ باسی کا جالدار مچر ہے اور اس مچر کے اندر دوسرا مچر سنگ مرمر کا جالدار ہے اور اس مچر میں باقی کی قبر اور اسکے علاوہ دو قبریں اور ہیں جسکے تعوید سنگ مرمر کے ہیں۔ یہ مدرسہ احمد شاہ اور عالمگیر ثانی کے عہد میں تیار ہوا تھا۔

ایک زمانہ میں انگریزوں نے اسکو منہدم کرنا چاہا تھا لیکن خدا کا شکر ہے کہ آفریں صلاح پٹ گئی اور اسکے گرد و شہر کی طرح فصیل بنا کر اسکو شہر کی حدود میں لے لیا گیا اور سرکار انگریزی کی طرف سے ایک عرصہ تک یہاں چند مدرس طالب علموں کو پڑھاتے



## قدم شریف





۲۹ء میں نواب فضل علی خاں اعتماد الدولہ وزیر شاہ اودہ نے ایک لاکھ نوے  
ہزار روپیہ اسٹینڈیا کمپنی کے پاس جمع کر دیا کہ اُس روپیہ کے محال سے مدرسہ کا  
خارج چلے۔ سرکار انگریزی کی طرف سے اس مضمون کی عبارت کو پتھر پر کندہ کر کے  
پنج کے دروازہ میں اندر کے رخ نصب کر دیا گیا

نمبر لوح نقشے بساند و لیک جزائے عمل نامہ و نام نیک  
بیاد حسنت نواب اعتماد الدولہ ضیاء الملک سید فضل علی خاں بہادر سہراب جنگ کہ  
ایک لاکھ ہفتاد ہزار روپیہ برائے ترقی علوم و مدرسہ ہذا واقع دہلی خاص مولد و موطن  
خوش بسا جان کمپنی انگریز بہادر تفویض نمودند منقوش گردیدہ در ۲۹ ستمبر ۱۸۶۷ء  
غدر کے پہلے یہاں سے مدرسہ اُٹھا دیا گیا تھا اور یہ جگہ دار الشفا مقرر ہوئی تھی۔ غدر  
کے بعد یہاں پولیس اسٹیشن ہو گیا اور اب پھر چند سال سے عمارت اینگلو عربی اسکول کو  
دید می گئی ہے۔

دہلی دروازہ کے سامنے ایک مختصر عمارت ہندیوں کے نام سے مشہور ہے۔ اسکی  
شہرت زیادہ تر اس سبب سے ہے کہ یہاں سے قریب ایک میدان میں مولانا شاہ  
دلی احمد کا خاندان مدفون ہے۔ یہاں شاہ دلی احمد شاہ عبدالغفر شاہ رفیع الدین  
شاہ عبدالقادر کے فرار موجود ہیں ہندیوں کی عمارت میں نیچے در در سے بنے ہوئے  
ہیں اور اوپر چار برجیاں ہیں۔ چونکہ اس عمارت کی شکل ایسی تھی جیسے کہ حضرت امام  
غوث الاعظم کی ہندیوں کی ہو کر تھی ہے جو پہلے دہلی میں بنا کرتی تھیں اس سبب  
اس عمارت کا نام ہندیان مشہور ہو گیا یا یہ سبب ہو جیسا کہ مشہور ہے کہ کسی نواب نے  
اپنی منت پوری ہونے پر ہندیوں کی شکل کی عمارت بنوائی تھی اور وہ یہاں نشانی

کیا کرتے تھے اور بہت دھوم سے گیارہویں ہو کر تھی۔

اس سے تھوڑے فاصلہ پر شیخ محمد کے بانیں جیسر شاہ صاحب بخش کی اولاد قابض ہے اور مہابت خان کی زمین مشہور مقامات ہیں۔ یہاں سردار مہابت خان کی چوٹی ہے اور ہڈی دروازہ سے پانسو گز کے فاصلہ پر فیروز شاہ کا کوئلہ ایک مشہور و معروف عمارت ہے اس قلعہ کو کتب تواریخ میں کو شک فیروز شاہ بھی لکھا ہے یہ قلعہ جہان کے گناہ پر مشتمل ہے تعمیر ہوا ہے اس قلعہ میں فیروز شاہ کی لاٹ اور فیروز شاہ کی جامع مسجد بنی ہوئی۔ لاٹ اُن دوپتہ کی لاٹوں میں سے ہے جنکو اسوکانے سنہ قبل مسیح بتایا کر لیا تھا اور فیروز شاہ اس کو مقام ٹوپرا سے جو ضلع انبالہ میں جگادری سے جنوب و غرب میں سات میل پر واقع ہے لایا تھا اور دوسری لاٹ جو پہاڑی پر پر غیب کی قدیم رصد پر موجود ہے میرٹھ سے لائی گئی تھی ان دو لاٹوں کو فیروز شاہ نے اپنے محلات میں استنادہ کر لیا تھا۔

ضیاء الدین برنی نے اس لاٹ کے لانے کا بہت مفصل حال تحریر کیا ہے جو چسپی سے خالی نہیں ہے اور ہم انگریزی کتاب سے اس کا ترجمہ کر کے یہاں درج کرتے ہیں بہت غور و تامل کے بعد اس لاٹ کو نیچے کرانے کے بے دو بے کے کل باشندوں کو اور فوج و رسالہ کے سپاہیوں کو حکم دیا گیا کہ حاضر ہوں اور ضروری اوزار ساتھ لائیں۔ بہت ڈھیر سنبیل کی روٹی کے منگوایے گئے اور لاٹ کے نیچے رکھ دیئے گئے جب زمین کھودی گئی تو لاٹ سنبیل کی روٹی پر بہت آستہ لگی کے ساتھ آٹری۔ اسکے بعد رفتہ رفتہ ردی اسکے نیچے سے نکال لی گئی۔ لاٹ کی نیویں ایک چوکور شنب ہنواہ بھی نکال لیا گیا۔ اسکے بعد لاٹ کو سر سے پاؤں تک ٹی کے پہل تلخی کہا لیں۔

گئیں کہ محفوظ ہے اسکے بعد ایک چمکڑا بیا بیس پیسے کا تیار کیا گیا اور ہر پیسے میں تسے  
 باندھے گئے ہزاروں آدمیوں نے رسنوں کے ذریعہ سے لاٹ کو گاڑی پر چڑھایا۔  
 ہر تسے کو دو سو آدمیوں نے ہدینچنا شروع کیا اور چمکڑا جہنا کے کنارہ لایا گیا۔ یہاں خود  
 سلطان اسے لینے آئے۔ انھوں نے پہلے سے بہت سی بڑی بڑی کشتیاں جمع  
 کر رکھی تھیں جن میں پانچ سات ہزار من غلہ بھر ہو سکے اور چھوٹی سے چھوٹی کشتی تھی  
 وہ ہزار من غلہ اٹھا سکتی تھی۔ بڑی محنت سے لاٹ چمکڑے سے ان کشتیوں پر لادی  
 گئی اور جہنا کے اٹس پار لائی گئی۔ اور یہاں سے سلطانی محل میں بدقت تمام پہنچائی  
 گئی۔ یہاں جامع مسجد کے قریب اسکے لیے ایک عمارت تیار کرائی گئی اور نہایت ہرمنہ  
 معمار اس کام کے لیے جمع کئے گئے یہ عمارت چونہ اور پتھر کی۔ کئی منزل اونچی بنی  
 جب ایک منزل تیار ہو جاتی تھی تو لاٹ اُسپر چڑھادی جاتی تھی۔ یہی طرح منزل منزل وہ  
 عمارت کی چوٹی پر پہنچا دی گئی۔ یہاں اُسکو سید ہالہڑا کرنے کے لیے تدبیر بھیج گئی  
 کہ لاٹ کے سرے پر مضبوط تھتے باندھے گئے اور رسول کے دوسرے سرے چرخوں  
 پر لیٹ دئے گئے اور بہت سے آدمیوں نے اُن چرخوں کو پہرایا جب اس طرح لاٹ  
 زمین سے اُوہ کر اونچی ہو گئی تو اسکے نیچے ردی کے قبیلے اور لٹے لگا دیئے گئے کہ پھر نیچے  
 نہ گرنے پائے کئی روز میں رفتہ رفتہ لاٹ سید ہی کھڑی کر دی گئی اور اسکے چاروں طرف  
 پاڑ باندھ دی گئی کہ سید ہی کھڑی ہے۔ چونکہ پتھر جسکا پہلے ذکر ہوا اس کی بنیوں استار دیا  
 گیا پھر لاٹ کے سر پر سنگ سیاہ و سفید کا کام بنادیا گیا اور اُسپر سنہری کلس چڑھادیا  
 گیا۔ یہ لاٹ تیس گز ہے جس میں سے آٹھ گز زمین کے نیچے اور چوبیس گز اوپر ہے۔ اس  
 لاٹ پر کچھ ہندی زبان میں لکھا ہوا ہے جسکو کوئی ہندو پنڈت نہیں پڑھ سکا کہتے ہیں

کہ ایک پنڈت نے یہ پڑھا کہ اسپر یہ لکھا ہوا ہے کہ اس لاٹ کو کوئی شخص نہیں اُٹھا سیکھا مگر ایک مسلمان بادشاہ پیدا ہوا جس کا نام سلطان فیروز ہوگا وہ اُسکو اُٹھائیگا زمین سے اوپر لاٹ شکینس فٹ ہے اور نیچے سے اُسکی مٹان کچھ اوپر نو فٹ یعنی ۹۱ اور چوٹی پر ساڑھے چھ فٹ ہے راجہ اسو کا کے چاروں کتے بہت صاف کہہ دے ہوئے ہیں۔ ان کتوں کی تاریخ میٹری صدی قبل عیسٰی کی ہے اس کتبہ کے اوپر اور نیچے چھ راجہ وسالا دیو کے وقت کا کتبہ ہے (۶۷۲ھ) جب امیر تیمور نے دلی کو فتح کیا تو اس منار کو اور کونٹک شکار کے منار کو بھی دیکھا اور بہت پسند کیا اور کہا کہ ایسی یادگار کہیں نظر نہیں آئی۔ چونکہ اسپر سنہری کلس چڑھایا گیا تھا اس سبب سے فیروز شاہ کے زمانہ میں منار زرین کے لقب سے مشہور ہوا تھا۔

فیروز آباد کا شہر مغرب کی طرف شاید کلان مسجد تک آباد تھا اور جنوب و شمال میں دو میل طویل فیروز شاہ کے زمانہ کا مورخ لکھتا ہے کہ قصبہ اندر پت سے لیکر کونٹک شکار تک چلا گیا تھا۔ شہر کا قلعہ جہان کے کنارہ واقع تھا اور لاٹ سے ملتی جو کہ نہر طرات جنوب و جنوب مغرب میں موجود ہیں وہ فیروز شاہ کے قلعہ کے ہیں۔ لاٹ کے متصل فیروز شاہ کی جامع مسجد کے کہنڈر موجود ہیں جسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی زمانہ میں بہت بڑی عمارت ہوگی اندازہ ہوتا ہے کہ مسجد کے صحن کے چاروں طرف عمدہ دالان بنے ہوئے تھے اور صحن کے وسط میں ایک ہشت پہلو عمارت تھی سطح زمین سے کسی سطح نیچے تھی جسکے گرد فیروز شاہ کی بنائی ہوئی عمارتوں کا حال کہل ہوا تھا۔

۱۶۷۸ء میں عالمگیر ثانی کو اُسکے قاتل اسی قلعہ میں بہکا کر لائے گئے تھے کہ وہاں کوئی بہت بڑا درویش صاحب کرامت اُترا ہوا ہے اور یہاں لاکر اُسکے قاتلوں نے

بادشاہ کا سر تن سے جدا کر ڈالا تھا فیروز آباد کے اکثر مکانات اُس زمانہ میں برائے  
 کیے گئے جب شاہجہاں آباد بنایا۔ یہاں کے پتھر نئے شہر میں بہت کام آئے  
 اب دو ایک مکان انہیں سے رہ گئے ہیں۔ انہیں سے ایک چوسٹ کہنا مسجد ہے  
 جو جیل خانہ کے پس پشت اب بھی موجود ہے مگر اب چند روز ہوئے کہ توڑ ڈالی گئی اس کے  
 قریب بائیں ہاتھ کی طرف لال دروازہ ہے جو سنگ مرخ کا بنا ہوا ہے غالباً یہ  
 دروازہ شیر شاہ کی ولی کا شمالی یعنی کابلی دروازہ تھا۔ اسکے مقابلہ میں جنوب کی طرف  
 بھی یعنی چڑانے قلعہ کے جنوب و مغرب کے کونہ کے پاس ایک دروازہ بنا ہوا ہے  
 غالباً وہ شہر کی جنوبی فصیل کا دروازہ نہ تھا بلکہ کسی شاہی بازار کا دروازہ ہو گا جو  
 قلعہ کے زیر فصیل آباد تھا شیر شاہ کا زمانہ سنگ مرخ تھا۔ یہ دروازہ نہایت عالی شان  
 ہے اسکے سامنے وہ قلعہ تھا جس سے ہمایوں بادشاہ نکلا گیا تھا اور شیر شاہ  
 کے بعد پیر اسپر ہمایوں کا قبضہ ہو گیا تھا اور آخر کار سنے یہیں وفات پائی۔  
 جنوری ۱۵۵۶ء میں فتح سیاح شہر کے اجمیری دروازہ سے شہر میں آیا تھا اور بارہ  
 میل پر سے عبور کیا تھا جو اب تک موجود ہے فتح سیاح اپنے روز نامہ میں لکھتا ہے کہ  
 شہر کے چاروں طرف نہایت خوشنما باغات ہیں اور اطراف میں گوجروں کی  
 آبادی زیادہ ہے لال دروازہ سے کسی قدر جنوب کی طرف فرید خاں کی کارواں  
 سرائے ہے جس کا اب جیل خانہ بنا دیا گیا ہے فرید خاں جہانگیر کے عہد میں پنجاب کا  
 صوبہ دار تھا فرید خاں کے سبب سے شہزادہ خسرو کی بغاوت بہت جلد فرو ہوئی  
 تھی اور جہانگیر بادشاہ تخت نشین ہوئے تھے فرید خاں کا بسایا ہوا قصبہ فرید آباد  
 اب تک آباد ہے اور وہی سے بارہ میل کے فاصلہ پر قدیم قصبہ تلپت کی جگہ پر واقع ہے

فرید خاں نے سلیم گڑھ ہی کی مرست کرائی تھی اور شاید سلیم گڑھ ہی کو بنایا تھا  
فرید خاں کی قبر سرسے شاہ جی میں ہے جو یکم پور کی مسجد سے چار سو گز کے فاصلہ پر  
مشرق میں واقع ہے

اسی سڑک پر کچھ دور آگے بائیں ہاتھ پر ایک نہایت عمدہ مسجد اور ایک محل کے کھنڈرات  
موجود ہیں جن کو مہابت خاں نامی مشہور امیر نے بنوایا تھا۔ یہ وہ امیر ہے جسے شاہجہاں  
کے ہمراہ ہو کر جہانگیر سے بغاوت کی تھی اور جہانگیر کو قید کر لیا تھا مہابت خاں نسلِ چوتھی  
میں سے تھا اور آخر زندگی میں وہ شیعہ ہو گیا تھا۔ اس کی قبر کربا میں موجود ہے  
جو منصور کے مقبرہ سے مشرق و جنوب میں واقع ہے۔

اسکے آگے چلنے والے قلعہ کی نہایت خوبصورت فصیلین نظر آتی ہیں۔ قلعہ سے کچھ فاصلہ  
پر ایک چار دیواری ہے جس میں ایک نہایت خوبصورت دروازہ سنگِ سرخ کا اور ایک  
بڑی مسجد ہے جسکی خیر المنازل تیار ہے۔ ماہم انگہ نے جو اکبر بادشاہ کی آنا تھیں  
یہاں یہ مسجد اور مدرسہ <sup>الہی</sup> بنوایا تھا۔ ماہم بیگم ادیم خان کی ماں تھیں کتبہ کے  
اوپر یہ کتبہ کندہ ہے

|                            |                          |
|----------------------------|--------------------------|
| کہ باشد اکبر شاہانِ عادل   | بدورانِ جلال الدین محمد  |
| بناکرد این بنا بہرِ افاضل  | چو ماہم بیگم عصمت پنا ہے |
| شہاب الدین احمد خانِ باذل  | وے شد ساعی این بقعہ خیر  |
| کہ شد تیارخِ ادخیر المنازل | نہے خیرات این بقعہ خیر   |

یہ قلعہ وہ قلعہ ہے جسکو ہمایوں بادشاہ نے اور بعد میں شیر شاہ نے ہندوؤں کے  
قدیم قلعہ اندرپت کی جگہ پر تعمیر کیا تھا۔ اندرپت ایک مشہور موضع منجملہ ان پانچ گاؤں



تھا جہاں مہا بہار تہہ کی مشہور ٹرائی واقع ہوئی تھی یہہ پانچوں مشہور موضع  
 سوتی بت۔ باغیت اندیت اور تلپت میں۔ اس میں شک نہیں کہ ہمایوں نے  
 قلعہ کی عمارت کو نامتو چھوڑ گیا تھا اور شیر شاہ نے ہمایوں کے بعد اسکو پورا کیا  
 ہے۔ اس قلعہ کا نام ہمایوں نے دین پناہ رکھا تھا۔ اس سے پہلے کی عمارتوں  
 میں قلعہ کا بلند جنوبی دروازہ اول درجہ کا ہے۔ اس دروازہ سے راستہ شمال کی طرف  
 شیر شاہ کی مسجد کو گیا ہے۔ یہ مسجد بہت گہرے رنگ کے سنگ سُرخ کی بنی ہوئی ہے  
 اسکا ایک بڑج ہے اور سارنہ میں بعض کے نزدیک یہ مسجد ہمایوں بادشاہ کی  
 بنائی ہوئی ہے محراب و گوشوں پر آیات قرآنی کندہ ہیں گنبد کے دو نو طرف دو چہتر  
 بنی ہوئی تھیں اب وہ باقی نہیں رہیں۔ صحن کے وسط میں ایک شمن حوض ہے دیوار  
 کے آٹھاروں میں آقا بیاں بنی ہوئی ہیں کوئی کتبہ تعمیر کی بابت نہیں ہے۔  
 مسجد کے قریب شیر منڈل کی عمارت بنی ہوئی ہے یہ عمارت شیر شاہ نے بطور گور  
 کے بنائی تھی بیچ میں ایک کمرہ سامنے اور اس کے گردیں ایک پتلی ہی غلام گردش ہے  
 سب میں اوپر مینجی ہے۔ ہمایوں بادشاہ کے زمانہ میں یہاں کتب خانہ بنا ہوا تھا اسکی  
 شیر جیوں پر سے ہمایوں بادشاہ گر کر شہید ہوئے تھے۔

پُرانے قلعہ سے ہمایوں کے مقبرہ کو چلو تو پہلے بائیں ہاتھ کو شاہی زمانہ کا بنا  
 ہوا کوس کا منارہ نظر آتا ہے۔ پیمائش سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ایک  
 کوس ٹھیک ڈھائی میل کا ہوتا تھا۔ دسٹے ہاتھ کی طرف لال بنگلہ کی عمارت اور  
 نیلی چہتری کا مقبرہ دکھائی دیتا ہے۔ لال بنگلہ کی بابت کہتے ہیں کہ ہمایوں بادشاہ  
 کے زمانہ میں ایران جانے سے پہلے یہاں اسکی کوئی حرم دفن کی گئی تھی اور اس کے

عمارت بنائی گئی تھی۔ شاہ عالم ثانی کی والدہ لال کنو جیہاں دفن کی گئیں تو یہ عمارت  
بہنی اور لال بنگلہ کے نام سے مشہور ہوئی یہیں شاہ عالم کی بیٹی بیگم جان بھی مدفون  
ہوئیں شاہ عالم کے بعد بیہ جگہ خاندان تیموریہ کا قبرستان سی سنگی مرزا سلطان پرویز  
مرزا داراجخت مرزا داود نواب فتح آبادی بیگم اور مرزا بلاتی اور بادشاہ کی بہت سی  
حریں یہاں مدفون ہیں۔

### نیلی چہتری

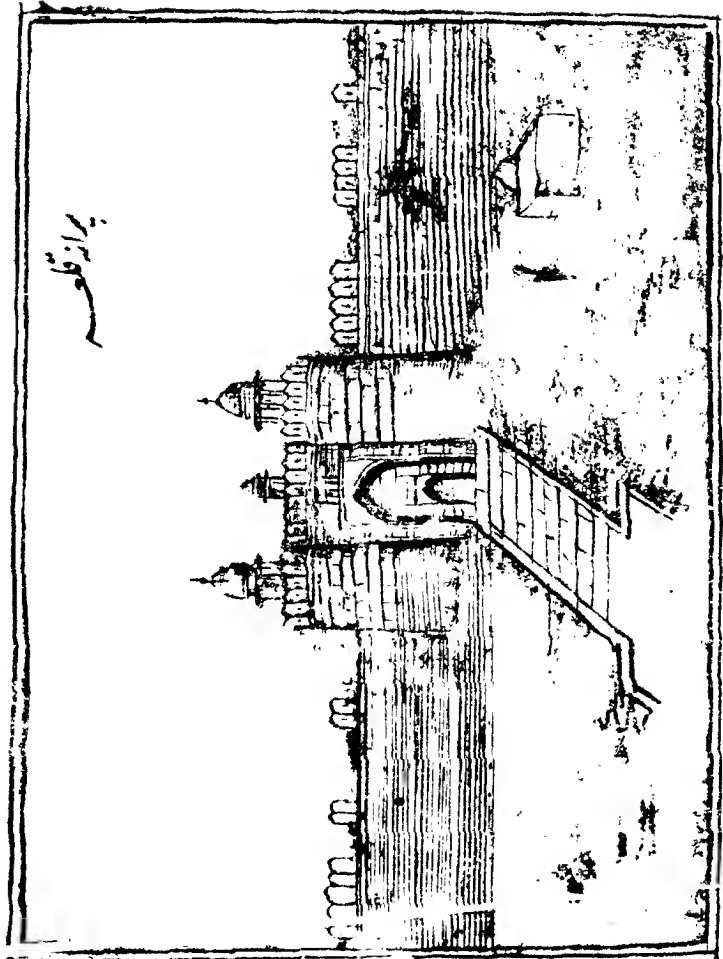
نواب فہمت خاں کا مقبرہ ہے جو دربار اکبری کے امیر تھے کسی زمانہ  
میں اس پر بہت عمدہ چینی کا کام بنا ہوا تھا اور برج پر نیلا چہتر تھا۔ یہ مقبرہ شہت پہلو  
ہے اسکے دروازہ پر یہ کتبہ ہے۔

|                           |                             |
|---------------------------|-----------------------------|
| بہمن خوش منظر عالی مقامی  | دو دریں عالم ندیدہ چشم ایام |
| چو رسیدم بجفتا یافت اتمام | پے تایخ انما مش خبر در      |

نیلی چہتری کے پاس خاص محل بنا ہوا تھا جسکے دروازہ پر یہ کتبہ تھا۔

|                              |                                     |
|------------------------------|-------------------------------------|
| بد در شاہجہاں صاحب قرآن ثانی | لکھ در جہانست جہاں پر در و پہر جہاں |
| بنا نہاد میں زمانہ خاص محل   | دیں زمین بکرم نیست نیخان باد        |
| ہمیشہ باد بزیں سپہ روز قلموں | ہی حنیف منیرش پے صلاح صوم           |
| اگر ز سال بنایش شود سوال ترا | حساب کن بسرے محل خاص جہاں           |

اور اسکے پاس گلال باڑی کی عمارت تھی اب اُنکے کچھ کچھ کھنڈر بڑے ہیں  
چراغہ قلعہ اور نظام الدین کے بیچ میں سید عابد کا مقبرہ ہے۔ یہ چینی کاری کا کام  
بنا ہوا تھا کہتے ہیں کہ سید عابد خان دہراں خاں کے رفقا میں سے تھے اور کسی لڑائی



## ہمایوں کا مقبرہ

مقبرہ کے باغ کے دروازہ کی ہندو عمارت کرسی رکھی ہے کہ اُسکی شان بہت بڑھ گئی ہے۔ دروازہ پر بہت مکانات بنے ہوئے ہیں جیسے جانے کا راستہ دروازہ کے اندر دونوں جانب سے ہے۔ مقبرہ جیسی بے مثال عمارت کے لیے دروازہ نہایت موزوں ہے سنگ سرخ میں دو دیانگے خام اور سنگ مرمر کا کام بنا ہوا ہے ایک دوسرا دروازہ خوب کی جانب سے مگر اس دروازہ سے بہت چھوٹا ہے مقبرہ کے گرد چوڑا اور پتھر کی فصیل تعمیر ہے جس پر پانی کے بہی کا برہہ بنا ہوا ہے مقبرہ کی عمارت بہت پھل ہے جسکے چار پہل چھوٹے اور چار پہل بڑے ہیں۔ چاروں چھوٹے پہلوں کے لبو پر چار شہت پہل مہجیاں ہیں مقبرہ کے دروازہ کے دونوں بازو آگے بڑھے ہوئے ہیں پنج میں ایک عظیم الشان سنگ مرمر کا برج بنا ہوا ہے جو اردو پیمائش لندن کے سنٹ پاک گر جا کے برج کا تین چوتھائی ہے۔ یہہ برج ہندو عمارت اور سندھ بنا ہوا ہے کہ دنیا میں اسکا جواب نہیں۔ یہہ عمارت پہلی نظیر اس طرز عمارت کی ہے جو رفتہ رفتہ اگرہ کے تاج محل کے مقبرہ میں مکمل نظر آتی ہے اگرچہ یہ مقبرہ محض خوبصورتی میں اگرہ کے تاج کی برابری نہیں کر سکتا کیونکہ وہ از ستر تا پانگ مرمر کا بنا ہوا ہے لیکن یہ عمارت تاج سے بہت زیادہ عظیم الشان ہے۔ دیکھنے والے کا دل عمارت کی عظمت سے مرعوب ہو جاتا ہے تاج سے اس مقبرہ کا برج بہت زیادہ خوشنما ہے۔ دہلی کی جامع مسجد کی طرح تاج کا برج بھی ایک گمے پر سے مثل عبارتہ کے اُنہا ہے مگر ہمایوں کے مقبرہ کے گنبد کے

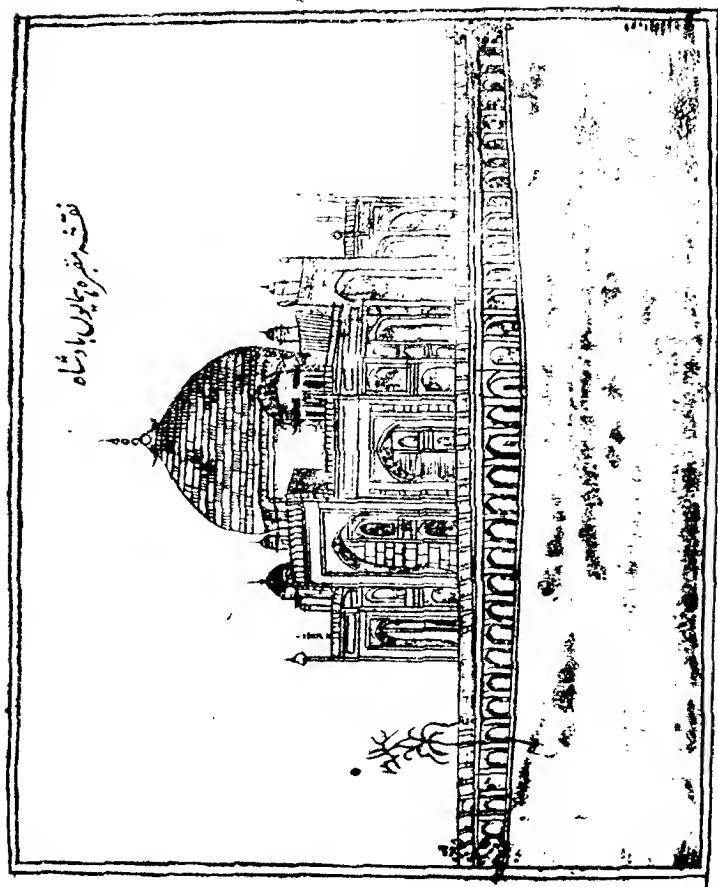
نیچے اتنا بلند گولہ نہیں ہے بلکہ وہ ایک نہایت خوشنما کانس پر ختم ہوا ہے جس سے  
 اس برج کا حسن و وبالا ہو گیا ہے جو سنگ مرمر کی جالیاں یہاں لگی ہوئی ہیں وہ  
 ہندوستان کی عمدہ ترین جالیوں میں سے ہیں۔ مقبرہ کے اندر جانے کا راستہ جنوب  
 کی طرف سے ہے۔ سچ کے گنبد میں صرف ہمایوں کی قبر ہے۔ یہ مقبرہ ایک زمانیکہ  
 شاہی خاندان کا مدفن رہا ہے۔ چنانچہ عالمگیر نانی اور جہاندار شاہ فرخ سیردار لشکر  
 سب یہیں مدفون ہیں شمالی مشرقی کونہ میں حاجی بیگم ہمایوں بادشاہ کی بیوی  
 بانیہ مقبرہ مدفون ہیں حاجی بیگم کا نام حمیدہ بانو بیگم تھا چیت پر گنبد کے گرد مکانا  
 بنے ہوئے ہیں جہاں پہلے ایک مدرسہ تھا حاجی بیگم نے مسکنہ میں اس عمارت کو شروع  
 کیا اور کبر بادشاہ نے اُسکے بعد پندرہ لاکھ روپیہ کی لاگت سے سو لہ برس میں تمام  
 کو پورا کیا تھا۔ اب باغ کی کیفیت درستی کھل گئی ہے مگر اب بھی بہت بڑا حصہ باغ کا دیرینہ  
 پڑا ہے مقبرہ کے احاطہ کے اندر ایک چھوٹا سا مقبرہ سنگ سُرخ کا کسی نامعلوم شخص  
 کا بنا ہوا ہے اسکی بعض جالیاں بہت خوبصورت اور قابل دید ہیں۔ افسوس ہے کہ اس  
 پر کوئی کتبہ نہیں ہے جس سے اسکے بانی کا اور زمانہ نیا کا حال معلوم ہوتا مقبرہ کے  
 باہر جنوب و مشرق کے کونہ میں برج کی عمارت ہے جو فہیم خاں کا مقبرہ ہے۔ غالباً  
 خان خانان نے سنہ ۱۶۲۵ء میں یہ مقبرہ بنایا ہے۔ فہیم خاں اُسکے رفقاء میں سے تھے  
 اور اُن ہی کی جانب داری میں لڑکر مارے گئے تھے۔

## خانخانال کا مقبرہ

بلکہ پہلے کے پاس ہے یہ برہم خاں خانخانان کے بیٹے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ مقبرہ



نقشه مقبره پاپیول بادشاه



بارہ پلہ کے پاس مہربان آخانے ایک منڈی بھی بنائی تھی جسکے آثار باقی ہیں اس منڈی میں ایک بادل اور ایک مسجد بنی ہوئی تھی جسکا اب نشان ہی نہیں ہے۔ بارہ پلہ کے پاس سید محمود بجا رکی درگاہ ہے جو بوجہ تقدس کے نہ بوجہ عمارت کے ہے احاطہ مقبرہ ہمایوں کے شمال و مشرق کے کونہ میں ایک مکان اور ایک مسجد کے آثار میں جسکی طرز عمارت پٹانوں کے زمانہ کی معلوم ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت نظام الدین کا مکان تھا

## عرب

مقبرہ کے دروازہ کے پاس عرب سرے ہے جسکو حاجی بیگم ہمایوں بادشاہ کی بیوی نے بنوایا تھا اس بیگم نے تین سو عرب حرمین شریفین سے لاکر یہاں آباد کیے تھے کہتے ہیں ان میں سے سو عرب سادات میں سے اور سو مشایخ کبار اور سو عرب عوام الناس سے تھے غدر سے پہلے ان کی نسل میں سے پندرہ بیس گھر آباد تھے مگر اب انہیں سے وہاں کوئی گھر باقی نہیں رہا اس سرے کے تین دروازے ہیں مگر شمالی دروازہ سب میں عمدہ ہے اسکی ادپر کی آفتابی قابل دید ہے شمالی دروازہ سے مشرق کی طرف ایک مسجد اور ایک قبر افسانہ کی مشہور ہے اسکے بعد عیسے خاں کی مسجد اور مقبرہ ہے جسکی چار دیواری ہیں

## عسے خان کا کوٹلہ

اور سجد بنی ہوئی ہے وہ عیسے خاں کا کوٹلہ کہلاتا ہے جسکو عیسے خاں حجاب نے



سلیم شاہ کے عہد میں ۸۵۰ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ یہ عیسے خان شیر شاہی امیر  
میں سے تھے اور ان ہی کی کوشش سے سلیم شاہ شیر شاہ کے بعد تخت نشین ہوئے  
تھے مسجد چوڑے اور پتھر کی بنی ہوئی ہے اور محراب میں سنگِ سرخ لگا ہوا ہے  
طرزِ عمارت سیدوں اور لودھیوں کے وقت کی ہے۔ اس کو ملہ میں سجاد کے سامنے  
عیسے خان کا مقبرہ ہے

## عیسے خان کا مقبرہ

بیچ میں ایک برج ہے اور اس پاس غلام گردش کے مکانات ہیں۔ مقبرہ شہنشاہ  
اور خوبصورت ہے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خود عیسے خان نے ۹۵۸ھ میں جو  
بنوایا تھا۔ وہ ہمیں مدفون ہیں علاوہ انکے قبر کے در بہت سی قبریں ہیں مقبرہ پر کتبہ کندہ ہے

بنا کردیں دُضہ جنت بنا دو در عہد دولت اسلام شاہ بن شیر شاہ خلد ملک  
وسلطانہ مسند مالی عیسے خان ابن میان غوان جاب خاص تاریخ نہد منجاہ و چارہ ہر شہ  
نظام الدین سے شمال کی طرف بارہ کعبہ کی عمارت پٹانوں کے وقت کی ہے یہ کہہ سکا  
مقبرہ ہے

## لال محل

اسکے پیچھے لال محل ہے جو خلجی بادشاہوں کے وقت کی عمارت ہے سلطان علاؤ الدین  
خلجی کے زمانہ میں فخر الدین کو تول باغی ہو کر لال محل یا کوٹنگ لال میں تخت نشین ہوا تھا  
اب اس محل کا نام و نشان نہیں موجودہ عمارت کو جس میں کچھ قبریں بھی ہیں لوگ لال محل کہتے  
ہیں۔ شاید محل سے متعلق یہ بھی کوئی عمارت ہوگی کہ محل کے ٹوٹنے کے بعد اس نام  
سے مشہور ہو گئی یا ممکن ہے کہ علاؤ الدین بادشاہ نے یہ عمارت شاہ نظام الدین کے

فروکش ہونے کے لیے بنوائی ہو کہ وہ گاہے گاہے آیکرتے تھے۔ اور پھر اس مکان میں لوگوں کو مدفون کیا گیا ہو۔ عمارت کسی زمانہ میں بہت خوبصورت ہوگی۔ نظام الدولہ کے جنوب و مشرق میں بصر کی مسجد ہے جسکو کلاں مسجد یا کالی مسجد کہتے ہیں اسے خان بہا خان وزیر فیروز شاہ نے تعمیر کیا ہے۔ اس مسجد سے مشرق کی طرف ایک مقبرہ تلنگاٹو کا مشہور ہے یہ بھی اسی زمانہ کی عمارت ہے۔ اول خان جہاں تلنگاٹو کا بیٹے دارنگل کا ایک سردار تھا اوپر مسلمان ہو گیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس مقبرہ کا کچھ تعلق اسے یا انکی نسل میں کسی سے ہے۔

### تنگہ خاں کا مقبرہ

درگاہ کی مغربی دیوار کے باہر تنگہ خاں کا مقبرہ ہے انکا نام شمس الدین محمد خاں غزنوی ہے اور انکا لقب اعظم خاں تھا انکی بی بی نے بھی مثل ماہم انگہ کے اکبر بادشاہ کو دودھ پلایا تھا۔ ہمایوں بادشاہ کو جب شیر شاہ نے شکست دی تھی اور کچھ زمانہ میں انھوں نے بہرام خان کو جالندھر پر شکست دی تھی۔ ماہم انگہ کے خاندان میں اور اعظم خاں کے خاندان میں قاتل کے سبب سے بہت حسد اور دشمنی لگی تھی بکایہ نتیجہ ہوا کہ ماہم انگہ کے بیٹے اعظم خاں کو ادھم خاں نے اگرہ کے قلعہ میں بارہویں رمضان سنہ ۹۶۹ ہجری مار ڈالا اور اکبر بادشاہ نے اس خون کے قصاص میں ادھم خاں کو قلعہ کے اوپر سے دودھ گروا کر مروا ڈالا چنانچہ دو خون شہرِ ابد فی ایک عدد اس واقعہ کی تاریخ ہے دُور قاتل و مقتول کی نعشیں فین کے لیے دہلی ہجوادی گیس میں چنانچہ اعظم خاں یہاں دفن کیے گئے اور ادھم خاں قطب صاحب میں مدفون ہوئے جہاں کچھ عرصہ بعد انکی شکست دِل والدہ ماہم انگہ بھی مدفون ہوئیں اعظم خاں کے بیٹے کو کلتاس خاں نے یہ مقبرہ تنگ

سرخ و سنگ مرمر کا بنوایا جسکی قیمت کاری کا تمام ہندوستان میں جواب نہ تھا اور اب بھی  
 کچھ باقی ہے نہایت وجہ خوبصورت ہے پتھر کا بہت گہرا سرخ رنگ ہے اور سنگ مرمر کا  
 رنگ باقی دست کا سا ہو گیا ہے پیچ کے منجھ میں تین قبریں ہیں اس پر کتبہ کندہ ہے  
 تمت ہذا الاما الشریفیۃ فی اربع سنۃ سبعین و انتعمانہ باہتمامہ ساجد و فلی۔  
 احاطہ کی مغربی دیوار پر نہایت عمدہ پتھر کا کام کیا ہوا تھا جسکے کچھ آثار اب بھی باقی ہیں۔

## چونٹھ کھمبا

یہاں سے جنوب و مشرق کی طرف چونٹھ کھمبہ کی خوبصورت عمارت ہے۔ یہ عمارت سرے  
 پاؤں تک سب سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ چونٹھ ستونوں پر سنگ مرمر کی محرابیں بہت ہی  
 خوشنما ہیں یہ مقام اعظم خاں کے خاندان کا قبرستان ہے۔ مرزا عزیز کو گلشن پسر اعظم خان  
 نے اس عمارت کو سنہ ۱۰۸۷ھ کے بعد بنوایا ہے جہانگیر کے عہد میں بمقام احمد آباد گجرات سنہ  
 ۱۰۸۷ھ میں انکا انتقال ہوا تھا اور یہاں لاکھ دفون ہوئے اسکے بعد آپ کے خاندان کے بہت لوگ  
 یہاں دفن کیے گئے اب ہم درگاہ شریف کا ذکر کرتے ہیں۔

## حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ

درگاہ کا بیرونی دروازہ سنہ ۱۰۸۷ھ میں فیروز شاہ نے بنوایا تھا اور اسی بادشاہ کا بنوایا ہوا  
 اندرونی دروازہ بادلی کی اس طرف موجود ہے حضرت نظام الدین قصبہ دلاؤں میں سنہ ۷۳۷ھ  
 میں پیدا ہوئے اور پچیس برس کی عمر میں شاہ ملین کے عہد میں ملی میں سکونت پذیر ہوئے پہلے  
 یہاں شیخ نجیب الدین متوکل سے فیض صحبت حاصل کیا بعد ازاں حضرت شیخ فرید الدین گورد

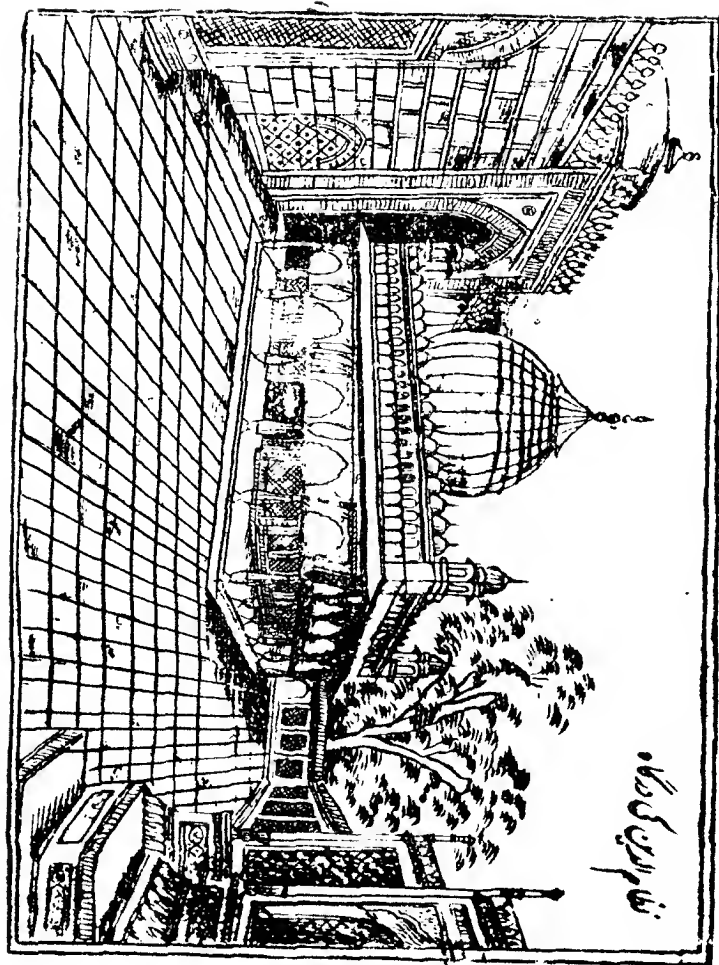
شکر گنج سے جا کر بہت کی وہاں سے پس اگر موضع غیاث پور میں سکونت پذیر ہوئے اور  
 ریح النانی کی ۱۸ تاریخ ۱۰۰۰ء کو وفات پائی وفات کے بعد آپ کے مزار کے گرد خلیج بادشاہ  
 کے زمانہ میں ایک سادہ محراب تھا جس کا اب نشان نہیں ہا اکبر بادشاہ کے عہد میں مسٹر  
 میں سید فرید خان نے آپ کے مزار کے گرد بارہ ستون ایستادہ کیے اور ان پر گنبد بنوایا  
 اور دروں میں سنگ مرمر کی جالیاں لگائیں اور آپ کے سر ہانے ایک بہتر پر کلہ کندہ کر کے  
 یہ اشعار کندہ کرے۔

|  |   |
|--|---|
| از پے تعمیر شد خان فلک جہشام<br>سید عالی نسب میر فلک جہشام<br>آئندہ بد دوران شان ہست سخن را نظام<br>فلک غرور در دم قبلہ گہ خاص و عام | مہربان راشرف اوج شرف راشہتا<br>بانی ادہاشمے ساعی ادہاشمے<br>از پے تاریخ آن چوں متفکر شد م<br>رے بدر گاہ او آفریدون بصدق |
|--|---|

شاید از الطاف سپہ کار تو گرد و نظام

اسکے بعد شہزادہ میں یعنی جہانگیر کے عہد میں فرید خاں نے جنہوں نے فرید آباد بسایا ہے یہاں  
 سید و سپ کا کام کیا ہوا چونی چیمپرٹ جڑ پایا انہیں سپ کی پیچی کاری سے یہ اشعار  
 کندہ ہیں۔

|   |   |
|---|---|
| شیخ دہلی نظام را دد فرید<br>یک فریدش مقام فانی داد<br>مرتضیٰ خاں فراز مرشد او<br>ابر فروزی از جہاں برخاست<br>ہر جہاں کعبہ مرجع او | کار دنیا و دین مہیا کرد<br>یک فریدش مقام احیا کرد<br>قبہ چوں سپہر پا کرد<br>در یک اندہ در صدف جا کرد<br>چارہ از چہار حد و اکر کرد |
|---|---|



|                           |                           |
|---------------------------|---------------------------|
| عرشہ مرقد مبارک او        | برزین کار عرش اعلیٰ کرد   |
| عرش درپائے چار قایم باش   | چار تکبیر بے محابا کرد    |
| ہر کہ رخ از مقام او تابید | بشت بر کتبہ معلیٰ کرد     |
| زانکہ رود در سجود او آورد | رخ چو آئینہ مصفا کرد      |
| خاک روبرو مقامش ارباشی    | مے توان کار صد سیجا کرد   |
| سال تاریخ این بنا جستم    | قبہ شیخ عقل الفتا کرد     |
| قد ربانی اور منیع کساد    | انکہ این بیعت سقف خضر کرد |

سنہ ۱۰۶۳ میں شاہجاں کے عہد میں غلیل انڈیا نے فرار کے گرد سنگ سرخ کی غلام گردش بنوائی جسکے ہر ضلع میں پانچ درہیں اور دو دروں پر سنہ ۱۰۶۴ ہجری میں دہلیگیر ثانی نے ایک سنگ مرمر کی تختی پر یہ اشعار کندہ کر کے فرار کی بائیں لگا دیے۔

|                                    |                                       |
|------------------------------------|---------------------------------------|
| جو جوے خادم نظام الدین کا دوسے آئے | اسکے تئیں بوتا ہے تاج شہروی بگائیں    |
| خادق کی تہی غزہ الدین نے باصدق وین | تاج شاہی بند کا جھک دیا ہے غنڈہ       |
| مرض دل نگار میرے کا وہ صحت بخش ہے  | یہ غذا ہے دعا دے دے اور بے عیب        |
| بس پریشاں حال سے اب خلق پر محبوب   | فصل کرتے قصیر واروں پر تم موتی کے عیب |

مولانا فخر الدین نے غلام گردش کے ستونوں کو سنگ مرمر کا بنانا دیا اور ستونوں کے لیے گرنیولے سے پہلے انکا انتقال ہو گیا اسکے ارادہ کو نائب احمد بخش خاں والی فیروز پور نے پورا کیا اور سنگ مرمر کے ستون لگا دیے مگر محرابین اور چہیت بدستور سنگ سرخ کی رہیں چونکہ غلام گردش کی چہیت میں شورنگ جاتا تھا اس لیے فیض احمد خاں بخش نے بہتروں کے نیچے سنہ ۱۰۶۵ھ میں تانبے کی چہیت جیسر نہری اور لاچوردی کام تھا

جبر وادی اس جہت پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

بد رگانه نظام الحق والدین  
 چو این سقف مطلا و منقش  
 وصال این سقف بر این  
 - - - - -  
 که محبوب  
 بنام خان نیکش خوشترین است  
 که آن خا  
 - - - - -  
 گفتا تلم کار چینی است

زمین تھیں اور شاہجہان کے سولہ برس بعد اور اپنی بہن روش آرا  
 بیگم کے دس برس بعد انکا انتقال ہوا تھا یہ مجھ سنگ مرمر کا  
 اور نہایت خوشنما جالیاں سنگ مرمر کی چاروں طرف لگی ہوئی ہیں جہاں ان  
 نے اپنی زندگی ہی میں خدام سے اپنے مدفن کے لیے تین کروڑ روپیہ دیکر زمین مول لی  
 تھی مگر اورنگ زیب نے دو کروڑ واپس لے لیے کہ شرعاً ایک ثلث سے زیادہ وصیت  
 جائز نہیں ہے اور اس مجھ کو بھی انھوں نے اپنے سامنے تیار کرایا تھا۔ مجھ میں جلدی  
 میں ایک چھوٹی تین بڑی جہاں آرا بیگم کے سر پہنے مزار کی لوح پر یہ مشہور شعر  
 کندہ ہے ۵ بغیر سبزہ پوشد کے مزار مرا کہ قبر پوش غریباں ہمیں گیا بہت  
 الفقیرۃ الفانیہ جہاں آرا مرید ۶ خواجگان چشت بنت شاہجہاں  
 اس کے پاس کی قبروں میں بعد کے بادشاہوں کی اولاد مدفون ہے جہاں آرا بیگم  
 کے مجھ کے پاس محمد شاہ بادشاہ کا مجھ پر یہ بھی نہایت عمدہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے  
 اور دروازہ میں قد آدم پٹ سنگ مرمر کے تراشے ہوئے ہیں اس مجھ میں محمد شاہ کی  
 قبر کے پاس نواب صاحب محل انجی بیوی اور ایک اُسکے پوتے کی قبر ہے اور ایک قبر  
 اُس شہزادی کی ہے جسکا نام شاہ کے ساتھ نکاح کیا گیا تھا۔ محمد شاہ کا انتقال  
 یعنی شش ماہ ہوا تھا۔

اس کے پاس مزار چانگیر کا مجھ پر جو محمد شاہ کے مجھ کی طرح عمدہ ہے مزار چانگیر  
 اکبر شاہ ثانی کے بیٹے تھے اور انگریزوں نے انکو الہ آباد میں نظر بند کر دیا تھا کیونکہ  
 انھوں نے سیٹن صاحب میڈنٹ کو تیغ مارا تھا۔ نواب محل انجی والدہ نے  
 ان کا جنازہ الہ آباد سے منگایا کہ وہاں دفن کرادیا تھا درگاہ کے صحن کے جنوب کھنڈ



بلانی چوترہ کا رستہ ہے جہاں آپ اپنے مریدوں کے ہمراہ تشریف لہا کرتے تھے۔ اس چوترہ پر امیر خسرو کا مزار ہے انکا اصلی نام ابو الحسن تھا اور انکے والد کا نام سیف الدین محمود تھا پیر کے چہ پہینے بعد شمسہ ہجری میں انکا انتقال ہوا پہلے قبر پر نہ کوئی مچھر تھا اور نہ گنبد۔ موجودہ مچھر اور گنبد سنگ مرمر کا تھا ہر محمد عماد الدین سن سبزواری نے مسئلہ مدین تعمیر کرایا تھا گنبد کے گرد سنگ مرمر کی جالیان لگائی گئی ہیں اور جنوب کی طرف غلام گردش مسقف ہے جس سے گنبد تک روشنی کم پہنچتی ہے۔ برج کے اندر کی دیواروں پر یہ کتبہ کندہ ہے

بار و ضئے تو مرا سباز است  
فیض ازلی ہمیشہ باز است  
بار و ضئے بلو کہ جائے راز است

اسے خسرو بے نظیر عالم  
تعمیر نمود طاس ہر آں را  
تاریخ بنایش عقل گفتا

بابر بادشاہ کے زمانہ میں ہمدی خواجہ نے ایک سنگ مرمر کی لوح پر یہ تاریخ وفات کہو دو اگر لگا دی ہے وہ یہ ہے

للاہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

بدوران بابر شہنشاہ غازی  
آن محیط فضل و دریاے کمال  
نظم اوصافی ترا از آب زلال  
طوطے شکر مقال بے مثال  
چوں ہنادم سر بزانوئے خیال  
دیگرے شد طوطے شکر مقال

زمین را ازین لوح شد سرفراز  
میر خسرو خسرو ملک سخن  
نثر او دلکش تر از مار معین  
بلبل دستاں سر لائے بے قرین  
از پہلے تاریخ سال فوت او  
شد عید المنال یک تاریخ او

|                                 |                               |
|---------------------------------|-------------------------------|
| زحرف وصل جانان سادہ اند لوح خاک | طریق سادہ لوحی نشان عشق پاک   |
| مہدی خواجہ سید با جاہ جلال      | شد با فی این اساس بے شبہ مثال |
| گفتم سعی جمیل مہدی خواجہ        | تاریخ بنا کے این چو گردید سال |

اسی جگہ اخوند میر معری کی ہی قبر ہے مگر اسکا نشان نہیں رہا۔

مرزا کے احاطہ کے شمالی دروازہ سے جو فیروز شاہ کا بنوایا ہوا ہے نکل کر مجلس خانہ میں پہنچتے ہیں جسکو اورنگ زیب کا بنوایا ہوا کہتے ہیں ادھر سے بادی کا راستہ جسکو محمد شاہ نے پٹوا کر چٹا بنا دیا ہے۔ بادی نہایت خوشنما بنی ہوئی ہے کہتے ہیں کہ آپ کے سامنے ہی بادی تیار ہو گئی تھی۔ بادی کے گرد کے مکاناں سب پشمانوں کے زمانہ کے ہیں جنوبی ضلع کی طرف فیروز شاہ کے عہد کی عمارت کے دے میں یہاں ایک پتھر پر یہ شعر کندہ ہیں

|                           |                           |
|---------------------------|---------------------------|
| بہمد دولت شاہ معظم        | نخبۂ حسد و اولاد آدم      |
| مدار دین احمد شاہ فیروز   | شہ صاحب قرآن سلطان عظم    |
| موفق گشت از حق پسند معروف | اساس این عمارت کرد محکم   |
| جو ایروضہ شیخ المشائخ     | نظام الحق والدین قطب عالم |
| وحید الدین قرشی والد من   | کہ با اہل ارادت بود ہم دم |
| بحسن اعتقاد و صدق اخلاص   | دور ہزار ولی اللہ محرم    |
| مراچوں برد پیش شیخ عالم   | بدست خود گرفت و کرد نامم  |
| بلغت خود مرا معروف خواندہ | درین عالم چو شیخ عیسوی نم |
| رجا دارم کز انفتاس مبارک  | دران عالم بود معروف پرچم  |

|   |                            |
|---|----------------------------|
| نخاں ناریخ امتام عمارت  | دریں جاچوں پپائے خبیر مقدم |
| زہجرت ہفتقد و ہشتاد یک بود  | مرتب شد بنا واسد علم       |
| <p>باولی کے جنوب و مغرب میں بائی کوکھد فی سنت ملایم خاں کی قبیر حسیہ سنگ مرمر کا بڑج ہے اور قبر ہی سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے اس پر آیات قرآنی اور نود و نہ نام اس کے نہایت خوشخط کندے ہوئے ہیں</p>  |                            |
| سال تارخ فوت او حتم   | از ول صاف پیر پاک شرت      |
| آہ سردے کشید و گفت بگو  | باد ہمد دم بخور یان بہشت   |
| باسے کوکھدئے بد - پ -   | سنت ملایم خاں سنہ ۶        |
| <p>باولی کے شمالی سکر پر مغرب کی طرف پٹھانوں کے وقت کا گنبد ہے جبکہ حال معلوم نہیں کہ کس کا ہے اور اس کے پاس ایک دو منزلہ مسجد پٹھانوں کے وقت کی ہے درگاہ کی قدیم چار دیواری بہت ٹوٹ پھوٹ گئی تھی اس کی مرمت احمد بخش خاں صاحب نے کرادی تھی اور دروازہ پر یہ مصرعہ سنہری حرفوں سے لکھوادیاتھا شاہاں چعجب گریز از نگہ اراہ باولی میں گرد کے مکانات کی چہیت پر سے خادموں کے بچے کودتے ہیں اور اس قدر چالاک ہوتے ہیں کہ پیہ کوڑی دقتی نکال لاتے ہیں۔ دقتی میں یہ روایت زبان زد خلائق ہے کہ جس زمانہ میں یہ باولی تیار ہو رہی تھی تعلق شاہ اپنا قلعہ اور شہر تیار کر رہے تھے کل معماروں کو وہاں بُروستی کام کرنا پڑتا تھا۔ چونکہ معمار حضرت نظام الدین سے عقیدت رکھتے تھے دن کو بادشاہ کا کام بناتے تھے اور شب کو آپ کی باولی کو مشغلوں کی روشنی میں تیار کرتے تھے جب مخبروں نے بادشاہ کو خبر دی کہ دن کو معماروں سے کام نہیں ہوتا کیونکہ وہ اونگتے ہیں اور اونگہ کی وجہ یہ ہے کہ شب بہرہ شاہ</p> |                            |

نظام الدین کی باولی بناتے میں تو بادشاہ نے حکم دیا کہ انکے ہاتھ کوئی  
 تیل نہ فروخت کرے پہر اند میرے میں کیونکر بنا سکیں گے حضرت کی دعا سے باولی  
 کے پانی نے تیل کا کام دیا جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی بادشاہ نے بدو عادی  
 تو باولی کا پانی کھاری ہو گیا مگر اس کے مقابلہ میں شاہ صاحب کی بدو عاکا یہہ  
 نتیجہ ہوا کہ تغلق آباد آجک ویران پڑا ہوا ہے جو کبھی آباد نہیں ہوا مگر باولی کی  
 تاریخ خیمہ و لکشا ہے جس سے سائہ ہد نکلتے ہیں اور تغلق بادشاہ چار سال کی  
 سلطنت کے بعد ۷۲۵ھ میں مارا گیا ہے نظام الدین سے مشرق کی طرف مبارک پور  
 کی سڑک پر پٹانوں کے وقت کا ٹکڑا پل ہے جو بہت عمدہ بنا ہوا تھا اور اسی نالہ  
 پر ہے جس پر بارہ بار تعمیر ہوا ہے نظام الدین سے اگر صفدر جنگ کے مقبرہ کی طرف  
 جاؤ تو نصف میل پر سڑک کی دوہنی طرف موضع خیر پور ہے اور ڈیرہ  
 میل پر سڑک کی بائیں طرف مبارک پور ہے سڑک اور موضع خیر پور  
 کے درمیل میں محمد شاہ کا مقبرہ ہے جو سیدوں کے خاندان  
 کے تریک بادشاہ تھے اور انکا انتقال ۱۰۳۵ھ میں ہوا تھا یہ عمارت  
 بہت پل ہے اور باہر کی طرف محراب دار والاں میں جیسے خانہ  
 اور مبارک شاہ کے مقبروں سے قطع بہت مٹی ہے اندر کا کام کسی  
 زمانہ میں بہت خوبصورت ہو گا موضع خیر پور میں ایک مسجد ہے جو  
 دور سے مقبرہ معلوم ہوتی ہے اسکا دروازہ نہایت خوبصورت ہے یہہ  
 دروازہ بہت عالیشان اور ہلکی علاتی دروازہ سے قطع مٹی ہے دروازہ  
 کے آگے نہایت خوبصورت صحن ہے نیکی ایک جانب مسجد اور ایک جانب

مجلس خانہ ہے یہ عمارت ششہ کی بنی ہوئی ہے۔ اس مسجد کی استرکاری میں بہت عمدہ کام بنا ہوا تھا جسکا نمونہ اب بھی بہت کچھ باقی ہے۔ موضع کے شمال کی طرف ایک برج ہے جس پر نیلی چینی کا خوبصورت کام اب تک کچھ کچھ موجود ہے معلوم نہیں کہ کسکی قبر ہے اس سے چار سو گز آگے سکندر لودھی ہلو کا مقبرہ ہے جسکا انتقال ششہ میں ہوا تھا اور ان کے نو برس بعد غلی سلطنت ہندوستان میں قائم ہوئی اس مقبرہ کے احاطہ کے نیچے چراغ دہلی کی طرح نالہ ہوتا ہے جس پر سات محرابوں کا ایک چلن ہوا تھا اور اس چل پر وہ سرک تھی جس سے فیروز آباد سیری اور پرانی دہلی سے ملتی ہوا تھا یہ عمارت نہایت عمدہ ہے اور سکا منظر نہایت ہی اچھا ہے اس مقبرہ میں جس ستون پر قبر کے سر پہنے چراغ روشن ہوتا ہے وہ کسی چینی مندر کا ستون ہے۔

### موضع مبارک پور

شہرک سے نصف میل کے فاصلہ پر موضع مبارک پور میں مبارک شاہ کا مقبرہ اور مسجد ہے۔ سیدوں کے خاندان میں یہ دوسرا بادشاہ تھا اور ششہ میں یعنی ۵ رمضان ششہ کو مار ڈالا گیا تھا مقبرہ مشیت پہل ہے اور گرد میں محراب ۱۰ غلام گردش ہے مقبرہ سنگ خارا کا بنا ہوا ہے۔ مقبرہ کے گرد ایک فیصل ہے۔ راجا کے باہر ایک مسجد ہے جسکے تین گنبد ہیں۔ گاؤں کے باہر مشرق کی جانب تہرجہ کی عمارت ہے۔ زمین جو بڑا برج ہے اس کے دو گنبدوں کے خاندان کے اولیادوں کا خضر خاں کا مقبرہ بتاتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تین برج بڑے خان چوٹے خان اور کائے خان کے ہیں۔ مبارک پور سے جنوب کی طرف میل بھر کے فاصلہ پر موٹھ

کی مسجد ہے۔ یہ مسجد سکندر خاں لودھی نے ۸۸۵ھ میں بنوائی تھی۔ اسی مسجد کی نقل پر شہزادہ نے پرنے قطع میں ایک مسجد تعمیر کی تھی جسکا نمونہ یہ ہے اور قطب صاحب میں جمال کمال کی درگاہ کی مسجد بنائی گئی تھی۔ مسجد کے دروازے کی محراب ہندی قطع کی ہے اور نہایت خوبصورت ہے۔ جو کام مسجد کی روکار پر مولیٰ ہے شاید انکی نقل ہمایوں کے مقبرہ میں تارسی گئی ہے اس مسجد سے

### موضع شاہ پور

اس مسجد سے جنوب کی طرف نصف میل پر قلعہ سیری کے کھنڈرات ہیں جہاں اب موضع شاہ پور آباد ہے۔ راہ میں ایک بہت عمدہ بادلی ہے جو سکندر لودھی کی بنائی ہوئی ہے اور سیری کے کھنڈرات کے پاس ایک بڑی مسجد ہے جسکو محمدی مسجد کہتے ہیں جسکا ایک برج ہے یہاں سے وہ شمالی مغربی حصہ فیصل کا جو چلا پناہ اور پرانی دہلی کو سیری سے ملاتا تھا بخوبی نظر آتا ہے۔

قلعہ سیری کی فیصل سے مغرب کی طرف تین سو گز پر ایک احاطہ ہے جو محمد دوم بنبرو کے نام سے مشہور ہے اسکا دروازہ ہندوانی وضع کا ہے۔ احاطہ کے اندر ایک خوبصورت مسجد ہے جسکی عمارت کی وضع بٹانوں کے زمانہ کی ہے یہاں ایک قبر ہے اور ایک والاں ہے۔ یہاں پہلے سنگ سرخ کی عمدہ جالیاں لگی ہوئی تھیں۔ اس احاطہ پر درختوں کا گہرا سایہ ہے اور نہایت خوش منظر مقام ہے جو سڑک ہمایوں کے مقبرہ سے خیر پور اور مبارک پور ہوتی ہوئی آئی ہے اس کی انتہا پر منصور کا مقبرہ ہے نواب منصور علیخان صفدر جنگ اوہ کے اول نواب کے بیٹے اور بنائشیں تھے اور احمد شاہ کے وزیر تھے انکا انتقال ۱۱۵۲ھ میں ہوا۔

شیدی بلال محمد خاں کے اہتمام میں تین لاکھ روپیہ کی لاگت سے یہ مقبرہ تیار ہوا۔ مقبرہ کے اندر یہ تاریخ کندہ ہے۔

|                         |                        |
|-------------------------|------------------------|
| جوان صفدر عرصہ مردمی    | زوار فنا گشت رحلت گزین |
| چنین سال تاریخ اوشد رقم | کہ بادا مقیم بہشت برین |

یہ مقبرہ مسلمانوں کی سب سے آخری بڑی عمارت ہے۔ معماروں نے اگرہ کے تاج کی نقل اتاری ہے مگر بہت کچھ اختلاف ہی ہے۔ کونوں کے برجوں کا کام بہت عمدہ نہیں بنا مگر بیچ میں جو سنگ باسی میں سنگ مرمر کی پچہ کاری ہے وہ بہت ہی خوبصورت ہے جو منت کاری اندر کی استرکاری میں کی گئی ہے۔ خراب ہے مگر قبر کی پچی کاری نہایت خوبصورت ہے مقبرہ کے باغ کا دروازہ اور شمال کی طرف سنگ سرخ کی مسجد بہت ہی خوبصورت عمارتیں ہیں۔ جنوب کی طرف احاطہ میں ایک مکان بنا ہوا ہے جسکو موتی محل کہتے ہیں اور غرب کی طرف ایک مکان ہے جسکا نام جنگلی محل ہے مشرق کا مکان بادشاہ پند کہلاتا ہے۔ مقبرہ کے چاروں طرف چار نہریں ہیں اور اب باغ بہت آراستہ کیا گیا ہے یہاں دہلی کے اکثر لوگ سیر تماشہ کو آیا کرتے ہیں

### جنت منتر

منصو کے مقبرہ سے تھوڑی دور پر دہلی کی طرف جنت منتر کی عمارت قابل دید ہے یہ رصد گاہ راجہ جے سنگھ والی جے پور کی بنائی ہوئی ہے جو سلاطین و مہمانوں کی گئی تھی۔ اسکے تیار ہونے کے پچاس برس بعد جاٹ رہنروں نے اس عمارت کو بہت خراب کر دیا تھا مقیاس یعنی محل النہار اب تک باقی ہے مگر اسکا سنگ مرمر

جس پر وقایق و مدارج بنے ہوئے تھے لوگ اُکیر کے لے گئے اور بختہ دو ابر لفظ  
 کے دونوں بروج ہی شگنہ حال باقی ہیں۔ یہاں سے مشرق کی طرف ایک میل  
 پر ماہو گنج کا موضع ہے جو اب تک یاست جے پور کی جاگیر ہے یہاں ایک مانہ  
 میں راجہ جے پور کا محل اور صہیل بنا ہوا تھا۔ یہاں سے مشرق کی جانب نصف  
 میل پر اگراسین کی باولی نہایت عمدہ بنی ہوئی ہے

### کربلا

منصور کے مقبرہ سے سید ہی سڑک قطب صاحب کو لگی ہے جو یہاں سے پانچ  
 میل پر ہے راہ میں بائیں طرف علی گنج کا احاطہ ہے جہاں نجف خاں کا مقبرہ ہے  
 اور زبیت نجف انہی وفات کا مادہ تاریخ ہے انھوں نے مغلیہ سلطنت کو بہت  
 دن تک مرہٹوں کے ہاتھ سے بچایا ان کے مقبرہ کے پاس کربلا ہے جہاں  
 تیسرے دفن ہوتے ہیں۔ یہ احاطہ مرزا شرف بیگ کا بنوایا ہے۔

کربلا کے برابر میں شاہ مرداں کا احاطہ ہے اُس کے شمالی دروازہ پر ایک کتبہ کندہ  
 ہے

اس احاطہ میں ایک سنگ مرمر کا مجھ ہے۔ مجھ کے اندر سنگ مرمر کا فرش ہے  
 بیچ میں سنگ مرمر کا حوض ہے اور اس حوض میں ایک پتھر سنگ مرمر کا لگا ہوا ہے  
 جس کو حضرت علی کا نقش قدم بیان کیا جاتا ہے اس کے کناروں پر یہ شعر کندہ ہے  
 برزینے کر نشان کف پائے تو برد ساہا سب رہ صاحب نظراں خواہد بود  
 اسی سبب سے اس مقام کو علی جی بھی کہتے ہیں اس مجھ کے پاس ایک برج ہے  
 حسین کی در کو نہیں جانے دیتے اور وہ برج کا کہ حضرت فاطمہ کا کہلاتا ہے۔



اس برج کے پاس ایک والان ہے جس کا نام جہاز ہے کہتے ہیں کہ کسی واکر  
کی منت پوری ہوئی تھی تو اسے یہ والان بنوایا تھا۔ اس کے پاس والان  
بنا ہوا ہے جو مجلس خانہ کہلاتا ہے یہ عشرت علیا کا کتبہ بنا ہوا ہے۔ ایک طرف  
سنگ مرمر کی لوح پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

قال محمد حبیب اللہ انامہ نیتہ اعلم و علی بابہا ۱۲۰۰ ہجری در عہد مبارک احمد شاہ  
بہادر بادشاہ غازی بموجب ارشاد نواب قدسہ حضرت صاحبہ زمانہ بہائم نواب  
بہادر جادید خان صاحب بہرہ سزاہی خاکسار لطف علی خان تعمیر قلعہ مجلس خانہ و مسجد  
و حوض در یک سال مرتب شد ۱۲۰۰

جس میدان میں سے یہ سڑک گزرتی ہے اسی میدان میں سلطان محمود شاہ اور امیر محمود  
لشکر سے ۱۲۰۰ و دسمبر ۱۲۹۸ء کو ایک خونریز لڑائی ہوئی تھی جس میں سلطان محمود کو کامل  
شکست ہوئی امیر تیمور جہاں نما سے بڑھ کر دہلی کے سامنے پہنچا تھا۔ اس بڑے میدان  
میں دہلی کی فوج اس قدر بہادر سی سے جان فوٹ کر لڑی کہ خود میر تیمور نے بھی تعریف لکھی ہے  
بدیع منزل اسکے بعد سڑک کی وائیں طرف مجاہد پور ہے اور موضع کریرہ بائیں تہا  
کی طرف ہے اسکے سامنے سڑک کے نزدیک ایک مقبرہ پٹانوں کے وقت کا ہے  
اور اسکے پیچھے موضع خوض خاص کے قریب دوسرا مقبرہ ہے۔ بائیں ہاتھ جنوب  
کی طرف بدیع منزل کی بلند تعمیر نظر آتی ہے اور اسکے پاس بیگم پور کی مسجد کی  
سباہ دیوار میں دکھائی دیتی ہیں بدیع منزل نہایت بلند ہے کیا تعجب ہے کہ یہ  
مکان محمد تغلق کے قصر ہزار ستون کا ایک حصہ ہو ایک بلند برج پر چار دروازوں  
کا گروہ بنا ہوا ہے اور کئی دیوار میں سے اوپر جانے کا راستہ ہے جہاں لگنے لگے

ایک سنگین خوشنما بارہ درمی بنی ہوئی تھی جسکے کچھہ اندر ابک باقی ہیں بعض کے نزدیک یہ بارہ درمی فیروز شاہ کی بنائی ہوئی ہے کہتے ہیں کہ اس مکان سے حوض خاص تک ایک نقب گئی تھی۔

### بیگم پور کی مسجد

بیگم پور کی مسجد دہلی کے گرد و نواح کی کل مسجدوں سے سوائے جامع مسجد شاہجہاں آباد کے بڑی ہے مساع کی تعمیر ہے خان جہاں خاں کی کل مسجدوں سے تعمیر میں بہترین ہے اور قابل دید ہے۔ باہر سے کوئی تین سو فٹ مربع ہے اندر سے ۴۴ فٹ طویل اور ۲۲ فٹ عریض ہے۔ اس مسجد میں چند انگریزوں میں چھپے رہے تھے۔ سڑک کے اور اس عمارت کے بیچ میں ایک نہایت عمدہ عید گاہ ہے جسکے سروں پر گول ٹیج ہیں جو خاص پہانوں کی طرز کے ہیں۔ یقیناً یہ وہی عید گاہ ہے جہاں دہلی کی لڑائی کے بعد تیمور نے اپنے خیمے ڈالے کہتے ہیں کہ تیمور کی بیگمات عید گاہ کو دیکھنے آئی تھیں اور لوگوں نے انکی کچھ توہین کی تھی اسباب سے دہلی میں قتل عام ہوا تھا۔ جب سلطان محمود اور ملو خاں میدان جنگ سے بہاگ گئے تو امیر تیمور لکھتے ہیں کہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کے دروازہ کی طرف روانہ ہوا اور عید گاہ کے دروازہ پر جاؤں تو یہ ایک وسیع اور بلند مکان ہے اور میں نے حکم دیا کہ میرے خیمے یہاں نصب کیے جائیں اور عید گاہ میں متحیرات رکھا جائے۔ اس مقام پر دہلی کے لوگوں نے اگر متابعت قبول کی تھی۔

سڑک کی داہنی طرف ایک میل پر فیروز شاہ کے مقبرہ کا بُرج دکھائی دیتا ہے جو حوض خاص کے مشرقی جنوبی گوشہ پر واقع ہے لڑائی کے بعد امیر تیمور حوض خاص کے

کنارہ پر اگر ٹھہرتا اور وہاں اُسکے اترنے فتح کی مبارکباد دی تھی۔ حوض خاص کی بابت امیر تیمور لکھتے ہیں کہ یہ حوض فیروز شاہ کا بنوایا ہوا ہے۔ اس حوض کی بنیاد ایک تیرکے پلہ سے زیادہ ہیں اور چاروں طرف اسکے عمارت بنی ہوئی ہیں۔

اس میں اب پانی نہیں ہے مگر نیچے سے اتر کر دیکھنے سے بہت ہی بہار معلوم ہوتی ہے اسکے وسط میں حوض شمسی کی طرح ایک برج تھا۔ اسکے مشرقی اور جنوبی مشرقی حصہ میں سیڑھیاں اور دیواروں میں معنیان بنی ہوئی تھیں جو ٹوٹ گئی ہیں یہ حوض ایک کئی بیگہ بختہ کا ہے اسکے دروازہ پر چونہ سے کچھ کتبہ لکھا ہوا تھا جو بعد سے پہلے ہی مٹ گیا تھا اور صرف اتنا پڑھا جاتا تھا :- \* \* \* \* \* مرتب گردانیدہ سلطان السلطین سلطان فیروز شاہ خلد اسد ملکہ \* \* \* \* \* بن سلطان فیروز شاہ طاب ثراہ و جعل الخیمۃ مشواہ اس کتبہ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حوض خاص کو سلطان فیروز شاہ نے تعمیر کیا تھا جو ابو بکر شاہ کے بعد سلطانہ ۷۷ھ میں بادشاہ ہوا تھا و فیروز شاہ کا انتقال ۷۹ھ میں ہوا اب بھی مقبرہ کے اندر برج میں کچھ رنگ آمیزی باقی ہے سکندر شاہ لودھی نے مقبرہ کی مرمت کی تھی اور حال میں پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے اسکی خاص مرمت ہوئی ہے جو مقبرہ میں تین سنگ مرمر کی قبریں ہیں کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ کی ہے دوسرے ناصر الدین تغلق شاہ کی ہے اور تیسری اُنکے پوتے کی ہے اسکے پاس چھوٹے چھوٹے بزم میں منجملہ اُنکے ایک پر یہ کتبہ لکھا ہوا ہے۔

ابن عمارت در عہد دولت سلطان الاعظم سکندر شاہ سلطان خلد اسد ملکہ و اعلاہ و نشانہ ابن گنبد بنای شیخ شہاب الدین ناخجان و سلطان ابو سعید بتایخ نہم رمضان سنہ ۷۷۹ھ

جب سڑک کو نویل طے کر لیں تو وہاں جہاں پناہ کی فصیل کا وہ سرا ملتا ہے جس سے  
 قلعہ سیری اور قطب صاحب کی پُرانی دہلی ملا دی گئی تھی اور سب شہر ملکر ایک شہر  
 کر دیا گیا تھا ابن بطوطہ جو تیمور سے تیس برس پہلے دہلی میں آیا تھا اس کا حال اس طرح  
 لکھتا ہے کہ دہلی کا شہر بہت وسیع ہے اس میں چار شہرے ہوئے ہیں پُرانی  
 دہلی جس کو مسلمانوں نے ۷۷۵ھ میں فتح کیا تھا۔ (۲) سیری جس کو دار الخلافہ بھی کہتے ہیں  
 (۳) تغلق آباد جس کو سلطان تغلق نے آباد کیا تھا (۴) جہاں پناہ جس میں موجودہ سلطان  
 محمد شاہ رہتے ہیں اور خاص اپنی سکونت کے لیے بنایا ہے امکا ارادہ تھا کہ ایک  
 فصیل ان سب شہروں کے گرد بنا دی جائے اور اس فصیل کا ایک حصہ انہوں نے  
 بنایا ہی مگر آخر میں اس ارادہ سے باز رہا کیونکہ بہت بڑا صرف پڑتا تھا۔ دہلی کی سین  
 کے برابر کوئی فصیل دنیا میں نہیں وہ دس گز عرض تھی انیس پہرہ والوں کے لیے  
 اور سامان سدا درمیکرن کے لیے مگر بننے ہوئے ہیں بعض کمروں میں ایسے نشانی ہیں  
 جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی قسم کی توہین نہیں ان کمروں میں غلہ مدتوں تک اچھی  
 حالت میں رہتا ہے بالکل نہیں بگڑتا میرے سامنے کچھ چانول پکائے گئے تھے۔  
 ان کا رنگ سیاہ ہو گیا تھا مگر ذائقہ اچھا تھا۔ اس طرح کچھ باجرہ ہی میرے سامنے نکالا  
 گیا تھا نوے برس ہوئے کہ غلہ سلطان عین نے بہرہ وایا تھا۔ + - +  
 فصیل کا نیچے کا حصہ پتھر کا ہے اوپر کا حصہ اینٹ کا بنا ہے فصیل میں اٹھائیس  
 دروازے ہیں جن میں سے سب میں بڑا دیو فی دروازہ ہے۔

ہندوستان کے قاضی کمال الدین محمد ابن برہان الدین غزنوی نے مفصل کیفیت  
 مجھے بیان کی کہ اس طرح ۷۷۵ھ میں کفار سے دہلی فتح کی گئی تھی۔ شہر کی بڑی مسجد

کی محراب پر ہی میں نے یہی تاریخ پڑھی انھوں نے مجھے بیان کیا کہ امیر قطب الدین  
ایبک نے دہلی فتح کی تھی جو شہاب الدین محمد بن مسام غوری شاہ غزنی و خراسان  
کے سپہ سالار تھے میر تیمور نے دہلی کا حال اس طرح لکھا ہے جو ابن بطوطہ کے بیان  
سے بہت مطابق تھا وہ کہتے ہیں جب مجھ کو دہلی کے لوگوں کے قتل سے حسرت  
ہوئی مین شہروں کے گرد پھرا سیری ایک گول شہر ہے۔ اسکی عمارات بلند ہیں اسکی  
گرد قلعہ پتھر اور اینٹ کا بنا ہوا ہے اور بہت مضبوط ہے پُرانی دہلی کا بھی یہی  
قلعہ ہے مگر سیری سے بڑا ہے سیری کے قلعہ سے پُرانی دہلی کے قلعہ تک ایک  
دیوار ہے جو پتھر اور چوٹے کی بنی ہوئی ہے جس حصہ کا نام جہاں پناہ ہے  
وہ آبا د شہر کے بیچ میں ہے ان مینوں شہروں کی تفصیل یہ ہے اور تیس دروازہ ہیں  
جہاں پناہ کے میسرے دروازہ میں سیری کے دس دروازہ ہیں اور پُرانی دہلی کے  
دس دروازہ ہیں بعض میں سے شہر کے باہر کو راستہ ہے اور بعض کا شہر کے اندر  
ہے جب میں شہر کے معائنہ سے تھک گیا تو میں مسجد جامع میں گیا وہاں مسجد  
اور فقہا اور شیخ اور روضے شہر جمع تھے اور اُنکے ساتھ اُنکے حصہ شہر کے  
باشندے تھے۔ میں نے اُنکو بلایا اور اُنکی تسلی کی اور بہت عزت کی اور بہت خلعت  
وانعام دئے اور ایک افسر اُنکے ساتھ کر دیا کہ اُنکے حصہ شہر کی حفاظت کرے  
اسکے بعد میں سوار ہو کر اپنے خیمہ کو چلا گیا۔

جہاں پناہ کی تفصیل کے اندر پہنچ کر جو شہر کے چاروں طرف بخوبی کھانا  
دیتی ہے۔ موضع کا واسطہ میں ایک تختہ گمر عہد مسجد نظر آتی ہے اسے بعد وہ  
چینی میں سے گزر کر آہستہ ماہتہ کیطون بہت سے پُرانے مکانات اور قبریں نظر آتی ہیں

جنہیں سے ایک حضرت نضام الدین ادینا کی والدہ کی ہے۔ دسویں میل پر چننے صاحب کی لاٹ ایک میل رہ جاتی ہے تو رائے پتھور کے قلعہ کی شمالی میل مٹی ہے۔ سرک کی چڑھائی پر چڑھ کر دھنہ ہاتھ کی طرف رائے پتھور کے شہر کے قلعہ کی جلال کوٹ کہلاتا ہے جنوبی فصیل مٹی ہے اور بائیں طرف جمالی کمالی کی درگاہ کی سرخ دیوار دکھائی دیتی ہے اور اس سے مشرق کی طرف سلطان پٹن کا مقبرہ نظر آتا ہے ادھ میل آگے بڑھ کر لال کوٹ کی مشرقی فصیل آ جاتی ہے اور اس سے ملا ہوا قطب صاحب کا احاطہ ہے اس احاطہ کے دوسو گز آگے ادھم خان کا مقبرہ لال کوٹ کے جنوبی فصیل پر واقع ہے۔ یہاں سرک کی چڑھائی چڑھ کر قطب کے بازاریں پہنچتے ہیں لال کوٹ جنوبی فصیل سے باہر بنا ہوا ہے یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ دہلی کا سب سے پُرانا قلعہ لال کوٹ کہلاتا ہے اور سب سے آخری مسلمان قلعہ بھی لال قلعہ کہلاتا ہے یہاں لال کوٹ کی مغربی فصیل کے باہر باہر ادھم خان کے مقبرہ سے باہر وزیر کے مقبرہ تک جو خندق میں واقع ہے راستہ چلا گیا ہے اور وہاں سے انگ پال دو کیم تالاب پر سے ہوتا ہوا رنجیت سے قلعہ میں داخل ہو گیا ہے اور آگے بڑھ کر شمالی مغربی فصیل کے کونہ سے جہان فتح برج ہے قلعہ میں چلا آیا ہے یاد رکھنا چاہیے کہ قطب صاحب میں ہندوستان کے اسلامی حملہ کی یادگار نہیں ملتی بلکہ اسلامی فتوحات کی یادگار ہیں جو ۱۱۹۳ء سے ۱۱۹۴ء تک کے ہیں جس طرح فیروز شاہ کی دہلی میں اسو کا کی پتھر کی لاٹ اور جگہ سی لائی گئی ہے اسی طرح قطب صاحب کی مسجد کے وسط میں لوہے کی لاٹ اور جگہ سے لاکر ایسا وہ کی گئی ہے یہ مسجد اور اسکے گرد کی عمارتیں تین بڑے بادشاہوں کی

بنوائی ہوئی ہیں۔ سب میں پہلے ایک مسجد قطب الدین ایک کی ہے جو سلطان مغزالدین  
 محمد بن سام کا سپہ سالار بنا ہوا تھا اور اس کا نام مسجد قوۃ الاسلام رکھا۔ اس میں  
 قبلہ کی طرف پانچ درمیں بیچ میں بہت بڑا اور دونوں طرف دو دو چھوٹے درمیں  
 اسکے پھول پھیل اور حروف اور آیات قرآنی عظیم اٹل کھدی ہوئی ہیں۔ بیچ کے در کے  
 بائیں طرف ماہ ذیقعدہ ۹۸۷ھ ص ۹۸۷ھ کے دروازہ کا نشان بھی اس طرف باقی  
 ہے۔ شمال کی طرف بھی ستون ہے اور ایک دروازہ ہے اور اسی طرح مشرقی ضلع  
 میں ستون و دروازہ شمالی اور جنوبی اضلاع سمیت یہ مسجد ایک مندرجہ فٹ عریض ہے  
 محراب میں ۵۲ فٹ بلند ہیں۔ بیچ کا صحن ایک سو آٹھ فٹ چوڑا اور ایک سو سیالیس  
 فٹ لمبا ہے۔ اس کے مشرقی اور شمالی دروازے اب بھی موجود ہیں۔ جنوبی دروازہ  
 اور مغربی کونا اور مغربی ضلع سب غائب ہو گئے ہیں مشرقی ستونوں کے پیچھے کے دروازے  
 پر پہلے تو ہمسلم لکھا ہے اسکے بعد آیت قرآنی من دخلہ کان آسنا۔ عن العالمین لک  
 ہے اسکے نیچے کی سطریں یہ عبارت ہے این عمارت رافتح کرد و این مسجد جامع را  
 بنا ساخت سنارہ فی شہور سنہ سبع وثمان و خمساۃ اور بعض جگہ سے الدولہ والد  
 پڑھا جاتا ہے اور بعض جگہ سے لفظ سلطان پڑھا جاتا ہے اور بعض جگہ سے لفظ خان  
 پڑھتے ہیں آتا ہے دروازہ کی آگے کی بڑی محراب پر سلطان قطب الدین ایک کا  
 نام لکھا ہے اور شمالی دروازہ پر یہ عبارت کندہ ہے

من  
 خیرت ہذہ العمارت لعالی امر السلطان المعظم مغزالدین والدین محمد بن سام ناصر امیر التو  
 اور سال بنا کی جگہ صرف فی شہور سنہ ۸۰۰ھ یعنی ۱۴۰۰ھ لکھا ہے اس مسجد کے صحن کے وسط

میں ایک لاٹ لوہے کی گڑی ہوئی ہے یہ لاٹ زمین سے ۲۲ فٹ بلند ہے اور  
 صرف تین فٹ زمین سے نیچے ہے۔ کہو دے سے معلوم ہوا کہ سرے پر لاٹ  
 گول ہے اور اُپنی سلاخوں سے جوڑے بڑے پتھروں میں جبی جوی ہیں اس طرح  
 رُکی جوی ہے جیسے درخت جڑوں سے ٹکا ہوا ہوتا ہے۔ واقف کاروں کی  
 رائے میں یہ لاٹ ڈھلے ہوئے لوہے کی نہیں ہے بلکہ تھوڑوں سے پیٹ کر بنائی  
 گئی ہے جو چھ سنسکرت کی سطرین اس پر لکھی ہوئی ہیں اُسے معلوم ہوتا ہے کہ  
 یہ راجہ دہا دایا راجہ بہاؤ کے عہد حکومت میں دشمنوں کے نام کی بنی ہے یہی بت  
 یقین کیا جاتا ہے کہ وہ میٹری یا چوتھی صدی میں گزرا ہے اور بعض کے  
 نزدیک چھٹی صدی میں ہوا ہے کچھ عبارت انیس پال دویم کی طرف سے بنی ہے  
 راجہ نے سنہ ۱۷۷۱ء میں دہلی کو دوبارہ آباد کیا تھا اور عبارت لاٹ پر کہہ کرادی  
 تھی کچھ کتبہ ایک چوہان راجہ کی طرف سے ہے قطب الدین کے بعد سلطان ہمش  
 نے اس مسجد کو اس طرح وسعت دی کہ قبلہ کی طرف کی محرابوں میں شمال اور جنوب  
 کی طرف تین تین دروازے جنہیں سے برج کا دروازہ اور اعلیٰ درجہ کے ہیں انکی بلند  
 قطب الدین کے دروں کے برابر ہے انہر ہی کام و سیاہی ہے جبریا قطب الدین کے  
 دروں پر۔ کیا ہوا ہے مگر انیس سے کوئی در باقی نہیں ہے ہم صرف بازو باقی رکھے  
 ہیں محرابوں گرہی ہیں جنوب کی طرف رہے پتھر اسکے رخسار کے نون موجود ہیں اور وہ  
 قطب صاحب کی لاٹ سے ملا دیے گئے یہ ستون سنگ خارہ کے ہیں چیر نشان  
 عمدہ نقاشی سے بھری جانور اور بتوں کی صورتیں لکھی ہوئی ہیں جو قابل دید ہیں  
 اور انکی چیت پتھر سے بنی ہوئی ہے زمرہ ہی ایک دروازہ تھا جس کا نشان باقی ہے



اسی طرح کے ستون شمال کی طرف بھی تہہ جو بالکل ٹوٹ گئے ہیں اس طرف بھی کچھ  
 دروازہ قائم کیا گیا تھا جو مشرقی ضلع لائے تک پہنچا دیا گیا۔ اس طرح سے سلطان  
 الشمس نے قطب الدین کی سجدہ کو شمالاً اور جنوباً بیچ میں لے لیا اور مشرقی میں منار  
 تک بڑا اور سلطان شمس الدین الشمس نے منار کے تحت پریشے تہہ اور منار کے  
 میں انتقال کیا اور انکا مقبرہ انکی بڑائی ہوئی سجدہ کے غریبی و شمالی کو نہ بڑا  
 ہے۔ ایسے بعد سلطان علاء الدین خلجی نے الشمس کی سجدہ کو اور بھی بڑا یا اسے  
 الشمس کے جنوبی ستونوں کو لاٹ سے بہت آگے تک بڑھا دیا اور لاٹ سے توڑی  
 دور پر نہایت خوبصورت دروازہ بنایا جو حقیقت میں عظیم الشان اور بے نظیر ہے۔ قبلہ  
 کی طرف کی محرابوں کو شمال کی طرف استقدر بڑا یا کہ جنوبی قطب الدین اور الشمس کی  
 محرابیں نہیں اُنکو دوگنا کر دیا اور علاء الدین نے قطب منار کی سیدہ میں جنوب کی طرف  
 اپنی توسیع کے وسط میں ایک دوسرا منار بنانا شروع کیا تھا جو ناممور رہ گیا یہ منار  
 قطب الدین کے منار سے ہر طرح دوگنا بڑا ہوتا۔ مگر علاء الدین نے عمارت پوری  
 نہیں بنوائی تھی کہ وہ مر گیا اور کچھ توسیع کے ناممور آئندہ جو درمیان سطح کو منار بنانا  
 ہے۔ جو کچھ حصہ سجدہ کا موجود ہے اسکی بابت متفق رہے یہ ہے کہ جب یہ تیار  
 ہوگی دنیا میں لا جواب ہوگی قطب الدین اور الشمس نے جو محرابیں قبلہ کی طرف بنائی  
 تھیں انکا دنیا میں نظیر نہیں ہے۔ علاء الدین کی مسجد کی تعمیر خروارہ واران  
 میں یہ تعریف لکھی ہے۔

|                     |   |                     |
|---------------------|---|---------------------|
| سجدہ اوجامع فیض الہ | ۛ | زمرہ خطبہ اوتابساہ  |
| برسر تخت گرفتہ شہی  | ۛ | منبر شمس خطبہ انسبی |

|                          |                             |
|--------------------------|-----------------------------|
| آئندہ دروسے ز سپر کہو د  | فیض بیک خواندن قرآن فرود    |
| غفلت تسبیح پر گنبد در دل | رفت زنہ گنبد والابدول       |
| گنبد او سلسلہ پیونددا    | سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ رسا |
| خواند ام کعبہ دین خودش   | پیش نشستہ حجر الاسودش       |
| بندہ سنگش در دعل و عقیق  | زرد ہمہ آزادی بیت العتیق    |
| بر کہ سعادت بودش رہنمائے | بر در او سر ہند انگاہ پائے  |
| در سقش ز سہا تاز میں     | لغضب شدہ جملہ ستونہا دیں    |
| قامت نمود کردہ موزن دراز | دادہ اقامت بقون نماز        |

ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ "مسجد بہت بڑی ہے اور خوبصورتی اور وسعت میں اپنا نظیر نہیں رکھتی دہلی کے فتح ہونے سے پہلے وہ ہندوؤں کا مندر تھا اس کے صحن میں ایک لاٹ ہے جسکی بابت کہا جاتا ہے کہ سات کہا نو کے تھر سے بنائی گئی ہے" اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوؤں کے زمانہ میں اس مقام پر کوئی بڑا تخانہ تھا اور اسکی جگہ یہ مسجد بنائی گئی کیونکہ آج تک ہندو اس جگہ کوٹھا کر دوارہ اور چونسٹھ کھجکے میں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تخانہ کے چونسٹھ ستون تھے اور تعجب نہیں کہ چونسٹھ کھجے کے نام سے مشہور ہو۔ یہی یقین کرنا بجا ہے کہ اس مسجد میں نہ صرف اس تخانہ کا مسالا لگا ہے بلکہ چونسٹھ مندر شہر میں تھے اور وہ سب مسالہ کئے گئے تھے اسکا ہی مسالا اس عمارت میں خرچ ہوا لیکن یہ نہیں کہتے کہ وہ مسجد الدین کی مسجد میں جس جگہ سنقش ستون جر طرح لگے ہو۔ یہ ہیں اس طرح اور اس جگہ مسالہ آباد میں لگے ہوئے۔ تھے اور تواب الدین نے مسجد قوۃ الاسلام اس طرح

بنائی ہے کہ یہ تخانہ کی عمارت اسکی سجد کے جنوبی ضلع میں آگئی ہے۔ یورپی محققین  
 کی تصدیق رائے ہے کہ جیٹنی مندر کے سامنے کو قطب الدین نے اپنی مرضی کے موافق  
 جس جگہ اور طرح مناسب سمجھا استعمال کیا تخانہ کا کوئی حصہ اصلی ہیئت پر باقی  
 نہیں رہا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان نقش ستونوں پر ایک زمانہ میں نہایت عمدہ  
 استرکاری کی ہوئی تھی جن تصاویر کے احصاء استرکاری میں نہ چھپ سکے وہ تراش  
 دیئے گئے تھے اور خراب کر دیئے گئے تھے اور جو چھپ گئے تھے وہ سلم رکھے جیسے  
 کہ اب بھی دکھائی دیتا ہے کہ بعض سلم میں اور بعض کے اعضا خراب کر دیئے گئے ہیں  
 مگر بقول کننگہم کے اس سجد کی بڑی خوبی ان ہندوئی باقیات سے نہیں ہے بلکہ  
 ان عظیم الشان محرابوں سے ہے جنکا نظیر دنیا میں نہیں ہے اور سب میں زیادہ خوبی  
 لاٹ سے ہے جو مسجد قرۃ الاسلام کا منارہ ہے جیسا کہ دوسرے کھنڈوں پر سورۃ  
 کے کندہ ہونے سے ثابت ہے۔ پہلے کھنڈ پر قطب الدین ایک اور ان کے آقا محمد  
 بن سام یعنی محمد غوری کا نام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد غوری کے زمانہ حیات میں  
 قطب الدین نے یہ کھنڈ بنایا تھا۔ دوسرے تیسرے اور چوتھے کھنڈوں پر سلطان  
 بتمش کا نام ہے اور یقیناً باقی کل منار ان ہی کا بنوایا ہوا ہے پانچویں کھنڈ پر فیروز  
 شاہ کی مرمت کا ذکر ہے اور یقیناً فیروز شاہ نے اصلی سامنے سے دونوں کے اوپر کے کھنڈ  
 از سر نو بنوائے ہیں (۱۳۶۹ء) جس دروازہ سے اوپر چڑھتے ہیں زمانہ حال کا برج  
 اور اوپر ۱۳۵۷ء کا کتبہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر شاہ لودی نے اس کی  
 مرمت کی تھی جس سے یہ منار تین سو برس تک اور قائم رہا اور اسکے بعد انگریزی  
 گورنمنٹ نے اسکی پوری مرمت کرا دی اور کپتان اسمتھ ایل انجینئر شاہر ایک برنجی

بنائی جواب بھی لاٹ کے نیچے رکھی ہوئی ہے اور جسکی بابت کرنل سلیمان نے  
 لکھا ہے کہ اگر اصلی کھنڈ ایسا ہی تھا جیسا کہ کپتان اسمتھ نے بتوایا تھا تو بجلی نے  
 اچایا کیا جو اسکو گردا بجن انگریزی ستیا حوں نے اس لاٹ کو ۱۹۸۶ء میں دیکھا تھا  
 وہ لگتے ہیں کہ لاٹ پر ایک نہایت شاندار سنگ سُرخی کی بجی تھی موجودہ کھنڈ  
 نہایت سی بدزیب ہے اور اس نے لاٹ کو کارخانہ کی چینی بنا دی ہے اگر اسکی اوپر جا  
 محراب دار دروں کا کھنڈ اور بنا دیا جائے تو بہت خوشنما ہو جائے۔ لاٹ کے سات  
 کھنڈ مشہور ہیں اور یقیناً اسکے سات ہی کھنڈ بنے تھے غرض کہ یہ تحقیق معلوم ہوتا ہے  
 کہ پہلا کھنڈ قطب الدین کے وقت میں تیار ہوا اور باقی منار التمش کے زمانہ میں بنایا  
 گیا مگر ڈیڑھ سو برس بعد فیروز شاہ کے زمانہ میں اوپر کے دو کھنڈ بجلی سے یا زلزلہ  
 گر پڑے تھے اور اس مشہور تعمیرات بنانے والے بادشاہ نے از سر نو دونوں اوپر کے  
 کھنڈ بنوائے جہاں چوتھا کھنڈ بالکل سنگ مرمر کا ہے اور پانچویں کا بہت خشک  
 مرمر کا ہے۔ نیچے کے کھنڈ سب سنگ سُرخی کے ہیں۔ نیچے کا کھنڈ ۴۴ فٹ گیا  
 پنجہ ہے اور اوپر کا کھنڈ بائیس فٹ چار انچ کا اور یہ دونوں بالکل منار کی آؤ  
 بندی کے برابر ہے دوسرے کھنڈ پچاس فٹ ساڑھے آٹھ انچ کا اور تیسرا چالیس  
 فٹ ساڑھے نو انچ اور چوتھا پچیس فٹ ۴ انچ ہے یعنی دوسرے کھنڈ کا ٹیک نصف  
 ہے۔ پہلا کھنڈ دو قطر بلند ہے اور چوتھا کھنڈ دل کے قطروں کو جمع کر لیتا ہے  
 منار کی بندی ہوتی ہے معائنہ برنجی کے جو اہل ہند میں چوٹی پر بنی ہوئی تھی اور بغیر  
 برنجی کے بلخ قطر بلند ہے قاہرہ میں جامع حسن کا منار اور اٹلی میں شہر فلورنس کا  
 منار اس مناس سے زیادہ بلند ہیں مگر تعمیر کی خوبی میں اول نقشہ نگاریں اور حسن و صورت

میں دونوں منار کے پائنگ میں ہی نہیں آسکتے جس طرح اگر وہ کوئٹہ سے  
 ہے اس طرح لاٹ سے دلی کو فخر ہے دونوں شہروں کی دونوں عمارتیں دنیا  
 میں عظیم اہل ہیں اور عجائبات روزگار میں سے ہیں جو لکیر نیچے سے گئی ہے وہ  
 برابر سید ہی خط مستقیم میں اوپر تک چلی گئی ہے ذرا سا ہی شیڈ این نظر نہیں آتا  
 اس میں شک نہیں کہ اوپر کے دو گول سادے کھنڈ جو فیروز شاہ کھنڈا دے ہیں  
 وہ پہلے نقش کھنڈوں سے میل نہیں کھاتے مگر پھر بھی بے موزوں نہیں معلوم ہوتے  
 بلکہ ایک قسم کی خوشنمائی پیدا کرتے ہیں لاٹ میں کل ۲۷۹ سیڑھیاں ہیں۔  
 جب اوپر چڑھ جاؤ تو عجب سما نظر آتا ہے۔ لاٹ کے نیچے مسجد قوت الاسلام اور  
 اسکی مختلف عمارتیں نظر آتی ہیں اسکے آگے لال کوٹ اور قلعہ رے پتھور کی  
 فصیلین پھر مغرب کی طرف بلند ہوتی گئیں ہیں اور جسکی خندق میں بابا حاجی روزیر کا  
 مزار ہے یہ وہی احمد مسلمانوں کے آنے سے پہلے یہاں تشریف لائے  
 تھے اور انے پتھور کی بڑی نے عام روایت کے موافق آپ کے ہاتھ پر سبیت کی تھی  
 چنانچہ جو عورت کی قبر اون کے مزار کے پاس موجود ہے وہ اُسی لڑکی کی بتائی جاتی  
 ہے۔ کہتے ہیں بہت ہندوؤں نے آپ کے ذریعہ سے اسلام قبول کیا تھا۔ اس فیصل  
 کے سرے پر پرانی دلی کی عید گاہ کی سیاہ دیوار نظر آتی ہے۔ رے پتھور کے قلعہ  
 کے شمال کی طرف جہان پناہ کی دیواروں کے آثار نظر آتے ہیں جو سیری کی سکتے  
 فیصلوں تک چلے گئے ہیں۔ سیری میں بیگم پور کی بڑی مسجد کی سبب عمارت نظر آتی  
 ہے جہاں پناہ سے شمال و مغرب میں حوض خاص پر فیروز شاہ کے مقبرہ کا پست زر  
 گنبد نظر آتا ہے اور اس کے پار خندرجک کے مقبرہ کا چکیلا برج دکھائی دیتا ہے اور اُسی

سیدہ میں جامع مسجد کے برج اور سنار دکھائی دیتے ہیں۔ صنفدر جنگ سے مشرق کی طرف پرانے قلعہ کی فصیلیں اور نظام الدین کی درگاہ اور تیاروں کے مقبرہ کا سفید سنگ مرمر کا گنبد دکھائی دیتا ہے۔ اس کے جنوب کی طرف کالکا سندرا اپنی زمین پر اوسا کے نیچے قطب سے ٹھیک مشرق کی طرف تعلق آباد اور عادل آباد نظر آتے ہیں اور دونوں کے بیچ میں تعلق شاہ کے مقبرہ کا بست سفید گنبد دکھائی دیتا ہے تعلق آباد کی سڑک کے شمال میں حوض رانی اور کھڑکی کی مسجد اور سڑک کے جنوب کے طرف جمالی کمالی درگاہ اور سلطان بلین کے مقبرہ کی بلند کھنڈرات نظر آتے ہیں لاٹ کے نیچے چوگ مایا کا مندر ہے جہاں ہندوؤں کا بنگلہ پھولوالوں کی سیر میں چڑھتا ہے اس مندر کے سکانات سب نئے بنے ہوئے ہیں اور قابل تعریف نہیں ہیں جس پتھر کی یہاں پرستش کی جاتی ہے وہ ایک سنگ مرمر کے تھوبے میں رکھا ہوا ہے۔ جو دلچسپ کہانی اس مندر کے متعلق بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جب رائے پتھوراک کی بیٹی باباجی روزیہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئی اور اپنے گھر لوٹ کر نہ گئی تو سب ہیلیاں راجہ کے خوف سے کوئیں میں گر پڑیں۔ راجہ نے انکو نکلا کر اس جگہ جہاں اب مندر ہے بچکوا دیا تھا۔ مسجد قوت الاسلام کے شمال و مغرب میں سلطان شمس الدین اتمش کا مقبرہ سنگ سرخ کا نہایت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ باہر سے تقریباً چوالیس فٹ مربع اور اندر سے ۱۴ فٹ مربع ہے۔ مقبرہ کے اندر بہت صنعت کاری کی ہوئی ہے۔ مغربی کونے کی طرف اور مشرقی دروازہ کے دائیں اور بائیں طرف دیوار کے کنارے کے حصہ میں صنعت کاری نہیں ہے بلکہ رنگ آمیزی تھی جس کا ایک حصہ اب تک جنوبی دیوار میں نظر آتا ہے اور پیش طاق میں بھی رنگ آمیزی کے

آثار موجود ہیں۔ قبر بھی بہت ہی خوبصورت اور اونچی بنی ہوئی ہے اور ایات قرآنی  
 لکھی ہوئی ہیں۔ جنوبی دیوار کے سرے کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس  
 چار دیواری پر گنبد بنانے کا ارادہ تھا کیونکہ گنبد کے نیچے کے سرے کا ایک  
 حصہ دیوار پر موجود ہے۔ اگر یہ مقبرہ رضیہ سلطان نے اپنے باپ کا بنوایا  
 تھا تو یقیناً اسکو پورا کر نیکامو قع نہ ملا ہوگا یہ مقبرہ اگرچہ چھوٹا ہے مگر نہایت خوبصورت  
 اور پرانی دلی میں ہی عمدہ ترین مثال اس بات کی ہو کہ ہندو مسلمانوں نے مسلمانوں کی حسب  
 خواہش عمارت انکے طرز کی بنائی حالانکہ اس میں ہی کس قدر نقص پایا جاتا ہو اور معلوم ہوتا  
 کہ ابھی تک ہندو مسلمانوں کی عمارت سے پورے پورے واقف نہیں ہوئے تھے۔  
 جو دروازہ اپنی مسجد کا سلطان علاؤ الدین نے بنوایا تھا وہ بھی دنیا میں بیشمال ہو  
 اس پر جو نقش و نگار اور رنگ آمیزی ہوئی ہو وہ نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا میں فنیٹر  
 نہیں رکھتے بچاؤ کی عمارت اس قدر عمدہ نقش و نگار کی نظر نہیں آتی۔ اسکی  
 محرابیں نئے انداز کی ہیں اور شمالی محراب کا کام بنیظیر ہو یہ دروازہ باہر سے پورے تان فٹ  
 مربع ہے اور گیارہ فٹ کا آٹا ہے دروازہ کی عمارت بہت پہل ہو اور پر کا گنبد  
 جھیک نصف دائرہ ہے اور بہت بلند دائرہ ہے۔ گنبد کے نیچے کا کمرہ ساڑھے  
 چھتیس فٹ کا ہے افوس ہو کہ اندر کا حصہ شمالی محراب کا کپتان اسمتہ نے  
 اُتر وادالا کیونکہ وہ بہت شکستہ ہو گیا تھا۔ اس سے باہر کے دروازہ کی  
 خوبصورتی میں بہت فرق پڑ گیا ہے۔ دروازہ پر تاریخ تعمیر اس طرح کندہ ہے  
 فی التایخ الحامس عشر من سوال سنہ عشر و سبعمائے۔ یہ شبہ ہے کہ یہ یہاں دیووں کی  
 طرح مکان بناتے ہیں اور جوہریوں کی طرح پورا کرتے ہیں علای دروازہ سے مشرق کی

کی طرف امام ضامن کی قبر ہے جو سنگ سرخ اور سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ یہ قبر امام شہد کی ہے یہ مقبرہ امام محمد علی شہد کی عرف امام ضامن کا ہے یہہ مقبرہ ۳۲ میں بنا تھا۔ اس میں بہت ہی عمدہ منبت کاری کی ہوئی ہے۔

مسجد قوت الاسلام کے مغربی جنوبی کونے پر علماء الدین خلیجی کے مقبرہ کے کہنڈر ہیں۔ پنج کا درجہ باون سے ۳۲ فٹ ہے اسکے دونوں جانب کے درجے ہی قبروں کے لیے بنائے گئے تھے۔ اس مقبرہ کے متعلق مدرسہ ہی تھا اور جنوبی مشرقی کونہ میں ایک مسجد کے کہنڈر ہیں فیروز شاہ نے اس عمارت کی ہی مرمت کی تھی فیروز شاہ خیر کرتے ہیں کہ بھلے اور نعمات کے جو خدائے تعالیٰ نے مجھ کو عطا فرمائیں تھیں ایک یہ بھی تھی کہ میں نے بہت مساجد مدارس اور درگاہیں بنوائیں تاکہ علماء اور درویش ان عمارت میں خدا کی عبادت کریں اور اپنی دعاؤں سے مجھ کو یاد کریں۔ نہروں کا کہو و ناد رختوں کا لگانا اور مکانات کے لیے زمینوں کا وقف کرنا شرع کے موافق ہے۔ میں نے ان لوگوں کے اخراجات کے لیے سالانہ رقم مقرر کی تاکہ ان کو خرچ کی تکلیف نہ ہو۔

علاوہ ازیں میں نے پہلے بادشاہوں کی عمارتوں کی مرمت کی جو خراب ہو گئی تھیں اور ان کی مرمت کو میں نے جدید عمارتوں سے مقدم سمجھا۔ پُرانی دہلی کی مسجد جامع یعنی مسجد قوت الاسلام جسکو سلطان معز الدین سام نے بنایا تھا امتداد زمانہ کے سبب سے خراب ہو گئی تھی۔ میں نے اسکی پوری مرمت کی سلطان معز الدین سام کے مقبرہ کی مغربی دیوار ٹوٹ گئی تھی اور دروازہ کے تختے چل گئے تھے میں نے اسکی مرمت کی اور آفتابی کی جگہ میں نے محرابین دروازے اور صندل کا



کام بنوایا سلطان معز الدین کا منار یعنی قطب منار بجلی کے صدمہ سے گر گیا تھا جس نے اُس کی مرمت کی اور پہلے کی بر نسبت اُسکو زیادہ بلند کر دیا  
حوض شمسی یعنی سلطان آتش کا حوض بے آب ہو گیا تھا کیونکہ بعض لوگوں نے اس کے  
پانی کا راستہ بند کر دیا تھا جس نے اُن لوگوں کو سزا دی اور اُس کے راستے صاف کیے  
حوض عالمی یعنی علاء الدین کا حوض بھر گیا تھا اور اُس میں زراعت ہوتی تھی جس نے  
اُسکو صاف کرایا۔

سلطان شمس الدین آتش کا مہر سنہ ہی برباد ہو گیا تھا جس نے اُسکو از سر نو بنوایا  
اور صندل کے دروازہ لگاے۔ مقبرہ کے ستون گر پڑے تھے جس نے اُنکو پہلے سے  
بھی بہتر بنوایا اُس کے صحن کے گرد دالان بستھے میں نے دالان بنوئے۔ میں نے تہہ  
کے ترشے ہوئے زینہ کو بڑھایا اور میں نے چاروں برجوں کے گرے ہوئے ستونوں  
کو تعمیر کرایا۔

دیہ بیان سلطان آتش کے مقبرہ پر صادق نہیں آتا بلکہ سلطان غازی کے مقبرہ  
پر صادق آتا ہے اور اُس مقبرہ میں آثار موجود ہیں کہ اس طرح کی مرمت ہوئی ہو  
ملک پور میں سلطان معز الدین ابن آتش کا مقبرہ ہے وہ اتقدیر شکستہ ہو گیا تھا کہ قبر  
سے ملگنی تھی میں نے برج اور چوہترہ اوپر گرد کی دیوار از سر نو بنوائی۔ اُسی موضع  
میں سلطان کن الدین ابن آتش کا مقبرہ تھا جس نے اُسکا نیا برج بنایا ایک خانقاہ  
بنوائی اور احاطہ کی دیوار کی مرمت کرائی میں نے سلطان جلال الدین کے مقبرہ  
کی مرمت کرائی اور نیا دروازہ بنوایا اس کا اب نشان ہی نہیں رہی سلطان  
سے معلوم نہیں ہوتا کہ سلطان معز الدین سلم کا مقبرہ ایرانی دہلی میں کہاں آیا کیونکہ غزنویوں نے اس

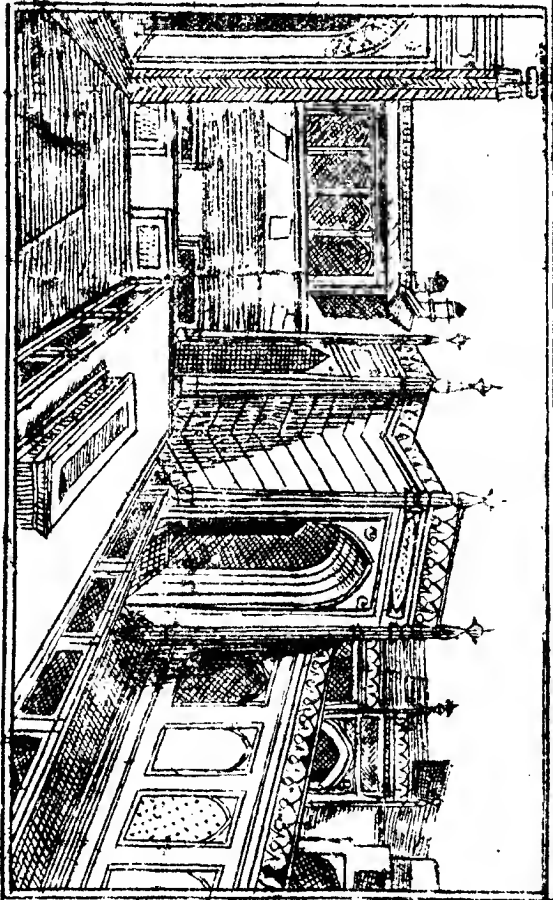
علماء الدین نے مقبرہ کی مرمت کرائی اور صندل کے دروازہ لگائے۔ میں نے  
آبدار خانہ کی اور مسجد کی دیواروں کی مرمت کرائی اور فرش درست کرایا۔  
سلطان قطب الدین کے مقبرہ کی مرمت کرائی اور سلطان علاؤ الدین کے اور ان کے  
بیٹوں کے مقبروں کو بھی درست کرایا یعنی خضر خاں شادی خاں فرید خاں سلطان  
شہاب الدین سکندر خاں محمد خاں عثمان خاں اور اسکے پوتے اور اسکے پوتوں کے  
بیٹوں کے مقبروں کو (ان سب کا نشان بھی نہیں رہا) بیٹے شیخ الاسلام نظام الحق کے  
والدین کے مقبرہ کے دروازہ کی اور قبر کی جالیوں کی مرمت کی۔ میں نے گنبد کے  
چاروں کونوں سونے کے بھارے سونے کی زنجیروں سے لٹکوائے اور وہاں ایک  
مجلس خانہ بنوایا۔ میں نے ملک تاج الملوک کا فور کے مقبرہ کو جو بالکل منہدم ہو گیا تھا  
از سر نو بنوایا کیونکہ وہ بہت وفادار اور نمک حلال سردار تھا اور نہایت عقلمند وزیر  
تھا اور اس نے ان ملکوں کو فتح کیا جہاں کوئی بادشاہ نہ پہنچا تھا اور وہاں سلطان  
علاؤ الدین کے نام کا خطبہ جاری کیا تھا (اس مقبرہ کا اب نشان باقی نہیں رہا)  
میں نے دارالامان کے نئے دروازہ بنائے جہاں سلطان بلین اور خان شہید کے  
مزار ہیں۔ میں نے اپنے مربی سلطان محمد شاہ کی جہاں پناہ کی مرمت کرائی۔  
غرض کہ اسی نیک اور دریا دل بادشاہ کے سبب سے آج تک بہت عمدہ عمارتیں بنی  
ہیں باقی میں جن کو ہم دیکھتے ہیں اور قدیم زمانہ کو یاد کرتے ہیں۔

مسجد قوت الاسلام کے جنوب مغرب میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی درگاہ  
جو راہ میں انہم خاں کا مقبرہ بڑا خوبصورت کوٹ کی فصیل پر بنایا گیا ہے اور اس  
پر بہت بہت دور سے معلوم ہوتا ہے اس کو پہول تھیلیاں بھی کہتے ہیں۔ یہ مقبرہ اگرچہ

سلسلہ کی تعمیر ہے مگر خلیع اور ساخت میں بیہانوں کے زمانہ سے ملتا ہے۔  
 کیا قبر ہے جو کسی بیہانی مقبرہ کو تیرا گرائی ہو آہٹا ہے ہوں۔ اندر سے گنبد  
 بہت عجز ہے۔

ادیم خان کی ماں کی قبر کا جو اپنے بیٹے کے قتل کئے جانے کے چالیس دن بعد رنج  
 میں مر گئی تھی اب نشان باقی نہیں رہا۔ دونوں ماں بیٹے اسی مقبرہ میں دفن کئے گئے  
 تھے جب ادیم خان نے ماڈو کا قادی گجرات کے بادشاہ کے کسی متعلق سے جگنا نام باز بہادر  
 تہا چھین لیا۔ اور اسکی خواہصورت بی بی روپ متی کو جبراً اپنے تصرف میں لانا چاہا  
 تو روپ متی نے بناؤ سنگار کر کے نہر لکھا لیا اور ادیم خان کو بلوایا ادیم خان نہایت  
 خوش و خرم روپ متی کے محل میں پہنچے اور چاہتے تھے کہ شوق و ذوق میں اُس  
 سے بغل گیر ہوں مگر اسکو مردود پایا۔ روپ متی کا مقبرہ ماڈو میں نہایت خواہصورت  
 اور خوش منظر موقع پر ہے۔ جب اکبر کو خبر پہنچی اُسنے ادیم خان کو معزول کر کے  
 اگر وہ کو بلوایا اور جب بادشاہ نے یہ سنا کہ وہ عورتیں باز بہادر کے رشتہ داروں میں  
 سے ادیم خان کے پاس موجود ہیں حکم دیا کہ وہ عورتیں بادشاہ کے پاس بھیج دی جائیں  
 لکھتے ہیں کہ جب وہ دونوں بادشاہ کی محکسرا میں پہنچے ادیم خان کی ماں نے ان دونوں  
 کو نہر دیدیا کہ بادشاہ سے ادیم خان کی شہکایت نہ کر سکیں اس مقبرہ کے جنوب مشرق  
 میں سوگڑ کے فاملہ پر گنبد ہک کے باؤلی ہے جس میں پُرانے جینی مندر کے ستون لگے  
 ہوئے ہیں۔ اس باؤلی میں لوگ کودتے ہیں اور جلدی امراض کے لئے ہوتا ہے  
 اس باؤلی سے مشرق کی طرف ایک اور نہایت عمدہ باؤلی سلسلہ کوئی بنی ہوئی ہے  
 جہاں کی باؤلی آتی ہے۔ اسکو سکندر شاہ بہلول کہتے ہیں دلت خاں نے بنایا ہے

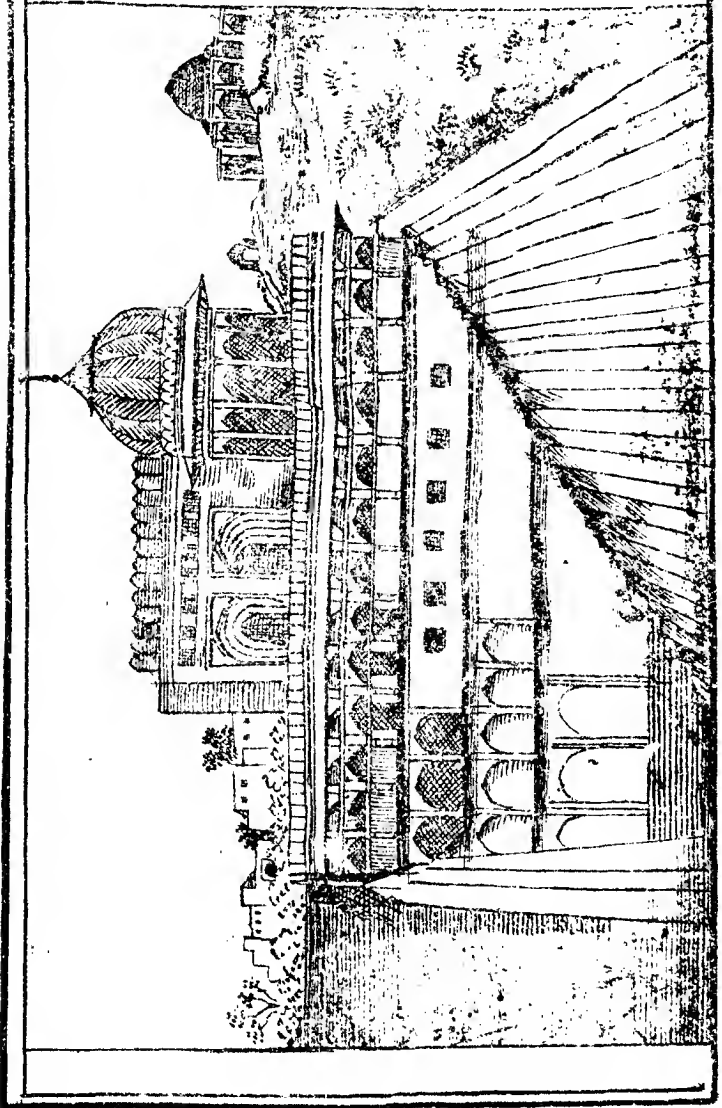
درگاه حضرت قطب الاقطاب علیہ الرحمۃ



کسی زمانہ میں یہاں راجوں کی بستی تھی اس سبب سے راجوں کی بایں مشہور ہوئی  
اسکے مغربی کنارہ پر ایک بہت خوبصورت مسجد بنی ہوئی ہے اور اس کے چھتین  
ایک گنبد ہے جس میں دو قبریں ہیں ۔

ادھم خان کے مقبرہ سے جنوب و مشرق میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیا کاکی  
کی درگاہ ہے جو مسلمان فاتح ہندوستان میں سب سے پہلے آئے تھے بلکہ انہی  
بھی پہلے خواجہ صاحب ترکستان سے یہاں آکر تشریف فرما ہوئے تھے اور سلطان  
التمش کے عہد میں چودھویں صبح الاول سنہ ۷۳۲ھ کو وفات پائی درگاہ کے مغربی  
کے پاس حسن اندھاں کی مسجد اور مکان ہے ۔ اسکے پاس شاہی محل سرے کا نہایت  
عمدہ دروازہ ہے ۔ درگاہ کے مغربی دروازہ کے اندر داخل ہو کر صحن میں پہنچتے  
ہیں جہیں ایک مسجد اور مراد بخت شاہ عالم ثانی کی قبر بائیں جانب ہے اور دہنی  
طرف موتی مسجد اور آخری شاہان دہلی کی قبریں ہیں موتی مسجد کو شاہ عالم بہادر شاہ  
اول نے جو اورنگ زیب کے جانشین تھے بنوایا تھا کل عمارت محلہ فرش کے سنگ  
مرمر کی ہے یہ مسجد اگرچہ خوبصورت ہے لیکن شاندار نہیں ہے ۔ بادشاہوں میں سے  
یہاں اکبر اور شاہ ثانی (سنہ ۷۳۷ھ) اور شاہ عالم ثانی (سنہ ۷۴۷ھ) کی قبریں ہیں اسکے  
بعد جگہ خالی ہے جہاں بہادر شاہ دفن ہوئے مگر انکی قسمت میں رنگون میں دفن  
ہونا تھا ۔ اسکے آگے شاہ عالم بہادر شاہ کی قبر ہے جس پر ہری گھانس اوگی ہوئی ہے  
انتہا پر قبر مرزا فرخ کوئی ہے جو بہادر شاہ کے ولیعہد تھے صحن کے آگے اندرونی دروازہ  
درگاہ کا ہے اس کے آگے پر صحن ہے جس کے جنوب میں خواجہ صاحب کا فرار ہے

راجہ کنہی بانی



اس صحن میں بائیں ہاتھ معتمد خاں کی قبر اور مسجد ہے معتمد خاں نے عالمگیر کے عہد کی کتاب لکھی جو صحن کے دست راست کی طرف لکھی سی ہو جسکے دونوں طرف سنگ مرمر کی دیواریں اور فرش ہو لکھی کی انتہا پر سنگ مرمر کا دروازہ ہو جہاں سے مزار شریف کے پاس سے ہو کر جنوبی شرقی صحن میں پہنچتے ہیں مزار شریف کے گرد سنگ مرمر کی جالیاں اور دروازہ فرخ سیر بادشاہ کا بنوایا ہوا ہو وہاں یہ اشعار کندہ ہیں۔

### اشعار دروازہ اندرون

|                              |                                |
|------------------------------|--------------------------------|
| از سعی کمترین غلامان شہر یار | با استحقاق و معتمد کمال العیار |
| رقعتہ قدسیاں بدایا ربیت عدن  | تاریخ یافتند حصاریہ بیت عدن    |

با تمام کمترین غلامان معتمدان شد جلوس فرخ شاہی تمام فیتہ تازہ راقم عہد شیریں رقم

### اشعار دروازہ بیرون

|                                |                                |
|--------------------------------|--------------------------------|
| از حکم بادشاہ جہاں خسرو انام   | گرد مزار خراج دین قطب نہ فلک   |
| تغیر شد مجبور ز بسا و تنگ نسیم | فرخ سیر شد شد آسماں غلام       |
| گرد و بگرد شد آدم و ملک        | رائد قلعہ اشرفی چون کعبہ محترم |

مزار شریف کا گرد و آلودگی مر کا کٹھن ہو لگا ہوا ہو۔ چار سنگ مرمر کوستہ زینہ شامیانہ بنا ہوا ہے۔ مزار شریف کے آس پاس بہت بزرگوں کی قبریں ہیں احاطہ مزار شریف کی مغربی دیوار پر دروازہ چینی لاکاں چکی بہت بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ فرید الدین گنگوہی کا بنوایا ہوا ہے اور بعض کے نزدیک درنگانہ یہ کا بنوایا ہوا ہو اور درگاہ کی چار دیواری کے غری دروازہ پر یہ کتبہ ہو۔

|                              |                            |
|------------------------------|----------------------------|
| خلقے کہ دریں گنج سعادت میرفت | آخر گھر نثار شاہ کفران سفت |
| گنیمت چہ ز رسم رقم تار بخشش  | رضوان بدایا سر آمد جنت گفت |

ناموس کے احاطہ کی جانب دروازہ پر یہ اشارہ کنندہ ہیں۔

### اشعار دروازہ جانب احاطہ ملا موح

|                       |                         |                       |
|-----------------------|-------------------------|-----------------------|
| در زمان شہر جہاں سلام | شد بلند در شہر جناب     | گرچہ صد بہت بابت حجت  |
| لیس باب مثل ہذا الباب | کرد شخصے بنا کہ در بابش | یوسف ثانی از حق مستحق |

چون تاریخ نام کرد عرض گفت در گاہ خواب

دروازہ متصل مجلس خانہ بریہ اشعار ہیں۔

### ۱ دروازہ مجلس خانہ بریہ اشعار ہیں

|                                      |                                      |
|--------------------------------------|--------------------------------------|
| در زمان آفتاب چرخ دولت شیر شاہ       | شاہ رابر باب کو کب موکب گردوں غلام   |
| این عظیم القدر در گاہ ہے کہ اندر بان | صادق آمد قول ہذا لباب من اسلام       |
| بود بہت و چار و ہند سال از ہجرت گشت  | ز اہتمام شیخ دین پر و خلیل الحق تمام |

احاطہ کے جنوب و مشرقی کونہ میں حضرت کی مسجد ہے جسکی مرمت وقتاً فوقتاً بہت لوگوں نے کی ہے۔ اس مسجد کے تین درجے ہیں پہلا درجہ کچا ہے جسکو کہتے ہیں کہ خود حضرت قطب الاقطاب نے مع اپنے مریدوں کے بنایا تھا۔ اسکے بعد اسلام شاہ نے اسکے آگے دوسرا درجہ بچتہ بنوایا اور درگاہ کی چار دیواری بنوائی پھر فرخ سیر نے جب سنگ مرمر کی جالیاں بنوائیں تو ایک درجہ آگے اور بنوایا اور اُس پر کتبہ تحریر ہے۔

### تاریخ

|                                  |  |
|----------------------------------|--|
| سود و لطف و عنایات شہر والا جناب | ساخت از روی ارادت و زرسوخ اعتقاد       |
| خسر و فرخ سیر شاہنشہ مالک قباب   | مسجد زیبا بنا و سجده گاہ ہے شیخ و شہاب |
| بامروش غیب ہاتھ گفت در گوش خرد   | سال تاریخ بنایش بہت ربی مستجاب         |



مسجد کے آگے حافظ داد کی بنوائی ہوئی بادلی جو ستلہ میں بنا کر ختم ہوئی  
 مسجد کے پیچھے مولانا فخر الدین صاحب کی سنگ مرمر کی بنی ہوئی قبر ہے جس پر کتبہ ہے  
 بگذشت فخر دین چوں مہاں سرافانی برہستانہ جاو ادائق شیب جاو ادائق  
 سال وصال آن ماہ از غیب چون بستم تاریخ گفت ہاتھ خور شیدہ و  
 مسجد کے سامنے بادلی کے کنارہ پر ایک خوبصورت سنگ مرمر کی قبر ہے جس پر  
 دایہ جی کی قبر کہتے ہیں۔ یہ بادلی نہایت عمدہ بنی ہوئی ہے۔ گزشتہ برس  
 اب اس میں پانی نہیں بہتا۔ بادلی کے سر پر رضا بیگ خان رونہ کی قبر ہے جس پر  
 سامنے اُن کا بنایا ہوا مجلس خانہ سے اسکے برابر میں ایک قبر ہے جسکی بابت  
 کیا جاتا ہے کہ غلام قادر خان کی قبر ہے۔ اس قبر کا تعویذ زمانہ سنہ غلام قادر  
 کو اس طرح قتل کیا گیا تھا کہ اسکا ہر عضو جدا کیا گیا تھا اور ایک عرصہ تک اسکی نعش  
 لٹکی رہی تھی ایک شخص نے چشم دید یہ حال لکھا ہے کہ ایک سیاہ کتابچی آنکھوں  
 گرد سفیدی تھی یکایک ظاہر ہوا اور جو خون غلام قادر کی نعش سے ٹپکے ہاتھوں پر  
 چاٹنے لگا ہر چند لوگوں نے اسکو ڈھیلے مارے مگر وہ اٹھاتین دن کے بعد  
 نعش غائب ہو گئی کتابچی غائب ہو گیا کیا تعجب ہے جو غلام قادر کے رقتانے اسکو  
 چپا کر یہاں دفن کر دیا ہو اور دھوکہ کے لیے یا جلدی میں زمانہ تعویذ لگا دیا ہو۔  
 اس جنوبی صحن کے شمالی مغربی کونہ میں نواب لوہارو کا قبرستان ہے اور شمالی  
 کے ہاں نواب ججو کا قبرستان ہے اندرونی دروازہ کے باہر شمالی کی طرف ایک اور دروازہ  
 دروازہ ہے جس میں ہندوئی مسالہ ہے جو شیر شاہ کا بنوایا ہوا ہے۔ اسی زمانہ کا  
 ناتمام نوبت خانہ بھی اسی طرف ہے۔

درگاہ شریف سے مشرق کی طرف ایک پُرانا مقبرہ ہے جسکو مکلف صاحب نے اپنے  
 رہنے کے لیے انگریزی طور پر درست کر لیا تھا یہ مقبرہ لال کوٹ کی فیصل پر واقع ہے  
 اسکی نقلی نان برادر ادھم خاں کا ہے جو اکبر بادشاہ کے کوکاتھے کسی زمانہ میں اس کی  
 رنگ میٹری نہایت خوبصورت ہوگی۔

اس مقبرہ سے یا مسوگڑ فاصلہ جنوب کی طرف جمالی کمالی کی درگاہ اور مسجد ہے یہ پختون  
 عمارت ہے جسکی ہے گوٹمنٹ انگریزی نے اسکی عمدہ مرمت کر دی ہے مولانا فتح فیصل  
 رحمانی نے یہ عمارت کے صحن میں شمالی طرف ہے اس عمارت میں چینی کا نہایت عمدہ کام  
 ہوا ہے اور بہت شاد کنہ ہے۔

## غزل

|                               |                                 |
|-------------------------------|---------------------------------|
| اگر بکھر کشد سر سیاہ کاری ما  | بود بعض تو چشم امید واری ما     |
| بہستان تو مشر مندہ سگان فیم   | کہ شب قرارندار و باہ و زاری ما  |
| اگر بہ پردہ رازے تو محرم بیام | فقیر نظر نماید بہ پر وہ داری ما |
| بخاک کو نمود چشم مردمان خویم  | بہ زواہل نظر عزت است خواری ما   |
| زابلطف تو سندان پدید گرد گناہ | ولیک شیشہ نشد دلغ مشر ساری ما   |
| روز بھر تو در یکیسی و تنہائی  | بخیر غمت ز سر کس بہ نغمگاری ما  |
| جایا بدریا را تجہائے آر       | کہ بہت برود و لہار رسد گاری ما  |

## غزل ثانی

|                                 |                               |
|---------------------------------|-------------------------------|
| ز حد گشت بعشق تو بعیت لری ما    | امید بہت کہ رحم آوری بزاری ما |
| جہاں عفو تو کے آمدی برون ز نقاب | اگر نہ روے نمودے گناہ گاری ما |

|  |   |
|--|---|
| اگرچہ درخور فہرتم از گنہ گاری<br>بر عزت چہ روت و بجز مت ملکوت    | بود بہ لطف تو چشم امید داری ما<br>رسیم گر بفرازی بخاک ساری ما     |
| اگر یہ پردہ راز تو پرودہ دار شعیم<br>ز یک تشیخ ابر کرم مند و شوی | فرستہ را نند و جاے پرودہ داری ما<br>غبار جرم ز رخسار نہر مساری ما |
| نظر سوی جانی انگن ز روی عطا                                      | مہین بجانب مستی و خاکسکاری  |

### قطعہ

|  |   |
|--|---|
| سے رحمت تو از غضب برود گرد<br>جاے کہ شد از غم عنق تو سخن | دے قہر را لطف تو نہ بود برد<br>آنگاہ کہ نہ خلق نہ نجد بجز |
|--|---|

آپ کی وفات ۸۸۶ھ میں ہمایوں بادشاہ کے عہد میں ہوئی ہے اور خیر و  
تایید وفات ہے۔

جمالی کمالی کی مسجد سے دو گز کے فاصلہ پر مشرق کی طرف بہت وسیع کھنڈرات  
میں سلطان غیاث الدین بلبن کے مقبرہ کی شکستہ دیواریں دکھائی دیتی ہیں جن  
نے شہنشاہ میں انتقال کیا تھا

سلطان آتش کے مقبرہ کی طرح یہہی مربع عمارت تھی۔ مقبرہ کے دو طرف سے  
لکڑے تھے جو شاید اس دارالامان کے مکانات ہوں جو اس بادشاہ نے قائم کی  
تھی ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ میں بادشاہ کی قبر کو دیکھنے مقبرہ میں گیا تھا۔ اس مقبرہ  
میں انکا بیٹا شیرخان یعنی خان شہید بادشاہ سے دو برس پہلے مدفون ہوا تھا  
یہہ شہزادہ لاہور میں مغلوں کی لڑائی میں شہید ہوا تھا اور بیٹے کے غم میں دو برس  
بعد باپ نے بھی انتقال کیا خان شہید کا چھوٹا سا مقبرہ سلطان بلبن کے مقبرہ کے

ملا ہوا ہے اس سے تھوڑے فاصلہ پر ناظر کا باغ ہے جسکو ناظر روز افزون نے  
محمد شاہ کے عہد میں تعمیر کیا تھا کتبہ۔

|  |  |
|--|--|
| بفرمان محمد شاہ عادل<br>بنائے گلشنے در قطب گروید<br>بود مسر بسر دایم روز افزون<br>پایہ تابریخ سانش گفت ہفت | کہ بر فرش بود تلج تبارک<br>کہ گلہایش ز نذر ضواں تبارک<br>بحق سورہ صاد و تبارک<br>خدا یاسے بود باسد مبارک |
|--|--|

اس باغ کی بارہ درسی سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے درگاہ سے ملا ہوا جنوب کی طرف  
مہرولی کا بازار ہے اور عہد ولی کے مغربی کنارہ پر حوض شمس ہے جسکو سلطان شمس الدین  
اکتس نے بنوایا تھا۔ یہ ایک بہت وسیع حوض ہے جو کسی زمانہ میں نہایت خوبصورت  
ہوگا مگر اب اسکا بہت بڑا حصہ مٹی سے بھر گیا ہے صرف تھوڑے سے حصہ میں  
پانی رہتا ہے یہ سنگ سرخ کا بنا ہوا تھا اور اس کے وسط میں ایک بڑی ہے جس میں ایک  
کمر کا نشان ہے اس کے گرد بہت سے عمارات اور باغات تھے بلخی شہزادہ کا باغ  
زین الدین زمر دین کا مزار شیخ وحید الدین کا مزار۔ شادی کا باغ۔ چاندنی چوڑ  
سائید محمد شاہ۔ اندھیرا باغ۔ مزار خواجہ سہاء الدین جو مولانا جامی کے پیر تھے یوں  
برس۔ چل تن چل من بآرائی چوڑہ تکیہ دین علی شاہ۔ خانقاہ غایت اللہ خان  
خانقاہ نواب حفیظ الدین ولی مسجد بھلہ کی ایک عمارت جہاز ہے۔ یعنی ایک پرانی مسجد  
کا جدید یعنی بنایا گیا ہے یہ کل عمارت سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے ایلے اسکو  
لال محل ہی کہتے ہیں۔ دوسرا مقام اسی تالاب کے کنارہ اولیا مسجد ہے یہاں کوئی  
عمارت نہیں بنی ہے ایک بڑے درخت کے نیچے صرف چوڑہ بنا ہوا ہے کہتے

ہیں کہ سلسلہ عین دہلی کے فتح ہونے کے شکرانے کی نماز یہاں پڑھی گئی تھی اور  
اسی جگہ حضرت خواجہ قطب الدین احمد دیکر نبرگوں نے چلہ کھینچا تھا اسکے پاس ٹرک  
کی دوسری طرف جہرنے کا باغ ہے جس میں حوض شمسی کا پانی موری کی راہ بہت  
خوبصورتی سے گرتا ہے اور جہرنے سے نکل کر امیوں میں ہو کر تغلق آباد کی طرف نکل  
جاتا ہے۔ پہلے پل فیروز شاہ نے بند باندھا تھا چنانچہ جہرنہ کی ایک دیوار وہی چھوٹی  
اس بند سے پانی ٹرک کر نو لکھی ناہ میں ڈالا تھا۔ اسکے بعد نواب غازی الدین خان فیروز  
نے اس بند کے آگے حوض اور نہر بنوائی اور عابدین بنو ادین۔ اسکے چاروں طرف  
وقتاً وقتاً دالان بنائے گئے شمال کی طرف معین الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ نے دالان  
بنوائے اور جانب جنوب کا دالان شاہ جی کے بہائی سید محمد نے شاہ عالم کے عہد میں  
بنوایا تھا جانب مشرق محمد شاہ بادشاہ سپہ سالار پتھر بنوایا ہے تالاب کے کنارے  
ایک عمارت مولانا شیخ عبدالحی صاحب محدث دہلوی کا مقبرہ ہے اور مقبرہ کے  
گنبد کے اندر چونسٹ میں یہ عبارت لکھی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلسی از احوال کرامت منوال مقتدائے وقت صاحب المفاخر ابوالمجد عبدالحی رحمت اللہ علیہ  
رحمۃ وبعۃ انکہ از مبادی شعور بطاعت حق و طلب علم کمر بستہ نزدیک بادان بلوغ  
اکثر علوم و ینیت تحصیل کرد و در سن سبب و دو سالگی از ہمسایان فارغ شدہ و کلام مجید از  
ازبر گرفتہ بر منڈاشت ویم و عنفوان جوانی جاز بہ آہی در سید یکبار دل از یارو  
چار بر کندہ متوجہ حرم محترم گشت مدت مدید بآن مقامات شریفہ اقامت و زیدہ  
باقطاب زمان و اولیائے کبار صحبت ہاداشتہ بود اربع و چند در خست ارشاد طالبان

اختصاص یافت و علاوہ اُن تکمیل فن حدیث نمودہ ہر کات فراوان بموطن مالوف  
مراجعت فرمود و مدت پنجاہ و دو سال جمعیت ظاہر و باطن ممکن یافت تکمیل فن  
و طالبان بجا آوردہ بیشتر علوم سہا علم شریف حدیث پر داختمہ پہنچے کہ در دیار عجم  
احدی از علمائے متقدمین و متاخرین دست ندادہ بہت ممتاز و مستثنیٰ گردید و در خوا  
علمیہ خاصہ فن حدیث کتب معتبرہ تصنیف کرد چنانچہ علمائے زمان اختیار بدین  
ورزیدہ دستور اعلیٰ خود دارند و اہل دس در خواص و علوم بحان خریداری می نمایند  
تصانیف ابن فیاض والا از صغیر و کبیر بصدد جلد و حسب شمار ابیات بیانند ہزار  
رسیدہ بہت در محرم ۱۰۸۷ھ ابن نور اتم بر تو ظہور بعالم عنصری دادہ و در ۱۰۸۷ھ  
تمام گئی و کشادہ رحمانی بعالم قدس تلایخ ولادت شیخ اولیا۔ و تاریخ وفات  
فخر العالم بہت۔

بہادوں کی نو چند ہی کو قطب صاحب میں بہت بڑا میل ہوتا ہے جسکو ہول والا  
کی سیر کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں یون بھی دہلی سے بہت لوگ آب و ہوا کی عمدگی کے  
سبب سے تندرستی کے لیے اکثر قطب صاحب کو جایا کرتے ہیں اور تندرست  
ہو جاتے ہیں۔

مہرولی کے بٹار کے شمالی و مغربی سرے پر ادھم خان کے ایک اور بہائی مقبرہ  
ہے وہاں سے سید ہارستہ موضع ملک پور کو گیا ہے جو مہرولی سے مغرب کی  
طرف تین میل پر واقع ہے ملک پور میں سلطان غازی کا مقبرہ ہے۔ یہہہ مقبرہ  
نصیر الدین محمود شاہ الفتح محمد کا ہے جو سلطان لہنس کے بڑے بیٹے تھے اور  
۱۲۸۶ء میں اپنے باپ کے سامنے مر گئے تھے انتقال کے زمانہ میں وہ لکھنؤ

یعنے ڈھاکہ کے صوبہ دار تھے اور اس سبب سے مقبرہ کے دروازہ پر مالک ملک  
 الشرق کا لقب کندہ ہے اس مقبرہ کا احاطہ سنگ خارا کا ہے اور کونے کے  
 برجوں کی دیوار باہر سے اند کی طرف اس طرح ڈھلان ہے جیسے کالی مسجد  
 پٹانوں کی عمارتوں کی دیواریں ہیں۔ کیا تعجب ہے کہ فیروز شاہ نے اس کی مرمت کے  
 وقت اپنے زمانہ کی طرز کے برج بنوا دیے ہوں دروازہ نہایت خوبصورت ہے  
 اور اسی طرح کا بنا ہوا ہے جیسے کہ مسجد قوت اسلام کی محرابیں بنی ہیں۔ مقبرہ کا گنبد  
 سنگ مرمر کا ہے زمین سے اوپر صرف گنبد اور دیواریں ہیں باقی کل مقبرہ زمین  
 سے نیچے بنا ہوا ہے اور اسی طرز عمارت کی وجہ سے شہزادہ کا لقب سلطان غازی  
 مشہور ہوا ہے۔ مقبرہ کے چہت کے۔ لپٹے پتھر کے ہیں اور اسی طرح سے چہت پٹی ٹٹی  
 ہے جیسے مسجد قوت اسلام میں عینی مندر کے ستونوں پر پائی گئی ہے۔ مقبرہ کے چتر  
 میں نیچے اترنے کی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ درگاہ کے دروازہ پر یہ کتبہ ہے  
 امر تبارکہ ببقہ المبارکہ السلطان المعظم شامشاہ الاعظم المملک قاب الامم  
 فی العالمین سلطان السلاطین شمس الدین المخصوص بعباسیہ ابی المظفر  
 التمش السلطان ناصر امیر مومنین خلاصہ ملک فی سنہ یثع و عشرين و ثمانۃ و خضکم  
 یہ درگاہ بھی بہت نفیس و لطیف بنی ہوئی ہے اور احاطہ کے جنوبی و  
 مشرقی کونے پر سلطان رکن الدین اور سلطان معز الدین کے قبروں پر دو خوبصورت  
 برجیاں بنی ہوئی ہیں جنہیں سے ایک گر گئی ہے اور دوسری بھی عنقریب گر جائے گی  
 اگر جلدی مرمت نہ کی گئی مقبرہ کے سامنے بہت سی خوبصورت عمارتیں پٹانوں کے  
 وقت کی ہیں جنہیں سے ایک مسجد بہت خوبصورت ہے۔ قطب صاحب سے شرق

کی طرف پانچ میل پر تغلق آباد کا قلعہ اور شہر ہے اور وہاں وہ عمدہ مقبرہ ہے  
 جسین تغلق شاہ اور اسکا قاتل مٹیا مدفون ہیں اگر قطب صاحب سے تغلق آباد  
 جاؤ تو سڑک لال کوٹ کی دیوار سے یکا یک نیچے اُترتی ہے۔ ایک میل کے بعد  
 مٹی کے ٹیلے ملتے ہیں۔ یہ قلعہ رائے پتھور کی مشرقی فصیل کے آثار میں اسجک  
 سڑک سے شمال کی طرف ایک پُرانے پل کے کھنڈرات ہیں جس سے شہر کے بلو  
 دروازہ کا راستہ تھا۔ اسی طرف آدھل کے فاصلہ پر آنبہ کے درختوں کی باغی  
 ہے یہاں حوضِ انبی تھا اسکے پاس موضع کھڑکی ہے جسکی کالی دیواریں درختوں  
 میں سے دکھائی دیتی ہیں۔ یہ مسجد دو منزلہ ہے۔ نیچے کی منزل میں ایک سوچا  
 کوٹھریاں ہیں جسکی چیتوں میں اٹ لگی ہوئی ہے ہر کوٹھری نو فٹ مربع ہے  
 علاوہ ان کوٹھریوں کے ہر دروازہ کے نیچے کوٹھری ہے اور چاروں کوٹوں  
 کے برجوں کے نیچے بار کوٹھریاں ہیں اس طرح سب ملا کر ایک سو بارہ کوٹھریاں نیچے  
 کے درجہ میں ہیں۔ اوپر کی منزل میں جانے کے تین دروازہ ہیں۔ چاروں کوٹوں  
 کے برج زمین سے پچاس فٹ بلند چلے گئے ہیں۔ ساری مسجد پتھر اور چوٹے  
 کی بنی ہوئی ہے اور کالی استرکاری ہے۔ اوپر کی منزل میں سامنے کے برج  
 داہنی طرف اور بائیں طرف تین تین گنبد ہیں جنہیں اکھرے دھڑے اور چوہرے  
 چوکر سائے سنگ خارا کے ستونوں پر کالی مسجد کی طرح چھوٹی چھوٹے گنبد ہیں  
 جو تعداد میں ۹ ہیں۔ کالی مسجد کی طرح یہ مسجد بھی نہایت مضبوط بنی ہوئی ہے اور  
 ابھی تک مسلم ہے۔ باہر سے اسکی بنائش اکیوبانو سے فٹ لینی اور اتنی ہی چوڑی ہے  
 کالی مسجد اور یکم پور کی مسجد کی طرح اس مسجد کو بھی جہاں خاں نے ۳۸۱ء میں بنوایا



تہا سلسلہ سے پہلے اس میں گوجر دل نے گھر بنائے تھے غدر کے بعد انکو مسجد سے نکال دیا گیا۔

کھڑکی کی مسجد سے دو سو گز کے فاصلہ پر شمال کی طرف ایک نہایت خوبصورت  
جرج سنگ سُرُخ کا ہے جس میں حضرت یوسف قتال کا مزار ہے اور چار طرف  
اُسکے خوبصورت جالیاں لگی ہوئی ہیں درگاہ سلسلہ میں سلطان سکندر بہلول  
لودھی کے عہد میں بنی ہے اور حضرت شیخ فرید شکر گنج کے نواسہ نے بنوائی ہے  
یہ اندر سے اڑتیس فٹ اور باہر سے اسی فٹ مربع ہے۔ ایک طرف پتھر اور چوڑے  
کی مسجد بنی ہوئی ہے جو بہت نکستہ ہے یہاں سے آدھ میل پر شمال کی طرف  
اور سیکم پور کی مسجد سے پانچ سو گز پر مشرق کی طرف لال گنبد کی عمارت ہے جس میں  
کبیر الدین اولیا نے یوسف قتال کے صاحبزادہ کا اور شیخ فرید الدین شکر گنج کے  
نواسہ کا مزار ہے۔ یہ درگاہ سلطان محمد تغلق نے بنوائی تھی۔ حضرت یوسف قتال  
کی درگاہ سے بہت چھوٹی ہے اندر سے اڑتیس فٹ اور باہر سے سیتالیس فٹ  
مربع ہے اندر سے جرج سنگ سُرُخ کا ہے اسی میں نوزنجیرین جہاڑوں کے  
لٹکانے کیلئے لٹکی ہوئی ہیں۔ مزار کے سر پہنے چراغ کے رکھنے کا نہایت عمدہ  
ستون ہے اور جنوبی دیواروں میں سنگ سُرُخ کی جالیاں نہایت عمدہ ہیں۔  
موضع کھڑکی سے مشرق کی طرف سمت بلہ ہے جسکو محمد تغلق نے سلسلہ میں بنایا  
تھا۔ اس سمت بلہ کے نیچے جو مریض چراغ دہلی جاتے ہیں شفا پانے کے لیے بنایا  
کرتے ہیں سمت بلہ سے آدھ میل کے فاصلہ پر شمال کی طرف حضرت شیخ نصیر الدین  
محمود چراغ دہلی کی درگاہ ہے۔ جو دیوار درگاہ اور گادوں کے گرد بنی ہوئی ہے

اسکو محمد شاہ نے ۱۲۹۹ء میں بنوایا تھا۔ مغربی دیوار میں ایک نہایت خوبصورت دروازہ  
 ہے وہاں سے راستہ درگاہ کا ہے۔ درگاہ کا مشرقی دروازہ فیروز شاہ کا  
 بنوایا ہوا ہے (۱۳۷۶ء یعنی ۱۹۵۸ء) اس دروازہ پر بہت بڑا گنبد ہے جس پر کتبہ  
 سلطان فیروز شاہ کا اور سنہ کندہ ہے۔ مزار پر ایک سنگ سُرخ کا  
 گنبد ہے۔ وقتاً فوقتاً اسکی بہت مرمت ہوتی رہی ہے۔ نظام الدین کی مسجد کی طرح  
 یہاں ہی ایک سنہری کٹورا لٹکا ہوا ہے۔ شمالی مغربی کونہ میں ایک مجلس خانہ ہے۔  
 ایک طرف فرخ سیر کی بنائی ہوئی مسجد ہے۔ گنبد کے پاس دو اور برج ہیں۔ ایک  
 حضرت شیخ فرید کی پوتی کا مزار ہے اور دوسرے میں مخدوم زین الدین حضرت کے  
 بہانے کی قبر ہے اسی کے قریب مخدوم کمال الدین اور فیض طلب خان  
 جنگش کی بھی قبریں ہیں۔ ہر سال رمضان کی سترھویں کو درگاہ میں عرس ہوگا  
 درگاہ کے پچھواڑے سلطان بہلول لودھی کا مقبرہ ہے جو سنگ سُرخ اُٹھین  
 لٹکا ہوا ہے اُٹھین ہندوئی کا کام کیا ہوا ہے اس مقبرہ میں درگاہ کے خادم رہتے ہیں  
 اس مقبرہ کے نیچے کی منزل میں بارہ درہن اور پانچ برج ہیں سلطان بہلول  
 لودھی نے ۱۳۷۶ء میں قریب نواح قصبہ شکت میں انتقال کیا تھا اور  
 یہاں مدفون ہوا اسکے سامنے جنوب کی طرف ایک نہایت خوبصورت سنگ سُرخ  
 کا حجر ہے اور حسین سنگ سُرخ کی جالیان نہایت عمدہ لگی ہوئی ہیں اوپر کے درختوں  
 کی بنہری میں مجھ کی سُرخ عجیب کیفیت دکھاتی ہے قطب صاحب سے پانچ میل  
 پر مشرق کی طرف تعلق آباد کا شہر اور قلعہ ہے۔ قطب صاحب سے تین میل پر شرک  
 موڑ کر تعلق آباد جاتی ہے یہاں سے تعلق آباد کے قلعہ مغربی حصہ بہت اچھی طرح

نظر آتا ہے اور دلیر عجیب اثر ڈالتا ہے۔ اس شہر اور قلعہ کو سترہ سو سال قبل محمد غیاث الدین  
تغلق بادشاہ نے بنایا تھا۔ دس سو ۷۸۰ اسکو چھوڑ کر محمد تغلق نے دولت آباد بنا  
اور اسکے بعد فیروز شاہ نے فیروز آباد تعمیر کرایا اس سبب سے اس میں آبادی نہ  
رہی۔ یا شاید یہ سبب ہو کہ یہاں کی آب و ہوا بہت خراب ہے اور شاید یہ سبب  
بڑا سبب یہ ہے کہ حضرت نظام الدین نے بدو عاکی تھی کہ یا بے گوجر یا بے  
اوچر یا ننچہ علاوہ کنڈرات کے وہاں دو چھوٹے چھوٹے ٹکاؤں کو جوروں کے  
میں۔ اس عمارت میں بہت بڑے بڑے پتھر لگے ہوئے ہیں جکو دیکھ کر یہ معلوم  
ہوتا ہے کہ انہی جگہ سے کہوے گئے ہوئے کسی اور مقام سے نہ لائے گئے ہونگے  
اسکے برج سے نہ نزلہ تہہ بہت اونچی فصیل بڑے اونچے دروازے تھے جسکے کھڑکے  
کو دیکھنے سے بھی دلیر ایک عجیب غمت پیدا ہوتی ہے یہ قلعہ نیم دائرہ ہے جسکے  
تین ہیل میں ہر ہیل نصف میل کا ہے قلعہ ایک پہاڑ پر واقع ہے جسکے گرد بہت  
گہری خندق ہے جو جنوب کی طرف بہت چکلی ہے۔ قلعہ کے پیرہ دروازہ میں  
اور تین دروازہ اندر قلعہ کے ہیں۔ ان میں سات باولیان ہیں اور جامع مسجد اور برج  
مندراور دیگر عمارات کے کنڈرات ہیں۔ دروازہ میں داخل ہو کر ایک بڑی باولی  
دکھائی دیتی ہے جو پہاڑ میں کاٹ کر بنائی گئی ہے یہاں سے شمال مغرب کی جانب  
محل اور صطبل ایک عمدہ مسجد کے کنڈرات ہیں باولی سے اسیستہ ایک دوسرے  
دروازہ کو جاتا ہے جسکے کنڈرات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں  
نبات عظیم الشان ہوگا۔ یہاں سے اسیستہ پیر کہتا ہوا سب سے بلند مقام  
پہونچتا ہے جہاں غالباً کوئی غامبی محل بنا ہوا ہوگا۔ اسکے نیچے ایک بہت گہری باولی

بادلی ہے جو محافظین قلعہ کے استعمال کے لیے بنوائی گئی ہوگی اسکے پاس ملازمین  
 شاہی کے رہنے کیلئے ترخانے بنے ہوئے ہیں مگر اب چیتے اور تیندوے اور گل  
 بجے اور کبھی کوئی شیر ہی ان تنہاؤں لمحاتے ہیں۔ قلعہ کی فصیلوں سے تعلق شاہ  
 کا مقبرہ بہت بلند ہے ایسا خوش منظر موقع دہلی کے بیرون نجات میں دوسرا نہیں ہے  
 یہ مقبرہ ایک مصنوعی جیل کے وسط میں مضبوط فصیلوں سے گھرا ہوا بڑے دروازہ  
 کے سامنے تین سوگر کے فاصلہ سے بنایا گیا تھا اسکے اور قلعہ کے بیچ میں چھ سو فٹ  
 لمبائی تھا جسکی کستائیں محرابیں تھیں۔ یہ پل شاید فیروز شاہ کا بنوایا ہوا ہے جسکی  
 دیواریں ڈھوان اور نہایت مضبوط ہیں اور اسی طرح فصیلوں کے بروج نہایت  
 مستحکم اور عظیم الشان ہیں دنیا میں ہی کسی سپاہی بادشاہ کی ایسی قبر نظر نہیں آتی  
 اس بادشاہ نے ایک مقبرہ اپنے لیے قلعہ ملتان میں اسی طرح کا بنوایا تھا اس  
 مقبرہ کی قطع ہی ایسی جب جیل میں پانی بہا ہوا ہوگا اور اس کا سایہ سمیٹنا ہر کار کو عجیب نظر آئے گا  
 مقبرہ کا دروازہ سنگ سرخ کا پہلوان بنا ہوا ہے جیمن سنگ مرمر کا بجالگا ہوا  
 ہے اور اس کے گرد سیاہ دیواریں اور گول بروج فصیلوں کے ہیں جو مقابلہ سے  
 عجیب کیفیت دکھاتے ہیں۔ اندر سے مقبرہ سلطان ملہن کے مقبرہ سے زیادہ  
 بڑا ہے مگر بالکل سادہ ہے جس سے دل پر بہت اثر پڑتا ہے۔ اس میں تین قبریں  
 ہیں۔ بیچ کی قبر تعلق شاہ کی اور دوسری قبر اسکے خونی بیٹے کی محمد تعلق اور  
 تیسری قبر اسکی بیوی کی ہے جسکا خطاب مخدومہ جان تھا۔ گنبد میں سنگ مرمر  
 کے بہتر ٹیک نہیں بیٹھے ہیں کہتے ہیں کہ شہ کے غدر کے بعد ان پتھروں کو گھٹا  
 ڈاکر فروخت کرنے کا حکم دیا تھا مگر بعد میں وہ حکم منسوخ ہوا اور پتھر وہیں لگا دیئے

گئے اس سبب سے یہ ٹیک نہیں بیٹھتا۔ مقبرہ باہر سے ساڑھے اسی فٹ مربع ہے اور اندر سے ساڑھے اڑنیس فٹ ہے اور دیواروں کا آثار ساڑھے ایکس فٹ کا ہے اور نیچے سے اوپر تک دیواروں کی ڈھلان اندر کے رخ ساڑھے سات فٹ کی ہے کل بلندی گنبد کی چوٹی تک ستر فٹ کی ہے اور اس فٹ کا اسپرکس ہے۔ مقبرہ کے چاروں طرف چار محراب دار خوبصورت دروازہ جن جن کسیدر سنگ مرمر اس طرح لگا ہوا ہے کہ دروازوں کی محراب پر ہوتا ہوا ایک پٹی سی سنگ مرمر کی چاروں طرف پہر گئی ہے۔ شمالی مغربی کونے میں ایک چھوٹا گنبد ہے جن جن چند قبریں ہیں جتنے گرد چاروں طرف والا بنے ہوئے ہیں۔ جسطرح یہ مقبرہ جیل کے مشرقی کونہ پر واقع ہے اسی طرح اسکے مقابل میں عادل آباد یا محمد آباد کے قلعہ کے کہنڈرات ہیں جسکو عمارت ہزارستون بھی کہتے ہیں۔ یہ عمارت جو ناخان پسرغات الدین تغلق کی بنوائی ہوئی ہوئی ہے چونکہ بعد میں اسکا لقب سلطان محمد عادل تغلق شاہ رکھا تھا ایسے عادل آباد کے نام سے مشہور ہوا اگر جب بعد میں اسے بہت ظلم کیے تو غلط عادل اسکے نام سے ساقط ہوا اور محمد آباد نام رکھا۔ ۱۵۷۷ء میں شروع ہوئے ۱۵۸۷ء میں ختم ہوئی جسکی تاریخ تعمیر بد رساشی شاعر نے فاضل ہاکھی ہے کہتے ہیں کہ پہلے اس میں سنگ نارا کے ہزارستون لگے ہوئے تھے اسی لیے اسکو عمارت ہزارستون بھی کہتے ہیں۔ اسکی مغربی دیوار میں اندر جانے کا نہایت خوبصورت دروازہ ہے۔ غالباً یہ کوئی محل لب آب جو ہوگا اسکی مشرقی دیوار چالیس فٹ بلند ہے اور تغلق آباد کے بیچ میں ایک نالہ پہاڑیں کٹا ہوا ہے یہاں سے میل بہر کے فاصلہ پر ایک اور چھوٹا قلعہ ہے جسکو نامی کا قلعہ کہتے ہیں غالباً یہ کوئی مدرسہ

یا تا نقاہ ہو اور مغلوں کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اسکے گرد فصیلین بنا دی گئی ہوں۔

عادل آباد سے ڈہائی میل پر جنوب و مشرق کی طرف ایک نہایت عمدہ بختہ حوض ہے اور اسکے پاس ایک بختہ بند ہے۔ اس حوض کو سورج کنڈ کہتے ہیں اور اس بند کا نام ارنگ پور بند ہے۔ یہ دونوں عمارتیں ہندوانی ہیں اور آٹھویں صدی عیسوی کی ہیں ان سے زیادہ پُرانی ہندوانی عمارت دہلی کے قرب و جوار میں نہیں ہے۔ حوض کے مغربی کنارہ پر ایک مندر تھا اور بند تین سو فٹ لمبا اور بیچ میں ساٹھ فٹ اونچا ہے

بیان سے تین میل کے فاصلہ پر موضع بدر پور ہے یہ موضع ایک پُرانی شاہی محل کے اندر آباد ہے موضع بدر پور نظام الدین سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے اس سبب سے دہلی کا ادھر سے سید ہاراستہ ہے۔

عادل آباد سے توڑی دور پر کالکا کا مندر ہے جہاں کالی جی کی پرستش ہوتی ہے اور چھٹے مہینہ بڑا میلہ ہوتا ہے اس مندر کا اکاس مزاراجہ کدار ناتھ کا بنوایا ہوا ہے اور درگاسنگہ نامی نے اس سے پہلے سستائیں سنگ مرخ اور سنگ کا کٹھن بنوایا تھا جس کے بائیں طرف یہ عمارت شاستری اور فارسی میں کندہ ہے سری درگاسنگہ پر سوار سنگھ

## چٹا باب شاہنشاہی ربا دہلی سنہ ۱۹۰۳ء

دربار شاہی کی رسم ادا کرنے کا ارادہ نومبر سنہ ۱۹۰۳ء میں ظاہر کیا گیا تھا۔ اس موقع پر مخصوص والیان ریاست کے نام نویدی ہشتاد ولایت کے جلسہ تاجپوشی میں شرکت کی غرض سے شائع ہوئے تھے اور ساتھ ہی یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ جو رئیس ولایت کی تاجپوشی کے جلسہ میں شریک نہ ہو سکیں گے انکی وفاداری کی تیل کے لیے ولایت کے جلسہ کے بعد ہندوستان میں ہی رسم تاجپوشی ادا کی جائے گی۔ فروری سنہ ۱۹۰۴ء کے گزٹ آف انڈیا میں اس جلسہ کے لیے دہلی منتخب ہوئی یکم جنوری سنہ ۱۹۰۳ء انعقاد کی تاریخ قرار پائی۔ اس کے بعد نواب گورنر جنرل بہادر نے منٹا گورنمنٹوں کے افسروں اور رؤسا با اختیار کے نام نوید جاری کیں۔ ستمبر سنہ ۱۹۰۴ء کو یہ بات شہرت پذیر ہوئی کہ حضور شاہنشاہ ہند نے ڈیوک آف کناٹ کو مزاحمت خسران میں شاہی خاندان کا ناقص مقام بنا کر اس جلسہ تاجپوشی میں شرکت کی اجازت دی ہے۔ اس خبر سے کہ حضور مدوح کو اس آئیوے موقع کے ساتھ خالص دلچسپی ہے اور ہندوستان پر خالص نوازش ہے ہر مقام پر اطمینان پیل گیا۔

تمام موسم گرما اور بالخصوص لندن میں ۹- اگست سنہ ۱۹۰۴ء کو رسم تاجپوشی کے ادا ہونے کے بعد ہندوستان میں آئیوے موقع کی تیاریاں اس عجلت و سرگرمی سے ہوئیں کہ ختم سال سو شتیر اس قدر کام انجام ہو چکا تھا کہ نہایت ضروری کتب

کئی کئی مرتبہ صاف کر لئے گئے تھے صرف سین پر مخصوص ایکٹر دل خوش آئندہ موسم کی آمد کی ضرورت باقی رہ گئی تھی۔

۲۷۔ دسمبر میں ہندوستان کے بڑے بڑے والیان ریاست غیر قوموں کے سفید اور گورنمنٹ کے جلیل القدر افسرانے شریع ہو گئے تھے اور کثیر تعداد فوج و... دہلی میں جمع ہو گئی تھی۔ ۲۹۔ دسمبر کو دسیرائے ہند و ڈیوک ڈچنز اور ف کناٹ کی سرپرستی میں دربار شاہی کا جلوس نکلا وائسرائے ہند شاہزادے صاحب سے کچھ قبل دہلی کے اسٹیشن پر اگر اترے اور والیان ریاست و سفراء دول خارجہ اور جلیل القدر حکام جو استقبال کی غرض سے اسٹیشن پر موجود تھے اُن سے ملاقات کر کے شاہزادے و شاہزادی صاحبہ کا استقبال کیا جو بالا بالا بیٹی سے اسپیشل گاڑی میں آئے تھے جلوس کے واسطے شہر کے بڑے بڑے بازار مخصوص کر دیے گئے تھے مثلاً کنوین روڈ و تین روڈ گرد جامع مسجد و بازار پانڈی چوک و فتح پوری و احمد پائی۔ سڑک سے ہوتی ہوئی موری دروازہ حضور وائسرائے و لیڈی کرزن صاحبہ ایک ہاتھی پر اور ڈیوک آف کناٹ حضور ڈچر صاحبہ دوسرے ہاتھی پر یہ دونوں ہاتھی نہایت عالیشان قیمتی طلائی جہولوں سے آراستہ تھے۔ ان دونوں ہاتھیوں کے آگے وائسرائے و شاہزادہ صاحب کے ہاتھی نشین مصاحب اور پیر شاہی بچہ و پٹن اور دسیرائے کا باڈی گارڈ زان بعد ان دونوں صاحبان کا خاص اسٹاف۔ وائسرائے اور حضور ڈیوک کے ہاتھیوں کے بعد اکیاون رؤساء کے ہاتھی دو دو ایک قطار میں یکے بعد دیگرے تھے ہاتھیوں کے پیچھے ڈیوک آف ہسی مہان وائسرائے و گورنر و لفٹنٹ گورنر و چیف کمشنرون صوبہ جات ہندوستان اور کمانڈر انچیف معہ جن



و مہبران کونسل و ایسٹ و لفٹنٹ جنرل بنگال و بلوچستان اور شمال مغربی سر  
 ہندوستان کے رئیس تھے اس طریقہ پر یہ جلوس صاف آسمان اور سرسبز گھنڈا درختوں  
 کے نیچے سے ہو کے نکلا۔ دالیان ریاست جو اس جلوس کے ساتھ نہ تھے انھیں ٹن ہال  
 کے سامنے باغ از بھایا تھا۔ جامع مسجد کے قلعہ کے رخ کی صحیحیوں میں ویسٹ رائے کے  
 ولایت کے کمشنر و گورنر مہمان بھائے گئے تھے اور اس جانب کی سیڑھیوں پر مسجد کے منتظران  
 نے خانہ خدا کے فائدہ کی غرض سے تماشائیوں کے بیٹھنے کا انتظام کیا تھا۔ جس سے مسجد کو  
 ایک معقول فائدہ ہوا۔ سٹیشن سے لیکر جھاؤنی تک جہاں ویسٹ رائے کے رہنے کا مقام بنا تھا  
 سڑک پر دو رو یہ گوروں اور کالوں کا پہرہ تھا کوئی شخص سڑک عبور نہ کر سکتا تھا۔ فوج  
 کے عقب میں شہر کے اور ہندوستان کے بڑے بڑے اور دور کے شہروں کے تماشائی  
 کھڑے تھے۔ سینکڑوں و ہزاروں نے اس جلوس کی نظارہ بازی کے لئے سینکڑوں روپے  
 خرچ کر کے بلا ٹکٹ کر ایہ پر لٹے تھے۔ غرض یہ ہو کہ اس موقع پر دہلی میں اس قدر مجمع تھا کہ  
 احاطہ قیاس سے باہر ہو۔ تجارتی کاروبار صبح سے بند تھے اور کوئی چار سیل تک بازار و  
 و مندرو عارضی بلند مقامات جو اس غرض کے لئے بنائے گئے تھے اور جہتیں و برآمدے  
 آدمیوں کے پٹے پڑے تھے۔ شہنشاہ و شہنشاہ بیگم کی تصویریں اور عاید فقرے جا بجا ہندو  
 گوارڈ میں آویزاں تھے۔ جلوس کی شان و شوکت جقدر تھی اسقدر ترتیب و جوش تھا  
 شاہزادے شاہزادی پر مبارکباد و نکی بھر مار تھی اور ان قائم مقامان خاندان شاہی کے  
 بیشتر ہندوستان میں رجحان کی وجہ سے باشندگان کو اس موقع پر ان کے ساتھ اور بھی پس  
 تھی۔ فریاد و گھٹتے کے بعد جلوس شہر کے باہر پہنچا اور وہاں سے ششرو کو اپنے اپنے گھروں  
 میں جا پہنچا۔

واقعات کا سلسلہ قائم رکھنے کیلئے ویسے نے ۳۰ ستمبر کو قدس باغ میں  
ہندوستانی دستکاری کی نمائش کا افتتاح کیا۔ نمائشی چیزیں ایک عالیشان عمارت  
میں ترتیب سے رکھی گئی تھیں جو خاندان مغلیہ کی طرز پر بنائی گئی تھی۔ نمائش کی نگرانی و  
ترتیب کا کام سرعاجہ داس کے سپرد کیا گیا تھا۔ قدیم زمانہ کی دستکاری کو نوے ریاستوں  
کے خزانوں سے عوام کے دیکھنے کے لئے لگائے گئے تھے۔ جو موجودہ زمانہ کے نئی۔ پتھر سنگ  
لکڑی۔ سوت و اون کی دستکاری کے پہلو پہلو قدیم و حال کی کاریگریوں کا مقابلہ کرنے  
اور زندہ صناعتوں میں ترقی کی روح پھونکنے کے لئے باقاعدہ راستہ کئے گئے تھے۔ اس  
نمائش کے قائم کرنا سبب سرانجامی اسپیش میں ظاہر کیا جو جم آگے دے کر نیکے۔ رساد کو رشتہ  
کی اور الغری قابل تحسین ہو کہ دستکاری کو ترقی دینے کے خیال سے انہوں نے عمدہ چیز و نمبر معقول بنایا  
پہی دیئے تاکہ لوگوں کو اپنی کی معرفت پر توجہ کرنا خیال قوی ہو جا۔ اکثر اہل حرفہ و ہندوستانی ملازمین  
نمائش دیکھنے کی امداد ملتی تھی اور عوام کو اس کے ایک خاص حفظ حاصل ہوا تھا۔ اڑتالیس ہزار آدمیوں  
نمائش گاہ کی سیر کی اور ہر کسی سے تین لاکھ باسٹھ ہزار تین سو تیس روپے کی آمدنی ہوئی۔

دربار کو پس انداز کر کے جکنا تکرہ آئندہ کیا جائیگا ہم اس ضروری اقدار کو تکرہ میں  
جو ۳۰ جنوری کی رات کو شاہجہانی قلعہ کے دربار عام میں مسٹارف انڈیا اور انڈین اسپارک کے ہندو  
طبقہ بٹا جلتا تھا۔ بلا کسی دوبدل کے اس عالیشان عمارت میں اس درجہ عارضی ایذا دیں کی گئی  
تھیں کہ اصل حالت لگتی ہو گئی تھی اور اس موقع کیلئے اسکو دربار خاص کی سنگ مرمری عمارت نے  
بدیہ ایک ہے ہوئے راستہ کے ملحق کر لیا تھا۔ کرنل جے ڈیمو تھربرن آر۔ ای سکریٹری گورنمنٹ  
محکمہ عمارات امداد اہلکار نگارام کی نگرانی میں یہ عارضی عمارت اس پیشانی بنائی گئی تھی کہ جیسی  
آدنی بجلی کی روشنی میں بھی رات کے وقت نئی و پرانی عمارت میں تیز نہ کر سکتا تھا۔



اپنے اپنے رئیسوں یا ریاست کے دیگر عزیزوں کی ماتحتی میں سلام کے مقام سے گزرتی جاتی تھیں۔ جو کیفیت ہر عمر کے یعنی صغیر سن راجہ نیپال سے لیکر ضعیف العمر رئیس ناچک تک روسا کو دیکھنے سے حاصل ہوئی وہ رئیسوں اور عوام دونوں کو عرصہ تک یاد رہے گی اور ان فوجی بندشوں کو جنکی وجہ سے ہندوستانی سلطنت کے مختلف موکل یکذات میں مضبوط کو نیک خیال پیدا کر گئی۔

لارڈ لٹن کے شہداء دالے شاہی جشن میں ہندوستانی رئیسوں کے ہمراہ بیٹھا ریویو فوجی ریویو سے پہلے ہوا تھا اس موقع پر ہر ایہوں کے ریویو کے لئے ایک مسج علیحدہ رقم پائی تھی۔ اور رسم جو رجنوری کو ہوئی اس ہندو وارٹے کل کرتوں میں شہداء وہ دلچسپ و خوشنما تھی۔ کوئی چالیں ریاستوں سے امدادی فوج آئی تھی اور قدیم زمانہ کے اسلحہ کے نایش میں جو اس وقت بالکل غیر مستعمل ہیں بڑی جانفشانی سے کام لیا گیا تھا۔

مختلف کپوں کے بید پھیلاؤ اور روزمرہ اور ساعت دار شغلوں کی کثرت کی وجہ سے دلیرائے کو جو اس وقت دہلی میں موجود تھے نہ تو انھیں ملاقات کا موقع دیکے اور نہ خود بازعید ملاقات کر سکے۔ لگائن ممتاز انخاص سے ملاقات کے لئے ایک خاص جلسہ قرار دیا گیا تھا۔ دلیرائے نے اپنے ہندوستانی ہمانوں کو دو دعوتیں دی تھیں۔ ایک تہہ باغ میں ۲ رجنوری کی صبح کو جس میں ماساؤ روسا کے حکام و دیگر انخاص اور دوسرے ۹ رجنوری کی شام کو اپنے کمپ میں کل روسا کو۔

آخری موقع پر ضلع دہلی کا جلسہ تھا جس میں حضور شاہزادہ ڈیوک آف کنات نے جہنیت حضور نظام حیدر آباد کو خطاب جی۔ سی۔ بی اور جہا راجہ کو لہا پور کو خطاب جی۔ سی۔ دی

عطا کیا اور دیگر رسا کو جو ولایت کے جلسہ تاجپوشی میں شریک تھے طلائی تھے عطا کیے اور حضور وائسرائے نے حسب الحکم حضور شہنشاہ ہند چند اشخاص کو خطاب کرنا مرحمت کیا۔

سرکاری کام تو جوتے وہ تھے ہی عوام کو ہسی طرح طرح کے مشغلے حاصل تھے دوسری جنوری کو شہر میں روشنی ہوئی اور تہذیبی چھوٹی۔ اور ہر جنوری کو ہستیاروں کے کرتب ہوئے اور بیش تر ایام میں بیشمار کیل کوڈشل پورفٹ یاں وغیرہ ہوتے جن سے وائسرائے نے انعامات بھی دیئے اس سرزمین پر غالباً پودو کا کیل کسی زمانہ میں نہ ہوا گا اگرچہ دور دراز کی پیاضی ریاست ہائے ہندو ناگر دہلی پور میں یہ کیل اب ہی ہوتے ہیں اور انگریزوں نے انہی سے یہ کیل سیکھے اور انہیں تکمیل کی۔ فوجی باجا بجانے والے اس وقت دہلی میں کوئی دو ہزار تھے ان سب نے ہر ایک ساتھ باجا بجا یا جو قابل دید تھا۔

تحقیقات سے ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ شہر کی آبادی کے علاوہ جو حالی کی مردم شماری کی رو سے دوا کہہ آہٹ ہزار ہے ایک لاکھ تہتر ہزار سے کسی طرح کم آدمی رہا کی وجہ سے دہلی نہ آئے ہونگے بلکہ ان کے دربار فقیری کے وقت صرف ۶۰۰ آدمی دہلی میں آئے تھے۔ سرکار ہمان اور حکام جو بلائے گئے تھے یا دربار کے قومی بر دہلی میں تھے انکی نام کی تفصیل آئندہ درج کیا گئی روسا رہا اختیار میں ۱۴۰ کو بلا دے گئے جنہیں سے سو آئے چھوٹی چھوٹی رئیس حسب دستور بلائے ہیں گئے جو رئیس زیر باری کے اندیشہ سے نہ آئے انکی حاضری معاف کر دی گئی خیال اس امر کے بعض بعض رئیسوں کو قحط سالی وغیرہ کی وجہ سے متواتر خیر ہی فرج اٹھانے پڑے تھے

اس شہ بات ظاہر کر دی گئی تھی کہ شان و شوکت دکھانے میں بھی مصارف کی ضرورت نہیں اور چنانچہ بعض رئیسوں کو شیگی روپیہ دیکر انکی مدد بھی کی گئی۔

شہنشاہ فارس بادشاہ سیام اور امیر افغانستان کے شاہزادوں و سلطان سقط اور بنال کے جہاز و ہیراج کو دربار میں خود شریک ہونے یا اپنے قائم مقام بھیجنے کے بلاوے کئے تھے۔ چنانچہ جنرل چوپیاراؤ انس صاحب شاہ سیام کرنل محمد حفیل خاں سفیر کابل۔ و بعد سلطان سقط و وزیر اعظم بنال دربار میں شریک ہوئے تھے۔ وزیر برطانیہ یٹیم ٹرکیو کے ذریعہ سے ایک نامہ شہنشاہ جاپان کے نام بھی بعض شرکت دربار گیا تھا۔ وہاں سے سبر گرد ہی جنرل بیرن با سوکاٹاؤ کر ایک مشن آئی تھی انہوں نے مصنوعی جنگوں کو دربار سے پیشتر چوٹی تھیں بہت پسند کیا۔ اسوقت یہ بھی خیال کیا گیا تھا کہ اسٹیرلیا اور جنوبی افریقہ میں جو رعایا ہے وہ بھی اس جلسہ عالی میں شریک ہو۔ و البسرائے نے ہر دو حکومتوں میں بلاوے بھیجا و اسٹیرلیا سرچرڈ ہیکر فیلڈ اسٹیٹ کا پریسڈنٹ اور جنوبی افریقہ سے سرچرڈ سمون لڑتی جنرل فرسوال آئے۔

کریل سرائڈ و ڈوڈلکھڑو کے۔ سی۔ آئی۔ ای پرنگالی گورنر جنرل ہند اور مونس و کٹر لرنزیک ہندوستان کی وائسی مقبوضات کا گورنر اور کونسل خارجہ واقع ہند کے بہت سے ممبران رسومات میں بطور جہان شریک تھے۔

اس جشن کی مکمل فوری اور سچی خبریں تمام دنیا میں شہور کرنے کے لئے ولایت اور ہندوستان کے بڑے بڑے اخبار کو اپنے اپنے اوڈیو دربار میں بھیجنے کے لئے لکھا گیا تھا اور علاوہ ان کے جن اخبار والوں نے شرکت کی درخواست کی انہیں بھی اجازت دی گئی اور ان لوگوں کے

وزیر سے ہر قریب بعید مقام پر اس جنس فیروزی کی خبریں جا بجا پھیل گئیں۔  
لوکل گورنمنٹوں اور نظامتوں کو بلاؤ کے وقت یہ بھی اجازت دی گئی تھی کہ اپنے اپنے  
صوبہ کے بڑے بڑے سرکاری ملازم ہندوستانی سربراہان و شاخوں کے کچھوں کے قائم  
مقام کو اپنے ہمراہ لائیں۔

تمام انگریز جو اس طریقے سے آئے تھے وہ اپنے اپنے صوبوں کے گورنروں کے  
مہمان تھے اور انہیں ہیڈ کوارٹروں یا صوبہ کے وسطی کمپ میں قیام کی جگہ دی  
گئی تھی۔ روسا کو معہ پولیسکل افسروں علیحدہ علیحدہ کمپ میں رکھا گیا تھا جو  
تقسیم ملکی کے لحاظ سے قائم کئے گئے تھے اور ہندوستانی شرفاء باوقعت اشخاص کو اکثر  
صوبہ دار کمپوں میں ٹھہرایا گیا تھا اور بعض شہر و سول اسٹیشن میں ٹھہرے تھے۔ پچھلے  
جس سرزمین پر وسطی کمپ میں سیرا مختلف لوکل گورنمنٹوں اور نظامتوں کا کمانڈر  
و صوبہ کے فوجی افسر اور غیر ولایت والوں اور اہالیان اور پریس کے ڈیرے تھے۔  
وہ شہر ام کی قابل یا واقعہ کے وجہ سے شہر اور پہاڑی کے زیرین واقع ہے  
ان کمپوں کے رہنے والوں کی تعداد مع ملازمین تیرہ ہزار سے اوپر تھی اور وسعت  
اور صفائی کے خیال سے پرونشل کمپ جن میں ۳۵۰۰۰ فوجی کمپ  
۵۶۰۰۰ اور متفرق کمپ ۱۲۰۰۰ آدمی تھے دیگر مقامات پر نصب  
کئے گئے تھے۔

باوجود اس کے کہ یہ مقام وسیع سمجھ کے اختیار کیا گیا تھا۔ آبادی  
نے پھر بھی چالیس مارج میل سے زیادہ رقبہ گھیرا اور باقی ۵۴۰۰۰ آدمی  
شہر و سول اسٹیشن میں مقیم رہے۔

یہ بات بہت جلد سمجھ میں آتی ہے۔ مقدار کثیر خیمہ زنی میں کیا کچھ تیاری کرنی پڑی  
 ہوگی۔ ہزاروں خیمے جا بجا سے جمع کیے گئے تھے کپڑوں کی سبزین ہموار کی گئی تھی  
 اور چالیس میل جدید سڑک بنائی گئی تھی۔ ۲۰ فٹ پٹری کی لائٹ یلوی سات میل  
 تک تعمیر کی گئی تھی جو کشمیر پر واہ سے سنٹرل کمپ اور دربار کے چوتھے تک  
 بنائی گئی تھی۔ شروع ہوئی تاریخ سے اختتام تک ایک لاکھ دو ہزار اٹھارہ سو  
 راسمین بیٹھے اور آٹھ سو پچاس سیزن ٹکٹ والے اس تعداد کے علاوہ تھے بڑی  
 میں ہی بہاری بہاری اسباب کمپ میں پہچانے کی غرض سے پیلا دی گئی تھی ذریعہ  
 آبے سانی میں بھی ترقی دی گئی تھی ۲۰ حوض ۵۰ کمڑیں جدید تعمیر کئے گئے اور  
 علی زمین میں پھائے گئے تھے اور دو ہزار چار سو پچتر آدمی محکمہ حفظان صحت میں آؤ  
 رکھے گئے تھے مخصوص تار گہر ٹینوں اور ڈاکھانے ایذا کیے گئے تھے اور سیٹھل  
 کمپ قطعہ دھم کے بڑے بڑے بازاروں میں بجلی کی روشنی کی گئی تھی پودوں کے گلے  
 بارکوں میں جوا اور روشنی کیلئے روشندان بنائے گئے تھے۔ رسد رسانی کا انتظام کچھ قونج کے  
 طور پر ہوا اور کچھ محکمہ رسد رسانی کے ذریعہ سے۔ دربار کے لیے ایک عارضی نفی سنہری  
 چوترو اٹل نقشہ کے مطابق تیار کیا گیا تھا جو اسلے اور سرسوں جیکب نے بنایا  
 تھا یہ عمارت اگرچہ محض دربار کی ضرورت سے تیار ہوئی تھی تاہم مصاحبین کا ریوڑ  
 خوشی کرتے ہی اسی مقام پر ہوئے تھے۔ اسکی سانت باطل منلوں کی طرز پر تھی اور  
 دہلی اور آگرہ کے عمارت کی نقل تھی۔ جگہ تو وہی تھی جہاں لاولوں نے عشاء میں  
 چوترو بنایا تھا مگر شکل و جسات میں یہ عمارت اس باطل مختلف تھی اس میں پشترو سے  
 گئے یعنی ۱۰۰۰ متناہیوں کے لیے گنجائش رکھی گئی تھی۔



کل انتظامات زیر نگرانی سنٹرل اور ایگزیکٹو کمیٹی ہے۔ اول الذکر ذی اختیار تھی اور آج  
احکامات کے انجام دہی ایگزیکٹو کمیٹی یا سرکار محکمہ متعلقہ کے سپرد تھی۔ پولیس انتظام  
ہوم ڈیپارٹمنٹ کے سپرد تھا برقی روشنی کا محکمہ فوجی تعمیرات کے اور بازار و بنگا  
فوجی محکمہ کے اور رسومات کا فویرن ڈیپارٹمنٹ کے۔

دربار کے وقت امن و انتظام قائم رکھنے اور جو خفیہ جرایم کمپوں میں ہوں اُنکے  
افسداد کا سیدھا سادہ ضابطہ بنانے کے لیے پنجاب کی قانونی کونسل نے ایک  
چھوٹا سا قانون موسوم بہ دہلی و بار پولس ایکٹ سنہ ۱۹۲۷ء تیار کیا۔

پنجاب گورنمنٹ نے اس معاملہ میں بہت زیادہ مدد دی اُس نے اپنی کمنشنر خفیانہ  
صحت کو کمپوں کی صفائی اور حفظان صحت کے لیے اور انسپکٹر جنرل پولس کو  
پولس کے انتظامات کے لیے اور چیف انجینئر کو عمارات آب سانی اور سٹرکوں کی  
نگرانی کے لیے مامور کیا علاوہ ان افسران کے ہر کمپ میں خاص بحینان قائم لگئی  
تھیں سنٹرل کمپ میں ایک اور باقی کل صوبہ دار مجموعہ کمپ میں ایک ایک خاص  
محبسٹرٹ و ایگزیکٹو نیٹیری افسر و افسران صحت و پلیگ افسر و اسٹریٹیجی کے  
نظم و نسج کے لیے ایک ریویو افسر مامور کیا تھا سب کمپوں میں مہاجروں کا اسٹاف بھی  
رہتا تھا کہ مختلف رسومات کے متعلق تفصیل دیکھیں اور دیکھوں کا استقبال کریں  
ان مختلف اینٹوں کی محنت و جانفشانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایسی وسیع بیڑ بھاڑ  
میں جو عارضی طور سے اس وقت دہلی میں اکٹھی ہوئی تھی ایک ہی سنگین واقعہ نہیں  
ہوا۔ ان جملہ کارروائیوں کے ساتھ ساتھ موسم ہی بہت خوشگوار رہا بارش  
صرف ایک رات ہوئی اور پھر اگر ہوئی بھی تو اس قدر کہ اس سے خاک دب گئی اور

اور بجائے تکلیف کے آرام وہ ثابت ہوئی۔ دسمبر کے آخری ہفتہ میں اگرچہ راتیں زیادہ ٹھنڈی تھیں تاہم ویسا ہی دن گرم ہو جاتا تھا اور سرکاری اشتغال کا بیہندہ بڑی مصروفیت و عہدگی سے گزرا۔

ابتدائی کارروائیوں کے بیان کے بعد جو دربار سے پیشتر عمل میں آئیں اب ہم خاص دربار کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس یادگار مجمع کے خوشگما منظر کا مفصل ذکر کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں معلوم ہوتی صرف مختصر بیان کر دینا کافی ہے۔ رسالوں کے ایسی لمبی قطاروں و سلطنت کے مختلف فرسوں کے ہجوم سے وسیع میدانوں کو بٹا ہونے ایسی تہمتیں کثیر مجمع کا جس میں روسا، دو گورنروں و مقبوضات و ممالک غیر کے قائم مقام و طویل القدر حکام و ایسرا کی ڈائری طرف بیٹھے تھے اور غدر کے سوراووں کے چہوئے سے بیڈ سے جو سماں بندھا تھا اسکا حال مفصل اخبارات میں شائع ہو چکا ہے منظر بھی عجیب و غریب تھا کہ کجاوہلی کی سرزمین اور کجاوہلی کے مختلف عورتیں ایک طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تو عدن کے ریاستوں کے شیخ و عرب مکلف لباس زیب تن کئے ہیں اور کسی طرف ہندوستانی سرحد کے بلوچ و بہتان و رئیس و زرین لباس میں نظر آتے ہیں کہیں نیپال و سکھ و مسقط کے و لیعہد یا قائم مقامان ہیں اور کہیں ساتویں اور میکانگ شان کے رئیس خوشنما کپڑوں میں دکھائی دیتے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر اندک کی قدرت و انگریزی حکومت کی شان نظر آتی تھی۔ مسلمانوں کی عید الفطر ہی اتفاق سے اسی دن آکر پڑی تھی۔ انکو دربار میں شرکت کا موقع دینے کی غرض سے دربار کا وقت دو پہر کو قرار پایا تھا۔ وقت مقررہ پر حضور و ایسرا نے اپنے باڈی گارڈ اور شاہی پھیراٹھن کے جلو کے ساتھ اپنے فرودگاہ سے گاڑی میں سوار ہو کے

درباری چوتراہ کی طرف روانہ ہوئے اور جلد ہی اپنی نشستگاہ پر چڑھ گئے۔  
 حضور شاہزادہ ڈیوک و شاہزادے و پڑاؤں کناٹ ایک علیحدہ جلوس کے ساتھ  
 پیشتر سے وہاں پہنچ چکے تھے۔ ویرائے کے پہنچنے کے بعد نقیب مع اپنے نفیر چوہوں  
 کے گھوڑے پر سوار آگے بڑھا اور حکم حضور ویرائے باد از بلند اعلان پڑھا  
 جس میں حضور شاہنشاہ ہند باقبالہ کی تاجپوشی کا ذکر تھا۔ اعلان کے ختم ہونے  
 پر قومی راگ کے ساتھ شاہی جہنڈ اٹھلا اور ایک سو ایک ضرب توپ شاہی  
 سلامی کی چوٹیں اس کے بعد ویرائے نے اسی مجمع کے سامنے جواہر شان م  
 شوکت و اقتدار سلطنت کے سبب جمع تھا اڈریں پڑھا اور حسب الہدایت فرمان  
 شاہی جملہ رعایا ہند کو سنایا اختتام اڈریں پر حاضرین جملہ فوج اور تماشاویوں  
 نے تین چیر زباد شاہ کی تاجپوشی کی سرست میں دیں۔ بعدہ روس کا اختیار ویرائے  
 اور ڈیوک اوف کناٹ کے سامنے پیش ہوئے یہ کارروائی جو ہندوستانی تخت نشینی کے  
 درباروں کی دراصل معزز دستور العمل ہے ویرائے نے والیان ریاست کے سامنے  
 پیش کی اور انکو خاص کر یہ وجہ بھائی کہ وہ اپنا اپنا فرض خود ادا کر سکیں اور فردا  
 فردا بادشاہ کے قائم مقام اور ان کے برادر عزیز کو اپنی زبان سے اس معزز موقع پر اپنے  
 تعلق کے باعث مبارکباد اور اپنی دلی سرست کا اظہار اپنی وفاداری اور اطاعت کا  
 ثبوت دیں۔ روسانے مبارکباد دیتے وقت اس تدبیر کی بھی تحسین کی کل روسا کے بعد دیگر  
 آگے بڑھے بعض بعض کے ہمراہ ان کے صاحبزادے یا ذراستہ جنہوں نے نہایت خشوع و خضوع  
 کے ساتھ تخت نشینی کی مبارکباد بادشاہ کو دی اور اس بڑے اور قابل یاد موقع  
 پر جو روسا اور رعایا ہند پر اس واقع کے اظہار کیلئے منعقد ہوا تھا اپنی موجودگی پر اظہار

اطمینان کیا۔ اس رسم کے بعد جو غالباً دربار کا نہایت مؤخر حصہ تھا دربار ختم ہوتی ہی اسی شام کو داسرے نے اپنے کپ میں بڑے بڑے سرکاری مہانوں کو دعوت دی اور شاہ اور شاہزادہ ڈیوک آف کنٹا کی جام صحت کی تجویز پیش کی جو نہایت جوش کے ساتھ سب نے قبول کی داسرے نے اس موقع پر اسپینچ دی اور ڈیوک آف کنٹا نے اس کا جواب دیا۔

داسرے اور ڈیوک اور ڈیوڈ آف کنٹا اجنوری ۱۸۷۱ء ہفتہ کے روز دہلی سے اسی عہد کے ساتھ بطرح آئے تھے رخصت ہوئے۔

اس قابل یاد رسم یا سلسلہ رسوم کا جو ہندوستان میں انگریزی حکومت میں یا شاہ کسی اور عہد میں نہیں ہوئی اس طرح خاتمہ ہوا۔ دربار ہونیکا خیال اور کل انتظامات کا بندوبست اور ہزاروں ضروری امور کی نگرانی خود داسرے نے اپنے ہاتھ میں لے رکھی تھی اور وہ خود اس کے انجام دہی کے ذمہ دار تھے ہی سب دربار کے پیشتر کے نو مہینوں میں کم از کم چار مرتبہ دہلی آئے جو بالیسی اس تجویز میں درپردہ تھی اور جس نے سبکی تکمیل پر آمادہ کیا ہم اس سے بہتر بیان نہیں کر سکتے جیسا داسرے نے ۲۵ مارچ ۱۸۷۱ء کے بحث ڈیسٹ میں اپنے ہی لفظوں میں ادا کیا ہے جو الفاظ حسب ذیل ہیں

”میرا یقین ہے ہم سب کے نزدیک یہ دربار محض نظارہ و ماجلک نہ تھا بلکہ تاریخ انسان کا ایک نقشہ اور سلطنت کی کتاب فقہ کا ایک باب تھا۔ اس سے متشاکب تھا غرض یہ تھی کہ تاج برطانیہ کے اشیائی حکومت کے کل رئیس درعاجا کو خیال دلایا جائے کہ اب وہ ایک نئی اور شخصی حکومت کے ماتحت ہیں اور انہیں اس عظیم الشان اور قابل یاد واقعہ پر خوشی منانے اور شاہی اعتماد اور مبارکباد

حاصل کرنے کا موقع دیا جائے۔ اور اس سے اثر کیا پڑا بلکہ جان گئے تھے کہ اس حلیم  
بادشاہت میں وہ کل ایک ہیں اور ایک غیر جنس اور گرانبار بنار کے منتشر ذرہ و نمبر  
ہیں بلکہ سازگار اور عظیم سلطنت کے نزدیک مساوی درجہ کے ہیں۔ نفسانیت  
نقشب اور غیر اطمینانی کے خیالات اُنکے دلوں سے جلتے رہے تھے اور غربت  
عدن کے عربی شیخوں سے لیکر چین کے سرحد پر میکا تک کے شان کے رئیسوں تک  
سب وفاداری کے واحد دریا میں ڈوبے ہوئے تھے کیا اسمیں کچھ بات نہ تھی؟  
کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ بادشاہ اپنی تخت نشینی پر اپنے مجبور رئیسوں سے حفاظت  
اور عزت کا وعدہ کرے اور اُن سے میٹھنے کے وعدے لے لے کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ باشندگان  
سلطنت یہ جان لیں کہ سلطنت کا فساد کیا ہے؟ اگر ہم اُن آدمیوں کو جو دربار کے موز  
پر دہلی نہ آ سکے مگر انھوں نے اپنے اپنے شہروں و قلعوں میں اس موقع پر اظہار  
سرت کیا حساب میں رکھیں تو کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ اس نے غریب سے غریب  
اور مردہ دل آدمیوں میں اُن تک پیدا کر دی اور اعلیٰ خیالی کی روشنی سے فیض  
ہونے کا خیال اُنکے دل میں ڈالا جو اُس پوشیدہ قانون کا خاصہ ہے جو قوموں  
کی ترقی اور انسانی تقدیر کا ریگولیسٹر ہے؟ میرا یہ یقین ہے کہ کسی تاریخی واقعے نے ہندوستانی  
رعایا کو جس دگر بردہ چل رہی ہے اُنہیں اُس سے زیادہ خوبی کے ساتھ نہیں بتایا  
جو خدا کی رہنمائی کے سبب اس دربار نے سجادہ ہے اور ہندوستانی حکومت کو کتنی  
یختیائی جنائی اور دنیا میں اُسکے اخلاقی اور مادی قوت کا سکھ جا دیا۔ یہ بات نہ بھول گئی  
انفرد کی آواز زلزل ہو چکی ہے کہ پتان اور بادشاہ جدا ہو چکے ہیں مگر اس یختیائی  
اور حب الوطنی کو غالب اظہار سے جو اثر پیدا ہوا وہ اب تک مذہ ہے اور قائم رہے گا

یہ بات ہر جگہ مشہور ہے کہ ایشیائی تخت پر اس وقت وہ قوت حکمران ہے جو  
 تین رب ایشیائیوں کی دانائی، آرزو اور شوق کا مجموعہ ہے اور اس بڑے  
 مجموعہ میں ہر نفس یہ بات سمجھ گیا ہے کہ اُن کے اتحاد پر اُن کی قوت مبنی ہے  
 جیسا کہ ایک بے تعلق دربار کے تماشائی نے لکھا ہے: "میں آج تک یہ نہ سمجھا تھا  
 کہ ایشیائیوں کی قسمت اب تک اُن کے ہندوستان کے ہاتھ میں ہے۔"  
 میرا یہ بھی خیال ہے کہ دربار نے صرف قوت ہی کا سبق نہیں دیا بلکہ فرض ہی بتائی  
 کوئی سرکاری ملازم یا رئیس با اختیار یا با خیال تماشائی ایسا نہ ہو گا جس نے کسی  
 کسی وقت یہ خیال نہ کیا ہو کہ اس بڑے منجہ خیال میں ذمہ داری اور فخر و فخر  
 اور اس عزت یا سلامتی یا موقع کے عوض میں جو سلطنت نے اس کو دیا وہ کچھ نہ  
 کچھ ضرور ممنون ہے۔"

تخت کی دفاداری اور بندگی اور سلطنت کی قوت پر ہر دوسرے کے خیالات  
 کی تصدیق جس کے اہل ذرے وہ اپنے کو سمجھتے تھے خود اُنہوں کی تقریروں سے  
 ہوتی ہے جو انہوں نے ویرسے اور ڈیوک آف کنٹا کے اوپر مبارکباد دیتے اور  
 تلج شاہی کی اطاعت کا اقرار کرتے ہوئے کیں۔ بعض صورتوں میں ایک رئیس  
 نے ایک مختصر اسپچ دوبارہ اُس کی مکر وقت کا رعب اُن پر ایسا چایا ہوا تھا  
 کہ اس کی ترقیبی گوئی نے سادگی اختیار کر لی تھی اور اس سے اس کی اس ظاہری  
 و باطنی خوشی کا اظہار تھا جو اسے سلطنت کے شغلوں اور سرت میں شریک  
 ہونے اور بادشاہ وقت کو مبارک باد کا موقع حاصل کرنے سے ہوئی تھی۔ ہمر راجہ  
 نا بھنے جو چند الفاظ کہے کیا اُن سے زیادہ فصیح الفاظ اور بھی ہو سکتے ہیں۔

اس نے کہا "چونکہ میں سچے سکھ کی بیٹیوں کی خدمت اور کچکا ہوں مجھے اب مرنے میں ہک نہیں۔ میں اگر وہی نصیحت پر عمل کر چکا ہوں اپنی تلوار سے سلطنت کی مدد کر چکا ہوں اور اب میں نے بذات خود بادشاہ کی اطاعت کا اقرار کیا ہے۔"

سیکھ ہوبال نے جو چہرہ پر نقاب ڈالے دیگر رئیسوں کے درمیان بیٹھی ہوئی تھیں ایک تحریری اڈریس پیش کیا اول اس دربار اور عہد کے ایک دن واقعہ سونیکا مسلمانوں کے عقیدے کے موافق مذکور کر کے گورنمنٹ کو مطلع یقین دلایا۔

اس تاریخی واقعہ پر حیثیت خیر اندیش و سچے مداح سلطنت برطانیہ اعظم نہ صرف اپنی با اپنے لڑکوں یا اپنی رعایا یا اپنے ریاست کے عورتوں کی وفاداری - اطاعت و محبت کا بلکہ ہندوستان کے کل مسلمانوں کی وفاداری اور اطاعت کا یقین دلاتی ہوئی

یوں تو ہر ایک اسپیش میں اس قسم کے بہت سے جملے ہیں مگر ہمارے نزدیک ضروری معلوم ہوئے وہ درج کر دیئے۔ مگر نظام حیدر آباد کی اس اڈریس کا لقب اباب اور ناظرین کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں جو مدح نے دوبار سے واپس بنا کر اپنے ملک میں دیا اور وہ یہ ہے۔ "میرے لئے اس سے زیادہ اور خوشی کا موقع اور کوئی نہ ہو سکتا تھا کہ میں شہنشاہ ہند کی تاج پوشی میں شریک ہو خدا ان کی فیاضی ہمیشہ قائم رکھو اور مجھے مثل اپنے بزرگوں کے بطریق سادگی اور راستبازی و سپاہیانہ تحسیر اور تقریر اپنی تاریخی دوستی و وفاداری ظاہر کرنے کا موقع ملے۔ میں اس سفر کو خاکسار اس وجہ سے مبارک خیالی کرتا ہوں کہ میں نے ہمعصر رئیسوں اور بڑے بڑے افسروں سے ملاقات کی"

ہنے دربار کے واقعات زیادہ مفصل لکھ کر ناظرین کی سمع خراشی کرنی مناسب نہیں سمجھی صرف اسی قدر واقعات مندرج کئے ہیں جو رؤسا و حکام سے متعلق تھے اور جہاں تک اس رسم سے اُن کا تعلق پایا۔ یہ موقع ایک معمولی دربار سے بالکل جدا تھا۔ یہ سمجھا گیا تھا کہ یہ دربار شہنشاہی ہے اور بادشاہ کے حکم سے اپنے عہد سلطنت میں اُدس بڑے واقعہ کی شہرت دینے کے لئے منعقد ہوا ہے۔ چنانچہ یہ بادشاہ کی تحریر ہی تھی جس پر اس قدر تحسین و آفرین ہوئی۔ بادشاہ کے نام کے ساتھ اس کا رعب ظاہر ہوتا تھا اور اس بادشاہ کے بھائی کے استقبالیہ کے وقت ایسا رعب و جروت نمایاں تھا۔ جو شخص دربار کے موقع پر موجود تھا اس کا یقین تھا کہ برطانیہ عظمیٰ و ہندوستان کے اتحاد میں ہنایت زبردست قوت تخت کی عزت و محبت کی وجہ سے ہے۔

اگر اس رسم کا فوری اثر ہندوستان کے اُن شانہ زادوں یا رئیسوں پر پایا ہی تھا جو گورنمنٹ برطانیہ کے زیر نظر ہیں یا اُن پر جو حال میں اس حکومت کے تابع ہوئے ہیں یا ان پر جنہیں اس سلطنت سے اس قدر دلی تعلق نہیں ہے تو یہ بات قابل لحاظ ہے۔ سفیر افغانستان نے دربار کے وقت یہ دریافت کیا کہ کیا قوت ہائے خارجہ کے قائم مقام موجود ہیں اور کیا کہ یہ مجمع جو مجمع حشر کے مشابہ ہے اگرچہ بغیر قوت و زور کے جمع ہو سکتا تھا مگر اس موقع پر محض وفاداری و محبت کی وجہ سے کہ ہر مذہب و ملت کے آدمی یہاں موجود ہیں اور مخالفت کا خیال ان کے نزدیک ایک سبکدوشی کی بات ہے۔ یہی خیالات وزیر اعظم خیال نے ظاہر کئے ہیں اور گلگت کے فرقوں کے قائم مقامان اس دن کا خیال کر کے ہنسے جسن



اور ایسی بڑی - لطنت کے مقابلہ میں اپنی قوت صرف کرنے آئے تھے۔  
 ریلوے کے وقت فوجی قوت کے اظہار پر جو اثر پیدا ہوا وہ بھی کم قابل لحاظ  
 نہ تھا اور یہ مشہد اس سے قوت ہائے خارجہ کے قائم مقامان پر جو اس موقع پر  
 موجود تھے خاص اثر ہوا۔ روساء کے مجمع عام میں اپنے رسالوں کی سرداری کرنے  
 کے شوق میں جو اثر ہوا اس کا اظہار مشکل ہو۔ جو دلچسپی روساء نے امپیریل سروس  
 ٹریس امدادی فوج میں ظاہر کی قابل تذکرہ ہے اور اس میں ترقی کی بہت کچھ  
 امید ہے۔ بلوچستان کے رئیسوں نے اس بات کا بہت کچھ خیال کیا کہ ان میں  
 فوجی باقاعدگی کے لحاظ سے بہت کچھ نقص ہے۔

ہم یقین ہے کہ یہ اثرات موثر جوش کے عارضی نشانات نہ تھے بلکہ حیرت انگیز  
 حوادث تھے جن کے وہ سبق نگارہ تھے اور خوب باقاعدہ قوت اور عام اطمینان  
 اور متحدہ حکومت یکطرف اور سامان دبستگی و دوسری جانب جن سے یہ کل کا رونا  
 نہایت ضروری بن گئی تھی حاضرین کو شاندار اور قابل دید نظارہ کے سوا اہل و عیال  
 کے بعد عرصہ تک یاد رہیں گے۔

والیس رائے نے ایک اور پہلو بھی سوچا تھا جس سے دربار میں نہایت مفید نتیجہ  
 نکلا اور جس کے اثرات دور دور پڑتے ہیں۔ ریلوے کشادگی اور خط و کتابت کے  
 دیگر وسائل سے ہندوستان کے مختلف مقامات اور دور دور کے علاقہ ایک ہو گئے  
 تھے۔ پیشتر کسی موقع پر اس قدر رئیس و امیر اور مختلف فرقوں اور مذہبوں کے  
 قائم مقامان ایک گھنٹہ یا ایک دم یا ایک ہفتہ کے لئے کبھی ایک جگہ جمع ہو کر ایک  
 دوسرے کی صحبت سے مستفید ہوئے تھے۔ تمدنی جلسوں اور سرکاری مشغلوں میں

لایا یہ دوسرے کے تبدیل خیالات تھے۔ نا آشنائی اور بے اعتمادی کی روکیں دور ہو گئیں جنگی وجہ سے باہمی معارف تھی۔ اس موقع کے رسوائے جس قدر قدر کی وہ نظام حیدر آباد کی مندرجہ بالا تحریر سے اور اس قسم کے دیگر مراسلات سے جو مختلف مقامات سے دلیہ کے پاس آئے تھے صاف ظاہر ہے۔ صرف زوسا ہی ایسے نہیں تھے جو اس موقع سے مستفید ہوئے۔ دیوانی اور فوجداری کے حکام نے بھی فائدہ اٹھایا جو دربار کی غرض سے جمع ہوئے تھے اور جنہیں مفوضہ خدمات کی وجہ سے ملنے اور ضروری اور انتظامی معاملات میں باہم بحث کرنے اور مصلحتی یا عملی امور پر اپنے خیالات کا موازنہ کرنا موقع ملا جو اپنے اپنے عہدوں کی حدود کے اندر ہونا ناممکن تھا۔ کوئی انگریزی یا ہندوستانی افسر ایسا نہ تھا جسے اس وسیع اور فیاض گورنمنٹ کی خدمت کرنے پر غور نہ ہوا اور اپنے بادشاہ اور ملک پر جان نثاری کرنے پر بدن جوش نہ ہو۔

اس دربار کے اثر صرف ان ہی لوگوں پر نہیں ہوئے جو سرجہ تھے بلکہ اور لوگوں پر بھی ہوئے۔ ہمارے پاس اس بات کی دلیل ہیں کہ ہندوستانی کثیر جماعت خواہ انگریزی عہداری میں یا انگریزوں کی ماتحت ریاستوں کی اور اسومات کی خبر یا کونست موثر ہوئی اور ان کے فوجیات اس خیال کے جو بنوئے تھے جس کے یہ بیرونی شکل بنے۔ میں دربار کے تمام ملک میں جو بیامتاں جسٹس اور ان کے اڈے سے اپنے سرکاری ہی اس بات کا اندازہ کر سکتے کہ اس حکم اور حوصلہ انگریزی مصلحت کے زیر غور تھی اتحاد کی آزادی اور عام رعایا ہونے کے کل حقوق حاصل ہیں۔ اور طرح ہی رعایا کو طرہ قوی تھا۔ سو ہم اور ایک سوا چھاسی قیدی سرکاری جیلز انوں سے رہا سوئی اور اس

رجاء کا۔ دہائی بیشتر۔ یا ستوں میں ہوئی۔ اس ضمن میں ہم یہ بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اندرونی تجارت کو اس وسیع مجمع کے فرد رتوں کے مطابق جو فروغ ہونا چاہئے تھا وہ ہوا۔

خدا تعالیٰ کے عطا کردہ جہ سے یہ موقع اور یہی قابل یاد ہے۔ یکم جنوری کے ایکڑ اور ٹائری گزٹ میں شائع ہونے والے بڑے بڑے خطابات جو خاص بادشاہ کی طرف سے مرحمت ہوئے ان کا تذکرہ ہم اوپر کر چکے ہیں۔ بادشاہ نے اول درجہ کے ۱۵ اور دوم درجہ کے ۱۰ فقیر ہند تھے ہی عطا کئے۔ نواب جاگیر کی سلامی میں دو ضربہ توپ زیادہ کیں اور شان کے تین بڑے روسا رنگین ٹنگ و سنگ نائی اور سیپاہ کے رئیسوں کی مستقل فوج توپ اور روسا بہادر و آقا نواب امیر الدین خاں بہادر کے سی۔ آئی۔ آئی۔ کے لئے توپ فوج توپ منظور فرمائی۔

ہندوستانی فوج کے انگریزی انسٹرکٹو مہارت پر نہایت ممنون ہونے اور اس کی طرح ہندوستانی انسٹرکٹو مہارت پر کچھ ہر سنی انہیں سے چھ آدمی بادشاہ کے اردلی کے انسٹرکٹو مہارت کے محفوظ ہونے۔ مزید ہوا جو رعایتیں نون کے ساتھ ہوئیں ان میں طبعاً ہندوستانی انسٹرکٹو مہارت کے میں اول درجہ کی اور ساتھ دوم درجہ کی شرفیاں و شہنشاہ کے ذات ہندوستانی انسٹرکٹو مہارت کو جو حال تھو میں عطا کیا جانا فیاض اور عطا۔ ملازمت اور حمد و حال جن کے تھو و انعام دیا جانا انگریزی و ہندوستانی فوج کو رہنما اور ہندوستانی پہاڑی توپ خانے کو خاص حقوق بخشا اور فوجی عہدوں کی خدمت میں ہندوستانی کی رہائی یا تخفیف قید شامل میں۔ راجہ ناہک کچھو دھویں فیروز پور سکیم میں کی گئی کرنلی اور جہارٹو کو ٹیڈ کو دیوی کی بے قاعدہ فوج کی ہجرت کے رتبہ عطا ہوئے

والیسر اسٹے نے ہندوستانی ممبران خاص کو سول خطاب عطا کئے اور چھپڑ  
 آدمیوں کو اراضی و انعام بھی دیئے۔ ہندوستان میں قیدیوں کی رہائی کا تذکرہ ہم کرنا  
 چکے ہیں۔ والیسر اسٹے نے اپنی اسپیش میں انکم ٹکس میں معقول کمی کرنیکا تذکرہ کیا ہے  
 جبکہ ظہور تین جہینے بعد جیسٹ میں ہوا اور ہمیشہ سال تحت نشینی کی یادگار رہیگا۔  
 دربار کے متعلق جس قدر فرائض تھے، وہ نہایت خوش اسلوبی اور لیاقت کے  
 ساتھ انصاف پائے۔ دربار کے چند وارڈ کا پروگرام بلا وقت و خرابی انجام پایا اور  
 مصنوعی جنگ کا مکمل کام بھی بہت سرعت و اطمینان کے ساتھ نبھا۔ اس کی آخری  
 ٹینگ ۱۰ اپریل کو ہوئی۔

جسٹس شخص نے اپنے فرائض نہایت تندہی اور عہدگی کے ساتھ انجام دیئے ہوں  
 وہاں کسی خاص شخص کو ترجیح دینا مشکل بات ہے مگر پھر بھی مندرجہ ذیل اشخاص اور  
 کپتان خاص تو بھر کی مستحق ہیں۔ سنڈل واٹر کیٹو کیٹی کے کام نہایت قابل تحسین ہے۔  
 اول انکو میں سر بیو ج بارنس صاحب بریڈنٹ کیٹی اور میجر جنرل جی بنیزی اور  
 آزاد کریں کپتان اسے۔ ڈی۔ بنیز مین صاحب سنٹر کیٹی اور میجر ایرج۔ ہدسن صاحب  
 قابل تذکرہ ہیں۔ سٹوگورٹن ڈاکٹر کشر قسنت دہلی اور بیجرام۔ ڈیوڈ وگلز ڈپٹی کمشنر  
 دہلی نے ان کیٹیوں میں علاوہ فرائض منہی اپنی ممبری کے کام نہایت شوق و عہدگی کے  
 ساتھ انجام دیئے۔ اکز کیٹو کیٹی میں کرنل ایرج۔ ایف لائٹنر منگرمی صاحب سپلائی  
 اور سائیم رٹ گور کے اندر بھی تھے اور کسریت کے کل انتظام اُنکے ذمہ تھے۔

فائنٹ کرنل سی جے۔ ہیمبر کشر حفظان صحت اور فائنٹ کرنل ایرج۔ بی  
 کٹر ریل منصرم صفائی کی کوشش کا نتیجہ تھا کہ باوجود تمام ہندوستانیوں کے طاعون

ہونے کے کپ ہر قسم کے دہائی امراض سے محفوظ رہا۔ ہے اور اگر احتیاط نہ کی جاتی تو کم از کم ہیفیڈ کا ڈر تو ضرور تھا۔ جولائی ۱۸۸۷ء میں جبکہ کپ کا کام شروع ہوا آخر تک طاعون کے صرف دس وقوع ہوئے جن میں سے نو باہر کے تھے مگر خود کی انتظام کی وجہ سے بیماری جگہ نہ پکڑ سکی۔

عمار توں۔ سڑکوں اور چبوترہ کی تیاری اور آب رسانی کا کام رائے بہادر سنگرام کی زیر نگرانی تھا۔ قلعہ میں برقی روشنی کا ٹھیکہ اوسلز و کمپنی نے اور سنٹرل کپ بن قتی روشنی کا ٹھیکہ کلبرن و کمپنی نے لیا تھا۔ جا بجا کیوں میں جس قدر برقی ہندسے لگائے گئے تھے ان کی تعداد آٹھ ہزار تھی۔ برقی روشنی کی وجہ سے رات دن معلوم ہوتی تھی اور سنا تو قابل دید تھا۔ انتظام پر کی گئی تھا کہ عینہ بھر کے عرصہ میں روشنی میں کسی قسم کا حرج واقع نہ ہو سکا۔

دربار کے لئے سولہ خاص ڈاکخانے اور بیٹھار لٹریٹ قائم کئے گئے تھے۔ رائے بہادر دولت رام سی۔ آئی۔ اے اور پوسٹ ماسٹر جنرل کی نگرانی میں یہ کام بخوش اسلوبی انجام کو پہنچا۔ حکمتاً میں بھی گیا۔ گھر کھلے تھے۔ اس کے افسر مسٹر ایلین تھے بڑے جیسے کیوں میں ٹیلیفون لگائے گئے تھے اس سے عوام کو بہت آسائش ملی۔ مسٹر پوس کی خوش انتظامی کی وجہ سے جرائم کا انداد خوب ہوا اور تجارت میں کسی قسم کی بیقاعدگی و بیضابطگی نہ ہونے پائی۔ مشرعی۔ بران اسپیکٹر جنرل پوس پنجاب آئی اس کے بھی منتظم قرار دیئے گئے تھے۔

کشمیری اور سوری دروازہ سے سیکرٹریل کپ اور چبوترہ دربار تک لائٹس اور میوے بچھائی گئی اور جا بجا اسکینشن قائم کئے گئے تھے۔ علاوہ سرکاری ضرورتوں کے

عوام کے ساتھ بھی یہ ریل نہایت مستعد ثابت ہوئی۔ اس کا انتظام کی تمام ارجحیتیں  
 ریل سپر-انڈ-ای کے سپرد تھا۔ بڑی ریل کا افتتاح بھی سطور کے لیے کیا گیا  
 تھا۔ نام و در دور کے شہروں سے جو مال و اسباب آتا تھا۔ اس ریل کے ذریعہ  
 کمپنیں پہنچتا تھا۔ کثرت کی وجہ سے تاخیر تو نہ رہی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہندوستان  
 ریل میں گنجائش کم تھی اور اگرچہ فروسی ترسم کر کے جائیداد کی گئی تھی مگر پھر بھی گنجائش  
 اس قدر نہ ہوئی کہ ایسے بڑے کام کے اسباب کے لئے کافی ہوتی تاہم دربار کے اسٹیشن سے  
 مسافروں اور تجارت کو بہت آسائش اور کمزوری رہی۔ ہمیں امید ہے کہ آئندہ کسی موقع  
 پر ریلوے اسٹیشن دہلی جو انڈین ریلوے کا مرکز ہوگی ہے بہت وسیع ہو جائیگا۔

## افتتاح نمائش پر دیشور کی اسپیج

ہمارے وزیروں سے بہت لوگ یقین کریں گے کہ سوائے درختوں کے تمام  
 اشیاء جو ہم یہاں دیکھ رہے ہیں یہ صرف گزشتہ آٹھ مہینوں میں تیار ہوئی ہیں  
 ہر گزشتہ میں جب نمائش گاہ کی تیاری کا کام دینے یہاں آیا تھا تو اشیاء  
 موجودہ یعنی اس عمارت وغیرہ کا یہاں نام و نشان بھی نہ تھا۔ اور اب بھی ہر چیز کہ یہ  
 مکانات وغیرہ بہت جلد یہاں سے محو ہو جائیں گے۔ مگر اس نمائش سے جو اثر پیدا ہوگا  
 یقین ہے کہ وہ جلد فراموش نہیں ہوگا۔

ہم یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس نمائش کو فروغ نصیب کے قائم کرنے کی  
 کیوں ضرورت پیش آئی۔ میں نے اس ملک میں پہلا شروع ہی سے اس ملک کی صنعت  
 و ترقی پر غور کرنا شروع کیا۔ اور جب دربار دہلی کا فیصلہ ہو چکا کہ جس میں شہنشاہ عظمیٰ کی

تاجپوشی کی رسم عمل میں آنے والی تھی اور جس میں کہ تمام ہندوستان کے الیٰین  
 اور باہست اور روت اور عظام اور ہر درجہ کے شرفاوار شامل ہونے والے تھے تو مجھے  
 خیال ہوا کہ اب وقت ہے کہ ہندوستان کی حرفوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے یا  
 ان کے زوال کے روکنے کی تدبیر کی جائے۔ میں نے ڈاکٹر وائٹس کو مدد کے لئے طلب  
 کیا اور آپ لوگ اس مکان کے اندر جو کچھ دیکھو گے وہ سب ڈاکٹر وائٹس اور ان کے  
 نائب سٹریسی براؤن کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ جنہوں نے ہزار مائیل ہندوستان  
 کے ہر حصہ میں سفر کر کے یہ دستکاری کے نمونے منتخب کئے۔ یا اپنے نمونے کا ریکارڈ  
 کو دیکر انکی نقلیں بنوائیں اور جہاں جہاں روپیہ کی ضرورت تھی خرچ کو کے بہترین  
 نمونے ہندوستانی دستکاری کے فراہم کئے۔ میں نے اس غایت کے لئے تین شرائط  
 قلم کر دی تھیں۔

اول یہ کہ صرف آرٹس کی غایت ہوگی۔ اس میں جھوٹی پیداوار کو دخل نہیں  
 دیا جائے گا۔ کیونکہ اس قسم کی ایک بڑی غایت لکھنؤ میں ہے جو عجائب گاہ کلکتہ  
 کی طرف اشارہ تھا۔

دوسری شرط یہ تھی کہ اس میں روپیہ یا نیم یاروین ٹرینڈ کی کوئی چیز نہ ہو  
 جیسے کہ شیشہ اوریشی اور چمکار کاغذ کے کھلونے وغیرہ۔ ہندوستان کے اپنے  
 آرٹس بہت عمدہ ہیں۔

تیسری شرط یہ تھی کہ صرف سب سے اچھی چیزوں کو اس غایت میں جگہ دی جائے  
 جو خوبصورت و عجیب اور نرالی ہوں۔ ہندوستانی وضع کی ایسی چیزیں نہیں جو برسگم سے  
 مل سکتی ہیں یا شاہ میں بنائی بھی جاتی ہیں۔

لکھوی۔ اُتی دانت۔ ریشم۔ قالین۔ اور دھاتوں کی قسم کی ایسی عمدہ فرشتہ کاری ہو جیسی کہ آپ یہاں دیکھیں گے۔ یاد رکھئے کہ یہ نمائش جو بازار نہیں ہے جہاں ہر قسم کی سستی چیزیں ہی مل سکیں۔ چونکہ آجکل ہندوستان میں مذاق خراب ہو سنا ہے جسے زمانہ گزشتہ کے بہترین نمونے جمع کئے ہیں جو مستعار کا لکشن (مجموعہ) ہیں پائے جائیں گے۔ یہ ہندوستان کے، الیوان زیاست کی فیاضی سے ہمیں حاصل ہوئے ہیں بعض ان میں سے ہندوستان کے عجائب خانوں سے اکٹھے ہوئے ہیں اور بعض کنسٹائل (انگلستان) کے ہندوستانی عجائب خانہ سے بھی منگوائے گئے ہیں۔ ہندوستان کا آرٹ غیر مالک کے خیالات مستعار لینے سے ترقی نہیں کر سکا بلکہ یہاں کے کاریگروں کے اپنے اصلی خیالات سے۔

اس زمانہ میں سستی چیزیں عمدہ چیز سے بہتر سمجھے ہیں اور خوبصورت کو خوبصورت سے۔ اسی وجہ سے پورانی حرفتیں اور دستکاریاں ہمیشہ کے لئے معدوم ہو رہی ہیں کوئی قوی آرٹ قائم نہیں رہ سکتا۔ جب تک کہ قومی ضرورت کو پورا نہ کرے۔ یقین ہے کہ یہ نمائش ایک ایجنٹ لیس (سین اشیا) کا کام دے گی۔ اس کے گھونٹے سے متصورہ دکھانا ہے کہ ہندوستان ابھی کچھ کر سکتا ہے۔ ابھی یہاں کے دستکار کیا کچھ عجائبات تیار کر سکتے ہیں۔ ہمیں کلکتہ یا بمبئی کے یورپین دوکانوں کی طرف بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے ہندوستان کی بہت سی دوکانوں اور گھروں میں ایسی آرٹسٹکٹ اور کاریگری کی چیزیں مل سکتی ہیں جو اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ میں نے اسی عرض سے پہلے نمائش کھوئی ہے اور امید ہے کہ یہ بہتر مالک (محب وطن) مقصد کو پورا کرے گی۔ کہ جس کے لئے اسے قائم کیا گیا ہے اور میں اس وقت اسے خارج کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔



اس پر حضور و میراے اور والیان ریاستہائے ہند مع اپنے روسا اور  
 ہنگاموں کے نمائش کے اندر پہلے گئے اور پیروں کو دیکھتے اور ان کی تعریف کرتے  
 رہے۔ ساڑھے بارہ بجے حضور و میراے تشریف لینگے اس وقت وہ دوسرے  
 ہزار تماشاہی کہ جن کے پاس ٹکٹ معائنہ رسم افتتاح تھے اندر داخل ہو کر نمائش  
 دیکھنے لگے۔ اس بیش قیمت مجموعہ میں ہندوستان کے چابکدست مشاعروں نے کیا کیا  
 شعبہ سے اپنی کارگیری کے دکھلائے تھے۔

## لاڈکرزن بہادر کی اسپینچ دربار میں اور فرمان شاہی

یکم جنوری کو دربار ہوا اور گورگیا اور اب اس دربار کی یادگار صرف اخباروں  
 اور بعد ازاں کتابوں میں رہ جائے گی۔ دربار کی شان و شوکت میں شک نہیں۔  
 و میراے بہادر کی اسپینچ اپنی بے نظیر فصاحت و بلاغت، روحانی بیان اور ترتیب  
 واقعات میں ایسی ہے جو کہ اس عالیشان دربار کے شایاں ہے۔ ملک معظم شاہ انگلستان  
 و شاہ ہند نے ایک پیغام بھیجا تھا جو پڑھا گیا اور جس میں محبت اور بھروسہ و رعایاؤں  
 کی لگی تھی جو و میراے نے سبکسپاری

## اسپینچ

لاڈکرزن بہادر نے یہ فرمایا۔ وہ فرمایا۔ پانچ مہینے کا عرصہ ہوا کہ بادشاہ انگلستان  
 شہنشاہ ہند ایڈورڈ ہفتم نے اپنے سر پر تاج شاہی رکھا صرف چند ہندی والیان ملک  
 اسوقت اپنی خوش قسمتی سے وہاں حاضر تھے۔ آج ملک معظم نے اپنے الطاف خردانہ  
 تمام ہندوستان کے رئیسوں شہزادوں اور اُمرا کو یہ موقع دیا جو کہ وہ اس عالیشان

دربار میں شریک ہوں اور اپنی وفاداری کا ثبوت دیں یہ کئی رئیس اور امراء  
 مستون سلطنت ہیں۔ یورپی اور ہندوستان کے شہنشاہ ہند کی سلطنت کا کس  
 جانکا ہی سے اور اپنا فرس منبھی مجھ کے انتظام کرتے ہیں۔ فوجیں کس بہادری سے  
 اپنی حدود کی حفاظت کے لئے کمر بستہ رہتی ہیں جو اس وقت صف بستہ موجود ہیں۔  
 لاکھوں آدمی محض مجلس تاجپوشی کی خوشی میں حصہ لینے کے لئے کس طرح چاروں طرف  
 سے اُٹھ چلے آتے ہیں۔

ملک معظم نے بحیثیت دیرائے ہند مجھے حکم دیا کہ میں ایک دربار تاجپوشی  
 منعقد کروں تاکہ اہل ہند کو اپنے جوش عقیدت اور وفاداری کے اظہار کا موقع  
 ملے۔ اور بڑی بات یہ ہوئی کہ ملک معظم نے اپنے کے بھائی کو اس جلسہ میں شرکت کی  
 غرض سے روانہ کر دیا۔ چھبیس سال ہوئے ہیں کہ یہی جلسہ تاجپوشی اسی شہنشاہی  
 شہر میں اسی جگہ پر منعقد ہوا تھا۔ اور اس وقت ملکہ آجھانی نے خطاب قیصر ہند  
 اختیار کیا تھا۔ اُس دربار کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ ملکہ آجھانی کی محبت سب کے دلوں  
 میں جا کر رہ گئی تھی۔ اور ایک ہی تاج کے ماتحت ہونیکا خیال سب کا مضبوط ہو گیا  
 تھا اور عام طور پر ایک کچھتی قائم ہو گئی تھی اور جب کوئی صدی گزر گئی بہ نسبت اسوقت  
 کے اب ہند کی سلطنت اور بھی متحد ہے اور وہ شاہ جس کے جلسہ تاجپوشی کے دربار  
 میں آج ہم شریک ہوئے ہیں اہل ہند کا وہ اُسی طرح پیارا ہے کیونکہ انھوں نے اُسے  
 خود دیکھا ہے اور اسکی آواز سنی ہے۔ وہ آج اس تخت پر جلوہ افروز ہوا ہے جو وہ  
 شہنشاہ ہے بلکہ زبردست پادشاہ ہے۔ لوگ خدا کو کچھ ہی کیوں نہ کہیں لیکن میں تو یہ  
 کہتا ہوں کہ ہندوستان کی سلطنت اس تخت کی پاداری کا بہت بڑا اصول ہوا اور

ساتھ ہی اہل ہند کی وفاداری کو پاس بارت کی مدد سے نہایت سخت انگلستان  
 کے خلاف جو کام چل رہا تھا وہ ان پہلی رسالتوں میں اپنی دو نمونہ میں شہرہ  
 اور طرح ہندوستان آج اپنی وفاداری پر فخر کرتا ہے جس میں سرب کی وجہ سے  
 اور ہی نئی سرب کی شکست لگتی تھی۔ ایک عام حکمتی پائی جاتی ہے اور کل زمین اور ہندو  
 کے حکمرانوں نے اپنے گواہ کی یہ شاہ کے سپرد کر دیا ہے اور اسی پر بعد سے کیا جاتا ہے۔  
 کیا دنیا میں کہیں اور بھی اس قسم کا نظارہ پایا جاتا ہے جو ہم اس وقت اپنی انگوٹھی  
 سے دیکھ رہے ہیں۔ گو مجھے تو یہ یقین ہے کہ اس کا نظیر تمام دنیا میں نہیں ہے لیکن  
 جس زبان سے نہیں کہنا چاہتا۔ مجھے تو صرف یہ کہنا ہے کہ کس جوش و خروش سے  
 لوگ یہاں جمع ہوئے ہیں۔ سب سے زیادہ اس وقت مختلف ریاستوں کے حکمران  
 موجود ہیں جنکی رعایا کی کل آبادی ساٹھ لاکھوں سے کم نہیں ہے اور جنکی عمارتیں کی  
 حدود و اربعہ ۵۵ درہا فاصلہ کس علی لگتی ہیں۔ وہ شاہ ایدو درہا فاصلہ سے محض اپنی  
 وفاداری اور اطاعت کا خیال کر کے شہر میں ہوئے ہیں۔

ہم ان کے اس وفادارانہ جوش کی بڑی عزت کرتے ہیں جس سے وہ دہلی آئے  
 اور یہ خیال فرما کر کہ ان کے علاوہ انھوں نے یہ بڑی خدمت کی تکلیف برداشت کی۔  
 اور اس وقت میں بہت فخر کرتا ہوں کہ جو وہاں کی زبان سے شہنشاہ ہند کی مبارک  
 کے الفاظ سنیں گا جو فرجی افسر اور سپاہی یہاں موجود ہیں یہ سندھوستان کی دولاکھ  
 تیس ہزار فوج ہیں۔ بڑے گھمسنے میں۔ جن میں بہت سے فوجی ہیں جو کہ وہ شاہ  
 ایدو درہا کی فوج ہیں اس وقت نظر کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہاں مختلف حکمران  
 اور لوگوں کے قائم مقام ہیں تو گویا تمام دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ یہاں

اسوقت موجود ہی۔ کل رعایا کے قائم مقاموں کا جمع ہونا۔ یا کسی رئیس کا ہونا  
گویا رعایا کا خود موجود ہونا ہے۔

سب میں ایک ہی جوش اور جذبہ ہے اور سب ایک ہی تخت کے آگے کھڑے  
ہوئے ہیں۔ اگر کوئی یہ دریافت کرے آخر کونسی بات نے انھیں یہاں لاکے جمع کر دیا  
ہے۔ تو جواب یہی دیا جائیگا کہ وفادارانہ خیال اور تخت انگلستان کی محبت نے  
اور اس بھروسہ نے جو وہ شہنشاہ ہند پر رکھتے ہیں۔ یہ بھروسہ اور جوش محبت کچھ  
یوں ہی تقلیدی نہیں پیدا ہو گیا ہے بلکہ پے در پے کے تجربوں کے بعد یہ بات پیدا ہوئی  
ہے۔ اس کی اور وجہ یہ ہے کہ ملک معظم کی گورنمنٹ نے روزمرہ کے حلوں اور  
طوائف الملوکی سے انھیں آزادی دیدی۔ اور انھیں وہ حقوق عنایت کئے جن کے  
وہ مستحق تھے۔

عام حور پر امن والصاف کی دندڑی پٹ لگئی اور کل آدمیوں کو ترقی کرنے  
اور عزت حاصل کرنے کا موقع ملا۔ یہی اصول ہیں جن سے تمام سلطنت پر حکومت کی  
جاتی ہے اور تمام آدمیوں کے دلوں پر قبضہ ہو گیا ہے اور یہ اسی کا پڑاؤ ہے کہ آپ  
اس وقت مختلف دیار و امصار کے لوگوں کا جمع ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اب میرا فرض  
ہے کہ میں آپ کے آگے۔

## فرمان شاہی

بڑھوں (اور وہ یہ ہے) مابعد دولت و اقبال اپنی وفادار رعایا کو اپنی اس تاج پوشی کے  
موقع پر مبارکباد دیتے ہیں۔ ریسان ہند میں صرف چند رئیس لندن کے جلسہ تاج پوشی  
میں شریک ہوئے تھے اس لئے میں نے اپنے ویرسے و گورنر جنرل ہند کو ہدایت کی

کہ وہ مابعد دولت و اقبال کی تاجپوشی کا ایک دربار دہلی میں منعقد کریں تاکہ کل  
ہندوستانی رئیسوں - سرداروں - رعایا - اور میری گورنمنٹ کے حکام کو اس شاندار  
جلسہ میں شریک ہونے کا موقع ملے۔

وہ میرے ملک اور تخت سے جو کچھ وہ وفادارانہ پیش آتے ہیں اس سے میں  
بہت متاثر ہوں اور مجھے بڑا خیال ہے۔ کئی سال کے عرصہ میں انکی وفاداری اور جو  
حقیقت کے حالات پے در پے میرے سینے میں آئے ہیں اور میری ہندوستانی افواج نے  
مختلف جنگوں میں جو فتوحات حاصل کی ہیں وہ میں برابر گوش گزار کرتا رہا ہوں۔

مجھے اسید تھی کہ میرا بیٹا شہزادہ ویس اور پرنسزاف ویس ہندوستان  
جائیں گے اور اس تاجپوشی کے دربار میں شریک ہوں گے۔ میرے دل میں اس امر  
کی بہت بڑی خواہش تھی کہ ایسا ہو اور خود پرنسزاف ویس بھی چاہتے تھے اور  
میں اس سے زیادہ خوش ہوتا اگر خود آتا اور تاجپوشی کی کل رسمیں اپنے ہاتھ سے ادا  
کرتا مگر ان میں سے کوئی بات نہ ہو سکی۔ اس لئے میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تاکہ میرے  
جلسہ تاجپوشی میں شاہی خاندان کے قائم مقام بن کے شریک ہوں۔

جب سے میں اپنی والدہ مکرم کوئن و کٹوریہ اسپر س اف انڈیا کے بعد تخت  
نشین ہوا ہوں میری دلی خواہش یہی رہی ہے کہ میں ان ہی اصول پر حکومت کروں  
جن اصول پر میری محرزادہ رہبان نے حکومت کر کے اپنی رعایا کے قلوب کو اپنے ہاتھ  
میں لیلیا تھا اور جو عجیب و غریب احترام رعایا نے اپنی مہربان قیصر ہند کا کیا وہ ضرر حیا  
حکومت کا باعث تھا۔ میں پھر ان ہی اصول کی تجدید کر کے بیان کرتا ہوں کہ میری رعایا  
کے وہی حقوق بحال رہیں گے جو اسے پہلے سے حاصل ہیں۔ وہی آزادی قائم رہے گی

۱۔ اسکی بہبود کی کامیابی کا خیال مابعد وست و اقبال کو رہے گا۔

”مذاہد عالم و عالیاں میری بھائی کرے گا تاکہ میں اپنے رعایا اور ملک کو  
سرسبز کرنے میں کامیابی حاصل کروں۔“

اگر ناز و گمان اور غیال و نا اہارہ نہ ہو مایہ نہ بند بہ الفاظ میں ملک و عظم  
کے جو آپ کے آئے اس وقت بیان کیے گئے ہیں۔ ان الفاظ میں ایک خاص اثر و بین  
تھام افسر متاثر ہیں۔ شل میرے اور میرے پیشوں کے جو براہ راست ہر محبتی کے  
کو رشت کے آئے ہیں۔ یہ الفاظ انتظامی معاملات میں شل براہ راست کے کام دیتے ہیں  
ہندوستان کا انتظام فیاضی اور نرمی سے کرنا خیال اس قدر کچی عروج پر نہ تھا۔

جتنا اس وقت پایا جاتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے زیادہ تکلیف اٹھائی ہے زیادہ سختی ہو۔  
اور جنہوں نے عمدہ کام کیا ہو وہ عمدہ استحقاق رکھتے ہیں۔ شاہزادگان ہندوستان نے  
گزشتہ جنگوں میں اپنے سپاہی اور تلواریں ہماری نذر کیں اور ایسا ہی دیگر ضروریات  
مثلاً قحط و غیرہ کے موقع پر ہی فیاضی اور بہادری کا ثبوت دیا۔ جو کہ ان کے پاس ہے  
انہیں اس سے زیادہ دینا محال ہے اور حقائق ان کی موجودہ حالت میں ہے۔  
اس سے زیادہ یقینی بنانا غیر ممکن ہے۔ تاہم یہ تجویز خوشی کی منگو ہے کہ گورنمنٹ عالم  
ان قدر مہم پر چڑھی رہے یا ستوں کو گورنمنٹ فیلڈوں کے مقررہ پر رہے تاکہ ان کے  
کوئی سود نہیں ملے اور ہم امید کرتے ہیں کہ وہ لوگ جنہوں نے ایسا فیاضی کا سہارا لیا  
کیا ہے اسے خوشی منظور کریں گے۔

ہندوستان کے دیگر ذریعوں اور جاعتوں میں بھی دہم امید کرتے ہیں بہت  
جدد شاہی عنایات کا اعلان کیا جائیگا۔ مالی سال کے وسط میں اعلان کرنا یا تجنیہ پیش

رہا خالی از وقت کام نہیں ہوتا ہم اگر موجودہ حالت قائم رہی اور جو ہم معقول ہوتا  
 کی بنا پر امید کر سکتے ہیں کہ ضرور قائم رہے گی تو گویا ہندوستان کی مالی حالت میں ترقی  
 عمل میں آئی ہے اور چھ یقین ہے کہ ہر محسنی کے ابتدائی سالوں میں ہم نائل رعایا  
 ساتھ ہمدردی اور فیاضی کا سلوک کر سکیں گے۔

یہاں ضرورت نہیں ہے کہ میں ان مہربانیوں اور رعایتوں کا با تفصیل ذکر  
 کروں۔ جن کا موجودہ وقت سے تعلق ہے مگر وہ کسی دوسری جگہ مندرج ہیں۔ البتہ  
 اس قدر کہدینا ضروری ہو کہ فوج کے افسر جو آجکل انڈین سٹاف کارپس سے متعلق ہیں  
 ان کا یہ نام نہ رہے گا۔ اور وہ بھی انڈین آری آف دی کنگ (بادشاہ کی ہندوستانی  
 فوج) کے متعلق سمجھے جائیں گے۔

اے رعایا بادشاہ ہندوگان ہند۔ جب ہم ہندوستان کے مستقبل پر نظر ڈالتے  
 ہیں تو بغیر شک و شبہ کے روشن امیدوں کا ایک وسیع میدان ہمیں دکھائی دیتا ہے  
 ہندوستان کے متعلق کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے۔ خواہ وہ آبادی کا ہر یا تعلیم کا یا محنت  
 کا یا معاش کا کہ جسے ہر ان ملک نے اچھی طرح سمجھا نہیں لیا۔ اور بعض مسائل اب  
 ہمارے سامنے حل ہو رہے ہیں اگر برطانیہ اور ہندوستان تو قدر فوج سرد و ہندوستان  
 پر مستقل امن قائم رکھ سکتی ہیں۔ اگر یورپین اور دیسیوں میں اتحاد ہے اور اگر موسم  
 کی طرف توجہ دیں تو کوئی چیز نہیں جو ہندوستان کی ترقی کو روک سکے بفضل خدا ہندوستان  
 کا مستقبل زوال یا تاریکی کا مستقبل نہ ہو گا بلکہ وہ اپنی ترقی پذیر محنت و ہر ازی قوائے اور  
 بڑھنے والے تول اور آرام اور دولت کے لئے خاص جو اپنے ضمیر اور سرے ملک (انگلتان)  
 کے مفاد پر ہمیشہ بھروسہ رکھو۔ لیکن یاد رہے کہ یہ محقق کہی وقوع پذیر نہیں ہو سکتا جب تک





| نمبر<br>شمار | نام اعلاہ یا مقام   | با اختیار ریاستیں جنگوں کیلئے<br>والیہ اسٹے نے مدعو کیا |                            | با اختیار ریاستیں جنگوں کیلئے<br>گورنمنٹ نے مدعو کیا |               |
|--------------|---------------------|---|----------------------------|--|---------------|
|              |                     | تعداد<br>مدعو   | تعداد<br>کی جسٹس شریک ہوئے | تعداد<br>مدعو  | تعداد<br>مدعو |
| ۱            | ندراس               | ۲   | ۲                          | ۱  | ۱             |
| ۲            | بہٹی                | ۳   | ۳                          | ۱۳   | ۱۳            |
| ۳            | بنگلہ               | ۳   | ۳                          | ۱  | ۱             |
| ۴            | ممالک متحدہ         | ۲   | ۲                          | ۱  | ۱             |
| ۵            | پنجاب               | ۷   | ۷                          | ۷  | ۷             |
| ۶            | برہما               | ۰   | ۰                          | ۰  | ۰             |
| ۷            | آسام                | ۱   | ۱                          | ۰  | ۰             |
| ۸            | ممالک متوسط         | ۰   | ۰                          | ۶  | ۶             |
| ۹            | ممالک مغربی و شمالی | ۰   | ۰                          | ۳  | ۳             |
| ۱۰           | حیدر آباد           | ۱   | ۱                          | ۰  | ۰             |
| ۱۱           | میور                | ۱   | ۱                          | ۰  | ۰             |
| ۱۲           | بلوچستان            | ۱   | ۱                          | ۱  | ۱             |
| ۱۳           | متوسط ہندوستان      | ۱۵  | ۱۳                         | ۳  | ۳             |
| ۱۴           | راجپوتانہ           | ۱۵  | ۱۳                         | ۲  | ۲             |
| ۱۵           | برمودہ              | ۱   | ۱                          | ۰  | ۰             |
| ۱۶           | کشمیر               | ۱   | ۱                          | ۰  | ۰             |
| ۱۷           | اجمیر ماروار        | ۰   | ۰                          | ۰  | ۰             |

| نمبر<br>شمار | نام احاطہ یا مقام  | تعداد روسا یا خٹکے و معززین | تعداد عہدہ داران دیگر معززین |
|--------------|--------------------|-----------------------------|------------------------------|
| ۱            | مراس               | ۴                           | ۲                            |
| ۲            | لبئی               | ۹                           | ۴                            |
| ۳            | سنگال              | ۲۹                          | ۳۰                           |
| ۴            | مالک متحدہ         | ۴۲                          | ۳۳                           |
| ۵            | پنجاب              | ۰                           | ۸۶                           |
| ۶            | برہما              | ۰                           | ۳                            |
| ۷            | آسام               | ۶                           | ۲۱                           |
| ۸            | مالک متوسط         | ۰                           | ۳۴                           |
| ۹            | مالک مغربی و شمالی | ۲۰                          | ۰                            |
| ۱۰           | حیدر آباد          | ۲                           | ۵                            |
| ۱۱           | میور               | ۰                           | ۴                            |
| ۱۲           | بلوچستان           | ۳۰ + ۴۵                     | ۰                            |
| ۱۳           | متوسط ہندوستان     | ۰                           | ۰                            |
| ۱۴           | راجپوتانہ          | ۰                           | ۰                            |
| ۱۵           | برٹودہ             | ۰                           | ۰                            |
| ۱۶           | کشمیر              | ۰                           | ۰                            |
| ۱۷           | اجمیر ملاروٹ       | ۰                           | ۴                            |

| نمبر<br>شمار | نام احاطہ یا مقام | صاحبان انگریز جنکو لوکل گورنمنٹ نے مدعو کیا۔ |      |       |
|--------------|-------------------|--|------|-------|
|              |                   | مرد  | عورت | میزان |
| ۱            | مدرا س            | ۳۴   | ۱۷   | ۵۱    |
| ۲            | بیبی              | ۴۱   | ۱۴   | ۵۵    |
| ۳            | بنگال             | ۳۲   | ۰    | ۳۲    |
| ۴            | مالک متحدہ        | ۲۹   | ۲۰   | ۴۹    |
| ۵            | پنجاب             | ۱۹   | ۲۲   | ۴۱    |
| ۶            | برہما             | ۲۲   | ۱۶   | ۳۸    |
| ۷            | آسام              | ۱۷   | ۹    | ۲۶    |
| ۸            | مالک متوسط        | ۱۹   | ۲۲   | ۴۱    |
| ۹            | مالک مغربی دشالی  | ۱۱   | ۱۰   | ۲۱    |
| ۱۰           | چیدر آباد         | ۱۴   | ۸    | ۲۲    |
| ۱۱           | میسور             | ۸  | ۶    | ۱۴    |
| ۱۲           | بلوچستان          | ۱۶   | ۱۰   | ۲۶    |
| ۱۳           | متوسط ہندوستان    | ۱۲   | ۱۳   | ۲۵    |
| ۱۴           | راجپوتانہ         | ۲۱   | ۱۲   | ۳۳    |
| ۱۵           | بڑودہ             | ۴  | ۸    | ۱۲    |
| ۱۶           | کشمیر             | ۷  | ۴    | ۱۱    |
| ۱۷           | اجمیر مارواڑ      | ۰  | ۰    | ۰     |

(الف) روسا با اختیار جنگ و سراسر کلسنی میرا نے مدعو کیا تھا

مدراس

ہرنائنس راجہ صاحب کوچین ہرنائنس مہاراجہ صاحب ٹراونکور

میٹی

ہرنائنس راؤ صاحب - کچہہ ہرنائنس میر صاحب - خیرپور

ہرنائنس مہاراجہ صاحب - کوہاپور

بنگال

ہرنائنس مہاراجہ صاحب - کوچن بیلہ ہرنائنس مہاراجہ صاحب - سکم

ہرنائنس راجہ صاحب - کوہ پٹیرا

مالک متحدہ

ہرنائنس مہاراجہ صاحب - بنارس - ہرنائنس نواب صاحب - رامپور

پنجاب

ہرنائنس نواب صاحب - بہاولپور - ہرنائنس راجہ صاحب - فریدکوٹ

ہرنائنس راجہ صاحب - جیند - ہرنائنس راجہ صاحب - کپور تھلہ

ہرنائنس راجہ صاحب - ناہم - ہرنائنس مہاراجہ صاحب - پٹیالہ

ہرنائنس راجہ صاحب - سرسوتھن

آسام

ہرنائنس راجہ صاحب - منی پور

حیدر آباد

ہرنائٹس نظام صاحب - حیدر آباد

میسور

ہرنائٹس مہاراجہ صاحب - میور -

## بلوچستان

ہرنائٹس خان صاحب - قلات -

## ممالک متوسط

ہرنائٹس بگیم صاحبہ - بہوپال - ہرنائٹس مہاراجہ صاحب - چرکھاری

ہرنائٹس مہاراجہ صاحب چھترپور - ہرنائٹس مہاراجہ صاحب - دتیا -

ہرنائٹس ستیہ راجہ صاحب - دیواس - ہرنائٹس جونیہ راجہ صاحب - دیواس

ہرنائٹس راجہ صاحب - دہار - ہرنائٹس مہاراجہ صاحب - گوالیار

ہرنائٹس مہاراجہ صاحب - اندور - ہرنائٹس نواب صاحب - جیوڑہ

ہرنائٹس مہاراجہ صاحب - اورچھا - ہرنائٹس راجہ صاحب - راجگڑھ

ہرنائٹس راجہ صاحب - رقام - ہرنائٹس مہاراجہ صاحب - ریوا

ہرنائٹس مہاراجہ صاحب - سمبہر -

## راجپوتانہ

ہرنائٹس مہاراجہ صاحب - الور - ہرنائٹس مہاراجہ صاحب - بیکانیر

ہرنائٹس مہاراجہ صاحب - بئدی - ہرنائٹس مہاراجہ رانا صاحب - دہولپور

ہرنائٹس مہاراجہ صاحب - ڈنگرپور - ہرنائٹس مہاراجہ صاحب - جیسلمیر -

ہرنائٹس راج رانا صاحب - جھالاوار - ہرنائٹس مہاراجہ صاحب - جودپور

ہزارئیں مہاراجہ صاحب - قروٹی - ہزارئیں مہاراجہ صاحب - کشنگڑھ  
 ہزارئیں مہاراجہ صاحب - گڑھ - ہزارئیں مہاراجہ صاحب - سرہی -  
 ہزارئیں لڑاکا صاحب - ٹنگ - ہزارئیں مہاراجہ صاحب - اودیپور -

برہودہ

ہزارئیں لیکوڑ صاحب - برہودہ  
 کشمیر  
 ہزارئیں مہاراجہ صاحب - کشمیر -

(ب) رؤساء باختیار جنکو لوکل گورنمنٹ نے مدعو کیا تھا  
 مدراس (ب)

ہزارئیں مہاراجہ صاحب پودوگوڑ

فہرست رؤساء بمبئی پریسڈنسی جنکو ہر کسٹنس گورنمنٹی نے مدعو کیا تھا  
 بمبئی (ب)  
 کیسے - قصاویڈی ۱۱ - باندا - ۹ توپ نقد ادیلای

جنمیرا - ۹ توپ - جونا گڑھ - ۱۱ توپ

بھاؤنگر - ۱۱ توپ - پور بندر - ۱۱ توپ

موردی - ۱۱ توپ - گوندول - ۱۱ توپ

پلیٹنا - ۹ توپ - ایدر - ۱۵ توپ

لمبیدی - ۹ توپ - راج پیللا - ۱۱ توپ

باریا - ۹ توپ - ہزارئیں جناب صاحب شہر و مقلاد (ع) ۱۲ توپ



## ممالک متوسط (ب)

راجہ صاحب - برہاکوٹل      راجہ صاحب - بدرا - سی - آئی - ای -  
 راجہ صاحب - رائے گڑھ      راجہ صاحب - خیرا گڑھ  
 راجہ صاحب - مکڑی      راجہ صاحب - سپنور

## ممالک مشرق و مغربی سرحد (ب)

مہتر صاحب - چترال      نواب صاحب - دیر  
 خان صاحب - نواب گائی

## بلوچستان (ب)

جام صاحب - لاس بیلا -

## سنٹرل انڈیا (ب)

رانا صاحب - بڑوانی      ٹھاکر صاحب - پیلوود  
 راؤ صاحب - علی پور - سی - ایس - آئی -

## راجپوتانہ (ب)

چیف صاحب - شاہپورہ      ٹھاکر صاحب - لاوا  
 (ج) روسا بھا خطاب دیگر مغزین جنگوکل گورنمنٹ نے مدعو کیا تھا

## مدراں (ج)

محمد منور صاحب - کے - سی - آئی - ای - خان بہادر - پرنس ارکوٹ -  
 بہاراج رنگاراؤ صاحب - کے - سی - آئی - ای - راجہ بوبی بی - زمیندار ضلع دیر کیا تم  
 بہاراج صاحب - بیپور - زمیندار - ضلع دیر کیا تم -



راجہ - دین کا تاگیری صاحب کے سی - آئی - ای - زمیندار ضلع نیلور -

زمیندار صاحب دیرہ کوٹہ - ضلع گنجام -

راجہ - پرلاکیدی صاحب - زمیندار ضلع گنجام -

زمیندار - آسٹیا پورم صاحب - ضلع ٹی نی دیلی -

زمیندار نند داسہ صاحب - ضلع گنجام -

راجہ - کلی کوٹہ - وسائاگدا صاحب - زمیندار ضلع گنجام -

آئریمل دیوان بہادر - ایس سری نواسا رنگھوایان گراپور گل - سی - آئی - ای

راجہ سر صاحب - ایس رام سورمی سودا بیار - سی - آئی - ای -

آئریمل جیلنگم مودالی یار صاحب - سی - آئی - ای - رائے بہادر ممبر لیجلیٹو کونسل -

آئریمل نواب محمد صاحب بہادر ممبر لیجلیٹو کونسل -

ایم - آر - رائے سی سنگرن نیاراپور گل - گورنمنٹ پیڈر - دراس -

آئریمل - جی - سری نور ساراؤ - ممبر لیجلیٹو کونسل -

آئریمل پراجو نیلو - ممبر لیجلیٹو کونسل -

آئریمل - پی - اتنا سہا پوتی - پٹی - ممبر لیجلیٹو کونسل -

آئریمل رائے بہادر - پی اتند اپرلو - اپور گل - سی - آئی - ای - ممبر وائسرائے

لیجلیٹو کونسل -

راجہ صاحب ویو دیوا - راجہ گارو - گر لنگو بی - ضلع مالابار

ایم - آر - رائے سی - آر پیٹیم پی ریوا - ایاراپور گل - حج شہر - عدالت دیوانی -

مسٹر - این سبر منییم - بیر سٹریٹ لا - جنرل منتطحات -

دیوان بہادر سی۔ راجچندرا راو صاحب۔ وکیل ہائیکورٹ۔  
 دیوان بہادر پی۔ راجہ اتنا سواولی یار ایورگل۔ سی۔ آئی۔ ای۔ محکمہ آبپاشی۔  
 ایم۔ آر۔ رائے۔ اے۔ انوامی بتوار۔ ایورگل۔ ضلع تن جورا۔

نام  
 میر مظفر حسین خاں صاحب۔ سورت  
 بمبئی (دج) شمالی ڈویژن سکونت

راؤ بہادر حمایت لعل دیورج رام صاحب۔ احمد آباد  
 آنریبل راؤ بہادر جی لعل وی لعل صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ پٹروئج  
 بچے داس دہارنداس صاحب وی۔ خیرا  
 رائے بہادر مکند رائے منی رائے صاحب۔ سورت  
 ٹھاکر صاحب۔ آٹلیہ۔ ضلع احمد آباد

خان بہادر نور مہی پستم جی صاحب وکیل۔ سی۔ آئی۔ ای۔ احمد آباد  
 راؤ بہادر راجچندرا صاحب ترسباک آچلریہ قحانہ  
 آنریبل سٹرگوکل داس خان داس صاحب۔ پیرک بے۔ ایل ایل بی بمبئی  
 گنگا دہر پنچمن سوامی صاحب۔ ستارہ ڈسٹرکٹ (سنٹرل ڈویژن)  
 لگا جوری راؤ راجچندرا راؤ صاحب۔ پنکاری۔ کھولا پور  
 خان صاحب دیاسیاں انور خان۔ ضلع خاندیس

آنریبل سٹرہری سینارام صاحب۔ ڈکٹ۔ بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ بمبئی  
 آنریبل سٹر جی کے گوگل صاحب۔ بی۔ اے۔ بمبئی  
 رام کرشنا گوپال بہندر صاحب۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ڈی سی۔ آئی۔ ای۔ بمبئی

ور چند ویپ چند صاحب - سی - آئی - ای - شولا پور بیٹی

## حصہ شمالی

لن گویا چیا پاعرف آپا صاحب - دیسی ضلع بیل گاؤں -

انہم گودا بساؤ پراہو صاحب - بیرسٹرایٹ لا - ایضاً

راجندرارا دوش وس راو عرف بالا صاحب - سونت پورسل - ایضاً

دنایک دندی راج بی واکر صاحب - ضلع کولابا -

آزیزیل سٹروے - جی آباچی لوخیری - بی - اے ایل ایل بی - بیٹی

آزیزیل راو بہادر اجیت البکر دیسی - سنگلی - ایس - ایم - سی - شہر بیٹی

جشنید جی - نارنرون جی صاحب - تانا - بیٹی

فضل بھائی و سرام صاحب - سی - آئی - ای - ایضاً

جشنید جی - جی جی بھائی صاحب (بیرسٹر) - ایضاً

ہر کشنداس ناروتم داس صاحب - بیٹی

ہر راقش سر آغا ز سلطان محمد شاہ - آغا خان صاحب کے سی - آئی - ای - بیٹی

آزیزیل سٹرن فرور شاہ مروان جی ہتھا صاحب - سی - آئی - ای - بیٹی

آزیزیل سر بال چندر اکشنا بہا نا دیدی کار صاحب - بانہ بیٹی

ڈاکٹر تلیم جی بہیکاجی - ماری مین صاحب - بیٹی

سٹرن بہو ان جی ڈنشا پیٹ صاحب - بیٹی

سٹرن ڈنشا نانک جی پیٹ صاحب (بہمدھ) - بیٹی

آزیزیل سٹرن بدر الدین حبیب جی صاحب - بیٹی

آنریبل سربراہ ابراہیم رحمت اللہ صاحب - بیٹی

آدم جی پیر بھائی صاحب - بیٹی

آنریبل سر جسٹس نراین گنیش چنداگر صاحب - بیٹی

عل جی بھوانی داس بابا - بیبا یا صاحب - بیٹی

گوردھن داس خطن مکن جی صاحب - بیٹی

وٹل داس دامودر کھاکر سہائے صاحب - بیٹی

گوردھن داس گوکل داس تیج پال صاحب - بیٹی

آنریبل سٹرائس - ایم موسس صاحب - بیٹی

ایچ ایچ میر محمد حسین علیخان صاحب - سی - آئی - ای - حیدر آباد

ایچ ایچ میر نور محمد خاں صاحب - حیدر آباد

میر رستم خاں صاحب - ضلع سکر

آنریبل میرالہ بخش خاں صاحب - حیدر آباد

شمس العلماء پیر میاں شاہ مردان شاہ صاحب - ضلع شکار پور

مالک صفدر خاں صاحب بالا خاں - ضلع کراچی

جام بہو خاں صاحب - ضلع شکار پور

فضل رام کہیم چند صاحب - سی - آئی - ای - کراچی

دویر داکہ بخش خاں صاحب - ضلع شکار پور

مدرو علی مراد صاحب - اپر سندھ ضلع زواتیٹر

خان بہادر تھادر خاں صاحب - ضلع لارکانا

اس میں سرور نیست را و مادہ ہاراؤ و پچرا صاحب - ضلع ناسک

نندراؤ فائدہ را کو عرف بالا صاحب راستی - پڑا

سی - آئی - امی - یاسی - ایس - آئی

بھاسن جی بھاسن جی صاحب دستور - بیٹی

خان بہادر پنجو جی کاؤس جی صاحب مرسان - بیٹی

نوری مانگ جی صاحب ویدیا - بیٹی

خان بہادر مان جی چر جی رستم جی صاحب دیولو - عدن

ایڈل جی صاحب ڈنشا - کرپنچی

خان بہادر سردار محمد یعقوب شیخ اسماعیل صاحب - حیدر آباد سندھ

فرون جی کنور جی صاحب تارا پور والہ - احمد آباد

بنگال (ج)

یجلیٹو کونسل کے نومبر

مہاراجہ صاحب بہادر سرجو تندر و سونہ - تگوری -

مہاراجہ صاحب بہادر سرجو تندر و سونہ - تگوری -

مہاراجہ صاحب - نادیا -

مہاراجہ صاحب - سبرسا -

مہاراجہ صاحب - دربنگا -

مہاراجہ صاحب - چھوٹا ناگپور -

مہاراجہ صاحب - مین سنگھ -

مہاراجہ صاحب بہادر بیٹھور۔

مہاراجہ صاحب بہادر۔ وینا چور۔

مہاراجہ صاحب بہادر۔ درگا چرن۔ لا

مہاراجہ صاحب بہادر۔ سریا کنتا آچار یہ

مہاراجہ صاحب بہادر۔ ستیم پور۔

مہاراجہ صاحب بہادر۔ بنے لی۔

مہاراجہ صاحب بہادر۔ خامیرا۔

مہاراجہ صاحب بہادر۔ تھر پور۔

مہاراجہ صاحب بہادر۔ نصیر پور۔

مہاراجہ صاحب بہادر۔ دیگا پٹیا۔

مہاراجہ صاحب بہادر۔ کھنٹا ناتھ دی۔

مہاراجہ صاحب بہادر۔ سرسندرمون تھوری۔

مہاراجہ صاحب بہادر۔ پیارے موہن مگر جی۔

مہاراجہ صاحب بہادر۔ مان بہاری کپور۔ بردوان۔

مہاراجہ صاحب بہادر۔ بی نے کرشنا۔

مہاراجہ صاحب کنور۔ بردوان۔

پرنس کنور صاحب۔ رگدر۔

صاحبزادہ محمد تختیار شاہ صاحب۔

نواب صاحب بہادر۔ مرشد آباد

نواب صاحب - وکن - نواب صاحب - بوگرا -

نواب سید امیر حسین صاحب - سی - آئی - انجی -

ہری دتاری بومونگ چٹا گنگ صاحب - احاطہ بہار -

ممالک متوسط (ج)

قلعہ دارائن اودھ

مہاراجہ بیگوتی پرساد سنگھ صاحب - بلرام پور -

مہاراجہ سر پرتاب نرائن سنگھ صاحب - کے - سی - آئی - ای - اجودھیا -

رانا پوراج سنگھ صاحب - ٹھکری (نخچور گاؤں) -

راجہ جگ موہن سنگھ صاحب - سی - آئی - ای - اترا چاند پور -

راجہ رام پال سنگھ صاحب - کالا کنکر -

راجہ رام پال سنگھ صاحب - کوری بدھولی -

امیر الدولہ سید الملک ممتاز جنگ راجہ سر محمد امیر حسین خاں صاحب

خان بہادر کے - سی - آئی - ای - محمد آباد -

آزیم علی راجہ تصدق رسول خاں صاحب - سی - ایس - آئی - جہانگیر آباد -

راجہ پرتاب بہادر سنگھ صاحب - کالا پرتاب گڑھ -

راجہ بھوپ اندرا بکرم سنگھ صاحب - سی - آئی - ای - بیگ پور -

معززین صوبہ آگرہ

راجہ فتح سنگھ صاحب - پوایان -

جے کرشنا داس بہادر صاحب - سی - ایس - آئی -

- راجہ شمیم سنگھ صاحب - تاج پور  
 راجہ کرشنا کنور صاحب - مسیرام  
 راجہ رام پرتاب سنگھ صاحب - مین پوری  
 راجہ بلونت سنگھ صاحب - سی - آئی - ای - آوا  
 راجہ کہوسل کشور پرشاد مل صاحب بہادر - منجھولی  
 راجہ رام سنگھ صاحب - بستی  
 راجہ محمد سلامت شاہ صاحب - اغظم گڑھ  
 راجہ صاحب - مرسان - راجہ رہمیر سنگھ صاحب - دہرہ  
 آزیمل نواب ممتاز الدولہ محمد فیاض علیخان صاحب - پہاسو  
 نواب یوسف علی خاں صاحب -  
 نواب عبداللہ خاں صاحب خان بہادر داس چیرمین میونسپل بڈو میرٹھ  
 نواب احمد شاہ صاحب - سر دھنہ  
 راجہ اودے راج سنگھ صاحب - کانسی پور  
 راجہ بہو بندرا بہادر سنگھ صاحب - کنٹ  
 راجہ ٹھاکر پرشاد زاین صاحب - دیولہ ہدی  
 راجہ رام پرتاب سنگھ صاحب - ماندا  
 راجہ رام سنگھ صاحب - رامپور  
 راجہ نرپت سنگھ صاحب - اسوتر  
 راجہ سردار سنگھ صاحب بہادر - کھیرہ



مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب - سی - ایم - جی -

بہادر محمد پدایا پنڈت ہمیش چندرا پنپا یا رتنا صاحب - سی - آئی - ای -

پنڈت ہیت رام صاحب - سی - آئی - ای -

شیخ طاہر عبد الکریم خاں صاحب خان بہادر - سی - آئی - ای -

منشی عبد الکریم خاں صاحب - سی - آئی - ای - سی - وی - او -

نواب محسن الملک صاحب آنریری سکریٹری - ایم - اے - او - کلچر سوسائٹی

رائے کرشنا شاہ بہادر صاحب - آنریری مجسٹریٹ و ممبر میونسپل بورڈ - پنی تال -

بابا سنوہر لعل صاحب - چیرمین - میونسپل بورڈ - خفیض آباد -

سیدناں قادر مرزا محمد حسین علی صاحب بہادر (خاندان شاہی اودھ)

نواب مہدی حسین خاں صاحب بہادر (ابو صاحب) لکھنؤ -

### عہدہ داران سرکاری

کنور بھوت سنگھ صاحب - ڈسٹرکٹ جج قانونی عدالت سول -

پنڈت رانا شنکر مہرا صاحب - مجسٹریٹ و کلکٹر قانونی عدالت سول

1 جج عدالت خفیض اودھ

1 ایضاً آگرہ

1 ڈپٹی کلکٹر اودھ

1 ایضاً آگرہ

1 ماتحت جج اودھ

1 ایضاً آگرہ

- ۱ پارس انسپکٹر -
- ۱ افسر محکمہ تعلیم -
- ۱ اسسٹنٹ ڈاکٹر -
- ۱ انجینئر محکمہ آبپاشی -
- ۱ انجینئر محکمہ سڑک و غیره -
- ۱ مسقف اددعہ -
- ۱ ایضاً اگره -

### پنجاب (ج)

- سرزاد محمد کیوان شاہ صاحب عرف سر پا جاہ - ضلع دہلی
- سردار جیون سنگھ صاحب شاد - سی - ایس - آئی - ضلع انبالہ
- نواب ابراہیم علی خاں صاحب - کنبپورہ - ضلع کرنال -
- نواب بہادر عظمت علی خاں صاحب - منڈال - ضلع کرنال
- خان بہادر مولوی سید ضیاء الدین خاں صاحب شمس العلماء ایل ایل ڈی ضلع دہلی
- برخوردار میر محمد باقر علی خاں صاحب - سی - آئی - ای - ضلع انبالہ
- سردار دیواندر سنگھ صاحب - سالولی - ضلع انبالہ
- سردار پرتاب سنگھ صاحب - سالولی - ضلع انبالہ
- سردار نرائن سنگھ صاحب - بانک پاجرا - ضلع انبالہ
- سردار بہادر ہرنام سنگھ صاحب - ضلع انبالہ
- سید احمد صاحب امام جامع مسجد - دہلی

میاں اور دسنگہ صاحب برادر میاں پردوان سنگہ - ضلع انبالہ  
 میاں گوردھن سنگہ صاحب - رام گڑھ - ضلع انبالہ  
 میاں سکھ درشن سنگہ صاحب - رام گڑھ کجولی - ضلع انبالہ  
 خان صاحب محمد عالم خاں صاحب - کوٹلہ ہنانک - ضلع انبالہ  
 سردار کشن سنگہ صاحب - تہل تنگر - ضلع کرنال  
 سردار جس میر سنگہ صاحب - تہل تنگر - ضلع کرنال  
 سردار بہادر جوالا سنگہ صاحب - جھردلی - ضلع کرنال  
 سردار پرتاب سنگہ صاحب - ایس - بی - مین پور - ضلع انبالہ  
 سردار گوردت سنگہ صاحب - صاحبزادہ سردار رام سنگہ شام گڑھ - ضلع کرنال

### قسمت جالندھر

راجہ جے چند ہنری صاحب - سیرا ۳۴ دگرس - لمباغراؤں - کانگرا  
 راجہ جی سنگہ صاحب سبا - کانگرا  
 راجہ ندر چند - نودوں - کانگرا  
 کنور سرپرنام سنگہ صاحب - کے - سی - آئی - ای - کپورتھلہ - جالندھر  
 سردار پرتاب سنگہ صاحب اہوالیہ - جالندھر  
 سردار چرن جیت سنگہ صاحب - اہوالیہ - جالندھر  
 راجہ رام پال - کٹلہ - کانگرا  
 گردنہال سنگہ صاحب - کرتار پور - جالندھر  
 راجہ رگھناتھ صاحب جیسوان ہوشیار پور

|                                      |            |
|--------------------------------------|------------|
| سودیرام نراین سنگه - اتند پور -      | ہوشیار پور |
| بیدی سبجان سنگه صاحب -               | ہوشیار پور |
| سردار بدن سنگه صاحب - مالودہ -       | لودھیانہ   |
| محمد طاہر صاحب -                     | لودھیانہ   |
| سردار بلونت سنگه صاحب - میر -        | لودھیانہ   |
| رانالہنا سنگه صاحب - شناسوال -       | ہوشیار پور |
| صوبہ دار سردار البیل سنگه - لودھرن - | لودھیانہ   |
| صوبہ دار سردار سری سنگه - لودھرن -   | لودھیانہ   |
| قسمت لاہور                           |            |
| سردار بخشیش سنگه صاحب سندن والیہ -   | امر قسر    |
| سردار امر او سنگه صاحب - بھیتیا -    | امر قسر    |
| نواب فتح علی خاں صاحب - قزلباش -     | لاہور      |
| سردار بیانہ ناندہ سنگه صاحب -        | لاہور      |
| مہاراجہین چند صاحب -                 | گورداسپور  |
| بھائی گور بخش سنگه صاحب -            | امر قسر    |
| دیوان نرنڈر ناتھ صاحب - ایم - اے -   | لاہور      |
| سردار سروپ سنگه صاحب - الوی -        | لاہور      |
| سردار بلونت سنگه - احیہ - بہالہ -    | گوجرانوالہ |
| سردار آروڑ سنگه صاحب - نوشیرونگل -   | امر قسر    |

رچپال سنگھ صاحب - سرنوالی - سیالکوٹ  
 سردار دیال سنگھ صاحب - رنجھایا - سیالکوٹ  
 دیوان ہری سنگھ صاحب - عقل گڑھ - گوجرانوالہ  
 رائے بہادر سودی حکم سنگھ صاحب - دیوان بہادر - لاہور  
 سردار بہادر ارجن سنگھ صاحب - چیمبال - امرتسر  
 خان بہادر میاں غلام فرید خان صاحب - گورداسپور  
 سرمدن گوپال صاحب (بمہر پنجاب لکھنئو کونسل) - لاہور  
**قسمت راولپنڈی**

انزبیل سرابو کہیم سنگھ صاحب - بیوی کے - سی - آئی - ای - راولپنڈی  
 ملک عمر حیات خاں صاحب - تیوانہ - شاہ پور  
 ملک غلام محمد خاں صاحب - جودہرا - راولپنڈی  
 راجہ علی بہادر خاں صاحب - گجرات  
 سردار ٹیک سنگھ صاحب - پہلچی - راولپنڈی  
 ملک محمد امین خاں صاحب - شمس آباد - راولپنڈی  
 راجہ کریم داد خاں صاحب - گلگر - راولپنڈی  
 سودی شیر سنگھ صاحب - ہرن پورہ - جہلم  
 محمد حیات خاں صاحب - احمد آباد - جہلم  
 سرخزمین جہمی - ایف - کما دور - کے - بی - سی - آئی - ای - راولپنڈی  
 ملک بہادر خاں صاحب - چھان آباد - شاہ پور

ملک خدا بخش صاحب - تیوانہ - شاہ پور  
 خان بہادر ملک حکیم خاں صاحب - نون یا اس کا بھتیجہ محمد میا خاں - شامپور  
 ملک خاں محمد خاں صاحب - تیوانہ - شاہ پور  
**قسمت ملتان**

مخدوم حسین بخش صاحب - ملتان  
 آنریبل نواب سر امام بخش خان صاحب مزاری - کے - سی - آئی - ای - ڈیرہ غازیخان  
 سردار بہرام خاں صاحب خلف الرشید آنریبل نواب سر امام بخش خان صاحب  
 مزاری کے - سی - آئی - ای - ڈیرہ غازیخان  
 لطف حسین خاں صاحب عرف میاں شاہ نواز خاں سرائی - ڈیرہ غازیخان  
 خان بہادر محمد عبداللہ خاں صاحب - سی - آئی - ای - عیسیٰ خیل - میان والی  
 ملک یار محمد خاں صاحب - کالا باغ - ایضاً  
 سردار بہادر خان خوشا صاحب - ڈیرہ غازیخان  
 سردار سلیم خاں صاحب - درمیں حق - ایضاً  
 سردار حلیب خاں صاحب - گورچنی - ایضاً  
 سردار محمد حسین خاں صاحب - بوزور کلاں - ایضاً  
 سردار نورنگ خاں صاحب - پشتہ افزہ سوری بوند کے - ایضاً  
 سردار فضل علی خاں صاحب - کسراہن - ایضاً  
 سردار سہ خاں صاحب - طبی بوند کے پشتوا - ایضاً  
 خان بہادر شریف احمد خاں صاحب - خان گوٹھ - مظفر گڑھ

اسحاق محمد خاں صاحب - ملتان  
 مولاداد خاں صاحب - جھنگ  
 امیر علی خاں صاحب - ایضاً  
 سردار تیغیا خاں صاحب - لکھوری  
 ڈیرہ غازی خاں

### برہما (ج)

مونگ روپیہ آئے - ٹی - ایم - بیوک -  
 مونگ ٹن صاحب گیا - ٹی - ڈی - ایم - اکثر اسٹنٹ کشن  
 مونگ ادنگ لان صاحب - کے - ایس - ایم - ایضاً  
 آنریبل یو پو صاحب - کے - ایس - ایم -  
 مونگ سان صاحب - پی - ٹی - وی - ایم - اکثر اسٹنٹ کشن  
 مونگ ہور صاحب - ٹی - ڈی - ایم - بیوک  
 یو - پی - گیا تھو صاحب - کے - ایس - ایم -  
 مونگ تھو صاحب - دو - وی - اے - ٹی - ایم -  
 مونگ ٹن - گیوی صاحب - اے - ٹی - ایم - بیوک -  
 مونگ نن مون صاحب -  
 مونگ کت صاحب - کے - ایس - ایم - اکثر اسٹنٹ کشن  
 مونگ شودی پو صاحب - اے - ٹی - ایم - اکثر اسٹنٹ کشن  
 مونگ رٹن صاحب - کے - ایس - ایم - بیوک -  
 مونگ تھو - ٹاؤ - یو - ٹی - ڈی - ایم - صاحب -

سونگ - بی صاحب - اے - بی - ایم -

سونگ شیوی تھا صاحب - اے - بی - ایم -

سونگ تن ہلا صاحب - بی - ڈی - ایم -

سونگ شادی - پی - کے - ایس - ایم صاحب سابق اکثر اسسٹنٹ کمشنر

لیکن سون صاحب کے - ایس - ایم - پوک - مہتمم ریاست ماتحت ہوم ہسپتال -

سونگ پو صاحب - اے - بی - ایم بیوزا - ہسٹونگ لیکن -

### آسام (ج)

سری جت مل بیوج صاحب بروا -

راے جی لعل صاحب سراوگی بہادر

سری جت صاحب لکھنور پور گوہن جوڑیت -

سری جت کالی پرشاد صاحب چانی نا -

سری سری داتا دیو انیانی اوہلیکن گوہامی

سری سری نایدو کارگوہامی - لیکن پت

راے لیکن ناتھ صاحب - بارو بہادر - بی - اے - جوڑیت -

ابو سواما چرن صاحب موہرا - بی - اہل -

سری جت بیوانی چرن صاحب سرا -

سری جت تندو ناتھ صاحب سرور -

ضی رحمت علی صاحب

راے صاحب بیونن راہ اس صاحب - کم روپ

لکیم پور

سوداگر لکیم پور

سب ساگر

یہ شریف خاندانوں

میں خیال کئے جاتے ہیں

بار رنگ

انزیری مجبڑیٹ

نوگاؤند

انزیری مجبڑیٹ



- (۲) سری جوت مانک چندرا صاحب برما - خود مختار
- (۳) سری سری گوہنڈادیو صاحب سرا - بورادی کوی برپتیا سرا
- (۱) راجہ پراہمت چندرا برداگوری پورہ - گولی پادرا
- (۲) بابو بشنو چندرا صاحب چٹاپہ میاں بی - ایل - وائس چیرمین
- (۱) بابو کمانی کنور چندرا صاحب - ایم - اے - بی - ایل - کوچار
- (۱) راجہ گرس چندرا رائی صاحب - زمیندار
- (۲) مولوی علی امجد خاں صاحب - خاص زمیندار ضلع کا
- (۳) مولوی مجید بخت خاں صاحب - زمیندار سہل بہت
- (۳) بابو بیکینہ ناتھ صاحب سرا - ایضاً
- (۱) بابو جی بون سے صاحب - پٹن یافتہ اکڑا اسٹنٹ کشتہ خاص خجیہ
- (۲) یوگور سنگھ صاحب - جلیل القدر ہے سیم پہاڑیوں پر
- (۳) یہ کنہی سنگھ صاحب - عیسائی ہے اور باختر سیم ہے
- (۱) بابو درگاچرن صاحب سین - بی - اے - بی - ایل - سہلٹ
- رائے مادھوپ چندر مر دلائی صاحب بہادر - ایل - ایل - کرویہ
- رائے دلال چندر دیب صاحب بہادر - بی - ایل - سہلٹ
- راجہ بہادر گہوجی رائے صاحب - ناگپور
- راجہ اعظم شاہ صاحب - ناگپور
- گنگا بہار رائے صاحب حب نویس سی - آئی - ای - آنریری مجسٹریٹ دہریہ
- ناگ میونسپل - ناگپور

رائے بہادر کتور چندر صاحب - آنریری مجسٹریٹ - ناگیور  
 رائے بہادر پین کرشنا صاحب بوس سی - آئی - ای ناگیور  
 غلام مصطفیٰ صاحب - آنریری مجسٹریٹ ووائس پریسیڈنٹ سیونل آرڈی - درہا  
 رائے بہادر گلشا باپو صاحب - زمیندار - پاسکھڑہ - چنڈا  
 رائے بہادر چندی پرشاد صاحب آنریری مجسٹریٹ و زمیندار - چنڈا  
 رائے بہادر لکھن صاحب - زمیندار کپٹا - بہنڈارہ  
 مادھو رائے بھان صاحب - زمیندار ام کمالی د آنریری مجسٹریٹ - بہنڈارہ  
 رائے صاحب رنگ رائے - پریسیڈنٹ کونسل - ضلع بہنڈارہ  
 رگھوناتھ بابا صاحب - زمیندار - جیل پور  
 راجہ اجت سنگھ صاحب - زمیندار - جیل پور  
 راجہ وشنو ناتھ سنگھ صاحب - تعلقہ دار - جیل پور  
 راجہ گوکل داس صاحب سیٹھ - زمیندار و مالک بینک - جیلپور  
 رائے بہادر بہاری لعل صاحب زمیندار و آنریری مجسٹریٹ - جیلپور  
 رائے صاحب وکٹ رائے - آنریری مجسٹریٹ - سنگور  
 رائے بہادر تھاکر باراج سنگھ صاحب - آنریری مجسٹریٹ و زمیندار - سنگور  
 مولوی ظہور الدین صاحب - آنریری مجسٹریٹ و زمیندار - دموک  
 دیوان محمد علی حال صاحب - زمیندار - دسیولی  
 راجہ کمریش صاحب - زمیندار - ہوشنگ آباد  
 رائے صاحب نرسنگھ صاحب - آنریری مجسٹریٹ و زمیندار - ایضا

راجہ بلونت راو صاحب بھگوتی - آنریری اسٹنٹ کمشنر زمیندار - نیم  
 راجہ بچے بہادر - زمیندار - زنگہ پور  
 شاہ کرمدان شاہ صاحب - جاگیر دار - ہری - چند داڑہ  
 برج راج سنگھ صاحب دیو - آنریری اسٹنٹ کمشنر زمیندار کھار - راجپور  
 نعل چتر سنگھ صاحب زمیندار نواب گڈھ - آنریری مجسٹریٹ - رائے پور  
 راؤ بہادر رگھو بار یادک صاحب زمیندار آنریری مجسٹریٹ - رائے پور  
 ٹھاکر رگھو راج سنگھ صاحب - زمیندار پندربا - بلا سچد  
 رائے بہادر لال زب راج سنگھ صاحب - زمیندار بریلی - سمبلیور  
 راؤ بیادکاشی ناتھ صاحب کیوٹا ٹھاکر - ڈوینڈل راج - ایضا  
 سید مہدی حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا سیزل ان کٹونیک اکثر اسٹنٹ  
 کمشنر - سمبلیور -

آر - ستر صاحب - انجینئر درجہ اول بارگاستری - سمبلیور

### مالک مشرقی و مغربی سرحدی

ہندوستانی معزین شرفار

نواب الداد خاں صاحب سدوزی - ڈیرہ اسماعیل خان  
 سردار سلطان جان صاحب - سی - آئی - ای - کوٹاہ  
 خان صاحب - ٹبرئی کھٹک  
 نواب حافظ عبدالعہد خاں صاحب علی زئی - ڈیرہ اسماعیل خان  
 نواب غلام قاسم خاں صاحب - ٹونک

نواب سر محمد اکرم خاں صاحب امہ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔  
 راجہ جہانماد خاں صاحب کے۔ سی۔ بی۔ - لاکھنؤ  
 ارباب حسین خاں صاحب - خان بہادر - محمد  
 کرنل نواب محمد اسلام خاں صاحب - وزیر زادہ سردار بہادر سی۔ آئی۔ ای  
 خوشدل خاں صاحب - کوٹاٹ  
 خان بہادر ابراہیم خاں صاحب -  
 دوست محمد خاں صاحب - خان بہادر - غلیں -  
 خواجہ محمد خاں صاحب - خان بہادر -  
 نواب رعب نواز خاں صاحب - علی زئی -  
 راجہ شیر احمد خاں صاحب - گہلک کر  
 محمد حسین خاں صاحب - گڑھی جیب اللہ -  
 عرب محمد اعظم خاں صاحب - امین اللہ خان صاحب اور اراق زئی  
 رسالدار محمد امیر خاں صاحب - اسماعیل زئی - محمد خان صاحب - قندہار  
 حیدر آباد  
 نواب محمد سلام اللہ خاں صاحب - کنویری ہر بنی راؤ جی صاحب  
 راؤ بہادر - دئی - دی - صاحب - بھگوت -  
 خان بہادر خواجہ بدیع الدین صاحب - قاضی - ملکہ پور  
 سٹرجی - ایس صاحب - کبیر دی -  
 خان بہادر عبد الباقی خاں صاحب - بھگوت راؤ - شکر راؤ صاحب

## میسور

سٹریسی - سٹی راؤ بہادر صاحب - نخل بند -

سٹرایم - اے - مندانہ رائے بہادر صاحب اسسٹنٹ کسٹرن سابق

## بنگلور

سٹراکٹ ٹراین سوای مودی رائے بہادر صاحب رئیس معزز بنگلور

سٹرانس وانی مودیئر ممبر سینیٹل کسٹرن رئیس -

## بلوچستان

فردان اصحاب کی جو معاش گرد پیشہ مدعو کئے گئے تھے دربار کے واسطے بلوچستان سے

| شہر         | ہندوستانی ریاسیں |       |            | اضلاع برٹش | کیفیت      |
|-------------|------------------|-------|------------|------------|------------|
|             | سردار            | مغزین | شاگرد پیشہ | مغزین      | شاگرد پیشہ |
| کوہاٹ       | ~                | ۲۹    | ۳۵۸        | ~          | ~          |
| لس بیلہ     | ~                | ~     | ۲۰         | ~          | ~          |
| کہرن        | ۱                | ~     | ۱۲         | ~          | ~          |
| کونڈ پین    | ~                | ~     | ~          | ~          | ~          |
| تہل جوتیائی | ~                | ~     | ~          | ~          | ~          |
| زکوب        | ~                | ~     | ~          | ~          | ~          |
| چینگن       | ~                | ~     | ~          | ~          | ~          |
| میزان       | ۱                | ۲۹    | ۳۹۰        | ۴۵         | ~          |

اجمیر مارواڑ

رائے بہادر سیٹھ امید مل صاحب - سیٹھ نیچند صاحب -

رائے بہادر سیٹھ چمپا مل صاحب -

رائے بہادر سنگھ صاحب - سی - آئی - ای - استوار دار - سودہ - اجیر

اصحاب انگریزی جنگو لوکل گورنمنٹ نے مدعو کیا

مدراس

آنریبل سٹریج - ایم ونٹر باہم - سی - ایس - آئی - مہیم صاحبہ -

آنریبل سٹریجس تھا سن مہیم صاحبہ -

آنریبل سرسی از نلڈ وائٹ - چیف جسٹس - لیڈی وائٹ صاحب

رائٹ ریورینڈ لیسوپ مدراس - مہیم صاحبہ وائٹ ہیڈ

آنریبل سٹریج بریل اسٹوکس - آئی - سی - ایس - چیف سکریٹری -

آنریبل سٹریج - اے نیچل سن صاحب سی - آئی - ای - جمہر کلاں محکمہ مال

مہیم صاحبہ -

آنریبل سٹریج - ایس - خورس - جہتم محکمہ مال -

سر جن جنرل ڈیوڈ نچلر - سی - ایس - آئی -

آنریبل سٹریج - ایچ اسٹوارٹ - ڈائرکٹر ہدایات عام -

ایچ - اے - اسٹوارٹ صاحب بہادر - آئی - سی - ایس - انپیکٹر جنرل پولیس

ڈبلو - بی - ڈی - دشن صاحب بہادر چیف انجینئر سکریٹری محکمہ تعمیرات

آنریبل سر جارج آریہٹ ناٹ صاحب سوداگر خزانچی و جمہر کونسل لچلیو

آنریبل مہراے - زے - یارک صاحب سوداگر و جمہر لچلیو کونسل -

ایچ۔ پی۔ گہن صاحب بہادر۔ کاشتکار۔  
 آریبل ریورینڈ ولیم ملا صاحب۔ سی۔ آئی۔ ای۔ دانش منچلیریو نیورسٹی۔  
 یوجین ہم رنجیت صاحب مدراس ریلوے۔

اے۔ کے۔ نیپ صاحب بہادر۔ آئی۔ سی۔ ایس { مہتمم مدراس کیمپ  
 لفٹنٹ کرنل آر۔ ایف۔ فارم بی صاحب ۲۵

صاحبان گورنر دیم صاحبان و عہدہ دوران ۱۳

ہمان ولایت سے ۱۳  
 مینار ۵۱

ان میں ۳۴ مرد اور ۱۷ عورت ہیں۔

بھبی

ہزار کلسنی گورنر صاحب دیم صاحب۔ نار تھ کوٹ  
 لفٹنٹ کرنل ریچرڈ آدن صاحب سکریٹری مٹری۔  
 لفٹنٹ کرنل اے۔ ای۔ رے۔ کوئی۔ آ۔ اے۔ ایم۔ سی سرجن ہزار کلسنی گورنر

کپتان آریبل۔ سی۔ ایف۔ گریولی صاحب مصاحب۔

کپتان زے۔ جی گرگ صاحب۔ مصاحب۔

کپتان اسلون اسٹیل صاحب۔ مصاحب۔

یجر زے۔ ایچ پلڈ کمانڈنٹ صاحب ہزار کلسنی گورنر باڈی گارڈ۔

آریبل سٹریٹ من تہتہ صاحب سی۔ ایس۔ آئی ممبر کونسل۔

آریبل سٹریٹ۔ ایم۔ ایچ فلٹن صاحب ممبر کونسل۔ معہ میم صاحب۔

آریبل سر لارنس صاحب چیف جسٹس معہ میم صاحب۔

آئریبل سٹرن سے ٹیٹ صاحب معہ سیم صاحبہ -  
 آئریبل سٹرائس - ڈبلیو ڈاگلی - سی - آئی - ای - چیف سکریٹری گورنمنٹ  
 معہ سیم صاحبہ - آئریبل سٹرن سے پولن صاحب  
 اسے - ایم - ٹی - جیکسن صاحب بہادر معہ سیم صاحبہ -  
 ڈبلیو ٹی - میری سن صاحب بہادر معہ سیم صاحبہ -  
 آئریبل سٹرن ڈبلیو سی - ہوگیس صاحب - سی - آئی - ای - جمبر لیجلیٹیو کونسل  
 معہ سیم صاحبہ -  
 آئریبل سٹرن ڈی - یک آئی ور صاحب جمبر لیجلیٹیو کونسل معہ سیم صاحبہ -  
 آئریبل سٹرن ڈی - ایم - موسیس صاحب جمبر لیجلیٹیو کونسل معہ سیم صاحبہ -  
 آئریبل سٹرن ڈی - ایچ - ایف - اسٹن صاحب - معہ سیم صاحبہ -  
 آئریبل سٹرن ایف - ایس - لیلی صاحب - سی - ایس - آئی - کنٹرولر مشرقی ڈویژن  
 معہ سیم صاحبہ -  
 آر - ایم - کینڈی صاحب بہادر - کنٹرولر جنوبی ڈویژن - معہ سیم صاحبہ -  
 اسے - ڈی - بنگ ہینڈ صاحب بہادر کنٹرولر ڈویژن معہ سیم صاحبہ -  
 ریڈنٹ صاحب عدن -  
 آئریبل سٹرن گریوز صاحب - جمبر لیجلیٹیو کونسل -  
 آئریبل سٹرن جسٹس صاحب کنڈے -  
 رانت ریورینڈ جمیس مک آر تھر صاحب ڈی - ڈی - بسپوپ بیٹی -  
 سٹرنویر صاحب مکتی - بارہ مہمان ولایت سے



## بنگال

- چیف جسٹس بنگال۔  
 دو ممبر محکمہ مال۔  
 جنرل افسر کمان وچھدہ داران۔  
 انسپکٹر جنرل پولیس۔  
 ڈائریکٹر ہدایات عام۔  
 چیئر مین کلکتہ دربار۔  
 پادری کلکتہ۔  
 پریسڈنٹ محکمہ تجارت۔  
 پریسڈنٹ محکمہ ہندوستانی کان۔  
 پریسڈنٹ محکمہ سوداگری۔  
 کمشنر پولیس کلکتہ۔  
 ایجنٹ بنگال ناگپور ریلوے۔  
 دو سبز سوداگر کلکتہ۔  
 آنربل مٹرزے۔ ای۔ گل۔ سکریٹری لفٹنگ گورنر کونسل۔  
 ڈبلو۔ بی گارڈن <sup>جی</sup> بہادر سکریٹری نہر کمیشن۔  
 ڈبلو۔ ایم۔ کالون بہادر۔ بیرسٹریٹ لا۔ پولیس کمیشن۔
- پنجاب**  
 آنربل مٹرزے۔ ڈبلو۔ اوکلاک ۱۔ جج چیف کورٹ۔

- ۳ آنریبل سٹریٹ صاحب سیم صاحبہ دس بیڈن -
- ۳ آنریبل سٹریٹ صاحب سیم صاحبہ دس صاحبہ - فائینل کٹرز -
- ۱ ڈائریکٹر صاحب لارڈ بسپ لاپور - بسپ
- ۲ سٹریٹس جینڈر صاحب ویم صاحبہ - کٹران
- ۴ سٹریٹس - اینڈرسن صاحب ویم صاحبہ دوس صاحبان -
- ۲ سٹریٹس کاک صاحب ویم صاحبہ - راولپنڈی -
- سٹریٹ صاحب ویم صاحبہ - ملتان -
- ۴ آنریبل کرنل مانٹ گری صاحب ویم صاحبہ دوس صاحبان -
- ۱ سٹریٹ - ڈین صاحب چیف سٹریٹ - سکریٹریان
- ۱ سٹریٹ - ایچ - ڈی اک صاحب -
- ۲ سٹریٹ فاکس صاحب ویم صاحب -
- ۲ کرنل تھورن صاحب ویم صاحبہ - چیف انجنیر -
- ۲ سٹریٹ صاحب ویم صاحبہ - انسپکٹر جنرل پولیس -
- ۲ لفٹنٹ کرنل مکنلی صاحب ویم صاحبہ انسپکٹر جنرل حل ہسپتال -
- ۳ لفٹنٹ کرنل بیٹ صاحب ویم صاحبہ دس روٹی - انسپکٹر جنرل جیل
- ۲ سٹریٹ صاحب ویم صاحبہ - ڈاکٹر کرم ایات پولیس -
- ۲ آنریبل ڈاکٹر صاحب ویم صاحبہ - کٹرنڈوبت -
- ۳ آنریبل صاحب ویم صاحبہ - اکاؤنٹنٹ جنرل -

## ممالک متحدہ

آئریل سر جان اسٹینلی صاحب کے سی۔ زی۔ پی چیف جسٹس ہائی کورٹ  
ممالک مغربی و شمالی۔

آئریل سٹراچ۔ ایف بلیسپنی صاحب جج ہائی کورٹ ممالک مغربی و شمالی۔

آئریل سٹری۔ سی بزمی صاحب جج ہائیکورٹ۔ ممالک مغربی و شمالی۔

آئریل سٹریڈ بلو آربرکٹ صاحب جج ہائیکورٹ۔ ممالک مغربی و شمالی۔

آئریل سٹری آر۔ ایس الگ مین صاحب جج ہائیکورٹ۔ ممالک مغربی و شمالی۔

آراسکوٹ صاحب بہادر جوڈیشل کمشنر آودھ

آئریل سٹری۔ ڈی۔ ٹی رابرٹس صاحب سی۔ ایس۔ آئی۔ ممبر اعلیٰ محکمہ مال۔

زی۔ ہوپر صاحب بہادر قائم مقام۔ ممبر خور و محکمہ مال۔

آئریل سٹریڈ بلو۔ ایچ۔ ایل۔ اسی صاحب قائم مقام چیف سکریٹری گورنمنٹ

آئریل سٹریڈ۔ ایس۔ میٹن فائنشل۔ سکریٹری گورنمنٹ۔

جوڈیشل سکریٹری گورنمنٹ۔

ڈبلو۔ ایچ ٹائٹن گل صاحب بہادر۔ قائم مقام سکریٹری گورنمنٹ محکمہ تعمیرات

و چیف انجنیئر۔

ایچ۔ مارش صاحب بہادر سی۔ آئی۔ اسی قائم مقام سکریٹری گورنمنٹ محکمہ

انہار و چیف انجنیئر۔

زی۔ بی۔ تھامسن صاحب بہادر۔ کمشنر لکھنؤ۔

کرنل سی۔ ایچ۔ جبرٹ آئی۔ ایم۔ ایس صاحب قائم مقام انسپکٹر جنرل سول ہسپتال۔

زجر سی۔ مک ٹیگارت صاحب آئی۔ ایم۔ ایس۔ انسپکٹر جنرل قید خانہ جات

آ۔ ایچ بریری ٹن صاحب بہادر۔ انسپکٹر جنرل پولیس۔

ٹی۔ سی۔ میوس صاحب بہادر۔ ڈائریکٹر عام ہدایات۔

زے۔ زے۔ مک لین صاحب بہادر۔ سینئر ڈسٹرکٹ جج۔

ڈے۔ ڈبلو۔ الیور صاحب بہادر سینئر ڈسٹرکٹ جج محکمہ جنگلات۔

آزیمیل ڈسٹرکٹ جج نکس صاحب۔ چنچار۔ الہ آباد یونیورسٹی۔

آزیمیل ڈسٹرکٹ جج نکس صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ جبر لوکل لکھنئو کونسل۔

آزیمیل ڈسٹرکٹ جج رابرٹ صاحب پریسیڈنٹ اپر انڈیا محکمہ تجارت و ممبر  
لیکھنئو کونسل۔

رائٹ ریورینڈ کلپ خورد۔ بسہوپ لکھنؤ

موسٹ ریورینڈ چارلس صاحب جنٹیلی۔ او۔ سی۔ ایچ بسہوپ اگرہ۔

میزان ۴۵۔ (سہ آن کی سیم صاحبہ کے)

برہما

ہزار آفٹنٹ جرنل۔ لیڈی فریر۔ مس بس خورد۔

پرائیویٹ سکریٹری۔ صاحب۔ مہان۔

آزیمیل ڈی۔ نارٹن صاحب۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ فائنیشیل و سیم صاحبہ

آزیمیل۔ زے۔ لودس صاحب گورنمنٹ اڈوکیٹ و سیم صاحبہ

آزیمیل۔ زے۔ جی۔ فرینڈ بے صاحب و سیم صاحبہ۔

آزیمیل شکیو صاحب۔ کے۔ ایس۔ ایم۔

آئریبل سی۔ سی۔ جی۔ بینی صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف سکریٹری ویم صاحبہ۔  
 آئریبل گرووز صاحب چیف انجنیر ویم صاحبہ۔  
 آئریبل سی۔ لے سمرونی صاحب ویم صاحبہ۔  
 جی۔ سی۔ پچھان صاحب چیرمین۔ ویم صاحبہ۔  
 ڈبلو۔ ایچ۔ اے سینٹ زے لیڈس صاحب بہادر۔ آئی۔ سی۔ ایس۔  
 پریسڈنٹ رنگون۔ میونسپلٹی ویم صاحبہ۔  
 ایچ۔ پی۔ ٹو ڈنیل صاحب بہادر۔ سی۔ آئی۔ ای۔ کشنر ویم صاحبہ۔  
 سر جان اسکات صاحب کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سیرنڈنٹ چھوٹے شان ریاستہائے  
 آئریبل مسٹر تہ کل وائٹ صاحب چیف جج ویم صاحبہ۔  
 زے۔ بی۔ دن گیٹ صاحب بہادر۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ سکریٹری ویم صاحبہ  
 ایف۔ ایٹل صاحب بہادر سجر ر بی مائٹس کمپنی ویم صاحبہ  
 آئریبل مسٹر۔ ڈبلو۔ ٹی۔ ہال کشنر یگیو۔

### معالج افسر

سجر ڈیوس صاحب۔ آئی۔ ایم۔ ایس۔  
 کرنیل پیلی صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ انسپکٹر جنرل پولیس ویم صاحبہ  
 کمانڈر مالید صاحب۔ ویم صاحبہ۔  
 سجر پارکن صاحب ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس۔

### آسام عہدہ داران

کشنر آسام۔ ضلع دہلی۔

جرنل افسر کمانڈنک ضلع آسام (معد ایک افسر ڈپٹی اسسٹنٹ اجینٹ جرنل)  
 سکریٹری چیف کشتہ جرنل ڈپارٹمنٹ (معد ایک میم صاحبہ)  
 سکریٹری چیف کشتہ بارگ اسٹری (معد دو میم صاحبہ)  
 پرنسپل ڈیپل افسر و سینیٹری کشتہ صاحب (معد ایک میم صاحبہ)  
 ڈائریکٹر صاحب محکمہ زمین و کاشت (معد ایک میم صاحبہ)  
 انسپکٹر جرنل پولیس۔

ڈائریکٹر پولیس اسٹیشن صاحب (معد ایک میم صاحبہ)  
 ایجنٹ آسام بنگال ریلوے۔

چیف کشتہ پسنل اسسٹنٹ۔ ایک ڈیپل افسر

عہدہ داران غیر ملازمین

آزیل سٹریٹ۔ بوکنگم۔ سی۔ آئی۔ ای (معد ایک میم صاحبہ)  
 کونٹ ڈی۔ ایم۔ مس دین صاحب۔

سٹری۔ ایچ۔ ہولڈر (معد ایک میم صاحبہ)

آزیل سٹری۔ ایچ۔ ہنڈرسن۔ سٹریٹ دو میم صاحبہ

سنٹرل پرووینسز

فہرست انگریزی عہدہ داران

سٹریٹ صاحب سی۔ ایس۔ آئی۔ جوڈیشیل کشتہ (معد دو میم صاحبہ)

سٹریٹ کشتہ صاحب (ویک میم صاحبہ)

سٹریٹ کشتہ صاحب (ویک میم صاحبہ)

- ۴ سٹریٹس اسٹریٹس دے - کسٹ صاحب - معیک سیم صاحبہ
- ۵ سٹریٹس اسٹریٹس کسٹ صاحب - ویک سیم صاحبہ -
- ۶ سٹریٹس اسٹریٹس کسٹ صاحب - قائم مقام کسٹ - ویک سیم صاحبہ -
- ۷ سٹریٹس اسٹریٹس کسٹ صاحب - ویک سیم صاحبہ -
- ۸ کونسل موراری - آئی - ایم - ایس صاحب - مہتمم ثقافت و دو سیم صاحبہ -
- ۹ سٹریٹس اسٹریٹس کسٹ صاحب - وزارت ویک سیم صاحبہ -
- ۱۰ سٹریٹس اسٹریٹس کسٹ صاحب - آئی - ایم - ایس - چیف سکریٹری - ویک سیم صاحبہ -
- ۱۱ سٹریٹس اسٹریٹس کسٹ صاحب - ویک سیم صاحبہ -
- ۱۲ لفٹننٹ کرنل صاحب کے آئی - ایم - ایس - سول سرجن ویک سیم صاحبہ -
- ۱۳ آئی - ایم - ایس - سٹریٹس کسٹ صاحب - ویک سیم صاحبہ -
- ۱۴ سٹریٹس اسٹریٹس کسٹ صاحب - ویک سیم صاحبہ -
- ۱۵ سٹریٹس اسٹریٹس کسٹ صاحب - ویک سیم صاحبہ -
- ۱۶ سٹریٹس اسٹریٹس کسٹ صاحب - ویک سیم صاحبہ -
- ۱۷ سٹریٹس اسٹریٹس کسٹ صاحب - ویک سیم صاحبہ -
- ۱۸ سٹریٹس اسٹریٹس کسٹ صاحب - ویک سیم صاحبہ -
- ۱۹ سٹریٹس اسٹریٹس کسٹ صاحب - ویک سیم صاحبہ -

مالک مغربی و شمالی سرحدی

انگریز صاحبان

سیم صاحبہ و سیم صاحبہ - سیم ڈین آر - اسے - سیم - سی

سٹر۔ ایچ۔ بی۔ سڈ جان صاحب پرنسپل اسٹنٹ  
 سٹر۔ اے۔ ایچ۔ گریڈ صاحب سکرٹری۔ ویم صاحبہ۔  
 سٹر۔ آر۔ گلینسی صاحب۔ اسٹنٹ سکرٹری۔  
 سٹر۔ سی۔ بن بری صاحب۔ جوڈیشل کمنٹر۔ ویم صاحبہ۔  
 سٹر۔ ایم۔ اودی یار صاحب۔ کمنٹر مال۔ ویم صاحبہ۔  
 سٹر۔ سی۔ ماسنگس صاحب انپیکٹر جنرل پولیس۔ ویم صاحبہ۔  
 کرنل اسکاٹ سنکوف صاحب سکرٹری بارگ ماسٹری۔  
 میجر سیکس صاحب ڈیکل افسر مالک سفر بی دفعتی سرحدی۔  
 میجر جنرل اگرٹن صاحب سی۔ بی۔ اے۔ ڈی۔ سی وغیرہ ویم صاحبہ۔  
 کپتان مان صاحب۔ میجر شارب صاحب توپخانہ ویم صاحبہ۔  
 لفٹنٹ چیمبرس صاحب توپ خانہ۔

### حیدر آباد

سٹر۔ اے۔ البٹ صاحب قائم مقام کمنٹر حیدر آباد آسا بن ضلع۔  
 سٹر۔ آر۔ دے۔ ہیر صاحب قائم مقام جوڈیشل کمنٹر حیدر آباد آسا بن ضلع۔  
 لفٹنٹ کرنل ڈبلو ماسنگس صاحب انپیکٹر جنرل پولیس جیل وغیرہ حیدر آباد آسا بن ضلع  
 سٹر۔ ایچ۔ گڈون اسٹن صاحب ڈپٹی کمنٹر حیدر آباد آسا بن ضلع۔  
 لفٹنٹ کرنل آر۔ ورن گیرٹ صاحب ڈپٹی کمنٹر حیدر آباد آسا بن ضلع۔  
 لفٹنٹ کرنل ای۔ سی۔ ایم۔ روتھنگٹن صاحب ملٹری سکرٹری رزیڈنٹ۔  
 لفٹنٹ کرنل جی۔ ایچ۔ ڈی۔ گمٹ صاحب سی۔ آئی۔ ای رزیڈنسی سرجن حیدر آباد



سٹرايل - ايم - کروميس صاحب سکنڈ اسٹنٹ رزڈنٹ -  
 کپتان - ايچ - کے بار صاحب پرنسپل اسٹنٹ رزڈنٹ -  
 سيجر جنرل ووڈ ہاؤس صاحب - سی - بی - ايم - جی -  
 برگيڈ جنرل - جی - اچر ڈسن صاحب سی - بی - سی - بی - آئی - سی - آئی - ای  
 کپتان وٹکن - مٹراے - ڈی - بار صاحب -

### ميم صاحبان (۸)

ميم صاحبہ بار صاحب - ميم صاحبہ فشر -  
 ميم صاحبہ ووڈ ہاؤس - ميم صاحبہ رچرڈسن -  
 ميم صاحبہ اے - بار - ميم صاحبہ ہاسٹنگس  
 ميم صاحبہ گيرٹ - ميم صاحبہ جی - اسٹن -  
 مٹراے - سی - ہنگن صاحب ممبر پوليس کمیشن -

### ميسور

برگڈير جنرل مرجيس ووف ميری صاحبہ ميم صاحبہ ولس صاحبہ -  
 سٹراينيل ڈیڈون صاحب - آئی - سی - ایس کزن کورک ميم صاحبہ -  
 سٹرايل - ای - بکلی صاحب آئی - سی - ایس کلکٹر سٹرمبولی ميم صاحبہ -  
 سٹرايل - ای - ایس رسل صاحب آئی - سی - ایس - فرسٹ اسٹنٹ رزڈنٹ -  
 کپتان اسٹینڈرلگ صاحب - آئی - ايم - ایس - رزڈنٹ ہی مرجن ميم صاحبہ  
 سکنڈ لفٹنٹ ڈی - ای - رابرٹ سن صاحب نمبر ۱۱ بنگال رجمنٹ - کرنل ابرن کالکا  
 سٹراپروٹ صاحب ميم صاحبہ -

سیجر لوگن صاحب - سیجر کمانڈنگ کورگ و میسور رائفل و لیئر -  
 ۲ کرنل یات صاحب و سیم صاحب - ایجنٹ گورنر جنرل بلوچستان

### نجی مہمان

۲ سیجر ایف - ایچ لاٹ صاحب و سیم صاحب - رسالہ نمبر ۵ پنجاب  
 ۱ لفٹنٹ کرنل اسلس صاحب - لاٹ انفنٹری  
 ۱ لفٹنٹ کرنل سنڈ میں صاحب - باڈی گارڈ توپخانہ  
 ۲ لفٹنٹ کرنل ٹرینچ گنگنی صاحب - سابق گارڈ توپخانہ  
 ۲ کپتان زنتی و سیم صاحب - سابق نمبر ۵ رحبن  
 ۲ لفٹنٹ کرنل تھامس و سیم صاحب - سابق نمبر ۶ رحبن  
 ۲ سس ٹاورڈ و دختر سراج ٹاورڈ  
 وزیر گھوڑ

### مہمان

۲ جرنل سر آر - وینڈی ہارٹ صاحب - جرنل ہسرکمان ضلع کوئٹہ  
 ۲ سیجر کموہن صاحب و سیم صاحب - کشتر مل بلوچستان -  
 ۲ لفٹنٹ کرنل کیلی صاحب و سیم صاحب - اسٹنٹ ایجنٹ ضلع کوئٹہ  
 ۱ سیجر شوہر صاحب - پولیٹیکل ایجنٹ کوئٹہ  
 ۱ کپتان وز صاحب - پولیٹیکل ایجنٹ جنوبی بلوچستان -  
 ۱ کپتان اے - ایل جیکب صاحب - اسٹنٹ ایجنٹ درجہ اول گورنر جنرل بلوچستان  
 ۱ کپتان اے ... اسٹنٹ ایجنٹ درجہ دوم گورنر جنرل بلوچستان

لفٹنٹ کرنل فلرٹن صاحب - ہتھم شفا خانہ بلوچستان  
 کپتان ڈیو صاحب - اسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ اپر زئاب  
 سنٹرل انڈیا

سیم صاحبان

صاحبان شرفا

|                              |                           |
|------------------------------|---------------------------|
| سیم صاحبہ بیلی -             | سٹربارلی صاحب -           |
| مس صاحبہ بیلی                | کپتان ونڈہم -             |
| سیم صاحبہ ونڈہم -            | سٹرگبرل صاحب -            |
| آنریبل سیم صاحبہ گنگ         | کرنل ویر صاحب             |
| سیم صاحبہ ننگ ہینڈ           | سیجر ننگ ہینڈ صاحب -      |
| سیم صاحبہ یارنس              | کپتان لویرو صاحب          |
| سیم صاحبہ ایس ایف بیلی -     | کپتان بارنس صاحب -        |
| مس صاحبہ گنگ                 | سیجر بیلی صاحب -          |
| سیم صاحبہ بیولی              | کپتان اسپین صاحب          |
| سیم صاحبہ ڈبلو - ای - بیلی - | ایک افرستینہ کام          |
| آنریبل - ایل - الفسٹن        | لفٹنٹ - ایل - بیلی صاحب - |
| مس صاحبہ کنٹری               | سٹرڈبلو - ای - بیلی صاحب  |
| مس صاحبہ فورڈ                |                           |

راجپوتانہ

چیف ڈیپٹی افر صاحب - سیم صاحبہ -

- ۲ چیف انجینئر صاحب - (معہ میم صاحب)
- ۱ اسٹنٹ ایجنٹ گورنر جنرل درجہ اول - معہ میم صاحب -
- ۲ ایضاً ایضاً درجہ دوم - معہ میم صاحب -
- ۱ کرنل ڈبلوک صاحب ہزارکلسی والیرائے -
- ۲ رزیڈنٹ مغربی راجپوتانہ ریاست تائے - معہ میم صاحب -
- ۲ رزیڈنٹ صاحب اودیپور - معہ میم صاحب -
- ۱ رزیڈنٹ صاحب جے پور -
- ۱ اے۔ ایل۔ پی۔ ٹک صاحب بہادری - آئی۔ ای۔ کشر - اجیر مارواڑ -
- ۲ سرسمنٹ جیکب صاحب کے سی۔ آئی۔ ای۔ معہ میم صاحب جے پور سے
- ۲ کپتان۔ اے بنزمین صاحب پرنٹنٹ راجپوتانہ سکریٹری کٹی ربارہلی معہ میم صاحب
- ۲ پولیٹیکل ایجنٹ صاحب الور معہ میم صاحب -
- ۲ پولیٹیکل ایجنٹ صاحب شرقی راجپوتانہ ریاست تائے - معہ میم صاحب -
- ۲ اکرکیٹو صاحب انجینئر منظم کمپ - معہ میم صاحب -
- ۱ پولیٹیکل افسر صاحب مسٹر اوورڈ -
- ۱ اسٹنٹ جنرل سپرنٹنڈنٹ ٹانگی وڈ کیتی - متعینہ صاحب -
- ۲ ایجنٹ میوٹر وود وینٹریل انڈیا ریلوے - معہ میم صاحب -
- ۴ نجی دوست و ملازمین - میزان ۳۱۴

### برہودہ

میم صاحب میڈ - س صاحب برہودی - کپتان کاریگی - میم صاحب کاریگی

کپتان - او - برین صاحب (معہ سیم صاحبہ برین)

کشمیر

اور تھوڑے سے نجی مہمان

سیجر بروس صاحب اسٹنٹ رزیڈنٹ و سیم صاحبہ - رزیڈنسی سرجن

سیجر اسٹوڈر صاحب پولیٹیکل ایجنٹ گلگت -

سیجر کینی صاحب کسٹمر بندوبست - و سیم صاحبہ

سٹرولڈی بلڈ صاحب انجینئر ریاست - و سیم صاحبہ -

سٹرپر چارڈ صاحب اکاؤنٹنٹ جرنل -

سیجر بری تھرٹن صاحب گلگت سامان رسد - و سیم صاحبہ -

مندرجہ ذیل فوجین و ربار دہلی کی موقع پر طلب کی گئی تھیں

نفسٹ جنرل سرجی لک فوجوں کے کمانیئر تھے اور آئے اسٹنٹ فورڈ کالسن

برگڈ جنرل بافری افواج ذیل و ایس رائے کی محافظت پر تھے -

ایچ باتری توپ خانہ میرٹھ

رجمنٹ ۷۱ راولپنڈی

رجمنٹ ۷۱ میانمیر

رجمنٹ ۷۱ انبالہ

پلٹن سکھ ۱۵۷ پشاور

سکشن سی - نمبر ۳ - توپ خانہ ہسپتال راولپنڈی -

سکشن بی نمبر - توپ خانہ ہسپتال انبالہ -

سکشن بی نمبر ۲۹ - ہندوستانی توپ خانہ ہسپتال پشاور  
 سکشن اے نمبر ۳۸ - ہندوستانی توپ خانہ ہسپتال میانمیر  
 گھوڑچڑھی فوج کے دو ڈویژن تھے

ڈویژن اول ڈویژن دوم

دی باتری توپ خانہ - انبالہ آئی باتری توپ خانہ - انبالہ

رجمن نمبر ۱۵ میرٹھ رجمن نمبر ۹ سیالکوٹ

رجمن نمبر ۹ جالندر رجمن نمبر ۸ بریلی

رسالہ نمبر بمبئی نصیر آباد پنج رجمن نمبر ۱۹ انبالہ

سکشن بی نمبر ۱ توپ خانہ ہسپتال میرٹھ سکشن بی نمبر ۳۴ توپ خانہ ہسپتال راولپنڈی

سکشن اے نمبر ۴۷ توپ خانہ ہسپتال مو سکشن اے نمبر ۶۶ ہندوستانی توپ خانہ بریلی

۲ کمپنی انگریزی - سیالکوٹ

سکشن ۱ ۲ کمپنی انگریزی - انبالہ

۲ کمپنی ہندوستانی - فتحگڑھ

سکشن ۱ ۷ نمبر ۱۱ توپ خانہ ہسپتال - پونا - سکشن اے نمبر ۳۵ توپ خانہ ہندوستانی ہسپتال میرٹھ

پیدل فوج اول ڈویژن -

برگڈ جرنل سرزے ووف مری صاحب -

برگڈ جرنل ایف - ایچ پلوڈن صاحب -

لعل کورتی نمبر ۱ بورڈ پشاور

لعل کورتی نمبر ۲ - انبالہ

- ۱ ڈبل کمپنی سکیم پلٹن نمبر ۱۰ - نمونہ -  
 ۱ ڈبل کمپنی پنجاب نمبر ۲ - دتافیل  
 ۱ ڈبل کمپنی پنجاب نمبر ۳ - کوٹاٹ  
 ۱ ڈبل کمپنی کالی پلٹن - مردان  
 نمبر ۳ پنجاب کالی پلٹن - جہلم  
 سکشن اے نمبر ۵ توپ خانہ ہسپتال - پشاور  
 سکشن بی - ڈی نمبر ۳۳ ہندوستانی توپخانہ ہسپتال راولپنڈی  
 کرنل سی - ایچ - ڈس - وے اکس  
 اصل کورٹی نمبر ۲ مائی لینڈ سنیا لکوٹ  
 اصل کورٹی نمبر ۲ ستر لینڈ نور محمد ولیم  
 کالی پلٹن پنجاب نمبر ۱ ڈیرہ اسماعیل خان  
 کالی پلٹن بلوچی نمبر ۲۷ کراچی  
 سکشن اے نمبر ۳ توپخانہ ہسپتال راولپنڈی  
 سکشن اے نمبر ۲ توپخانہ ہسپتال کلکتہ  
 سکشن سی نمبر ۳۳ ہندوستانی توپ خانہ ہسپتال راولپنڈی  
 سکشن اے نمبر ۵ ہندوستانی توپخانہ ہسپتال کراچی  
 بڑا اصل کورٹی رائفیل  
 پلٹن گورکھ المورہ  
 پلٹن نمبر ۶ جاٹ میرٹھ

ملیٹن نمبر ۱۳۳ راجپوت بریلی

سکشن بی - نمبر ۱۱ توپ خانہ ہسپتال لکھنؤ

سکشن ڈی نمبر ۳۲ ہندوستانی توپخانہ ہسپتال میرٹھ

سکشن بی نمبر ۴۸ توپ خانہ ہندوستانی ہسپتال بریلی

سکشن بی نمبر ۵۶ ہندوستانی توپخانہ ہسپتال - بریلی

### تقسیم افواج

۳۸ برگڈ توپ خانہ ۲۴ نمبر باتری توپ خانہ میرٹھ

۳۴ نمبر باتری توپ خانہ اگرہ

۷۲ نمبر باتری توپ خانہ میرٹھ

نمبر ۷ مادنیٹن باتری کوٹہ

پٹا ورمادنیٹن باتری ایسٹ آباد

۲ اسکوارڈن رسالہ گاڈ مردان

۲ اسکوارڈن نمبر ۵ رسالہ پنجاب کوٹہ

رسالہ نمبر ۶ راجپوت اگرہ

نمبر ۱ کمپنی بنگال سفرمینا روڈکی

نمبر ۲ کمپنی مدراس سفرمینا چکدرہ

سکشن سی - نمبر ۱ توپ خانہ ہسپتال میرٹھ

سکشن اے نمبر ۳۱ ہندوستانی توپ خانہ ہسپتال میرٹھ

سکشن اے نمبر ۴۲ ایضاً انبالہ



سکشن ۱ اے نمبر ۵۹ ہندوستانی توپ خانہ ہسپتال - اگرہ

۱ ڈویژن نمبر دوم پیدل فوج

سیجو جنرل ڈی - زے یک بوید برگڈ نمبر ۵

برگڈ جنرل - ایچ - اے - البٹ

نمبر ۱ بیفورد لال کرتی - ستان -

نمبر ۲ بورڈر لال کرتی - بریلی

نمبر ۳ پنجاب کالی پلٹن - میانمیر

نمبر ۴ ڈوگر اس - فیروزپور

سکشن ۱ اے - نمبر ۶ توپ خانہ ہسپتال - بریلی

سکشن بی - نمبر ۱۵ توپ خانہ ہسپتال - میانمیر

سکشن بی سی - نمبر ۳۴ ہندوستانی توپ خانہ ہسپتال - میانمیر

کرنل بی ڈف - برگڈ نمبر ۵

نمبر ۳ رافل برگڈ لال کرتی - میرٹھ

نمبر ۴ کے - آر - آر - کور - راولپنڈی

۱ - ۲ گورکھا ڈیرہ دون

۱ - ۳ گروال لینڈ دون

سکشن ۱ اے نمبر ۱۰ توپ خانہ ہسپتال - میرٹھ

سکشن ڈی نمبر ۱۰ توپ خانہ ہسپتال - راولپنڈی

سکشن سی - نمبر ۳۲ ہندوستانی توپ خانہ ہسپتال - میرٹھ

کشن اے نمبر ۴۴ ہندوستانی ہسپتال - بریلی

گرفی - اے - اے - اے - اے - برگڈ نمبر ۴۴

نمبر ۱۱۱۱ پیر لال گزنی - سیتا پور و بنارس

نمبر ۱۱۱۱ اسٹف فورڈ - جھانسی

نمبر ۱۱۱۱ کالی پلٹن - ایلچ پور

نمبر ۱۱۱۱ اس پلٹن - سکندر آباد

کشن سی - نمبر ۱۲ توپ خانہ ہسپتال - لکھنؤ

کشن سی نمبر ۲۲ توپ خانہ ہسپتال - اگرہ

کشن اے نمبر ۴۴ ہندوستانی توپ خانہ ہسپتال - سکندر آباد

کشن بی - نمبر ۴۴ توپ خانہ ہسپتال ہندوستانی - سکندر آباد

نمبر ۴۴ برگڈ نمبر ۴۴ باتری توپ خانہ - میانمیر

توپ خانہ نمبر ۴۴ باتری توپ خانہ - فیروز پور

نمبر ۴۴ باتری توپ خانہ - میانمیر

نمبر ۴۴ مائونٹین باتری توپ خانہ - انبالہ

کوئٹہ مائونٹین باتری - ایبٹ آباد

سٹرول اڈا یا بنارس توپ خانہ - اگر دگونا

نمبر ۴۴ پنجاب پلٹن میانمیر - انبالہ

نمبر ۴۴ کمپنی بنگال سفر مینا - روڑکی

نمبر ۴۴ کمپنی مبنی سفر مینا - کرکی

سکشن - ۱۷ نمبر ۸ توپ خانہ ہسپتال - انبالہ  
 سکشن - ۱۷ نمبر ۱۵ توپ خانہ ہسپتال - میانمیر  
 سکشن بی - نمبر ۲۲ توپ خانہ ہسپتال ہندوستانی - انبالہ

## تروپ

برگڈ جنرل - جی - اریج - مورسولی مینیوکس

|            |                                      |
|------------|--------------------------------------|
| سیالکوٹ    | نمبر ۸ - رحبن                        |
| نبون       | ایک اسکواڈرن نمبر ۱ پنجاب رسالہ -    |
| پشاور      | ایک اسکواڈرن نمبر ۲ پنجاب رسالہ -    |
| کانپور     | ایک اسکواڈرن نمبر ۱ بنگال رحبن -     |
| الہ آباد   | ایک اسکواڈرن نمبر ۲ بنگال رحبن -     |
| ناونگنج    | اول برگڈم نمبر ۱۳ باتری توپ خانہ     |
| جالندر     | دو مین { نمبر ۶ باتری توپ خانہ       |
| مٹان       | تو پنجانہ { نمبر ۶۹ باتری توپ خانہ - |
| روڈکی      | نمبر ۲۴ کمپنی توپ خانہ ۶ پوٹ نر -    |
| روڈکی      | نمبر ۵ ایضاً ۶ ایضاً -               |
| جھانسی     | نمبر ۷ ایضاً ۳۰ باتری و              |
| سکندر آباد | نمبر ۷ ایضاً ۳۰ باتری                |
| روڈکی      | نمبر ۹ ایضاً ۵ توپ باتری             |
| راولپنڈی   | نمبر ۱۰ ایضاً ۵ توپ باتری            |

|            |   |
|------------|---|
| پشاور      | نمبر ۳ بنگال سفرینا -                       |
| روڈکی      | بیلون سکشن بنگال سفرینا                     |
| راولپنڈی   | بیلون سکشن ایضاً                            |
| میرٹھ      | سکشن ڈی نمبر ۱ توپ خانہ ہسپتال -            |
| کھنڈر آباد | سکشن اے - نمبر ۱ ایضاً                      |
| میانمیر    | سکشن سی - نمبر ۱۵ ایضاً                     |
| پشاور      | سکشن اے نمبر ۲۹ ہندوستانی توپ خانہ ہسپتال - |
| راولپنڈی   | سکشن سی - نمبر ۱۴ ایضاً ایضاً               |

## توپ خانہ کشیر باتری جہوں رسالہ

|           |           |             |
|-----------|-----------|-------------|
| الور      | الور جہن  | دوا سکواڈرن |
| بھوپال    | بھوپال "  | ایضاً       |
| گوالیار   | گوالیار   | ایضاً       |
| حیدر آباد | حیدر آباد | ایضاً       |
| جودھپور   | جودھپور   | ایضاً       |
| بنگلور    | سیور      | ایضاً       |
| پٹانہ     | پٹیار     | ایضاً       |

شتر سور - چار کمپنیاں - بیکانیر شتر سوار - بیکانیر ترب -

## پیدل پلٹن

|           |                 |              |
|-----------|-----------------|--------------|
| الور      | الور پلٹن -     | چار کپنیاں - |
| بھرت پور  | بھرت پور - پلٹن | چار کپنیاں - |
| جیند      | جیند پلٹن       | چار کپنیاں - |
| کچھو تھلہ | کچھو تھلہ پلٹن  | چار کپنیاں - |
| بھوں      | کشمیر پلٹن -    | چار کپنیاں - |
| ناجھ      | ناجھ پلٹن -     | چار کپنیاں - |
| پٹیار     | پٹیار پلٹن -    | چار کپنیاں - |

## سفرینا

|           |  |           |
|-----------|--|-----------|
| نایہ کوٹہ | سفرینا -                                   | نایہ کوٹہ |
| نہان -    | سفرینا -                                   | سر سر -   |
| راولپنڈی  | سکشن بی نمبر ۳ ہندوستانی ٹوپ خانہ ہسپتال - |           |
| راولپنڈی  | سکشن ڈی نمبر ۳ ہندوستانی ٹوپ خانہ ہسپتال   |           |
| راولپنڈی  | سکشن اے نمبر ۳                             | ایضاً     |
| میانمیر   | سکشن دی نمبر ۳                             | ایضاً     |
| اگرہ      | سکشن اے نمبر ۴                             | ایضاً     |
| اگرہ      | سکشن بی نمبر ۵                             | ایضاً     |

## والنٹیر

نفتن کرنل اے گری

لفظت کرن ایف گاڈون۔

۲ اسکواڈرن ماؤنٹڈ  
۴ کپتیاں ڈس ماؤنٹڈ  
تفرقی  
تفصیل کیمپ

۳ اسکواڈرن رسالہ نمبر ۳ بنگال۔ میرٹھ و دہلی۔

پرنسپل سکشن سفر مینا بنگال۔ روڑکی۔

۲ ایضاً سفر مینا مدراس۔ بنگلور۔

نورڈ لٹو سکشن سفر مینا بنگال۔ روڑکی۔

۲ خاص ماؤنٹڈ کینلنگ رسالہ نمبر ۴۔ سکندر آباد۔

۲ ایضاً ایضاً رسالہ نمبر ۵۔ لکھنؤ۔

۲ ایضاً ایضاً رسالہ نمبر ۶۔ بنگلور۔

۲ ایضاً ایضاً رسالہ نمبر ۴ مدراس۔ سکندر آباد۔

۱ ایضاً ایضاً رسالہ نمبر ۴ " بنگلور۔

میرٹھ۔

نمبر ۴ توپ خانہ ہسپتال۔

جرمنی ہسپتال انگریزی ۲۰۰ بستر۔ دہلی۔

جرمنی ہسپتال ہندوستانی ۲۰۰ بستر۔ دہلی۔

چار ڈیپو۔

بھارت

## خاتمہ کتاب

مجھ سے جہاں تک ہو سکا میں نے اس کتاب کی تریب و تدوین میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا یہ کام جو ایک سال کو عرصہ میں بھلا بھرا انجام کو پہنچا کیا حقیقت میں کئی سال کا تھا علاوہ اور ابواب کے و فائنا الصنادید ہی کا ایک باب ہے جو ایک ست چاہتا ہو اور آسان نہیں ہے کہ چند منٹوں میں کوئی اس کی تکمیل کرے۔ سب طرح جتنی باب میں اور جتنی تحقیق ہو چکی ہو وہیں سکونا نظر کتاب خود جانچیکا باقی میں نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ آخر وقت و بارشہنشاہی کو بیا کیوں میں نے زیادہ طول نہیں دیا کیونکہ لاکھوں آدمی اس سے جو وہیں جھنڈے اٹھکھوسے دیکھا ہو ان کے آگے تو وہ زیادہ بچنے والے تھے وہ لوگ جو نہیں آئے ان کا شوق پورا کرنا چاہتا تھا اور اس بات کے لئے میرے خیال میں اس قدر لکھنا کافی ہو گا۔ میں نے سرکاری کاغذات کا زیادہ خلاصہ کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ سرکاری بیان سے زیادہ اعتبار اس معاملہ میں اور کوئی بیان نہیں ہو سکتا۔ میں نے بعض عمارتوں کی اور بعض شہروں کی اخیر کتاب میں تصویریں بھی دی ہیں اور میں نے فوسا کتیاہوں کے جنہیں اسپرل گورنمنٹ گورنمنٹل لیجنٹ گورنر اور گورنمنٹ ڈسٹرکٹ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کی تصاویر نہ دے سکا۔ اگر مجھے تصویریں

ہاتھ لگ جاتیں تو میں بہت خوشی سے مہج کر دیتا۔  
یہ جلد تو یہاں تک پوری ہو گئی۔ اور اس میں کچھ گھٹانا بڑھانا  
نہیں رہا۔ ہاں

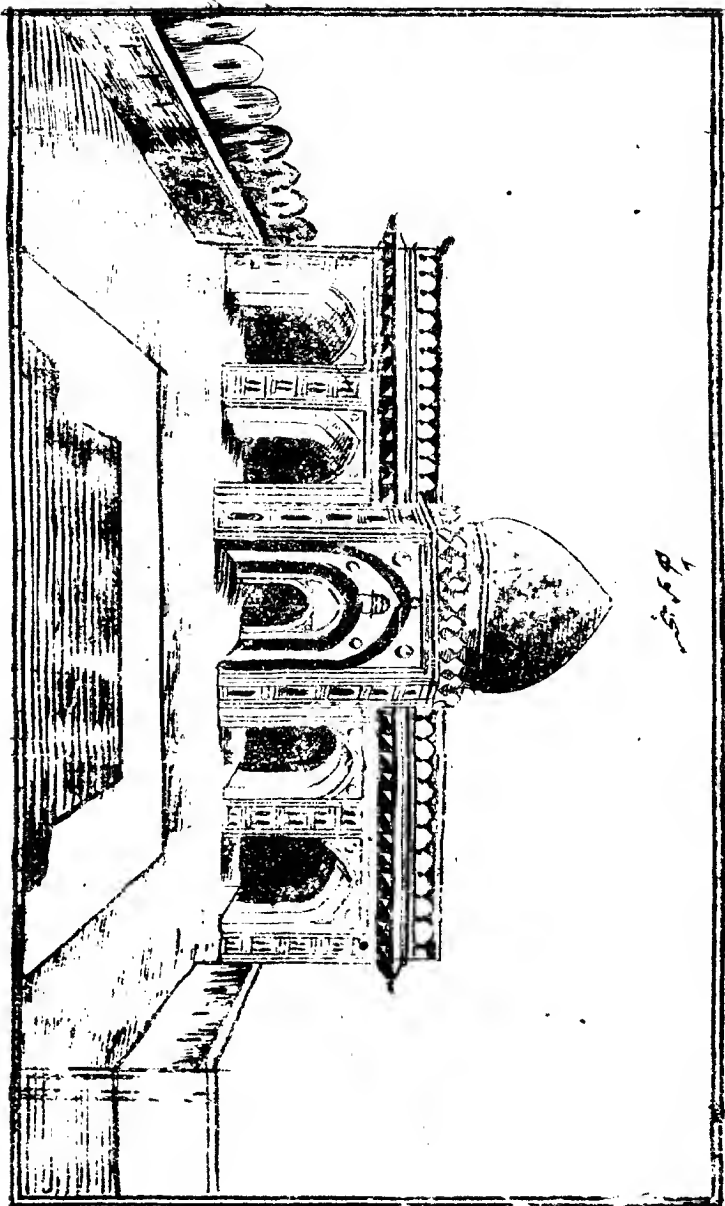
### ناموران ہندوستان

کے حالات اور تصاویر کی دوسری کتاب تیار کرنی ہے۔ بہت سی  
نامورا صاحب نے اپنے اپنے فوٹو اور حالات میر پاس بھیج دی ہیں جنکو میں نے  
ترتیب دے لیا ہے مگر میں اور ناموران ہندوستان کے فوٹو اور حالات جمع  
کرنے میں اور بھی ایک بار کوشش کروں گا اگر میں کامیاب ہو سکوں یہ ایک  
عجیب کتاب ہوگی۔ بہر حال "ناموران ہندوستان" کی کتاب  
بھی چھپنی شروع ہو گئی ہے۔ جو انشوارامہ "چراغ دہلی" کی طرح نہایت  
خوش اسلوبی سے ختم ہو جائے گی اور بعد ازاں شایقین کینیت  
بھیج دی جائے گی۔

وَالسَّلَامُ

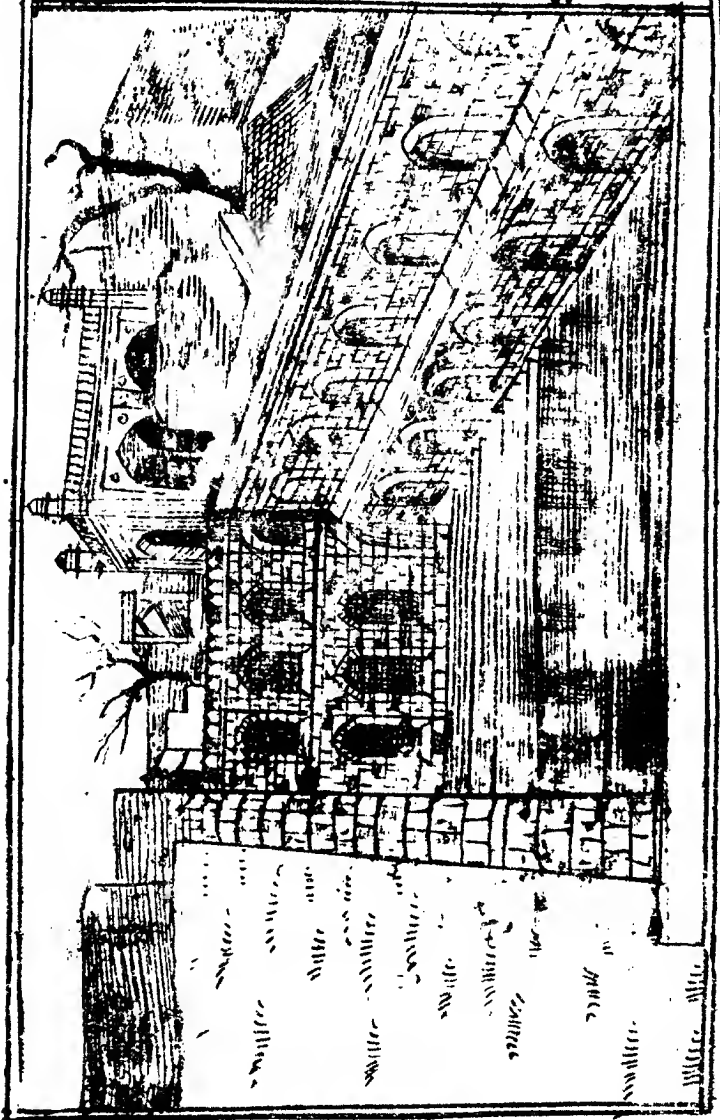
میرزا حیرت



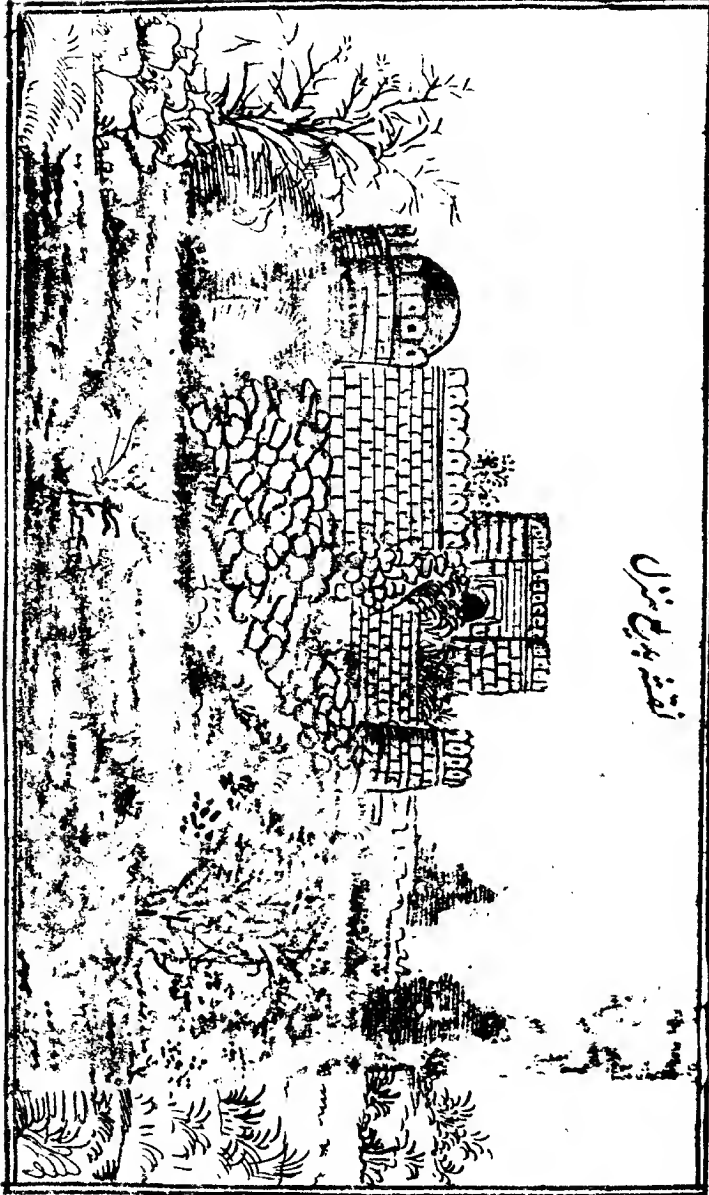


۷۲۰

باوولی خواجہ قطب الدین صاحب

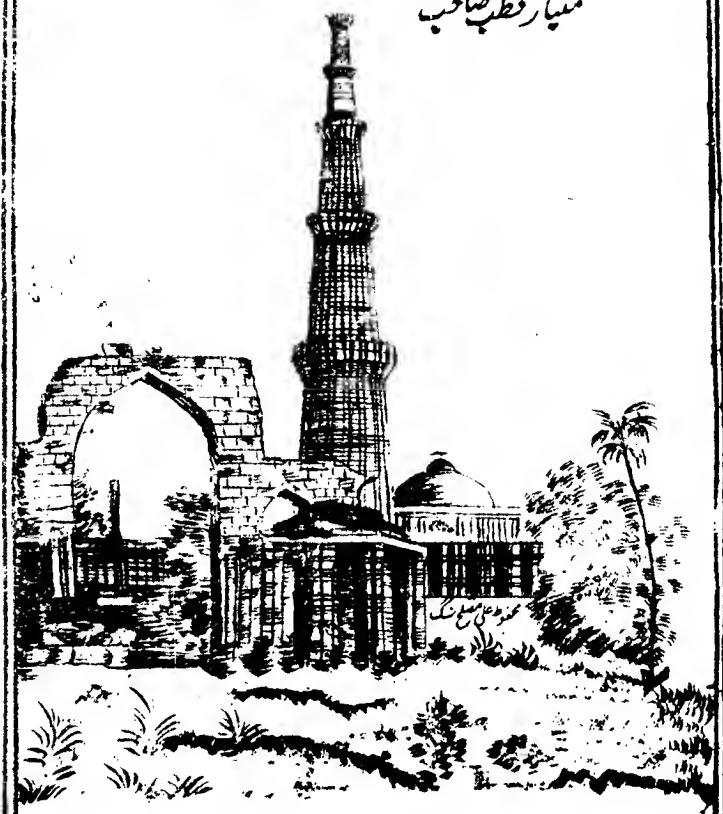


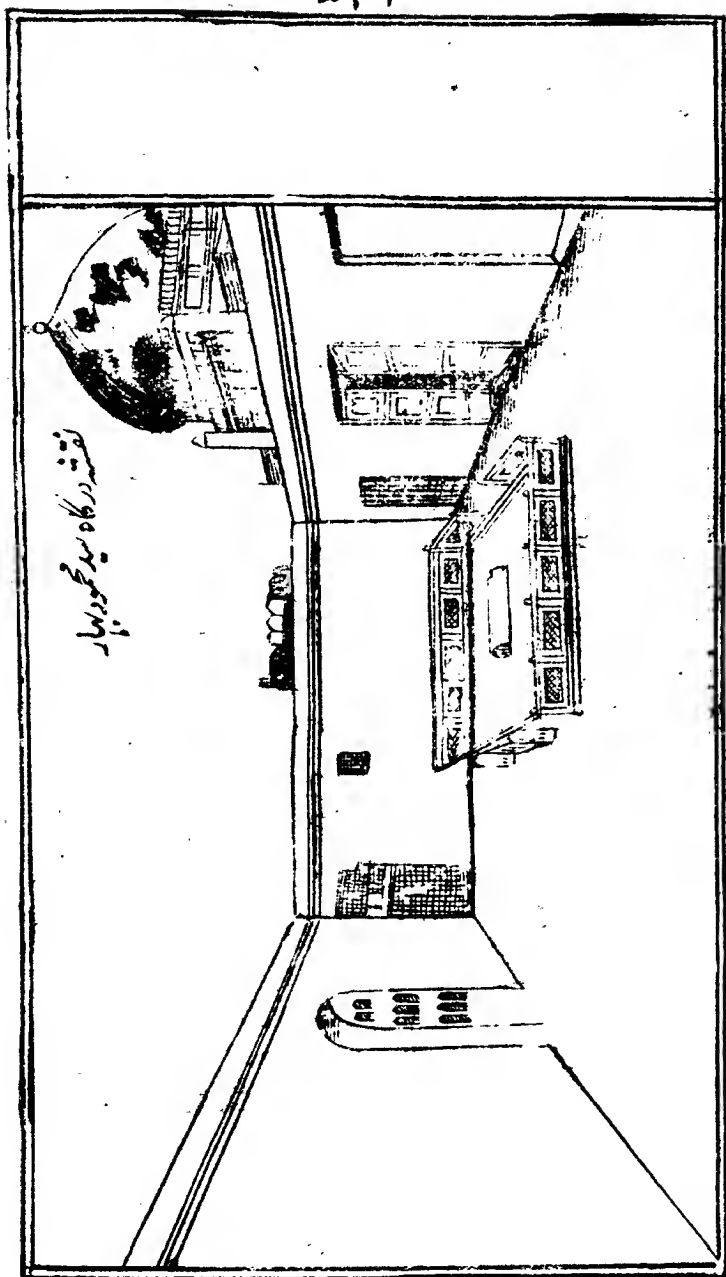
نقشه پیرایه منزل



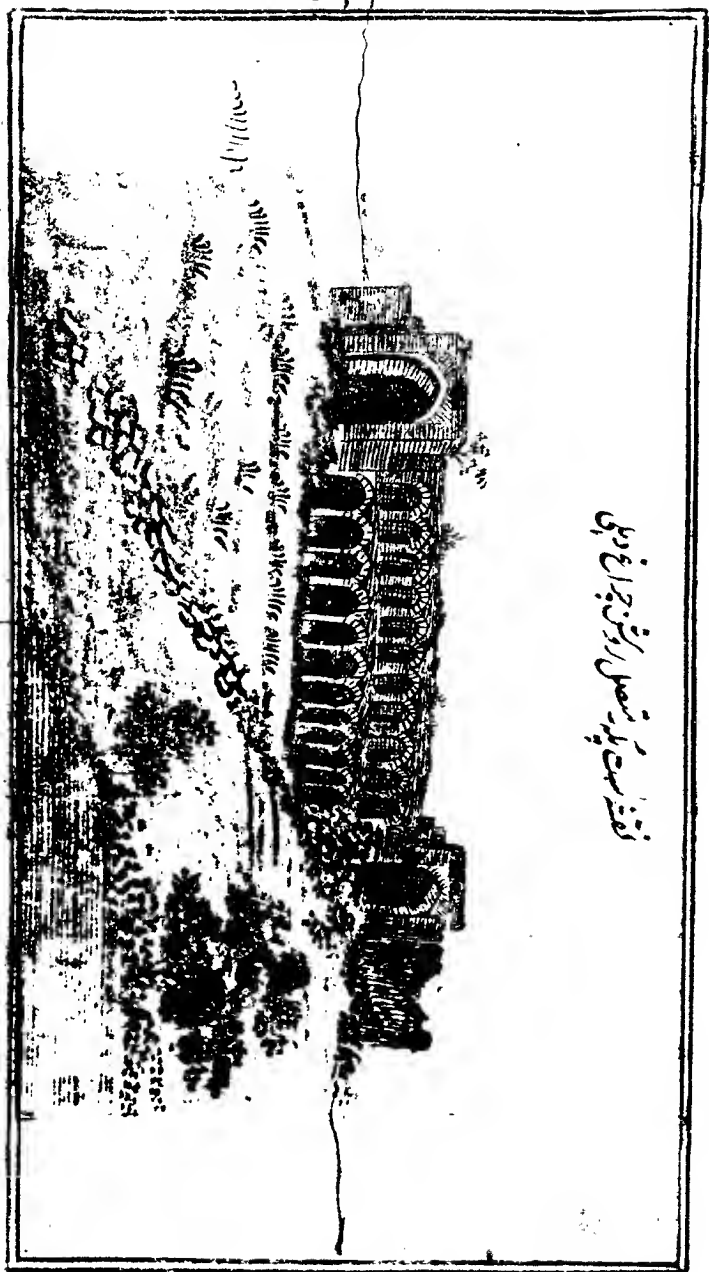


منار قطب صاحب

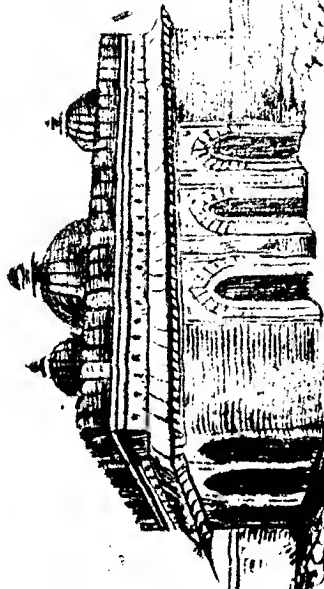




فصلت سبت پندر شصت و ارکشان چرخ دلی

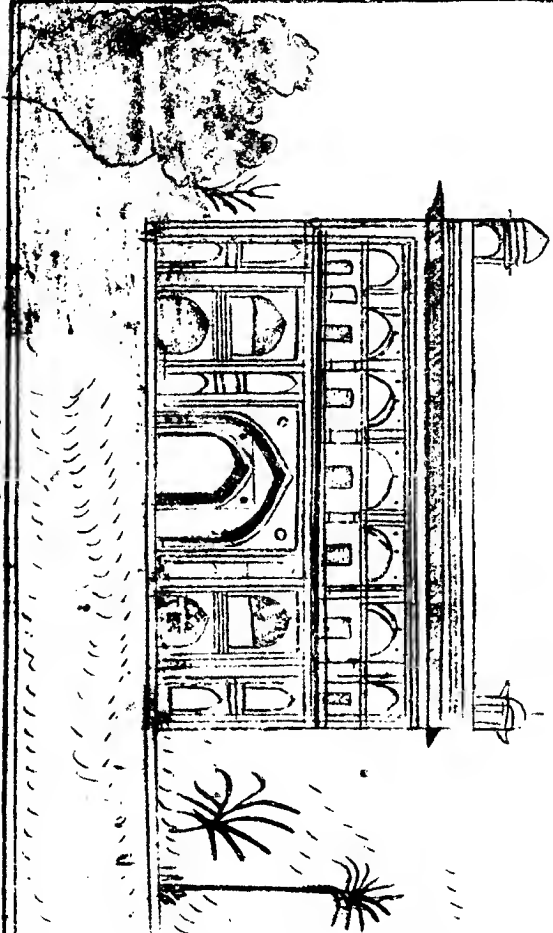


مقبره سلطان بنو علی لودی

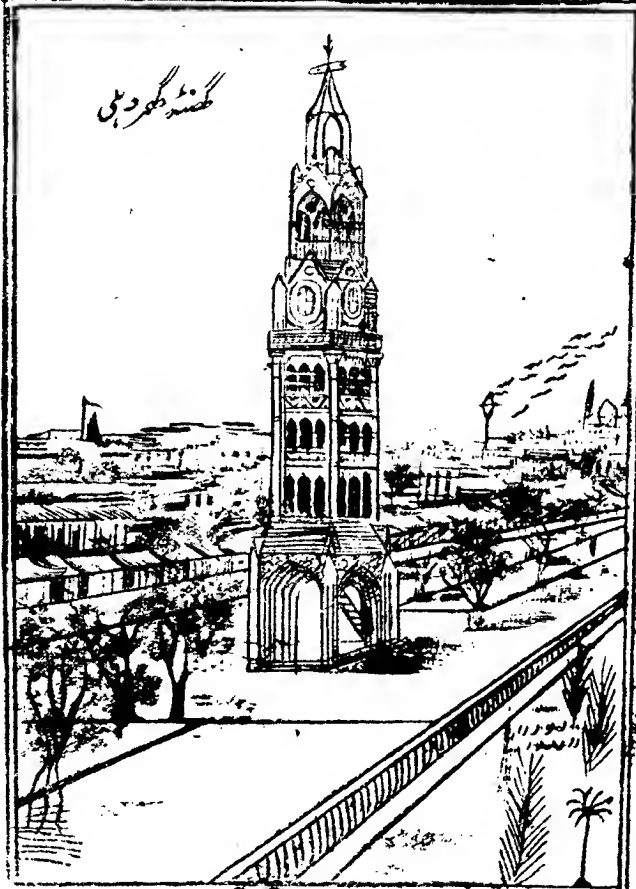




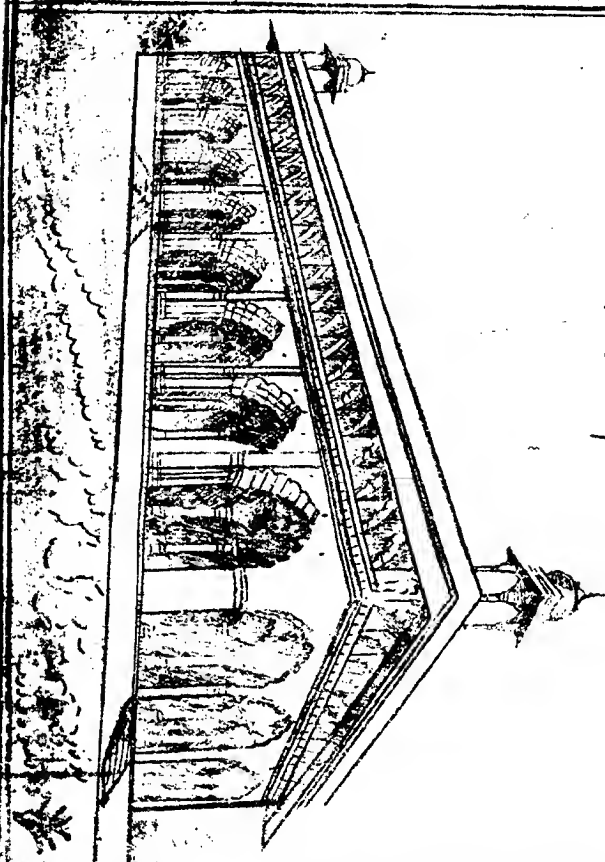
تقاریر الدور و قلعه



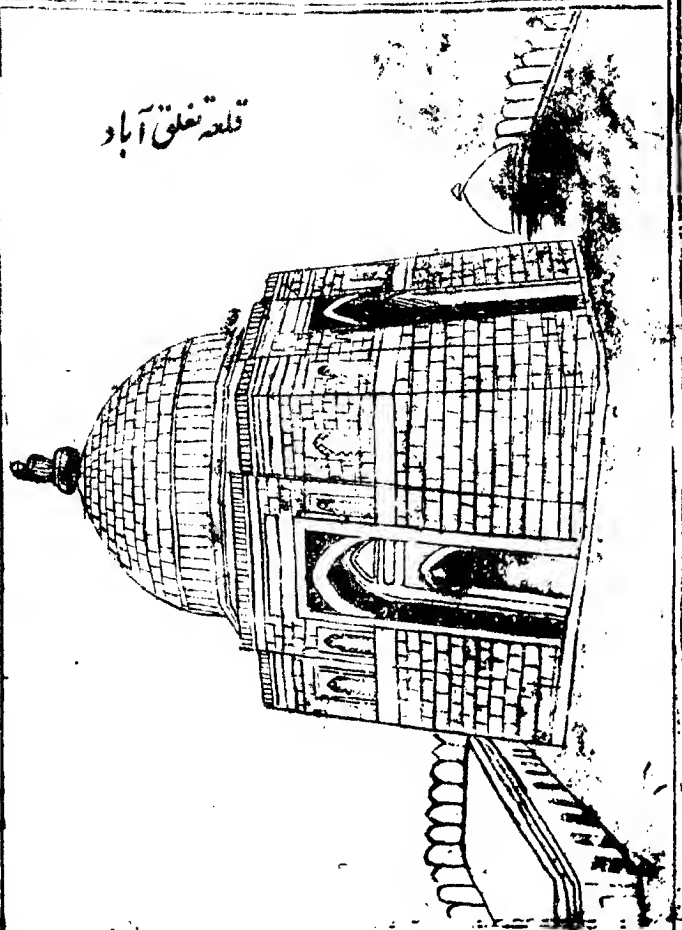
کعبه گوردپی

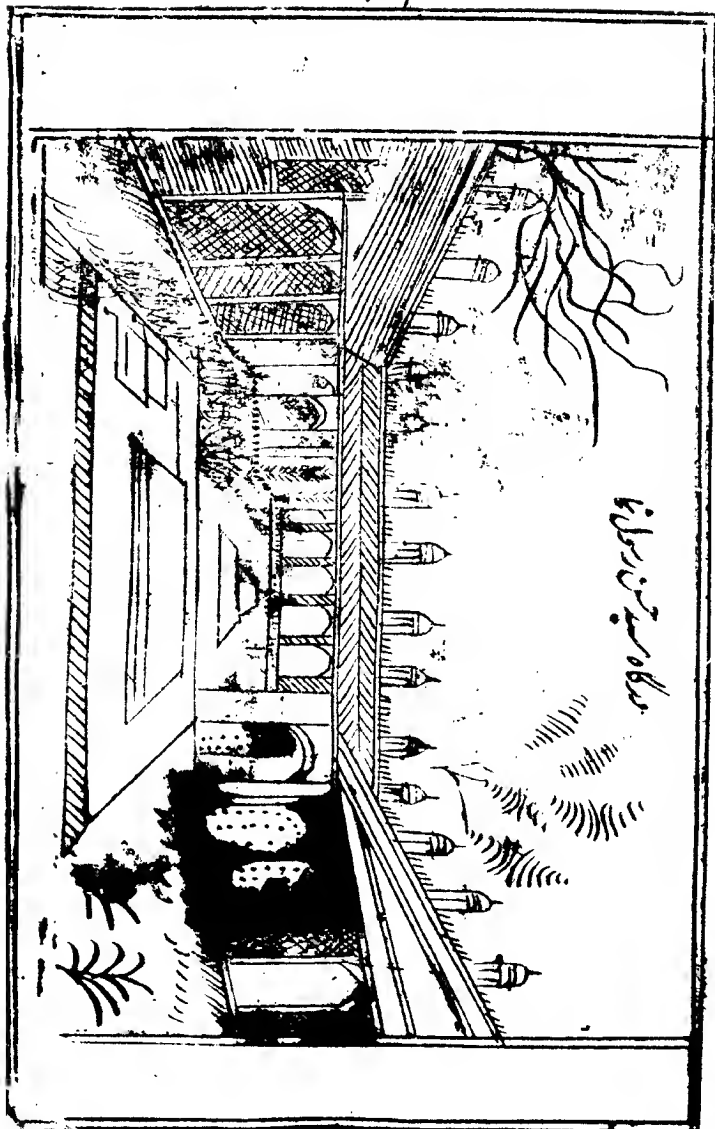


دیوان‌خانه امیردین قلعه

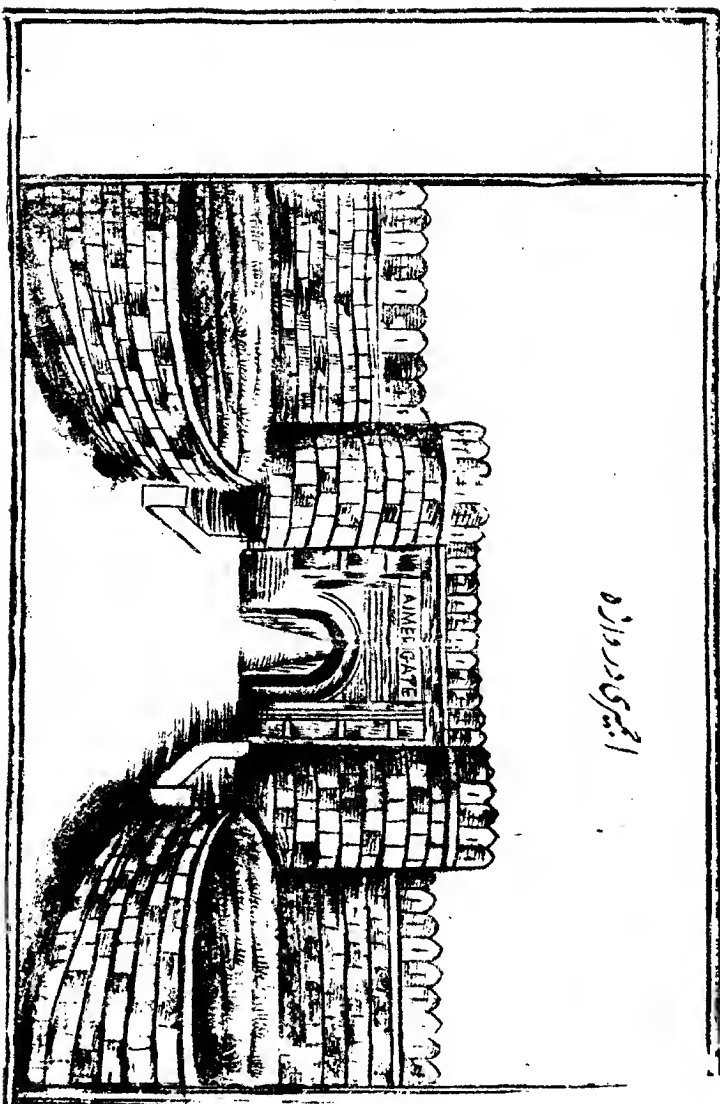


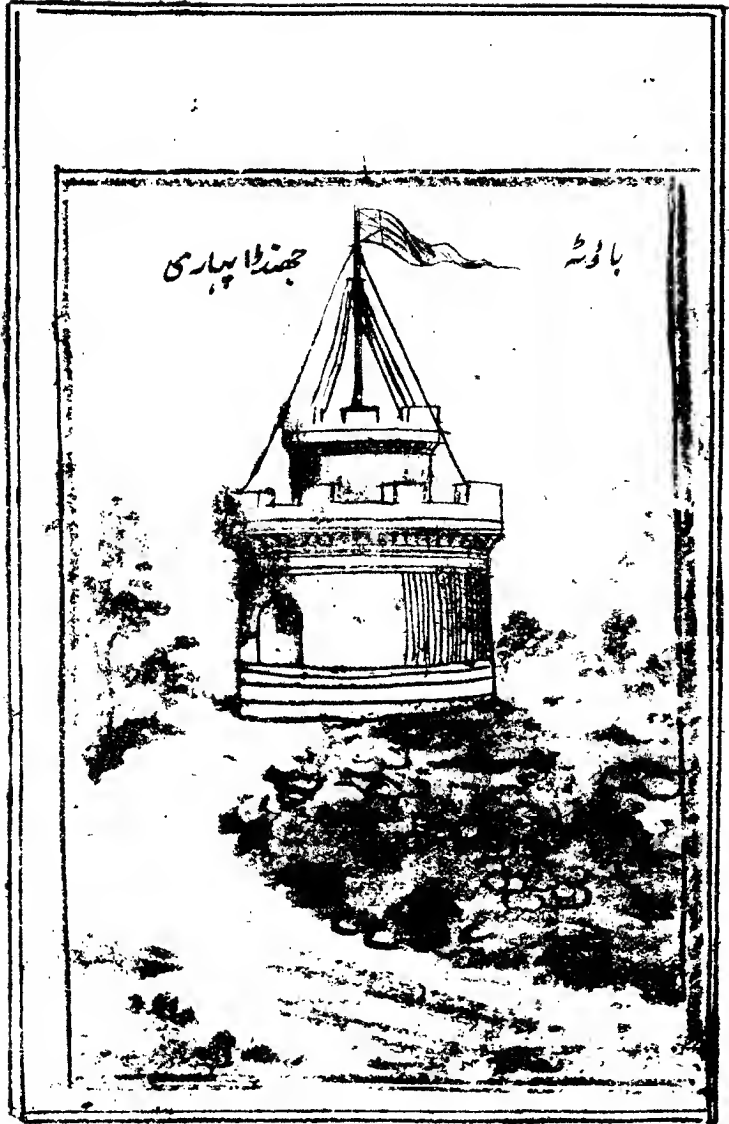
## قلعه تغلق آباد

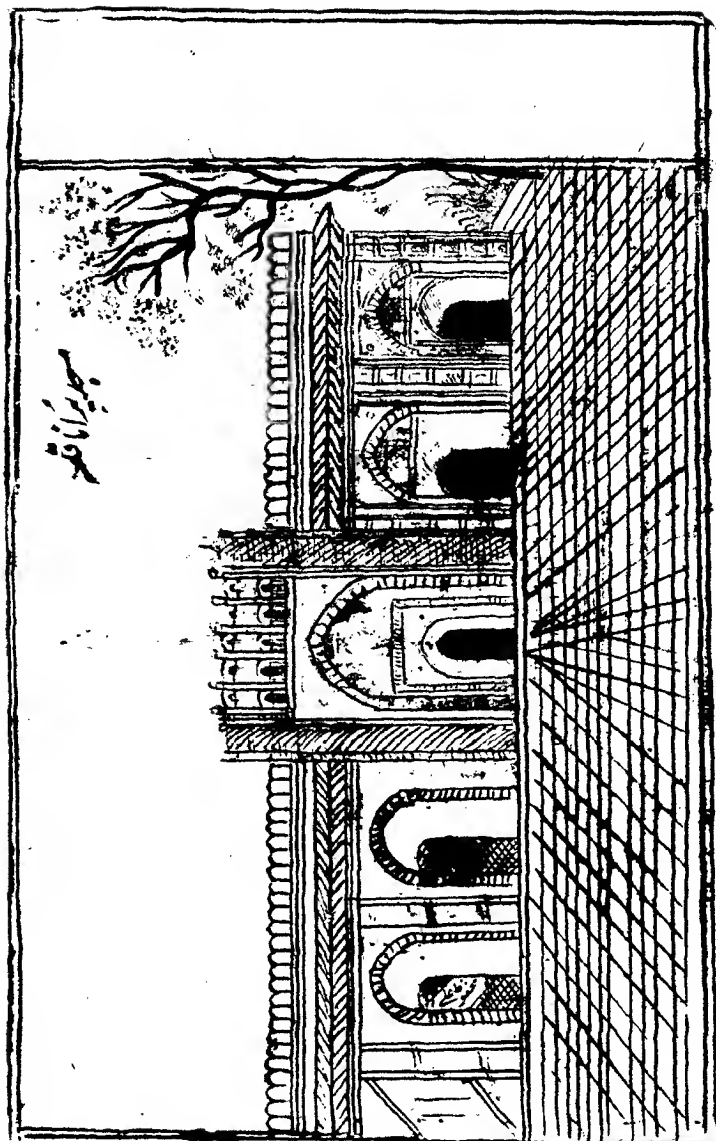




انجیری دروازہ



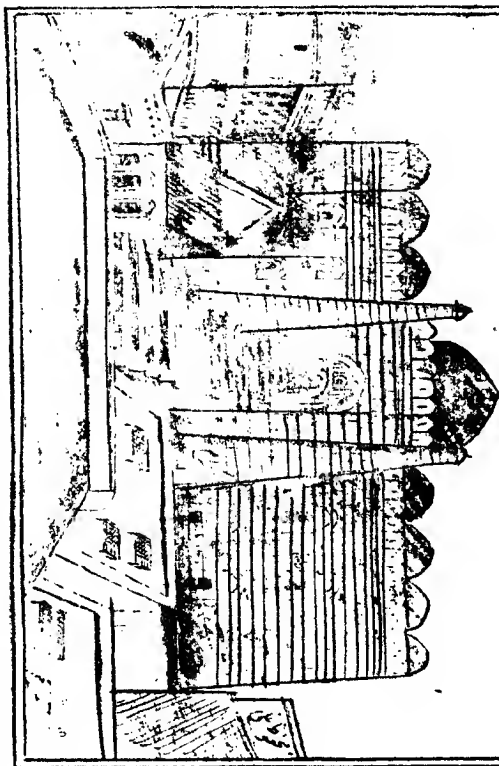




سجستان



## کمان سجد



بازلی حضرت نظام الدین اودیار

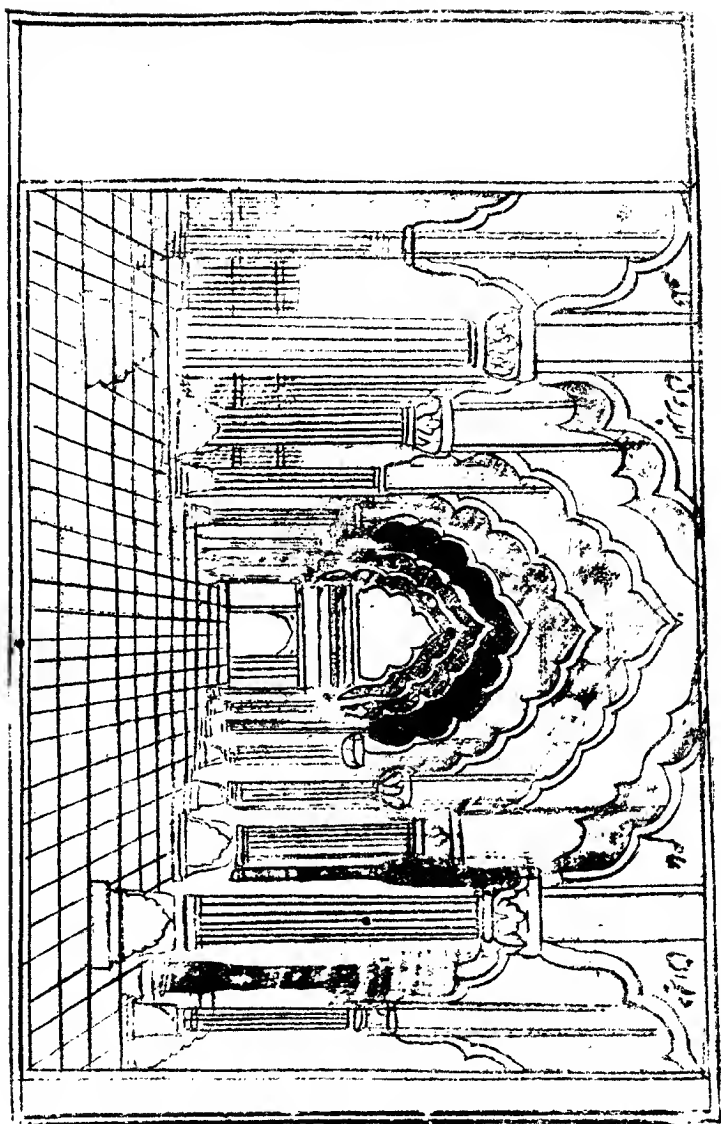


دروازه عرب سراے

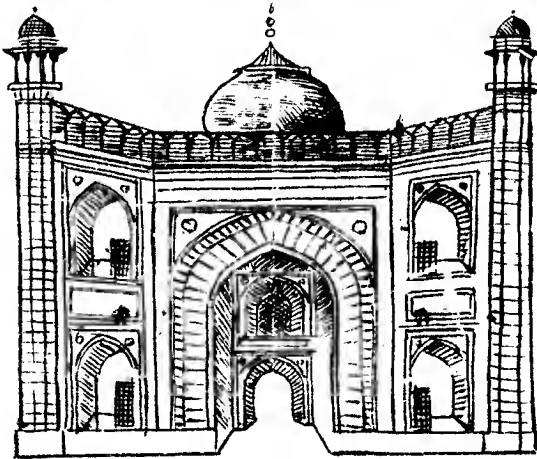


دروازه عرب سرا ہے

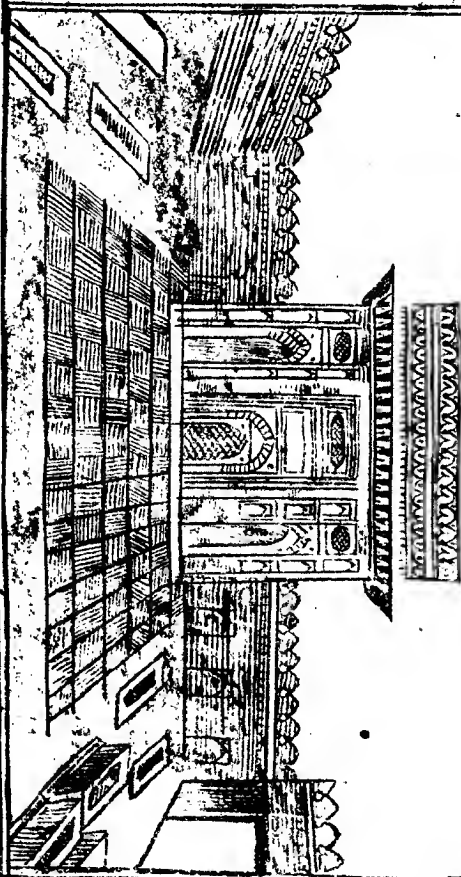


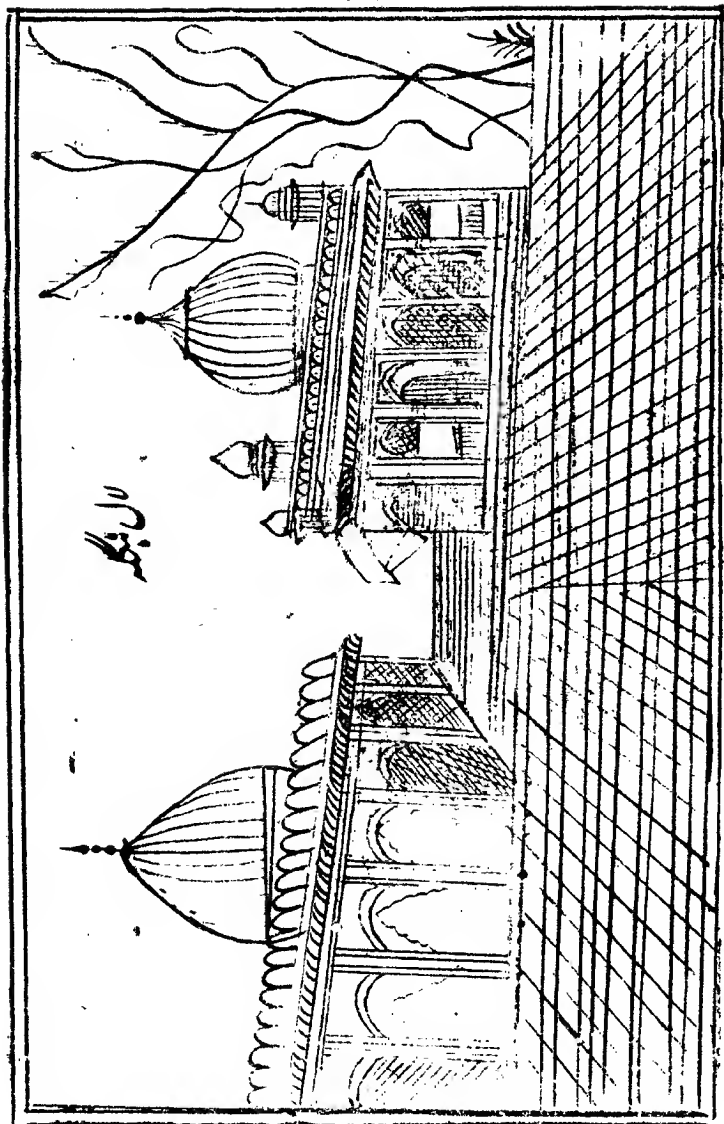


دروازه غربی عرب سراے



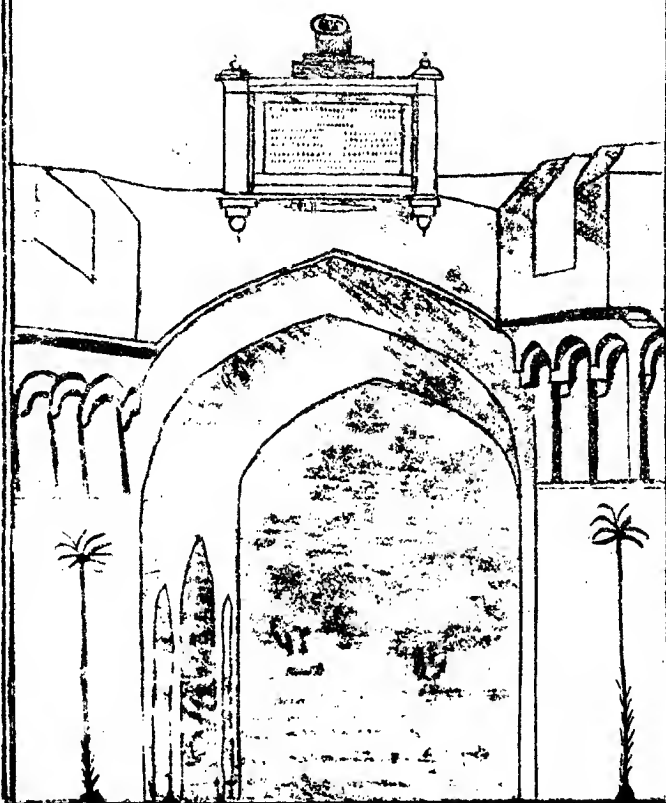
درگاه



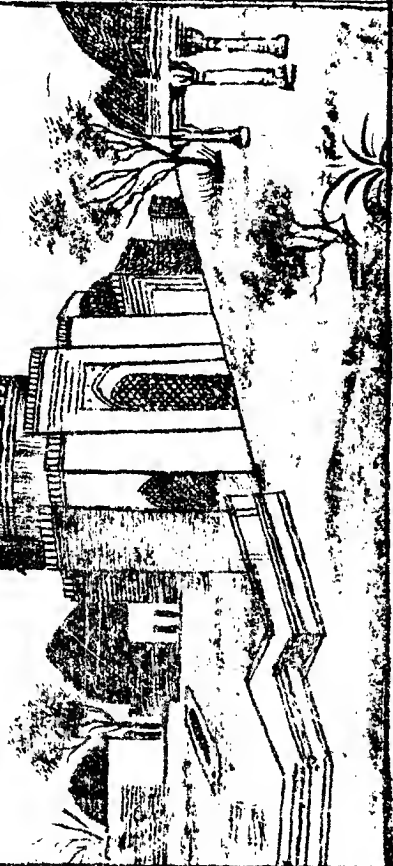




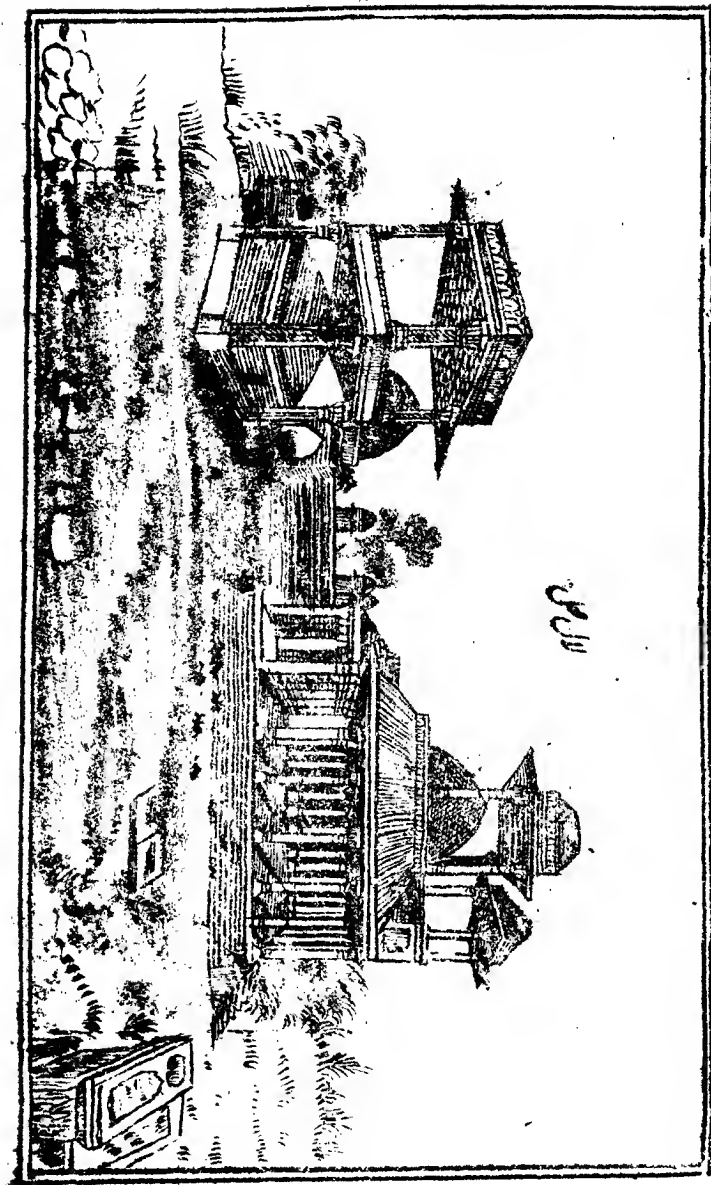
دروازه پیرانا سگین



معبره فیروزشاه



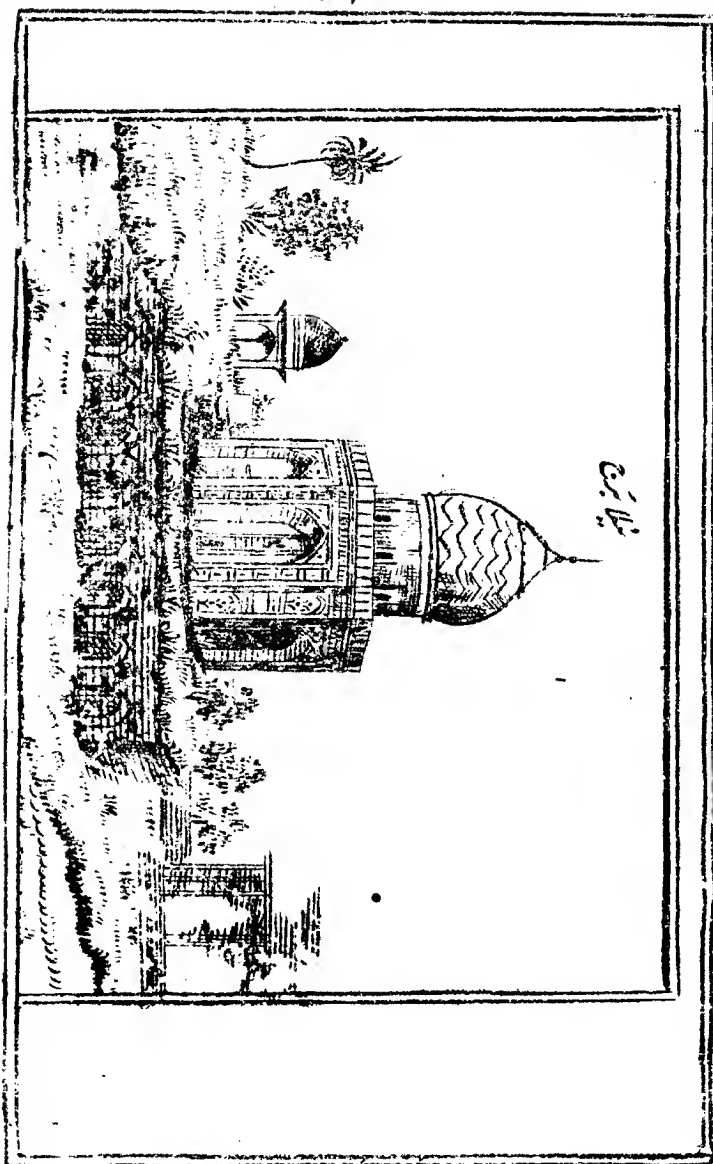
۵۹۳

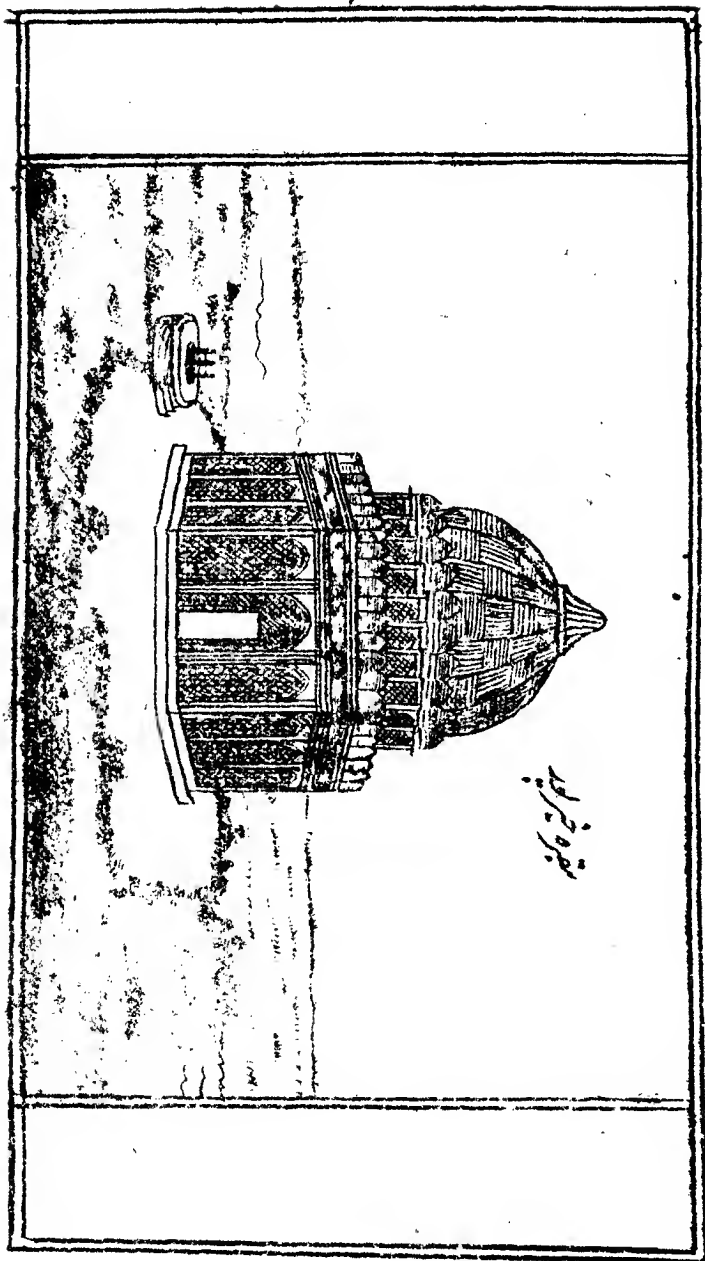


۵۹۴

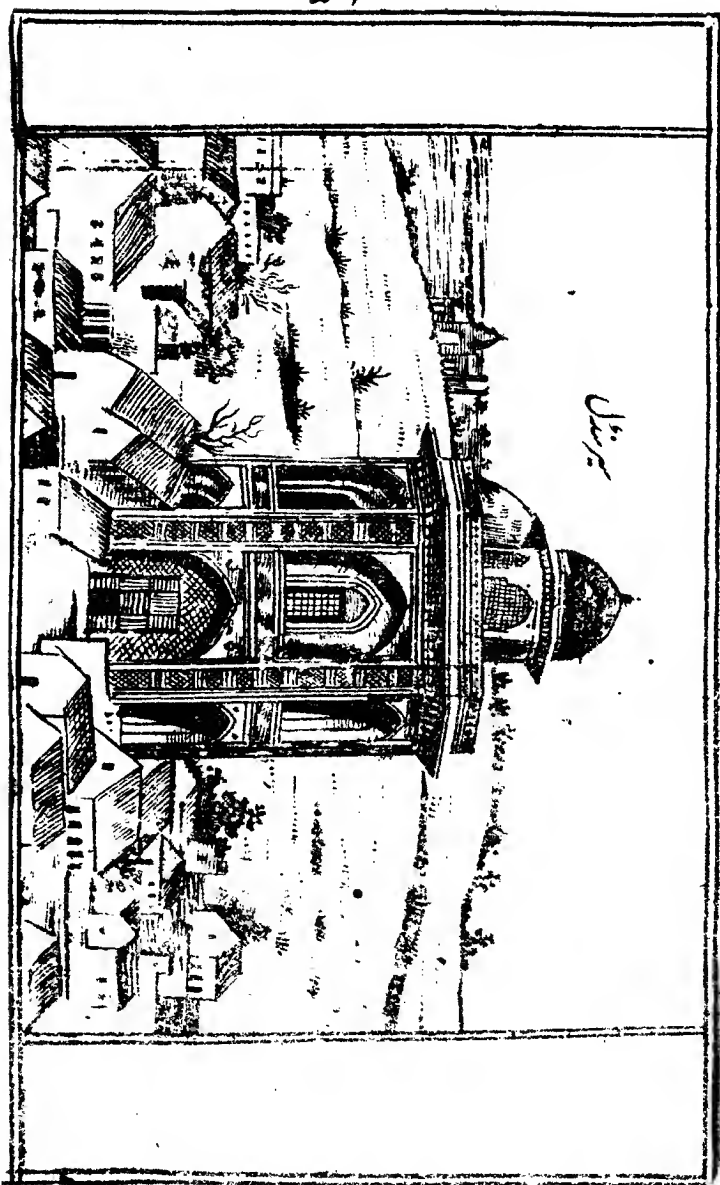
چرخه

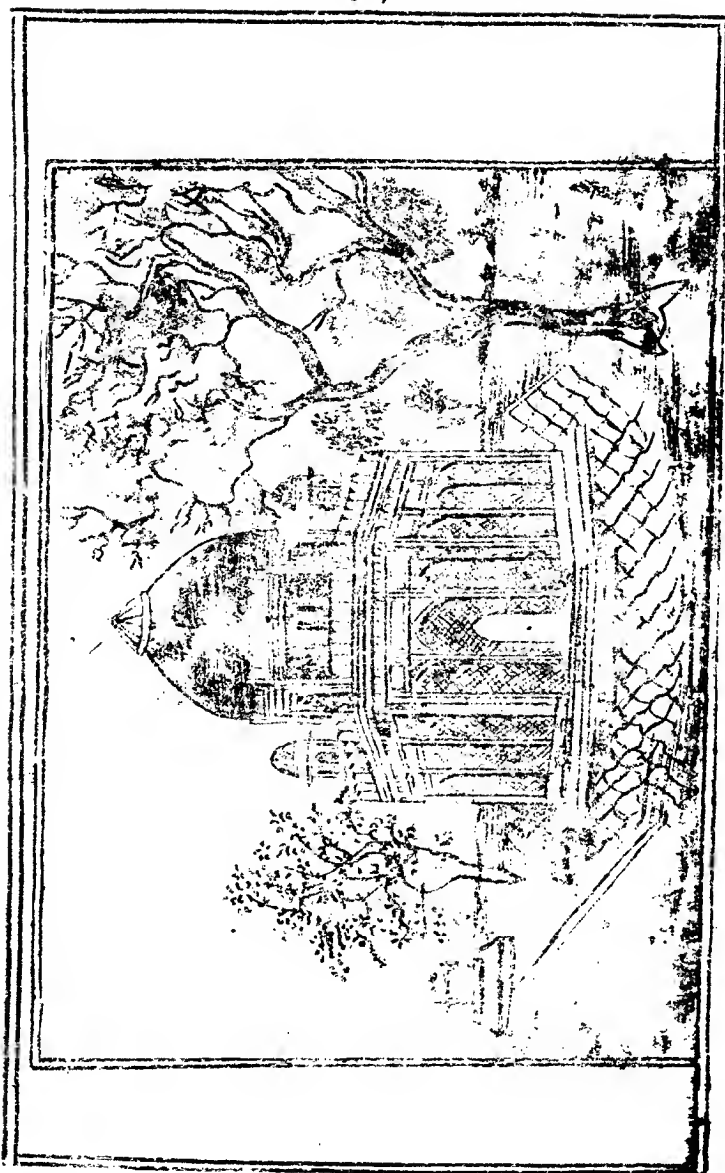






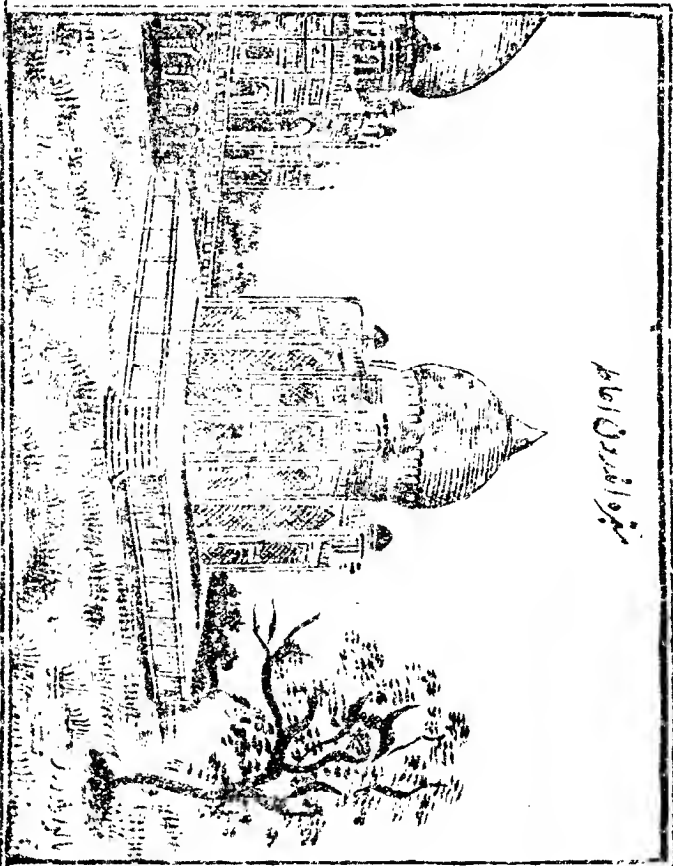
قبره خواجه

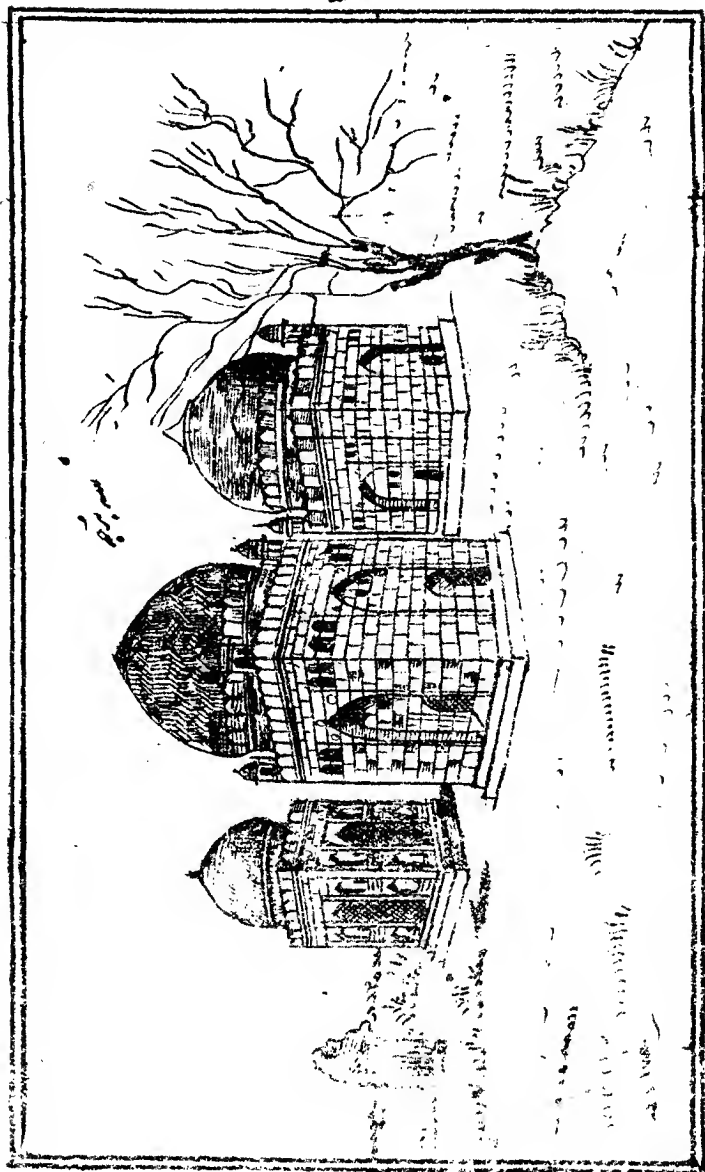




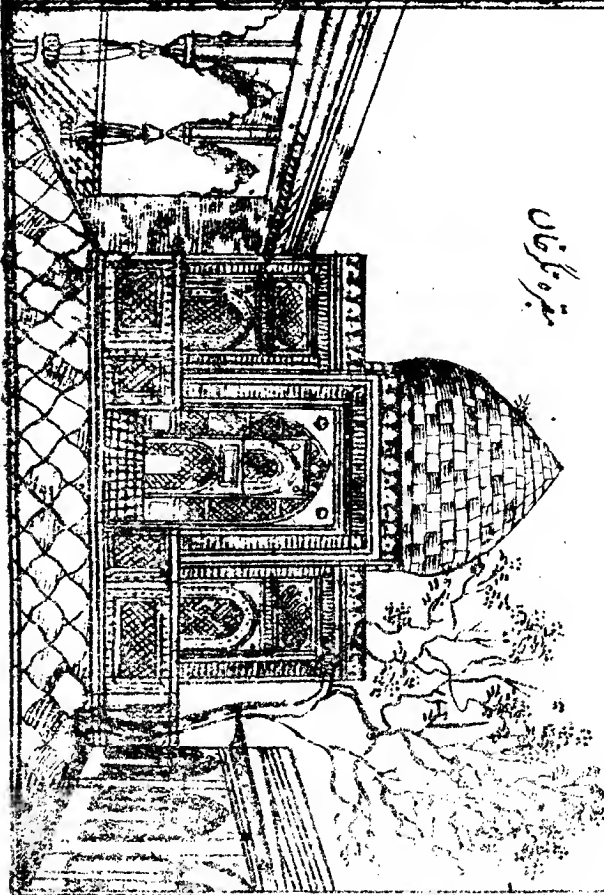


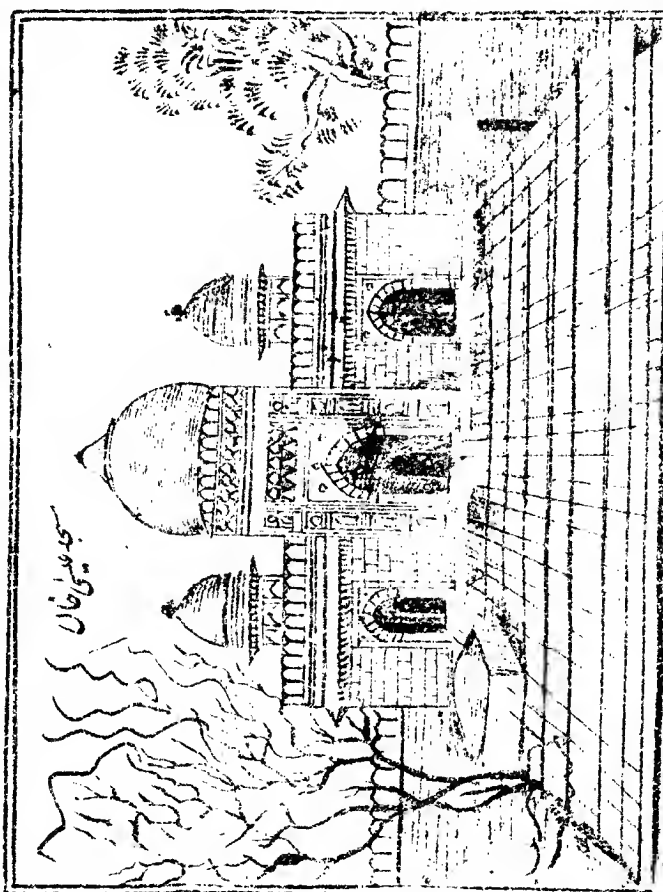
مجله افروز



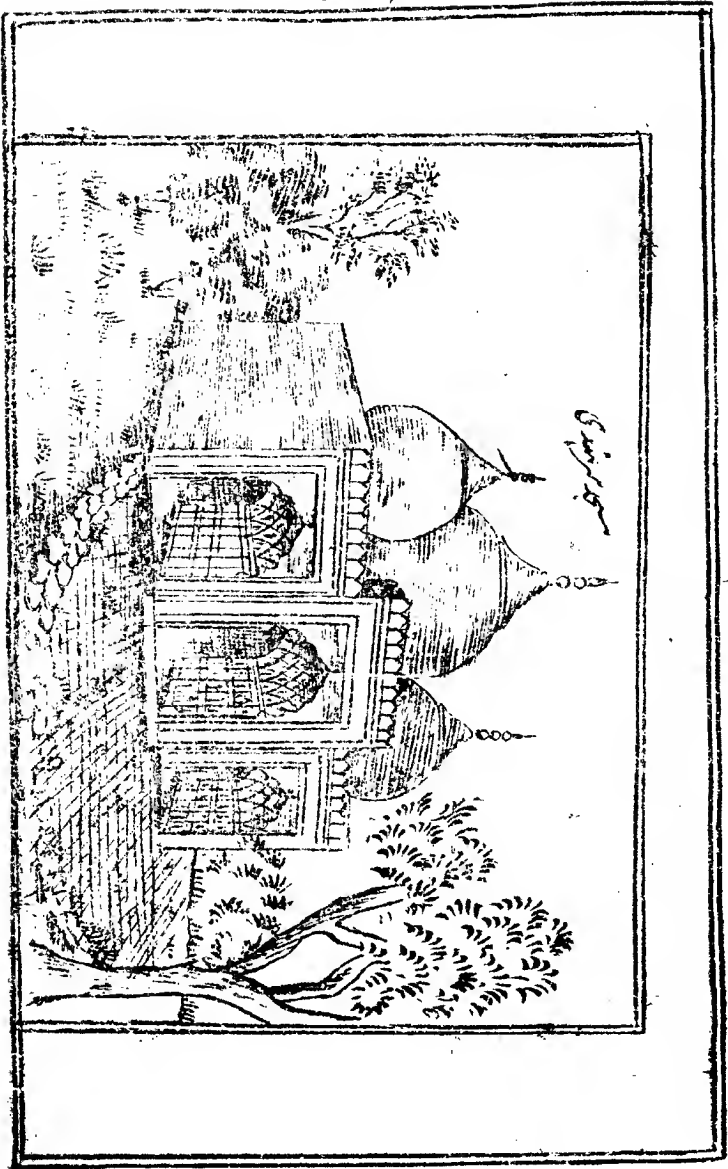


تبره گلستان





مسجد عیسیٰ خان



۵۷



میرزا احمد علی



مہاراجہ گوالیار



مہاراجہ میسور





ہرنائی نس جہا راجہ تراونکور



ہرمائی نس مہاراجہ بڑودہ - گیکوار



فہاراجہ کوہا پور



عالیجہ حضور نظام حیدر آباد بالقآ



نہالہنس مہاراجہ جوں و کشمیر



ہزارہائیں مہاراجہ سرکیرتی شاہ - کے - سی - ایس - آئی



سردار رنجیت سنگھ صاحب خالصہ اسپٹ



نیرمانس میا راجه کشن گڑھ





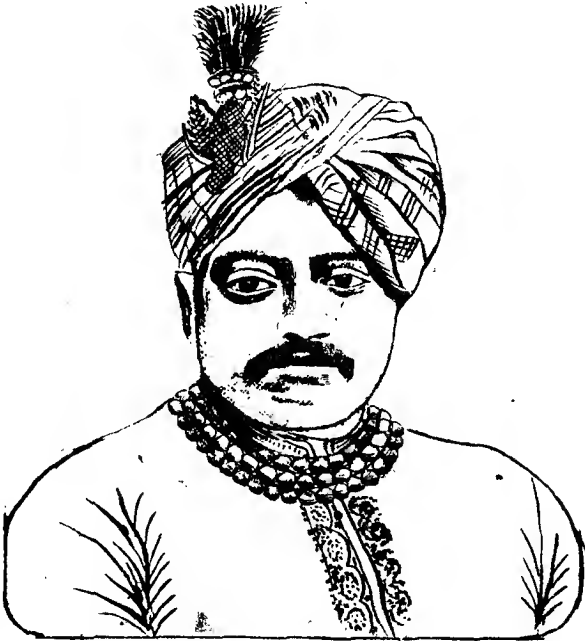
ٹھاکر صاحب آف پانی ٹانا



هزماي نر شکر راؤ نپڻت بنڻ شيواچيف آف بھور



سہزادی نس مہاراجہ قرولی



ہزائی نس ٹھاکر صاحب آف بھاؤنگر



نیرتانی نسیں راجہ او دیپور



نیرنگش نواب صاحب اسپور



ہزٹائی کس ہمارا جہلی بھیرا



ٹھاکر آرکیسری سنگھ ورما-چیف آف پیلودا





ہرمانی نسیم راجہ ٹیالہ



پرنسپل انسٹیٹیوٹ برائے تعلیم و تربیت



سازنده این تصویر: ...



نہروالی نسیم راجہ اور پتہ



پیرانی نسبی راجه جیو



سراج منس مہاراجہ دھولپور



ہرمائی نسبی راجہ بنارس



نیرنگی از بهار اوج بیکانیر





پرنسسی ننگیم صفا بھوپال



نہاراجہ کنور سکھ



نہر بانفس تو اصاب تیر لور



ہرمائی شہنشاہ الہور



هزماں نمیا راجہ ریوا



نیرنگی شهنشاه اید پروردگار



ہرمائی نرملہ رام جیو پورہا جیتا:



نرمائی نس نوالہ جونا گڑھ





هنرمانی و نساجی راجه بوندی



پنہالی شہنشاہ راجہ اندور



جانشین نیرمائی نس فواہ صاحب مالیر کوٹہ



ہرمائی نسیم راجہ فرید کوٹ



ہرمائی مہنہ راجہ کپور تھلہ

## آخری التماس

تصادیر اور نقشوں کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ ہند کے لوگوں اور راجاؤں کی جتنی تصویریں مل سکیں وہ سب درج کر دی ہیں۔ تصویریں اگرچہ فوٹو کی نہیں ہیں مگر اپنی عمدگی اور صحت میں فوٹو کے برابر ہیں۔ جتنے روسا کی تصاویر بنی ہیں میں خوشی سے کہہ سکتا ہوں کہ انکی اصلی صورتوں میں اور ان تصویروں میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے بنانے والے کی کارگیری ہے کہ اس نے مثل فوٹوؤں کے تصویریں کھینچ دی ہیں۔

مجھے اس بات کا سخت افسوس ہے کہ کل رئیسوں کی تصویریں ہم نہ پہنچ سکیں۔ یوں تصویریں ملیں تو سبکی لیکن اصل صورت سے شاہت بہت کم پائی جاتی تھی اس لئے میں نے ان تصاویر کو داخل کتاب نہیں کیا۔

میرا ارادہ تھا کہ ہر رئیس کے ساتھ اسکی ریاست کی کیفیت بھی درج کرتا مگر افسوس سے اس کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ کسی ریاست کے پورے حالات آمد و خرچ وغیرہ کی بابت نہیں مل سکے ہیں

جستجو میں تو لگا ہوا ہوں شاید اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں  
 میں نے یقیناً اس کتاب کے لئے مواد جمع کرنے میں بڑی عرق  
 ریزی کی ہے اور خدا جانتا ہے کہ امید سے زیادہ میرا اس میں وہیم  
 خرچ ہوا ہے۔ اگر تصویریں اور نقشے نہ بنائے جاتے تو شاید اتنا  
 خرچ نہ بیٹھتا۔ میں نے کئی ہزار روپے لگا کے یہ کتاب تیار  
 کی ہے تاکہ بلا قیمت خریدارانِ کرزن گزٹ کو تقسیم کروں۔  
 آپ میرا جگر تو دیکھئے میں کس دریا دہلی اور جرات سے ایسی ایسی  
 ضخیم کتابیں انعام میں دیتا ہوں جو آج تک کسی مالک اخبار نے  
 نہیں دیں۔ میری غرض اس سے یہی ہے کہ کرزن گزٹ کی اشاعت  
 ہو کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اسکی اشاعت سے مسلمانوں کو ایک  
 حد تک بہت کچھ فائدہ پہنچے گا۔

میں اپنے ناظرین سے دعا نہیں چاہتا میری غرض صرف یہ ہے  
 کہ جو صاحب اس کتاب کو اول سے آخر تک پڑھیں اور انکے  
 پسند بھی آجائے تو وہ اپنا یہ فرض سمجھ لیں کہ صرف دو خریدار اخبار  
 کرزن گزٹ دہلی کے ضرور پیدا کر دیں کیونکہ ہر خریدار اخبار کو

یہ کتاب مفت دی جاتی ہے اور اصل یہ ہے کہ چنانچہ دہلی  
محض کزن گزٹ ہی کے خرایدار کو دینے کے لئے چھاپی  
گئی ہے ❖

ایک سال کے عرصہ میں میں نے یہ کتاب تصنیف  
یاتالیف بھی کی اور اسی عرصہ میں چھپوا بھی دی اصل  
میں اتنا تھوڑا زمانہ ایسی کتاب کی بہم وجوہ تیاری  
کے لئے بہت کم تھا مگر اللہ نے محض اپنے فضل سے پورا  
کر دیا۔ جس کا لاکھ لاکھ شکر کیا جاتا ہے ❖

میرزا حسرت

دفتر کزن گزٹ دہلی













